A07820

رسائل ۱۵۵

۳۴۵۴

ممالک غیر کیلئے صہ

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان) اردو ترجمہ

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۱۰) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء | نمبر (۱)

فہرست مضامین

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

اطلاع ضروری

۱۔ رسالۂ اشاعت اسلام ایک ماہواری رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔
۲۔ رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک دفتر میں آنی چاہئیے۔ ورنہ شکایت معاف۔
۳۔ رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنا چاہئیے۔
۴۔ خریداران رسالہ کو بوقت خط و کتابت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہئیے۔ ورنہ تعمیل نہ ہونے کی شکایت بہت تقاضا معافی ہوگی۔
۵۔ سالانہ قیمت للعہ ششماہی عہ بیرون از ہندوستان صہ نمونہ کا پرچہ مفت ارسال ہو سکتا ہے۔
۶۔ جواب طلب خطوط کیلئے ۔ ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہئیے۔
۷۔ جو صاحب آٹھ خریدار عنایت فرمائیں گے ان کے نام ایک سال کیلئے رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔
۸۔ پرانی جلدیں رسالہ اشاعت اسلام کی از سنہ ۱۹۱۴ء لغایت سنہ ۱۹۲۰ء فی جلد عہ سنہ ۱۹۲۱، ۲۲ء فی جلد ہے محصولڈاک بذمہ خریدار۔
۹۔ مربی رسالۂ اشاعت اسلام وہ ہے۔ جو مفلس و نادار مذہبی اشخاص اور غیر مسلم قوموں میں مفت رسالہ جاری کرنے کی غرض سے مبلغ پچاس روپیہ سالانہ چندہ دے۔

اجرت نامۂ اشتہار رسالۂ اشاعت اسلام

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
۱۲	۶۰	۳۵	۲۰
۶	۳۵	۲۰	۱۴
۳	۲۰	۱۵	مگے ر
۱	مگے ر	صہ ر	سے ر

اجرت اشتہار پیشگی لیجائیگی — معاہدہ اشتہار منسوخ نہیں ہو سکتا — مدت معینہ کے اندر اشتہار بدل سکتا ہے — اشتہار کے پرچے بھیجنے جائیں

۱۔ اگر اشتہار خود کاتب سے نہ لکھوا سکیں تو صہ کاتب کی اجرت اشتہار کے علاوہ ارسال کرنی ہوگی۔
۲۔ فحش اور خلاف تہذیب اشتہارات ہرگز نہ لئے جائینگے۔
۳۔ ٹائیٹل کے اشتہارات کی اجرت نرخنامہ سے ۲۵ فیصدی زائد ہوگی۔

درخواستیں بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ثبت ۳ ۰ ۵ ؎

اشاعت اسلام

جلد (۱۰)

بابت ماہ جنوری ۱۹۲۵ء

شذرات

چرچ کانگریس چرچ کانگریس میں جو ستمبر ۱۹۲۴ء کے آخری ہفتہ میں بمقام پلی موتھ منعقد ہوئی۔ جو مضامین زیر بحث نہایت دلچسپ تھے جسمیں اس امر کو قطعی طور پر ثابت کیا گیا۔ کہ کلیسیا اور اسکے ناقابل عمل معتقدات مردنی کی حالت تک پہنچ چکے ہیں۔ اور ہوشمند اور سوچ وبچار رکھنے والے مردوں اور عورتوں پر ان کا کوئی اثر نہیں رہا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ کلیسیا کی آواز صدا بصحرا سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتی۔ اسبات کا اعتراف کیا گیا کہ بہت سے لوگ کلیسیا میں محض عادتاً جاتے ہیں کسی اثر یا جذبہ کے ماتحت نہیں لیکن جنگ کے بعد حالت بالکل بدل گئی ہے حضرات پادریوں نے اب خود اس حالت کو محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ اور کانگریس میں کوئی ایسا مضمون نہیں پڑھا گیا جسمیں یہ سوال معرض بحث میں نہ آیا ہو۔ فلاں اور فلاں معاملہ میں کلیسیا نے (اپنے اصولوں کو موجودہ زمانہ کے مطابق بنانے میں) کیا کچھ کمی کی [illegible] ہے۔ ریورنڈ جارج سمپسن نے جو رامسڈل کے پادری ہیں عبادت اور [illegible] گرجاؤں کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ لوگ جنہوں [illegible] دیہاتی لوگوں

میں لمبے عرصہ تک کام کیا ہے یہ گواہی دینگے۔ کہ وہاں کے عبادت گذار خاموش اور ذوکی الحس ہوتے ہیں۔ اور مذہبی امُور میں گفتگو کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ یہ ہر نتائج مذہب اور ایمان اور ایک دیہاتی واعظ ہر دو کیلئے ایک سخت ابتلا اور امتحان ہیں۔ ریورنڈ موصُوف نے کانگریس کو یہ بھی بتایا کہ جنگ سے پیشتر اگر دس آدمی گرجا میں عبادت کیلئے آتے تھے تو اب شاید پانچ ہی آتے ہیں +

غریب لوگوں کی ضروریات

مسٹر آر کینڈی کاکس نے بتایا۔ کہ مسیحی اصولوں کے متعلق غریب لوگوں کا نقطۂ نگاہ عجیب ہے۔ اُن کے لئے یہ بہت مشکل ہے۔ مسیح کو اپنے غریب علاقوں میں رہنے والا تصور کریں۔ اور وہ ہرگز اس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح کی رہائش اس خدا کے گھر میں ہے۔ جو انکے غریب علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ خدا کا یہ گھر ان کے نزدیک نیم دفتری رنگ رکھتا ہے۔ اور صرف شادی اور جنازوں وغیرہ کے متعلق رسُوم کی ادائیگی کیلئے مخصُوص ہے۔ کلیسیا کے یہ تمام کام انکی نگاہ میں دفتری طریق کی نقل ہیں۔ اور کلیسیا کو وہ وہی حیثیت دیتے ہیں۔ جو حیثیت ان کے نزدیک لیبر ایکسچینج (Labour Exchange*) کو حاصل ہے۔ کسی قسم کا رُوحانی پیغام حاصل کرنے کیلئے کلیسیا کی طرف دیکھنا انھوں نے ترک کر دیا ہے۔ مسٹر کینڈی کا یہ بیان بالکل صحیح ہے۔ اور ہر ایک دیانتدار اور سوچ وچار رکھنے والے مرد وعورت کا یہی حال ہے۔ مسٹر کینڈی نے ان کا نام ان پڑھ رکھا ہے مگر یقیناً وہ کلیسیا کی تعلیم اور ترقی سے کوسوں ہی بہتر ہیں۔ کیونکہ اس تعلیم نے انسان کو ایسے سخت اور مشکل کاموں سے مقابلہ پڑتا ہے۔ جنہیں باوجود سخت محنت کے نتیجہ بہت تھوڑا نکلتا ہے۔ موجودہ زمانہ کا کلیسیا عہد حاضرہ کی ضروریات کو ازمنۂ وسطیٰ کی عینک سے دیکھتا ہے۔ اور اس کے بغیر اسے چارہ نہیں +

مسٹر کینڈی نے یہ سوال کیا ہے۔ کہ یہ غریب لوگ کلیسیا کو ایسی لاپرواہی سے کیوں دیکھتے ہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ رُوح القدس کی طاقت شامل حال ہونے کے

* فٹ نوٹ:۔ لیبر ایکسچینج انگلستان میں ایک محکمہ ہے جس میں کاروباری آدمیوں اور مزدوروں وغیرہ کیلئے روزگار اور کاروبار کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

باوجود کلیسیا کو ایسی بُری طرح سے ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا ہے۔ اس کا الزام کس پر عائد ہوتا ہے؟ یقیناً رُوح القدس ہی پر الزام آتا ہے کیونکہ جبوقت تک اسکی غیر روادارانہ خاصیت اپنا کام کرسکتی تھی اور شکنجوں اور خوفناک کھونٹیوں سے وہ ایک مردود رُوح کو درست کرسکتا تھا اس وقت کلیسیا خوب رونق پر تھا۔ اس وقت تک کہ جہالت دنیا پر طاری تھی۔ اور لوگ روحانی طور پر نابینا تھے۔

رُوح القدس کی حکومت زمین پر تھی۔ اور ازمنۂ وسطیٰ میں وہ ظلم کرنیوالوں میں ایک شاندار شاہزادہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ لکھو کہا انسانوں کے خون اس کے آگے کوئی چیز نہ تھے۔ کسی قسم کا دُکھ اس کے نزدیک اس وقت تک چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا۔ جب تک کہ کلیسیا کی حکومت تھی۔ اب عقل وخرد کا زمانہ ہے۔ اور سوچ و بچار رکھنے والے مرد اور عورتیں کلیسیا کو ترک کرتی جا رہی ہیں۔ اور مسیحی لیڈر متحیر اور پریشان ہیں۔ کہ یہ کیفیت کیوں ہے +

کلیسیا اور لیگ اقوام

لارڈ ہیوگ سیسل ممبر پارلیمنٹ نے کانگریس کے افتتاحی اجلاس میں ایک تقریر کی جس کا موضوع یہ بتانا تھا کہ آیا لیگِ اقوام نے اُن اُمیدوں اور توقعات کو پُورا کیا ہے یا نہیں جو اس کی پیدائش کے وقت اس سے منسوب کی گئی تھیں؟ اس سوال کا جواب صفائی کے ساتھ اگر ہم دیں۔ تو "ہاں" اور "نہیں" دونوں اس کا جواب ہیں۔ ہاں اسلئے کہ اپنے بنانیوالوں کی اغراض اور مُدعا کو اُس نے اچھی طرح سے پُورا کیا ہے۔ یعنے مغرب کی بڑی بڑی مسیحی طاقتوں کو اس سے بہت بڑی بڑی مدد ملی ہے۔ اس نے یہودیوں کے لئے بیت ملی کی خوب تائید کی۔ اور وہ بھی فلسطین کی ۹۵ فیصدی آبادی کی خواہشات کے خلاف۔ یہودی قوم یورپ میں بہت طاقتور ہے۔ عیسائیت انہیں باہر نکالنے یا انکا استیصال کرنے میں ناکام ثابت ہُوئی ہے۔ تحریک زیونزم (یہودیوں کی قومی جماعت کا نام ہے) اس کے لئے ایک نیک فال ثابت ہُوئی ہے مگر یہودیوں نے بھی شروع سے دیکھا جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ صرف پولینڈ اور رُوس کے معمولی اور فاقہ کش یہودی

فلسطین میں پہنچے ہیں +

ہمیں اس کا جواب اسلئے ہے۔ کہ یہ لیگ لیگ اقوام ہونے کی بجائے خیالات اور قیاسات کی ایک ہی حالت ہی ہیں یونانی اور اطالوی مٹ بھیڑ کے موقعہ پر سینیور مسولینی نے اسکی موت پر مہر کردی ہے۔ نے الحقیقت لیگ مذکور بے اطمینانی اور ان مقامات پر جہاں پہلے صلح و اطمینان کی حالت تھی۔ نئی لڑائیاں چھیڑنے کا موجب ہوئی ہے۔

پر سے بینڈی گفت نے سچ کہا ہے۔ کہ لیگ کبھی اُن باتوں کو جن کا اس کے متعلق دعوے کیا ہے پورا نہیں کر سکتی۔ جنگ عظیم کے بعد ایک قوم بلکہ کُل دنیا جہان کو ایک ایسی مشین کی تلاش تھی۔ جو آئندہ جنگوں سے اُسے محفوظ رکھے۔ لیگ اقوام انگلستان جیسی بڑی طاقت یا کسی اور بڑی مغربی دولت کیلئے ایک سہارا کا موجب ہے۔ کہ وہ اسکی مدد سے کمزور اقوام کو تباہ کرکے اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ فی الحقیقت مغربی تہذیب اگر زندہ ہے تو محض اپنی ترش رُوئی اور بل بوتے کی وجہ سے +

پچاس پچاس شادیاں

کیا کلیسیائے مسیحیت کو شادی اور طلاق جیسے اہم اور مشکل مسئلہ میں حکومت اور انفرادی زندگی کی رہبری کا ذمہ لینا چاہئے یا نہیں؟ یہ ایک سوال ہے۔ جو پادریوں اور عام ناظرین کی زبانوں پر عموماً آتا ہے۔ ریورنڈ پروفیسر کلیمینٹ ایف اجرز نے جو کنگز کالج لندن کی پاسٹورل تھیالوجی کے لیکچرار ہیں حال ہی میں اس مسئلہ پر تقریر کرتے ہوئے طلاق کی خوفناک زیادتی کا ذکر کیا اور ایک بالکل طبعی لیکن ہماری مغربی عیسائیوں کے لئے پریشان کن بات کہی کہ شادی کے متعلق مسیحیت کا جو کچھ نقطۂ نگاہ ہے۔ یعنے ناقابل انقطاع تعلق اور آزادانہ محبت۔ ان دونوں کے بین بین کوئی رستہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ زنا پر طلاق کی اجازت دینا گو بدی کو اور بڑھاتا اور ترقی دینا ہے۔ ایسی حالت میں فریقین میں سے کسی ایک کی خواہ وہ ملزم ہو یا نہ ہو۔ دوبارہ شادی بدکاری میں داخل ہے +

ڈاکٹر کارنیگی سمپسن آف کیمبرج نے مباحثہ میں حصہ لیتے ہوئے بیان کیا۔ کہ

تعلق زوجیت گناہ کے بغیر منقطع نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میں ہر اسبابت کے خلاف ہوں جو طلاق کو سہل کرنیوالی ہو"۔ لیکن ایسے موقعہ پر کہ ایک تعلق رُوحانی اور جسمانی ہر دو طریق پر ٹوٹ چُکا ہو۔ کلیسیا کو چاہئیے کہ حکومت کو وہ مشورہ دے۔ کہ ایسے معاملہ میں کیا کرنا چاہئیے۔ انہوں نے کلیسیا سے اپیل کی۔ کہ وہ اسبارہ میں ایک مسیحی اصُول کی تلاش کریں۔ جس سے اس مسلہ کا حل اس طریق کے بجائے جو پروفیسر راجرز نے تجویز کیا ہے۔ کسی دوسری طرز پر ہو سکے۔ اور وہ کوئی مسیحیت سے پہلے والی چیز نہ ہو +

ایک امریکن ڈاکٹر ڈبلیو سی پول نے اس کے بعد تقریر کی۔ انھوں نے بتایا کہ کیلیفورنیا میں ہر پانچ شادیوں میں سے ایک دو سال کے عرصہ کے اندر قانوناً منسوخ کرنی پڑتی ہے۔ اسکے ساتھ فوراً ہی انھوں نے یہ بھی کہا۔ کہ اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ ایک عام امریکن کے اخلاق دوسرے لوگوں کی نسبت گرے ہُوئے ہیں اسبارہ میں کہ امریکہ میں اس قدر طلاق کی زیادتی کیوں ہے؟ انھوں نے بتایا (اور یہ امر کانفرنس کی حیرانی اور افسوس کا موجب ہُوا) کہ دُنیا میں کہیں بھی عورت کو وہ درجہ حاصل نہیں۔ جو امریکہ میں اُسے دیا گیا ہے۔ وہاں مرد جو غالب ہوتا ہے۔ ایک سخت تجویز کی ممانعت سختی کے ساتھ کرتا ہے۔ امریکن عورت اسبات کو محسوس نہیں کرتی کہ اُسے مرد سے احکام حاصل کرتے چاہئیں۔ صرف اسلئے کہ وہ مرد ہے۔ وہ مرد کے برابر کے حقوق چاہتی ہے۔ اور اگر اس کا خاوند چاہے کہ اسکو کسی قدر کم درجہ دیا جائے۔ تو اُسے مایوسی اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑیگا +

اس کے بعد ایک قوی ہیکل نوجوان پادری (ریورنڈ ایس ڈبلیو ہیوگس) کھڑا ہوا اور اس نے اس پوزیشن پر جو پروفیسر راجرز اور دوسرے مقررین نے اختیار کر رکھی تھی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ انھوں نے کہا۔ کہ کیا ایک عورت کی شادی ایسے شخص سے جس نے اپنے آپ کو وحشی اور شیطان ثابت کیا۔ ازدواجیت کے تمام حقوق اور اسکی تقدیس کو اس نے مٹایا اسلئے کیجاتی ہے۔ کہ وہ کبھی اس سے آزاد نہ ہو۔ اور اگر وہ اس سے طلاق حاصل کرلے۔ تو کیا وہ آئندہ اپنی جائز خواہشات کو ٹھیک طور پر پورا کرنے سے محروم

کر دیجائیگی۔ اور صحیح ازدواجی تعلقات کی خوشیوں سے کبھی آشنا نہ ہوگی؟ اُس نے گرج کر کہا۔ کہ اس قسم کا خیال خود اللہ تعالیٰ پر نقص عائد کرتا ہے +

فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ پر نقص عائد کرنیوالی بات ہے۔ اگر پروفیسر راجرس کے خیال کو صحیح مان لیا جائے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ ان کا خیال مسیحی نقطہ خیال کے عین مطابق ہے۔ لیکن صحیح اسکو نہیں کہا جاسکتا۔ کلیسیائے انگلستان کے کسی قدر پُرزور الفاظ جن سے خطبہ نکاح شروع ہوتا ہے۔ وہ الفاظ جو عورت کو قسم کے اندر دوہرانے پڑتے ہیں۔ کہ میں خاوند کی "مطیع" اور اسکی "خدمتگذار" رہونگی حقیقت الامر کو واضح کرنیوالی ہیں۔ شادی کی انگوٹھی بھی جوان ایام کی ایک یادگار ہے جب مسیحیت میں عورت کو مرد کی جائداد سمجھا جاتا تھا۔ اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ جائداد گرجا کے منبر پر اپنے ولی۔ باپ یا گارڈین کی جو اسے دوسرے کے سپرد کرنے کیلئے آئے ہیں گویا کہ اسکی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ کفالت میں اپنے آیندہ مالک کی منتظر کھڑی ہے۔ یہ جملہ "کہ اپنے تمام دنیوی مال و متاع سمیت میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتی ہوں"۔ واقعات میں مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ۱۸۸۲ء کے شادی شدہ عورتوں کے قانون جائداد Married women property act) سے پہلے مرد نے فی الحقیقت عورت کی جائداد کا بھی مالک ہوتا تھا فرقہ فیمینسٹ (Feminist) کے علمبردار یہ لفظ لکھے ہیں "بہلوسی مرد و عورت میں مساوات" مگر کیا وہ اس مساوات کو قائم کر کے سچے عیسائی رہ سکتے ہیں۔ جناب مسیح قانون کو پورا کرنے کیلئے آئے تھے۔ اسلئے انہوں نے اس بات کو کہ تیری (یعنے عورت کی) خواہش تیرے خاوند کی خواہش کے مطابق ہوگی۔ اور وہ تجھ پر حکمران ہوگا شادی شدہ عورت کی زندگی اُس کا اعلےٰ درجہ خیال کیا۔ لیکن موجودہ عیسائیت نے فی الحقیقت زیادہ تر پولوس کی ایجاد ہے۔ نہ کہ خود جناب مسیح کی۔ پولوس کا بیان ہے کہ:-

"تمہاری عورتیں گرجاؤں میں خاموش رہیں۔ کیونکہ انکو بولنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ بلکہ انکو حکم ہے۔ کہ اطاعت اختیار کریں۔ جیسا کہ شریعت میں لکھا ہے" +

اور اگر وہ کچھ سیکھیں۔ تو انہیں چاہئے کہ اسکے متعلق اپنے خاوند سے گھر پر تذکرہ کریں۔ کیونکہ عورت کے لئے یہ جائے شرم ہے کہ وہ گرجا میں کلام کرے (۱- کرنتھیوں باب ۱۴- آیات ۳۴، ۳۵)

ان احکام کی موجودگی میں کیا عیسائی فیمینسٹ عورتیں دیانتداری کے ساتھ یہ دعوی کر سکتی ہیں کہ

عورتوں کو پادری کا منصب دیا جائے؟

پھر اور ملاحظہ کیجئے :-

"اسی طرح سے عورتوں کو سادہ لباس اختیار کرنا چاہئے"

مسیحی مذہب میں عورت باوجود تعلیم اور شائستگی کے فی الحقیقت بہت قابل رحم چیز ہے۔ اگر وہ فی الحقیقت چاہتی ہے کہ ان زنجیروں سے آزاد ہو۔ جو عیسائیت نے اسکے ارگرد ڈال رکھی ہیں۔ اگر اسکی خواہش ہے کہ دنیا کی نجات میں وہ برابر کی حصہ دار ہو۔ اگر وہ مرد کے برابر حقوق حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تو اُسے اسلام کیطرف آنا چاہئے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقہ نسوان کو اُٹھانے اور ترقی کے بلند درجات پر فائز کرنے میں دنیا کے تمام فلاسفروں اور مصلحین کی کوششوں سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ آپ کے ذیل کے ارشادات کسی رائے زنی کے محتاج نہیں :-

الجنۃ تحت اقدام امھاتکم۔ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عورتیں مردوں کی توام ہیں۔

عورتوں کے حقوق قابل تقدیس ہیں۔

ایک نیک بیوی مرد کا بہترین خزانہ ہے۔

اپنی عورتوں کو مسجد و نمیں آنیسے مت روکو

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت کا فرض ہے

مُلحد نوجوان مرد اور عورتیں

ریورنڈ ٹی۔ ڈبلیو پیم چرچ کانگرس میں اپنے مضمون کے دوران میں یہ سوال اُٹھایا۔ کہ کیا عہد حاضرہ کے نوجوان مرد اور عورتیں ملحد ہیں؟ وہ خود اس کا جواب اثبات میں دینے کی طرف مائل تھے۔ بالخصوص ان نوجوانوں کے متعلق جو زیادہ مخلص اور علم دوست ہیں۔ یہ کیوں؟ وسیع الخیال پادری مثلاً ڈین انج۔ کینن بارنس اور مسٹر پیم موجودہ خیالات کی رو کو پہچانتے ہیں۔ اور انکے ساتھ رابطہ بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ سیاست کو خوب جانتے ہیں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس رو کو محض پُرانے غلط معتقدات وہرا کر روکنے کی کوشش کیجائے۔ وہ اس کا احساس رکھتے ہیں۔ کہ بائیبل کے متعلق اپیل کرنا باعث ہلاکت ہوگا۔ کیونکہ اس کا صحیح اور مستند ہونا معرض بحث میں ہے۔ اور اسے ساقط الاعتبار سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہی جانتے ہیں کہ بیسویں صدی کے مسائل کو ظلمت اور تاریکی کے زمانہ کی روشنی میں حل کرنا بیفائدہ بات ہے۔ بہت لوگ ہیں جو سائنس اور مذہب کو ایکدوسرے سے تطبیق نہیں دے سکتے کیا پادری ایسا کر سکتے ہیں؟ اور کیا

جواب صاف ہے یا تو وہ مسیحیت کے اعتقادی حصے سے اپنا قطع تعلق کرلیں۔ یا اُسے ہلاکت کے مُنہ میں جانے دیں۔ چھوٹی
عمر کے نوجوان اسرائیل کے بادشاہوں یا یہودہ یا پولوس کے تبلیغی سفروں کے حالات سننے کے خواہشمند نہیں۔ ان
کیلئے وہ معتقدات بے معنی ہیں۔ ستّنی کا بیان ہے کہ تثلیث کا عقیدہ ایک بے خبر متلاشی حق کو بہت سے ہیبتناک حقائق سے
گھرا ہوا ہے۔ ایک فرضی اور وہمی بات نظر آتی ہے۔ دنیا ان امور کے متعلق کلیسیا کی کیا رائے ہے؟ وہ اسکو آسان سمجھتا ہے کہ ان
باتوں کو سرے سے نظرانداز کردے۔ وہ فرضی دل بہلاوے ہی کو اچھا سمجھتا ہے۔ اور مسیحیت کی مدح سرائی میں طبل بلند بانگ
بنا ہوا ہے۔ اور نوجوانوں کو نہایت تیزی کے ساتھ اس بات پر لانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسکی تلاش کریں جو انسان کے
گناہوں کیلئے مر گیا۔ کلیسیا جناب مسیح کی سادہ تعلیم سے بہت دور نکل گیا ہے۔ جناب مسیح مسلم تھے۔ اور آپ کا مذہب
اسلام تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا۔ وہ باتیں جنکو زیرِ عمل لانا انہوں نے منع کیا وہ برائیاں
جن سے آپ نے روکا تھا۔ وہ اس مذہب کے ساتھ جو غلطی سے جناب مسیح کی طرف منسوب ہے شامل ہو گئیں۔ اور
اب تک شامل ہیں۔ مگر کیا اس ملک کے نوجوان مرد اور عورتیں ملحد ہیں؟ ہمیں شک نہیں کہ کلیسیا سے وہ بالکل
دلبرداشتہ اور لاپرواہ ہیں لیکن ان جزائر انگلستان میں سات سال سے زیادہ عرصہ کی رہائش کے بعد ہم دیانت
امانت کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ مغربی لوگ لامذہب نہیں۔ ہر ایک سوچ و بچار رکھنے والے انسان نے اپنے لئے
ایک اعلیٰ درجہ کا مذہب بنا رکھا ہے جو فطرت اور سائنس کا مذہب ہے اور یہی اسلام ہے۔ انہیں اس حقیقت کا علم نہیں۔ کہ
جس مذہب پر وہ قائم ہیں اسی کا نام اسلام ہے۔ ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ زندگی کی اس گتھی کو
سائنس کے نقطۂ نگاہ سے سلجھائیں۔ اور اس مذہبی سپرٹ کو بھی قائم رکھیں جو بحمداللہ ان میں ہے۔ ہم پورے
خلوص دل کے ساتھ انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ان کی یہ جدوجہد بے فائدہ نہ ہوگی +

حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ:-
وہ شخص منافق ہے جو جس وقت کلام کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اذا حدث کذب۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی
چیز عقل سے بڑھ کر پیدا نہیں کی نہ ہی کوئی چیز عقل سے زیادہ خوبصورت اور کامل بنائی ہے +
علم حاصل کرو۔ کیونکہ علم کے پڑھنے اور پڑھانے سے انسان نیکی اور بدی جھوٹ اور سچ میں امتیاز کے قابل ہوتا ہے۔
اپنے آپ کو دکھ اور اذیت نہ دو۔ اے انسان صرف اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پیروی کر۔ ورنہ تو اسکی طرح ہو جائیگا۔
کلیسیا کی تمام خرابیوں اور اس قسم کی باتوں کے خلاف آنحضرت صلعم کا مقصد زندگی درست اور واضح
کردیا گیا تھا۔ آپ نے صداقت کی آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے گہرا مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہوئے کبھی بھی عقل کے
احاطہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ کیا ایسے پاک اور مقدس انسان کی مثال کی پیروی کرنا کوئی بری بات ہے؟ +

اسلام اور معقولیت

یہ ایک بڑا اور اہم سوال ہے۔ کہ انسانی زندگی کی غرض و غایت کیا ہے۔ مذہب اس سوال کو حل کرتا ہے۔ خدا کو پہچاننا اور اس کی عبادت کرنا ہی اصلی علت غائی ہے۔ اور اسی کو دنیا کے تمام مذاہب مختلف الفاظ اور اصطلاح میں بیان کرتے ہیں اگر اس اصول کو صحیح مانا جائے۔ تو پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ جب تک ہم کو یہ نہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کا علم اور اسکی عبادت کیا چیز ہے۔ ہم گویا تاریکی میں ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت سے مراد اس کی ہستی پر ایمان لانا ہے اور اسکی عبادت سے یہ مطلب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف کو قبول کرلیا جاوے (جیسا بہت سے مذاہب سکھلاتے ہیں) تو ہمکو یہ نہیں معلوم ہوسکتا۔ کہ اس قسم کا عقیدہ یا علم ہماری بہتری اور بہبودی کا باعث کیسے ہوسکتا ہے علاوہ اس کے پھر کسی مذہب کا بہتر انتخاب نہیں ہوسکتا ہے۔ بیدینی اور بت پرستی موجودہ مسیحیت کے ہم پلہ ہو جاویگی موجودہ زمانہ کا بت پرست ایک بت کے آگے سرنگوں ہوتا ہے لیکن وہ بت ایک دیوتا کے جو بشکل انسان گذشتہ زمانہ میں نازل ہوا تھا تصویر ہے۔ اور وہ دیوتا اپنے حیرت انگیز اور عجوبہ کارناموں کی وجہ سے خدا تسلیم کرلیا گیا۔ اوڈین تھور جیوپیٹر۔ اور کرشن یہ سب انسان دنیا کے مختلف حصص میں نسل انسانی کی رہنمائی اور ترقی کیلئے پیدا ہوئے تھے ان میں اس زمانہ کے لوگوں کی بہ نسبت فوق الطاقت اوصاف تھے۔ جہالت اور سریع الاعتقادی نے ان کو الوہیت کے اوصاف سے ملبوس کردیا۔ انہوں نے انسانی پرستش کی اجازت دیدی۔ وہ اس دنیا سے گذر گئے لیکن انکی یاد تازہ کرنے کیلئے انکے بجائے بت رکھ دئے گئے۔ کیا ان دونوں کی تعلیم عبادت میں کچھ فرق ہے کہ ایک شخص کرشن جی کا دل میں تصور کرکے ان سے مدد مانگتا ہے۔ اور دوسرا شخص یسوع مسیح کیلئے ان کی مورتی کو سامنے رکھ کر عبادت کرتا ہے۔ عقل کی رو سے دونوں طریقوں میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہم ہمیشہ رومن کیتھولک فرقہ کی عبادت کو زیادہ بہتر خیال کرتے ہیں اگر رومن کیتھولک کو بُت پرست کہا جاتا ہے۔ تو پروٹسٹنٹ بھی اس سے کم نہیں ہیں۔ اگر تم مسیح کو خدا تصور کرتے ہو۔ اور اگر تم مسیح کو اپنی دعاؤں میں مخاطب کرتے ہو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری امداد کرنے کو آسکتے ہیں۔ اور جب تم ان کی پرستش کرتے ہو تو ان کا تصور ہمیشہ تمہارے سامنے ہے۔ تو اس سے کہیں بہتر یہ ہوگا۔ کہ تم ان کا بُت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ کیونکہ اس سے تصور اور خیالات کو بڑی امداد ملیگی۔ اور ان دونوں طریقوں میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ کہ یہ عبادت زندگی کی غرض و غایت کیسے ہوسکتی ہے۔ مان لو کہ کسی شخص نے مسیح کو اپنا نجات دہندہ سمجھ لیا پس کیا اس نے انسانیت کے مشن کو پورا کردیا۔ جسمیں مختلف عنصر شامل ہیں۔ ہم یہ خیال کرسکتے ہیں کہ کرشن جی یا مسیح کو اپنا معبود مان کر خدا کے حکم کی منشاء پوری ہوتی ہے لیکن ہماری فطرت کے اور بھی شعبے ہیں یعنی اخلاقی اور جسمانی ہم جانتے ہیں۔ ہم احساس کرتے ہیں۔ اور عمل کرتے ہیں پس ہماری حیات اور اعمال پر خدا کا انسان کے عقیدہ کا کیا اثر پڑیگا۔ انسان کا علم ترقی پذیر ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے علم میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے پس ہم اسی قسم کی خواہش اللہ تعالیٰ اور اس کے اوصاف کے متعلق کیوں نہ رکھیں۔ دو ہزار برس پہلے ہمکو یہ علم دیا گیا تھا۔ کہ الٰہی انصاف انسانی انصاف سے جدا ہے۔ خدا آدم کے گناہ کی وجہ سے اسکی ساری اولاد کو سزا دیتا ہے۔ اور وہ عارضی جرم کے لئے دائمی سزا دیتا ہے۔ وہ رحیم ہے لیکن اس کا رحم کسی مجرم کے حق میں ظہور پذیر نہیں ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کے ہماری نجات کے واسطے اس کی محبت کا غلبہ ہوا۔ اور اس کا اظہار خزانہ فضل و رحمت کی صورت میں ہوا جس کو خون کا فضل کہتے ہیں۔ ہمکو اس نکتہ معرفت کے موازنہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے، یہ صدیوں پہلے ہمکو عطا ہوا ہے۔ کیا سائنس کے دوسرے شعبوں میں ہمارا علم اسی مستقل حالت میں ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس الٰہی علم میں اضافہ کیوں نہ ہونا چاہئیے۔ ہم علم اور سائنس کے ہر شعبے میں بلند پروازی کر رہے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں سکتے ہیں جو ہمکو صلیب پر آنکا رہا ہے۔ جناب مسیح نے یہ فرمایا

ہے کہ ایک انسان اُن کے بعد آئیگا۔ اس کے ذریعہ سے ہمارے علم کی وسعت ہوگی لیکن اگر یہ بات رُوح القدس کے نزول سے پوری ہو چکی ہے جیسے تسلی دہندہ کہتے ہیں تو کیا کلیسیا کا کوئی پادری ہمکو یہ بتلا سکتا ہے۔ کہ رُوح القدس کے بعد ہمارے علم الٰہی کے خزانہ میں کون اضافہ ہوا ہے ۔

عقیدہ اور علم

ایسے علم کو علم آلٰہی کہنا غلط نام رکھنا ہے۔ یہ محض ایک عقیدہ جو بلا استعمال استعدادی قوٰی کے ہم تک پہنچا ہے۔ ہم خود وہاں تک پہنچ نہیں سکتے ہیں۔ بلکہ بہت قبل کسی سے اوپر اس علم کا اظہار ہوا جسے ہمنے بھی آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا۔ اسلام بھی بہت سی غیب کی باتوں پر ایمان لانے کی تعلیم دیتا ہے لیکن ہمارے ایمان کے لفظ کا مفہوم عیسوی ایمان کے مفہوم سے جُدا ہے۔ ہمارے مذہب میں ایمان مثل بیج کے ہے۔ جو درخت کی بنیاد ہے۔ وہ بڑھتا ہے۔ اور ایک عظیم الشان درخت معرفت بن جاتا ہے۔ ہمسے کہا جاتا ہے کہ بہت سی باتوں کو ابتداءً ہیں بطور ایمان مان لینا چاہئے۔ کیونکہ عدم تربیت و اہلیت کی وجہ سے ہم کو اس وقت اس کا صحیح علم نہیں ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ نتائج سے علم حاصل ہونا جاتا ہے۔ اور بالآخر ہم کو حق الیقین ہو جاتا ہے۔ ان وجوہ سے اسلام ہمکو مجبور نہیں کرتا کہ ہم عقائد اصول یا احکام کو وحی کی بناء پر مان لیں۔ بلکہ ہماری عقل کو اپیل کرتا ہے۔ اور جو کچھ سکھلاتا ہے۔ اس کے دلائل پیش کرتا ہے۔ یہی بات ہم انسانی علم اور سائنس کے ہر شعبے میں پاتے ہیں۔ ایک نقطہ میں جسامت نہیں ہوتی لکیر میں طول ہے لیکن عرض نہیں ہے۔ یہ علم ہندسہ کے مسلمات ہیں جو شروع میں بلا چون چرا تسلیم کر لئے جاتے ہیں لیکن ان کی حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب انسان اس علم میں عبور حاصل کر لیتا ہے۔ یہی کیفیت علم انسانی اور دیگر سائنس کی ہے جسمیں وہ مذہب بھی شامل ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ آج کا عقیدہ کل ایک علم کی صورت اختیار کریگا۔ بشرطیکہ کوئی ترقی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن موجودہ عیسوی

مذہب اس اصل سے مستثنیٰ ہے۔ یہاں ایسے عقیدے سکھلائے جاتے ہیں۔ جو عقل کے خلاف ہیں۔ اور کوئی بھی علم یا دماغی قوت سدھار نہیں سکتی ہے عقیدہ ہمیشہ ابتدائی حالت میں ایک عقیدہ رہتا ہے۔ پس عیسوی مذہب میں عقیدہ اور علم کے درمیان ایک عجیب فرق رکھا گیا ہے۔ اور یہ صرف اسلئے تراشا گیا ہے۔ کہ اس کے غیر معقول اصول کی پردہ پوشی کی جائے۔ ایسے عقیدے دوسرے مذاہب میں بھی ہیں جنکی بنیاد پرانے قصوں اور رموز پر ہے +

خدا کا علم انسان کے علم سے شروع ہوتا ہے

ایک محدود انسان کا اس لا محدود ہستی کا پورا علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ ہم اسکو اپنی نفس کے ذریعہ سے جانتے ہیں جسقدر ہم علم نفس پر غور کرتے ہیں۔ اتنا ہی ہم کو ایک عظیم الشان الٰہی نقشہ کا علم ہوتا ہے۔ خدا کے جاننے کیلئے ہمکو اس نقشہ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اور اس کی تکمیل کے ذرائع دریافت کرنا بھی ایک بڑی عبادت ہے ہماری رامسنائی سے تقوی سے اسکی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہماری کم بضاعتی سے اس کے جلال میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ قرآن کے معنی میں تقوی کی تکمیل اسی میں ہوتی ہے۔ کہ انسانیت کی ترقی کے ذرائع تلاش کئے جائیں۔ انسان کی تکریم الٰہی تکریم ہے۔ خدا تعالیٰ کی حمد وثنا انسان کی بہبودی کا باعث ہے۔ کسی مشین کے ایجاد کنندہ کی اس قدر تعریف نہیں ہوتی ہے جس قدر اس شئے کے استعمال اور تکمیل کی تعریف ہوتی ہے۔ جس کے لئے وہ مشین ایجاد کیجاتی ہے۔ یہی سب سے اچھی شکر گذاری ہے جو ہم ادا کرسکتے ہیں۔ انسانی ترقی کا حصول زمین کے اوپر اس آسمانی بادشاہت کا قائم کرتا ہے۔ جیسے جناب مسیح چاہتے تھے۔ اور یہ امر چند اصولوں کی پابندی سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ پہاڑی وعظ میں یہ سکھلایا گیا ہے۔ کہ جو کوئی احکامات کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ان پر عمل کرتا ہے وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا ہے۔ الٰہی احکامات کی فرمانبرداری (پولوسی عقیدہ نہیں) انسانی ترقی کی راہ ہے۔ جو سکھ چین اور امن کی حالت پیدا کرتی ہے۔ پس

اپنے کو پہچاننا خدا کو پہچاننا ہے۔ اور اسکی عبادت یہ ہے کہ انسان اُن تدابیر کو دریافت کرے۔ اور ان پر عمل کرے جو خدا تعالے کے اس ارادے کو پورا کرتے ہیں جسکے لئے انسان بنایا گیا ہے معلم اسلام پر ہزار درُود اور سلام ہو جس نے یہ بھید کھول دیا۔ کہ جس کسی نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

"معقولیت اسلام کو رد نہیں کر سکتی"

یہ حقیقت قرآن شریف میں کئی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت اس کو اچھی طرح واضح کرتی ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون (سورۂ حشر) ترجمہ:۔ درمت ہو مانند ان لوگوں کے جو بھول گئے خدا کو تو بھلا دیئے خدا نے ان کو نفس ان کے۔ یہ لوگ وہی ہیں فاسق۔ یہ آیت آلہی مذہب کی علت غائی بیان کرتی ہے۔ خدا کو بھولنا گویا اپنے نفس کو بھولنا ہے۔ اپنے رب کے حضور باطل ہونا گویا اپنی ذات اور نفس کا بطلان کرنا ہے۔ اپنے نفس سے بے ایمانی کرنے سے انسان بدکار ہو جاتا ہے۔ اور اس سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔ اسی لئے ایک مسلم مومن کہلاتا ہے۔ خدا کی طرف سے مذہب اسلئے آتا ہے۔ کہ ہمکو اپنے نفس کی یاد دلائے۔ جیسا قرآن نے فرمایا ہے۔ ھٰذا ذکر مبٰرک انزلنٰہ۔ افانتم لہ منکرون (سورۂ انبیاء) ترجمہ۔ اور یہ ذکر ہے برکت والا اُتارا ہم نے اس کو پس کیا تم اس سے منکر ہو۔ پھر قرآن شریف دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم (سورہ روم) ترجمہ موافق فطرت آلہی کے پیدا کیا لوگوں کو جس پر نہیں بدلتا پیدائش آلہی کو یہ ہے دین درست۔ خدا کا علم اس کی مرضی کا علم حاصل کرنا ہے کہ انسان کیوں پیدا کیا گیا۔ اسکی عبادت سے یہ مراد ہے۔ کہ اسکی مرضی کی تابعداری کی جائے۔ تاکہ اسکی غرض و غایت پوری ہو۔ کیا کوئی معقول پسند ایسے مذہب کو جس کی علت غائی

یہ ہو رد کر سکتا ہے۔ اسلام اس معنی میں آلہٰی مذہب ہے۔ ہماری فطرت کی یہ تشریح ہے۔ اور اس سے ہماری ترقی اور بہبودی متصور ہے۔

اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو پہلے ان علامات کا مطالعہ کرنا اور خدائی مذہب کو قبول کرنا چاہئے۔ ہم کو اپنی فطرت کو پہچاننا چاہئے۔ کیا یہ کافی ہوگا۔ کہ ہم اس علم کو درد دکھ۔ تکلیف مصیبت۔ آزمائش اور ناکامی کے ذریعہ سے حاصل کریں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے۔ کہ ہم اسی سے یہ علم حاصل کریں جسنے اپنی فطرت کو بنایا ہے۔ اگر کوئی مذہب کسی انسان کو خردمند نہیں بناتا۔ اور نہ اسکی فطرت کو ترقی دیتا ہے تو ایسا مذہب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا ہے، ہماری اس ترقی کے زمانہ میں انسان اگر ملحد رہے تو بہتر ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ وہ اپنے کو ایسے مذہب کی طرف منسوب کرے جسمیں صرف پیچیدہ مسائل ہوں جن کی تشریح عقلی دلائل سے نہ ہو سکے۔ اور جو انسانی ترقی اور بہبودی میں کارگر نہ ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا جلال اس طرح سے ظاہر ہو کہ انسان کو معراج ترقی حاصل ہو۔ اور وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے تو کیا ایک ریشنلسٹ یا پازیٹیوسٹ ہمارے ساتھ ملکر اللہ تعالیٰ کی تکریم جلال اور جبروت کو ظاہر نہ کریگا۔ جس معنی میں ہمنے خدا تعالیٰ کے علم کی تشریح کی ہے سب ایسے ہی علم کو چاہتے ہیں۔ ہم اپنے تمام کاموں میں ترقی کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا بھی علم ترقی پذیر ہونا چاہئے۔ ہم کو اُن ذرائع کی ضرورت ہے جن کی معرفت ہم خدا تعالیٰ کے پاس پہنچ جائیں۔ اسی سے روشنی حاصل کریں۔ اور اپنی بابت اسی کی مرضی دریافت کریں۔ اگر ہمارا علم جسمانی جدوجہد کے تمام شعبے میں روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور خوش عقیدگی کے خشک اصولوں سے آگے بڑھ گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمارا علم خدا تعالےٰ کے متعلق بھی ترقی نہ کرے۔ دُنیا کے مختلف مذاہب کے ہاتھ میں اس وقت جتنی کتابیں ہیں۔ اگرچہ اُن کا منبع ایک ہی ہے لیکن ان میں وہ ذرائع صاف اور واضح اور مکمل و ترتیب وار نہیں ہیں

پس یہ بھی ایک وجہ ہے۔ کہ ہمکو ان کی صحت میں شبہ ہے۔ اسلام کی کتاب اس سے مستثنےٰ ہے۔ اسمیں ہمکو انسانی زندگی کی غرض و غایت کی کامل تشریح ملتی ہے۔ ناظرین کے فائدہ کے لئے ہم ان صفحات میں پانچ سوالوں میں سے ایک سوال کا جواب درج کرتے ہیں۔ جو ہر مذہب کے وکیل کی طرف سے لاہور کے ایک مذہبی جلسے میں کئی سال ہوئے دیا گیا تھا۔ اسلام کی طرف سے دھرم مھوتسو (جلسہ مذاہب) میں حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد دوران نے جواب دیا تھا +

ہم کلیسیا کے ہر ایک وکیل کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر طبع آزمائی کریں اور یہ ظاہر کریں کہ انکے مذہب میں وہ ذرائع موجود ہیں جن سے ہمیں حقیقی علم حاصل ہوتا ہے۔ اور نیا عہدنامہ کامل اور آخری صحیفہ ہے۔ ہمارے رسالہ کے اوراق اس بحث کے لئے خالی ہیں +

مسئلہ کفّارہ قوانینِ قدرت کے خلاف ہے

مسئلہ کفارہ جسے عیسائی پیش کرتے ہیں۔ قوانین قدرت کے بالکل خلاف ہے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ اعلےٰ کیلئے ادنےٰ کی قربانی خدا کا ایک اٹل قانون ہے مثلاً انسان تمام حیوانات سے اشرف ہے۔ اور اسکی بقا کیلئے دوسرے تمام جانور قربان کئے جاتے ہیں۔ ہمکو معلوم ہے۔ کہ شہد کی مکھی۔ ریشم کے کیڑے اور دوسرے جانور اسلئے ہیں کہ انسانی ضرورت زندگی کو پورا کریں۔ ہمارے جسم پر ایک زہریلہ پھوڑا نکل آتا ہے۔ اس کو اچھا کرنے کیلئے صدہا جونک اپنی زندگی قربان کر دیتی ہیں بہرحال تمام عمل جراحی اعلےٰ کیلئے ادنےٰ کی قربانی کرتا ہے۔ ہزارہا بکرے بیل بھیڑ ہمارے لئے اپنی جان قربان کرتے ہیں۔ اور ہم کو ان سے غذا ملتی ہے۔ تاکہ ہماری صحت قائم رہے۔ ان تمام واقعات کو مدنظر رکھ کر ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر دیا ہے۔ کہ اعلےٰ کے واسطے ادنےٰ قربان کیا جاوے

لیکن ہمیں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں ایک اعلٰے ادنٰے کیلئے قربان کیا گیا ہو۔ اگر عیسائیوں نے قوانین قدرت کی اہمیت کو سمجھا ہوتا تو اس غلطی میں نہ پڑتے یعنی مسیح (جو خدا بھی ہے) کی مصلوبیت کو ادنٰے کیلئے کفارہ نہ سمجھتے +

مسئلۂ صلیب کی دوسری تشریح

شاید خدا کا مصلوب ہونا انصاف کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ ضروری تھا نہ کہ جیسا پادری لوگ بیان کرتے ہیں۔ ان کی تشریح انصاف کے اصول پر پانی پھیرتی ہے۔ ایک بیگناہ انسان کو ایک ملزم کے بجائے سزا دینا نہ صرف ناپسندیدہ امر ہے۔ بلکہ یہ بہت ہی نے انصافی ہے۔ قانون صرف ایسی حالت میں پورا ہوسکتا ہے جبکہ ملزم کو سزا دیجائے۔ ایسا ہی صلیب پر ہؤا۔ اگر خدا مسیح کی شکل میں تھا۔ یہ ایک اچھا خیال نہیں ہے۔ لیکن اگر عیسائیوں کا عقیدہ صحیح مان لیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ بنیامین اور دیگر مقننین نے تعزیری جواب دہی کے متعلق جو اصول بیان کئے ہیں ان کے مطابق جو کوئی جُرم کا سامان پیدا کرے وہی بڑا مُلزم ہے۔ اور جن کو وہ اس جُرم کے ارتکاب کا آلہ بناتا ہے۔ وہ صرف اسکے معاون ٹھیرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن معاونین کی جوابدہی ان کے آزادانہ فعل کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اگر ہم گناہگار پیدا ہوتے ہیں۔ اور گناہ کا مادہ ہماری فطرت میں رکھا گیا ہے۔ تو پھر ہم اس کے برعکس کچھ نہیں کرسکتے ہیں۔ اور ہم ایک طرح سے مجبور ہیں۔ بظاہر ہم مُلزم ہیں لیکن یہ الزام اس ہستی کے سر آتا ہے۔ جس نے ہمیں ایسا بنایا ہے۔ پس اُسے انصاف کی عدالت میں حاضر ہونا پڑیگا۔ اور شاید ایسا ہی ہؤا۔ اور چونکہ وہ ہمارے گناہگار فطرت کا خالق تھا۔ اس لئے اسے یہ سب علم تھا۔ اگر ہم نے قانون کی عدول حکمی کی تو ایک مشین کی طرح ہمارا فعل سرزد ہؤا۔ لیکن کچھ بھی ہو خدا ایک منصف خدا تھا جو ہمیشہ اپنے جلال کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے پلاطوس کی عدالت میں انصاف

حاصل کرنیکی غرض سے حاضر ہو کر اپنے صفت انصاف کا اظہار کیا +

ایک دلچسپ سوال

اگر یسوع مسیح جو الوہیت کا دوسرا جزو ہے مصلوب ہوگیا اور تین دن تک مردہ رہا تو اتنے روز دنیا کا کاروبار کس نے چلایا۔

مسیحیت یا مسیح

دُنیا کے مختلف مذاہب کے پچھلے حالات اور ان کے ترقی و عروج پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کی پاک اور سادہ تعلیمات کس طرح بگڑ گئی ہیں اور انبیاء کو خدا کا درجہ دیکر ان کی پرستش ہونے لگی ہے۔ اسی طرح سے عیسائیوں نے خدا تعالیٰ کو نظر انداز کر کے اور جناب مسیح کی تعلیم کو پس پشت ڈالکر مسیح کو خدا کی جگہ پرستش کرنے لگے۔ سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم کا کوئی حصہ بھی آپ کی زندگی میں قلمبند نہیں ہوا تھا۔ پرانی اور مستند لوگوں کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مسیح کی تعلیمات کتابی صُورت میں سنہ ۲۰۰ء میں مرتب ہوئیں۔ اسلئے نکتہ چین ان کتابوں کی تواریخ اور مصنفین کی نسبت شُبہ کا اظہار کرتے ہیں۔ جن کو عیسائی کلیسیا نے ایک جلد میں مجلد کر کے نئے عہد نامے کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس وجہ سے ہم شک و شُبہ میں پڑ گئے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان واقعات کو جو ان کتابوں میں درج ہیں صحیح تسلیم کریں یا نہ کریں۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنّا نے انجیل نہیں تحریر کی۔ حالانکہ ان کے نام سے مشہور ہے۔ اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کس نے لکھا۔ یہ معاملہ بالکل راز سربستہ ہے لیکن ان اناجیل کو اصل ثابت کرنے کیلئے مذہبی علماء [illegible] تمام [illegible] تیار کر کے انکو پوشیدہ طور سے شائع کیں۔ اور اسکے بعد کہدیا کہ یہ کتابیں جعلی ہیں۔ بہرحال اب ان تعلیمات

کا جو مسیح نے سکھلائیں اور نئے عہد نامہ میں درج ہیں موازنہ کریں۔ اور دیکھیں کہ کیا ایسی تعلیم کا نام مسیحیت ہے۔ جونہی کہ عیسائیوں کو موقع ملا۔ انہوں نے تکلیف دہی اور ستم آرائی شروع کر دی۔ عیسائیوں میں مختلف فرقے ہو گئے مثلاً فرقہ آرین یعنی موحدین سبیلین۔ ایبیو نائٹ نیسٹورین۔ مانوفیزائٹ نوبلین اور ڈریمائٹ وغیرہ۔ یہ فرقے آپس میں ایکدوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ اور تکالیف دیتے تھے۔ اور یہ مسیح کی تعلیم کے بالکل خلاف تھا۔ ان مختلف جھگڑوں کی وجہ سے گرجوں میں کمیٹی قائم ہوئی۔ تاکہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ کون عقیدہ رکھنا درست ہے۔ اس وقت مسئلہ تثلیث کی بنیاد پڑ گئی۔ اور اصل مسیحیت مفقود ہو گئی۔ اس کی جگہ کونسی چیز قائم ہوئی۔ یہاں پر ایک آسان سوال پیش ہوتا ہے۔ ہم کیا کریں کہ ہمیشگی کی زندگی پائیں۔ یسوع مسیح کا جواب یہ ہے کہ خدا کو پیار کرو اور احکام کی پابندی بجالاؤ۔ اتھینیس (مذہب کا نامعلوم بانی) اس سوال کا یہ جواب دیتا ہے۔ کہ جب تک تم سارے مذہب کو اصل شکل میں قائم نہ رکھو گے۔ اور جو کچھ میں کہوں اس پر ایمان نہ لاؤ گے تو بلاشبہ تم ہمیشہ کی موت سے دوچار ہو گے۔ پوپ کا جواب یہ ہوگا۔ کہ سب سے پہلے میرے اختیار اور معصیت پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے بعد جو کچھ میں کہوں اس کو مان لو۔ اور اپنے کو بھول جاؤ ۔

چرچ انگلستان کا مقولہ ہوگا کہ مسیح کی الوہیت پر ایمان لاؤ۔ اور جو کچھ اناجیل میں لکھا ہے اُسے سچ مان لو۔ مختلف فرقے یہ کہینگے۔ کہ ہمارے ہی خاص اصول کو مانو پھر تم انتخاب کر لئے جاؤ گے۔ اور جو ایسا نہ کرینگے وہ جہنمی ہونگے۔ پس ان جوابات کا یسوع مسیح کے جواب سے مقابلہ کرو۔ جناب مسیح یہ نہیں کہتے۔ کہ تثلیث یا الوہیت مسیح یا معجزات یا کفارہ وغیرہ پر ایمان لاؤ۔ وہ لفظ "ایمان" کو استعمال نہیں کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے خود تراشیدہ مسئلہ کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ ایک عملی انسان تھے۔ ان کا حکم ہے کہ عمل کرو نہ کہ

صرف قبول کرو۔ کیا مسیح نے یہ نہیں کہا تھا کہ تو بھی آسمان کی بادشاہت سے دور نہیں ہے۔ مسیح کو صرف اصول سے سروکار نہیں تھا۔ اس کے پیرو خواہ یہودی ہوں یا مجوسی کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ احکام کی پابندی کریں اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھیں تو وہ ہمیشگی کی زندگی پائیں گے۔ مسیح کے نزدیک عمل ضروری شئے ہے۔ اور زبانی اصول بھی یسوع مسیح نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اخوت انسانی پر بیحد زور دیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح خدا تھا ان کو مسیح کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہئیے "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک سوا ایک کے یعنی خدا کے دوسرا نہیں" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح ہماری طرح انسان تھے۔ مختلف اوقات پر بھی غور کرو۔ جب مسیح کو بھوک لگی تو وہ انجیر کے درخت کے پاس گئے۔ اور وہاں پھل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں طیش آگیا اور اس پر لعنت کر دی۔ چنانچہ وہ درخت سوکھ گیا۔ پھر مسیح نے چلا کر کہا۔ کہ اے باپ اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے۔ صلیب پر مسیح کے یہ الفاظ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن سے یسوع مسیح کا انسان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعد میں مسیح کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو ترک کر دیا اور پولوس کے ساتھ ملکر مذہب کو بدل دیا۔ اور اب جس فرقہ کو ہم مسیحیت کہتے ہیں وہ دراصل پولوسی مذہب ہے۔ اور مسیح کی تعلیم سے بالکل علیحدہ ہے۔ ہم مسلمان لوگ جناب مسیح سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان کو ایک نبی بھی مانتے ہیں۔ اسلئے ہم کو آپس میں کوئی جھگڑا نہ کرنا چاہئیے۔ چونکہ ہم لوگ مسیح کو بھی مانتے ہیں۔ اسلئے کیا ہم لوگ آپس میں منسلک نہیں ہیں۔ پس ہم آپ لوگوں سے عرض کرتے ہیں کہ آپ خود ہی غور کریں۔ آپ کے واسطے دوسرے لوگ کیسے غور کر سکتے ہیں مسیحیت اور اصول کلیسیا کے ماتحت یورپ کی حالت کا اندازہ کیجئے۔ پھر مسیح کی تعلیم کو پڑھئے اور مقابلہ کیجئے۔ پھر اس کے اور آگے بھی مطالعہ کیجئے یعنی حضرت محمد رسول عربی کی تعلیم پر غور کیجئے۔ اور آپ کی تعلیم کا مقابلہ مسیح کی تعلیم سے کیجئے۔ تو پھر آپ کو

معلوم ہوگا کہ یہ دونوں تعلیمات ایک ہی ہیں۔ کیا دنیا کو خدا کا پیغام دونوں معلمین نے نہیں پہنچایا۔ اسلام کا مطالعہ کیجئے تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ آج تک غفلت کی نیند میں ہیں۔ عمل سب کچھ ہے۔ اور محض عقیدہ ہی عقیدہ کچھ بھی نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ ایک اعلےٰ پایہ کے عیسائی سمجھے جائیں گے ساتھ ہی اس کے ایک نیک مسلمان ایک بہتر عیسائی بھی ہے۔ ان تمام تعلیمات اور عقائد کو جو مسیحؑ نے نہیں بتلایا اُنکو ترک کردو اور اسی کی پیروی کرو۔ جس نے تمام انبیاء کو بھیجا ہے۔ کیونکہ جس طرح اس نے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا۔ اسی طرح سے وہ عارف بُدھ۔ زرتشت۔ کرشن جی۔ جناب مسیحؑ اور حضرت محمد صلعم سے ہمکلام ہوا ✦

لارڈ ہیڈلے اور سفر حج

رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ کے سفر حج کے متعلق اخبار ٹائمز لندن نے اپنی ۳۰۔ اگست کی اشاعت میں ذیل کا بیان شائع کیا ہے:

ہمارے قاہرہ کے نامہ نگار نے اپنی ۲۲۔ اگست کی مراسلت میں لارڈ ہیڈلے کے جو ایک مسلمان ہیں ذیل کے تجربات لکھے ہیں :-

لارڈ ہیڈلے جو ابھی مکہ کا حج کرنے کے بعد قاہرہ لوٹ کر آئے ہیں اپنے ساتھ کعبہ کے مقدس غالیچہ کے دو ٹکڑے لائے ہیں۔ جو شاہ حسین کی طرف سے اُنہیں تحفۃً دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹکڑا جو بڑا ہے مسجد ووکنگ کیلئے ہے۔ اور دوسرا ٹوکنیم (Twickenham) میں لارڈ ہیڈلے کے ڈرائنگ روم کے لیئے۔

لارڈ ہیڈلے نہ صرف خانہ کعبہ کے حاجیوں میں سب سے پہلا برٹش نواب ہے۔ بلکہ جہانتک ہمیں علم ہے۔ یہ سب سے پہلا انگریز ہے جس نے اپنے اصلی نام

کے ساتھ اور ایک انگریز کی حیثیت سے مکہ کا سفر کیا ہے۔ برٹن۔ ویول وغیرہم جو اس سے پہلے وہاں گئے۔ وہ مشرقی لباس میں گئے۔

شاہ حسین اور اس کی مہمان نوازی کے لارڈ ہیڈلے بہت مداح ہیں۔ شاہ حسین نے اپنی موٹر کار جدہ میں بھیجدی تھی۔ تاکہ انہیں مکہ لیجائے۔ اور پھر جب حج ختم ہو چکا۔ تو انہیں واپس بندرگاہ پر پہنچا دے۔ شریف نے اپنا ذاتی ڈاکٹر موٹر کار چلانے کیلئے بھیجا۔ جسمیں دوہری احتیاط مدنظر تھی۔ ایک تو یہ کہ کوئی حادثہ واقع نہ ہو۔ اور دوسرے اسلئے کہ اگر بدقسمتی سے کوئی ضرورت پیش آئے تو طبی امداد فوراً مل سکے +

لارڈ ہیڈلے اور ان کے رفیق سفر خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ دوران قیام حجاز میں شاہ حسین کے مہمان تھے۔ جس نے اُن کو آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ ایک موقعہ پر جب حاجیوں کو میدان عرفات میں ڈیرے لگانے پڑے تو شاہ حجاز کو معلوم ہوا۔ کہ لارڈ ہیڈلے کے پاس کوئی بستر نہیں۔ اس نے فوراً اپنا کیمپ کا بستر بھیجدیا۔ اور خود زمین پر سویا۔ جس وقت حاجی مکہ کے قرب وجوار میں پہنچتے ہیں۔ تو اس وقت سے لے کر حج کے ختم ہونے تک ان کے لئے احرام کا پہننا ضروری ہے۔ یہ حاجیوں کا لباس ہوتا ہے۔ جو صرف لٹھے کی دو چادروں پر مشتمل ہے۔ ایک جسم کے نچلے حصہ کے استعمال میں آتی ہے۔ اور دوسری کندھوں پر ڈال لی جاتی ہے۔ اور بعض رسوم حج کی ادائیگی کے وقت سر کو ننگا رکھنا ہوتا ہے۔ ... ... (ایک سرد ملک کے رہنے والے کیلئے) عرب کی تیز دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہونا ایک خطرناک امر ہے۔ اور لارڈ ہیڈلے نے شاہ حجاز کو کہا۔ کہ کسی انگریز کا سر اس امتحان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلئے بہتر ہوگا کہ ایک تدبیر فوراً تیار کر دیجائے۔ اس وقت ایک پگڑی کے ذریعہ اس ناقابل برداشت تکلیف کو دُور کر دیا گیا +

لارڈ ہیڈلے نے مصری حکومت کے انتظامات کی جو اس نے حاجیوں کے لئے

کر کے لکھے ہیں بہت تعریف کی بالخصوص اس قرنطینہ کی جو مقام طور پر واقع ہے۔ جہاں تین دن کی جبری قید کی تکلیف کو کم کرنے کیلئے ہر چیز جو ممکن ہو سکتی ہے مہیا کی گئی ہے۔

ڈاکٹر زویمر اور مسیحی مشن

ڈاکٹر ایس ایم زویمر نے جو مسلمانوں میں عیسائیت کا ایک اَن تھک مبلغ ہے بقول "کرسچین ورلڈ" یہ بتایا ہے۔ کہ مشنوں کے متعلق برطانوی نقطۂ نظر میں ایک کوتاہی پائی جاتی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو عیسائیت کے دائرہ میں لانے کیلئے ضروری مواقع کو دیکھنا ہے بہت سی سوسائٹیوں نے جن کے ہاں اسی مطلب کیلئے ڈاکٹر موصوف پہنچا" اسبات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ ان کے پاس کوئی کام نہیں۔ یا دس سال سے انہوں نے کوئی لٹریچر شائع نہیں کیا" کرسچین ورلڈ رقمطراز ہے۔ کہ یہ امر از حد حوصلہ شکن ہے لیکن دوران قیام انگلستان میں ڈاکٹر زویمر نے ووکنگ کی اسلامی مسجد کو بھی دیکھا جس کے متعلق اس کا بیان ہے کہ وہاں سے بہت سی تجارتی ڈاک اسلامی لٹریچر کو دنیا کے تمام حصص میں پہنچاتی ہے۔ فی الحقیقت اس امر نے کہ قرآن کریم جیسی قیمتی چیز جو دو پونڈ دس شلنگ میں فروخت ہوتی ہے۔ اور اب اسکی دوسری ایڈیشن طبع ہو چکی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر زویمر کو خاص طور پر پریشان کر رکھا ہے۔ چنانچہ اسبارہ میں اس کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے۔ کہ غالباً ان کا زیادہ قیمت پر کتابیں فروخت کرنا خریداروں کیلئے زیادہ تر قابل قدر ہے۔ بعض اوقات میں خیال کرتا ہوں کہ ہماری کتابیں بہت سستی ہیں"۔ ہمارے خیال میں ڈاکٹر زویمر کو اگر اسلام کیطرف مسیحی مشنوں کی قطعی ناکامی کا حقیقی سبب تلاش کرنا ہے۔ تو معاملہ کو کسیقدر قریب سے ہو کر دیکھنا چاہئے ۔

وہ کھلا غیر مسیحی رویہ جو باصطلاح کنز مسیحیت کلیسیا کے ایک بڑے اور ذی اقتدار گروہ نے اختیار کر رکھا ہے عام طور پر معلوم ہے۔ اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ پریسبٹیرین

جنرل اسمبلی نے جو فیصلہ کٹر مسیحیت کے حق میں کیا ہے۔ اسکو اس جماعت کے متعدد بڑے بڑے پادریوں نے کھلے طور پر رد کرنا مناسب سمجھا ہے +

ان میں سے ایک ڈاکٹر کامن نے بظاہر دوسرے بہت سے لوگوں کیطرف سے اخبار یونیٹی میں لکھا ہے۔ کہ "اناجیل کا الہامی ہونا مسیح کا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا۔ اور اس کا جسمانی طور پر مردوں میں سے اُٹھ کھڑے ہونا یہ سب کے سب بودے اور کمزور اور غیر ضروری معتقدات ہیں"۔ آگے چلکر لکھا ہے۔ کہ مسیح کے معجزات کو اُس زمانہ کی سائنس کی روشنی میں جانچنا چاہئیے جب وہ صادر ہوئے"۔ یہ تمام امور جو انسانی عقل کے خلاف ہیں پُر جوش مشنریوں کیلئے اس جنگ میں جو اسلام کے ساتھ انھوں نے اختیار کر رکھا ہے سخت مصیبت کا موجب ہوتے ہیں +

ایک مذہب جو خود اِس طرح سے تقسیم ہو چکا ہو۔ نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں رہ سکتا بلکہ نو مریدوں کی بھی کوئی بڑی تعداد حاصل نہیں کر سکتا۔ جو اس کے آئندہ زوال میں حصہ دار ہو سکیں +

یہ وہ بات ہے جس کے اندر ڈاکٹر زویمر کو اس مسئلہ کے حل کرنے کا حقیقی راز ملیگا۔ لٹریچر کی زیادہ قیمت اس کا اصل سبب نہیں +

اسلام اور مسیحیت

مسیحیت کو اسلام کے خلاف جنگ کرتے ہوئے صدیاں ہوگئی ہیں۔ شروع شروع میں یہ جنگ عملاً پولیٹیکل تھی۔ اور اس کا طریق عمل ڈپلومیسی تھی۔ یا کھلی لڑائی۔ اس طریق عمل کی انتہا اب تک نہیں ہوئی۔ جیسا کہ ترکی اور شمالی افریقہ کے گذشتہ چند ماہ کے واقعات سے ثابت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور قسم کی لڑائی بھی جاری ہے۔ اور مدت مدید سے روز افزوں ترقی پر ہے۔ اگرچہ اسلامی دنیا کے قریباً ہر حصہ پر زد مارنے کی کوشش اس نے چند ہی سال ہوئے کی ہے۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق جو اس جنگ میں جارحانہ طریق اختیار کئے ہوئے ہیں یہ ایک روحانی جنگ ہے۔ مغرب کے مال و دولت۔ تعلیم اور اشاعتی ذرائع کی مدد سے یہ جنگ ترقی کے نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہے۔ جس کے ساتھ نظام اور پروپاغنڈا کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس جنگ میں سائنس اور علوم و حکمت سے بھی فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ تاکہ اسلام کے با اثر حلقوں میں اپنے قدموں کو مضبوط کیا جائے۔ اور مسیحی علم کے نیچے مسلمانوں کو جوق در جوق مرتد بنا کر لایا جا سکے۔ اور اس ذریعہ سے مغرب میں اس کام کو چلانے کے لئے لوگوں کی امداد حاصل کی جائے۔ اس تحریک سے جو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے شروع ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ صرف ملیشیا میں چالیس ہزار مسلمان عیسائی ہوئے۔ اور بائیبل کو مختلف زبانوں میں بہت کثرت کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء تک بیس سال کے عرصہ میں بائیبل کی ۱۲ لاکھ کاپیاں تقسیم ہوئیں۔ جو عربی زبان میں چھپی ہوئی تھیں عثمانی ترکی زبان میں ایک لاکھ پچاس ہزار تقسیم ہوئیں۔ اور قریباً ایک لاکھ پچاس ہزار کے متعلق دعوے ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں گئیں مسلمانوں کیلئے بائیبل کے پڑھنے میں انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر وہ اسے پڑھیں اور اعلےٰ تنقید کی روشنی کے بغیر بھی اسکو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تو

بھی ان کا اس سے عیسائی ہونا بہت ہی مشکل ہے لیکن ان کتابوں کا اس کثرت کے ساتھ تقسیم کرنا بتاتا ہے۔ کہ اس تحریک میں کام کرنے والوں کے ذرائع اور ان کی کوششیں کس قدر وسیع ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کے یہ بیانات کہاں تک صحیح ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے لئے یہ وقت ہے کہ وہ حرکت کریں میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ بھی انہیں طریقوں سے یوروپین مسیحیت کے خلاف جہاد کریں۔ یہ کوئی ضروری اور لابدی امر نہیں مسیحیت پر جو عقلی تنقید اس وقت مغرب میں جاری ہے۔ اس نے اسکے تار و پود کو بکھیر کر اسکے معتقدات اور خیالات ہباءً منثورا کر دیا ہے۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ تمام دنیا کے مسلمان صرف مدافعت کی غرض سے باہم تعلقات پیدا کریں نہ صرف اس ایک ہی ایمان اور ایک ہی مذہب کے ذریعہ سے جس نے ان کو ایک ہی سررشتہ میں منسلک کر رکھا ہے۔ کہ باہم اتحاد کو پیدا کریں۔ بلکہ خیالات اور کاموں میں بھی ایکدوسرے کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ اور ایک زبردست پرجوش اور عالمانہ پرچہ ان کے اتحاد کو تقویت پہنچاتے اور اسے قائم رکھنے کا موجب ہو۔ جس طرح سے عیسائیوں نے بائبل کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے ہیں۔ اور اسے اس کثیر تعداد میں روئے زمین پر پھیلا دیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی ہر ایک کے ہاتھوں میں پہنچنا چاہئے۔ دنیائے اسلام کے ہر حصہ میں جہاں مسلمان موجود ہیں۔ اس جگہ کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ان کے پاس ہونا چاہئے۔ جس سے ان کے نوجوان اس پاک کتاب کے مطالب و نکات کو سمجھ سکیں۔ اس طرح سے ہر مسلمان اپنے مذہب سے واقف ہو کر اسکی حمایت کیلئے کھڑا ہو جائیگا اور اس ایمان کو جو اسکے دل میں موجود ہے ہرگز متزلزل نہ ہونے دیگا جس طرح سے عیسائی مشنری اسلام کو مطالعہ کرتے۔ اسکی تحریرات۔ قوانین اور شرائع دیکھتے اور سیاسی معاملات سے واقفیت بہم پہنچاتے ہیں۔ اسیطرح مسلمانوں کو مسیحی تحریرات۔ قوانین اقتصادیات اور سیاسی کاروبار اور خواہشات سے واقف ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ حفاظت خود اختیاری کو عمل میں لا سکیں اور بحث و مباحثات کے میدان میں

ان پر فتحیاب ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تجارت اور ڈپلومیسی میں بھی اپنے فوائد کی نگہداشت کر سکیں گے۔ اس کام کو پورے طور پر کرنا چاہئے۔ غیر مکمل تدابیر کام نہیں آ سکتیں۔ مغرب میں رشنلسٹوں کی طرف سے مسیحیت کے ہر پہلو پر اس قدر حملے سالہا سال سے ہو رہے ہیں۔ کہ عیسائیوں نے اسکی مدافعت میں اپنے مذہب کی بریت اور اناجیل کی تشریح کے علم کو ایک اعلےٰ درجہ کا فن بنا دیا ہے۔ نہایت ہنرمندی کے ساتھ ایک ایک بات پر بال کی کھال نکالتے ہیں۔ لیکن دھوکا بازی اور حیلہ جوئی جو ان کے دلائل میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ اس سے وہ حملوں سے بچ نہیں سکتے۔ ایک کمینگاہ سے انہیں! نکلنا پڑتا ہے۔ تو دوسری طرف دوڑتے ہیں۔ ایک بات سے منہ موڑ کر دوسری پر پنجہ مارتے ہیں۔ تاہم مشرق میں جہاں میں افسوس کے ساتھ کہوں گا کہ فن تنقید اس اعلےٰ درجہ پر نہیں۔ جس درجہ پر ہونا چاہئے۔ ان کی زبان کا موڑ توڑ کے قابل ہونا انہیں ایک ہتھیار کا کام دے جائیگا +

جب تمہیں کسی شخص سے اختلاف ہو۔ تو اسکی پوزیشن کو تہ و بالا کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے نقطہ نگاہ کے جتنا ممکن ہو قریب لے جاؤ۔ اور ان کے دلائل کو سمجھنے اور انکو ذہن میں لانے کی کوشش کرو۔ اس طرح سے اس کی پوزیشن کا آسانی کے ساتھ پتہ لگجائیگا۔ اور اس پر قابو پایا جا سکیگا۔ اسلامی ممالک میں کام کرنے والے مسیحی مشنوں کے لیڈروں نے ایک سہ ماہی رسالہ بنام مسلم ورلڈ جاری کر رکھا ہے جس کا یہ کام ہے کہ وہ مسلمانوں کے حالات حاضرہ انکے لٹریچر اور خیالات و معتقدات پر روشنی ڈالتا رہے۔ اور اسلامی ممالک اور ایسی جگہوں میں جہاں مسلمان کثرت سے رہتے ہیں (مثلاً ہندوستان اور چین) کام کرنیوالے مسیحی مشنوں کی رپورٹوں کو اہمیت دیجاتے۔ میں نامیں مشن پریس یا ہندوستان کی کرسچین لٹریچر سوسائٹی کو ایسے رسالہ کے اجرا پر کوئی الزام نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ عیسائیت ہی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر

کہ مسیح ہی کے ذریعہ سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے ان معتقدات کی اشاعت اور کل روے زمین پر انہیں پھیلاتے ہیں۔ تاکہ تمام لوگ ان سے واقف ہو جائیں۔ وہ اپنا ایک فرض ادا کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمان جن کے اپنے معتقدات بھی بہت زیادہ مضبوط اور قابلِ اشاعت ہیں۔ کیوں باہر جا کر اسی قسم کی کوششیں عمل میں نہیں لاتے؟ آخر ان کا فرض کیا ہے؟ ان پر ان کے مذہب اور ایمانیات کے متعلق کیا کچھ ذمہ واریاں عائد ہیں۔ جس وقت میں چاہتا ہوں۔ کہ اسلام کے حالات حاضرہ۔ اسلامی لٹریچر اور خیالات اور مشرق میں کام کرنیوالے عیسائی مشنوں کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ تو اسکے لئے ایک عیسائی رسالہ کو پڑھنے کی کیوں مجھے ضرورت پیش آتی ہے جہاں یہ تمام باتیں مغربی خیالات اور مسیحی تعصب سے رنگی ہوئی ہیں۔ اور ان میں ایک ہی پہلو کو دکھایا جاتا ہے۔ کیا ایک اسلامی رسالہ میں (جیسا کہ اسلامک ریویو ہے) اس قسم کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان اس کے نامہ نگار بن جائیں۔ اور وہ ہر اسلامی مسئلہ کے متعلق رپورٹیں ارسال کیا کریں۔ اور اس طرح سے ایک ہی زنجیر میں تمام اسلامی دنیا کو منسلک کر دیا جائے۔ جس سے تمام عالم اسلام متحد ہو کر ایک بڑی مضبوط طاقت بن جائیگا۔ اگر اسمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ اور اس تجویز کی پورے طور پر تائید ہو۔ تو دوسری زبانوں میں جو مختلف ممالک کے مسلمان میں رائج ہیں۔ اس کے تراجم شائع ہو سکتے ہیں۔

مسلمانو! بیدار ہو جاؤ۔ اپنے ایمان کو اسی طاقت اور سپرٹ سے مضبوط اور تر و تازہ کرو۔ جس سے تمہارے آباؤ اجداد ممتاز تھے۔ اور وہ اس ایمان کو لے کر سندھ اور چین تک ایک طرف اور فرانس کے پہاڑوں اور میدانوں میں دوسری طرف جا پہنچے۔ اور ان پاک ہدایات کو جو قرآن کریم کے ذریعہ سے ان تک پہنچیں۔ تین برّ اعظموں کے بہت

بڑے حصہ پر انہوں نے پھیلا دیا۔ وہ اسلام کا علم لئے ہوئے دُور دراز ممالک تک جا پہنچے۔ اور تہذیب و شائستگی کی وہ عظیم الشان عمارت اُنہوں نے تعمیر کی جس کی شان و شوکت کبھی مٹنے والی نہیں۔ اور جس کی کامیابیوں پر کوئی دوسرا سبقت نہیں لے جا سکتا +

کیا عیسائیت نے یورپ کو مہذب بنایا

کچھ عرصہ ہوا سکاٹلینڈ کے ایک پادری نے مجھے اس خیال پر قائم کرنا چاہا۔ کہ مسیحیت قرونِ اولےٰ میں جبکہ اُسے یورپ میں عروج حاصل ہوا۔ ایک نہایت زبردست اخلاقی طاقت تھی۔ میں نے ان کے اس بیان سے اختلاف کرتے ہوئے انہیں بتایا۔ کہ صرف اس زمانہ میں جبکہ فرانسیسی ریفارمروں کے خیالات عامۃ الناس میں زیادہ تر پھیل گئے۔ اور انسانیت کیلئے علم اخلاق کے اعلےٰ مفہوم کا ان میں اعلان ہوا۔ تو اس وقت کلیسیا کے بڑے بڑے لیڈروں کے خیالات علم اخلاق کے مسئلہ کی طرف بکلی منتقل ہو گئے اس وقت بھی بہت تھوڑے ایسے تھے جنہوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ کلیسیا کو یا تو انسانی اخلاق کے بنانے میں حصہ لینا چاہئیے۔ اور یا اسے نیست و نابود ہونا چاہئیے۔ بعد کے زمانہ میں کلیسیا نے اپنے حق میں بولنے والوں کے صرف مُونہوں نے ہی اپنے اخلاقی مشن کو قائم رکھا ہے۔ باتیں اسکی بہت ہیں لیکن کام تھوڑا۔ جو کچھ بعد کے معاملوں میں اس نے کیا وہ صرف سطحی باتیں تھیں جو بالکل ناپائدار اور بے بنیاد ہیں۔ سالہا سال تک کلیسیا دھڑہ بندی اور قومیت و استحقاق کے امتیازات کی جائے پناہ بنی رہی ہے۔ اور ہمیشہ کمزور کے بالمقابل زبردست اور غریب کے بجائے امیر کی حمایت کو اس نے اپنے مطمح نظر رکھا قوم میں استبدادیت کا یہ سب سے بڑا مرکز ہے۔ جس نے علم معاشرت کے

بنیادی مسائل پر نہ کبھی نظر کی اور نہ کریگا۔ وہ خیالات جن سے یہ تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ انہی سے کلیسیا کا دم گھٹتا ہے +

پادری صاحب نے جس سے میرا سلسلہ کلام جاری تھا۔ نہایت مہربانی سے مجھے بتایا۔ کہ مسیحیت کی ابتدائی تاریخ سے میں بالکل واقفیت نہیں رکھتا اور میں نے اس پر مسکرا دیا۔ حیرتناک امر یہ ہے۔ کہ کسی ایک شعبہ کے پیشہ ور اصحاب اپنی مدافعت میں حیلہ جوئی پر کیونکر اُتر آتے ہیں۔ عادات یا یوں کہئے کہ کسی چیز کو ماننے کی خواہش ایک رائے بنانے کا زبردست ذریعہ ہے۔ اور غالباً یہی وہ اہم چیز ہے۔ جس کی وجہ سے رائے اور خیالات کا انکشاف ہوتا ہے +

علم اخلاق کا مسئلہ ایک اور اہم اور وسیع مسئلہ کا ایک حصہ ہے۔ اور اگر اس پر پورے طور پر بحث کی جائے۔ تو وہ اس سے جُدا نہیں ہو سکتا اگرچہ اس پر علیحدہ روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ وہ سوال یہ ہے۔ کہ آیا مسیحیت نے یورپ کو مہذب بنایا؟ مسیحی حضرات اس پر بہت تیز ہو کر بولتے اور بڑے زور کے ساتھ دعوی کرتے ہیں۔ کہ بیشک عیسائیت نے ہی یورپ کو تہذیب سکھائی۔ ان کی تحریرات میں اس دعوے کو بار بار دُہرایا گیا ہے لیکن مجھے اسکے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ تاریخ میں میں نے ایسا نہیں پڑھا۔ بلکہ اس کے خلاف ایک اور ہی داستان وہاں ملتی ہے۔ اور ان تاریخی واقعات اور حقائق پر نظر کرتے ہوئے میں ایک اور طرح اسے حل کرنے پر مجبور ہوں۔ اسکو سائنس کے رنگ میں اگر بیان کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یورپ ایک مخلوط حالت میں تھا۔ تمدنی اور سیاسی طور پر وہ کئی ایک اجزا سے مخلوط تھا۔ اور یہ خلاط کی حالت ہی تھی جس نے یورپ کو مہذب بنایا +

بہت سی خواہشات اور فوائد کا تصادم۔ بہت سے معاملات میں باہمی

ہمدردی اور بہت سے دیگر حالات میں ایکدوسرے سے اختلاف اقتصادی ضروریات جگہ اور آب وہوا کے مختلف تاثرات یہ وہ چیزیں ہیں جو ایک سلطنت کے لئے اور اس کی آزادی کی راہ میں ضروری اسباب کا کام دیتی ہیں۔ ایک تہذیب کا دوسرے کے ساتھ لگاؤ۔ نظام تمدن کے قائم کرنے میں اندرونی جدوجہد باہر کے نئے خیالات جو نظام کی درستی کا موجب ہوں۔ اور اسے مختلف شعبہ ہائے عمل پر منطبق کرسکیں۔ یہ سب واقفیت کو بڑھانے اور شائستگی سکھانیوالی چیزیں ہیں۔ دور حاضرہ میں کانسٹیٹیوشنلزم کا اثر بھی عوام الناس کی آزادی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگیا ہے +

قرون اولےٰ میں یورپ ایک رشتۂ اتحاد میں منسلک نہ تھا۔ اب بھی دول یورپ کے اعلان کردہ اتحاد کے باوجود اس کو یہ برکت حاصل نہیں یورپ اس وقت تمدّنی اور سیاسی کشمکش کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ بہت سے شعوب اور اقوام کے اختلافات کے گورکھ دھندا میں وہ مبتلا تھا۔ جن میں سے ہر ایک اپنے مذہبی اور قومی ہر دو قسم کے تفوق کے لئے برسرپیکار تھا ان اختلافات کی وجہ سے وہ مختلف قوائے تربیت کی رزمگاہ بنگیا۔ ان قوائے کو ان اختلافات سے ترقی حاصل ہوئی۔ اور دماغ کو عملی طور پر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ جس سے ایک ایسی زمین تیار ہوگئی۔ جسکے اندر بیرونی علم و حکمت کی تخم ریزی ہوسکتی۔ اور اسکی جڑیں نشوونما پاسکتی تھیں۔ یورپ کے اس وقت کے فوائد مختلفہ۔ اور غیر متعدد اقوام۔ اس کا اندرونی شوروفساد یہ ایسی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے وہ حالت جمود اور تنزّل سے بالکل محفوظ تھا۔ اور یہی وہ چیزیں تھیں۔ جن کی وجہ سے اسکی ترقی یقینی تھی +

لیکن یورپ کو آزادی محض اسکی اپنی کوششوں سے ہی حاصل نہیں ہوئی۔ اندرونی انتظامات محض زمین کے اوپر کا کام تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہ وہ اینٹیں تھیں۔ جن کے ذریعہ اسکی بیرونی دیواریں تیار ہوئیں۔

ترقی ایکدوسری اقوام کی تہذیب و شائستگی کے تصادم سے حاصل ہوتی ہے۔علم اگر بڑھتا ہے۔تو کبھی ایک تجربوں کے جمع ہونے اور تبادلۂ خیالات کے ذریعہ سے۔ افراد دوسرے افراد سے علم حاصل کرتے ہیں۔خاندان خاندانوں سے اور قوم دوسری اقوام سے۔ ایک تہذیب دوسری تہذیب کے لئے رہبر اور معلم کا کام دیتی ہے۔ اور ماضی ہمیشہ حال کے آگے بڑھنے کا مقام ہوتی ہے +

کسی قوم یا سلطنت کی ترقی کے رستہ میں سب سے بڑی رہنمائی باہر سے ہوتی ہے۔یورپ کو سب سے زیادہ رہنمائی ایک ہمسایہ تہذیب سے حاصل ہوئی۔جو اس پر فوقیت رکھتی تھی۔ یہ اسلام کی تہذیب تھی۔ ابتدائی خیالات جو اسکی نئی اور تازہ ترقی کے آغاز کا موجب ہوئے اسلامی خیالات پر مبنی تھے۔ اور مشرقی مدارس اور معلمین ہی ان کے سکھانیوالے تھے۔ مسلمانوں ہی کی تحریک تھی جس سے یورپ میں انقلاب کا زمانہ آیا۔ اور علم و حکمت پھر تر و تازہ ہو گئے۔ مسیحی ممالک نے علم ہیئت۔علم نباتات علم کیمیا علم ادویات علم حساب اور فلسفہ سب مسلمانوں سے حاصل کیا۔ اسکو ان سے نئی پگ ڈنڈیاں اور تازہ شاہراہیں معلوم ہوئیں تازہ جدوجہد اس نے مسلمانوں سے سیکھ کر شروع کی۔ اور لٹریچر اور فنون کی ترقی میں اس نے نئی قوت حاصل کی۔قلعوں کی تعمیر۔ زراعت۔ آبپاشی چمڑے کمانا۔ مٹی کے برتن بنانا۔ بننا اور آرائش و زیبائش وغیرہ میں جو اندلس سسلی شمالی افریقہ اور مشرق میں خلفائے اسلام اور مسلمان بادشاہوں کی زیر سرپرستی اعلےٰ پیمانہ پر پہنچے ہوئے تھے۔یورپ نے جو کچھ سیکھا مسلمانوں ہی سے سیکھا +

عرب کی تہذیب کے رکنے اور روبہ انحطاط ہونے کے بھی وہی اسباب تھے جو تہذیب ہائے ماقبل کے تنزل کا موجب ہوئے۔ ورنہ آمیں اس قوم کے ذاتی نقائص کا دخل یا ان کے مذہب کا قصور نہ تھا۔یورپ میں عربوں کی تہذیب سے جو تحریک شروع ہوئی۔ اس نے ترقی کی شاہراہ کیطرف لگاتار قدم بڑھایا۔کیونکہ یورپ کے پاس وہ چیز موجود تھی۔جس کو اسلام اس وقت کھو چکا تھا۔ یعنے سیاسی

اور تمدنی میدانوں میں فوائد مختلفہ کا تصادم۔ اور اسکی کس قسم کی تاخت و تاراج بھی نہ ہوئی تھی۔ جیسے تاتاریوں اور مغلوں نے اسلام کو کیا +

یورپ میں یہ فوائد مختصہ ایکدوسرے سے بڑھنے کی کوشش کا موجب تھے۔ جو اصولی طور پر اسکی تربیت کا باعث ہوئے۔ اور ان کا یقیناً اسکی آیندہ ترقی پر اثر پڑنے والا تھا۔ ایکدفعہ ایکدوسرے سے متصادم ہوکر ایسے ضروری نتائج ان سے برآمد ہوتے تھے جن پر آیندہ کام ہوسکتا تھا۔ اور یہ سب کچھ جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ اسلام ہی سے آیا۔ اس کا ابتدائی اثر سب سے پہلے اٹلی اور فرانس میں نظر آیا کلیسیا کی ہر کوشش کو جو سائنس اور فلسفہ کو مٹانے اور معقولیت کے ساتھ کسی چیز پر غور و تدبر کرنے کے خیال کو مستاصل کرنے کیلئے اس نے کی۔ اسلام کے اس اثر نے باطل ثابت کیا۔ باوجودیکہ کلیسیا کی طرف سے ملحدین کو آزمائش کے شکنجہ میں کسنے اور انکے خلاف متواتر جنگ و جدل کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی گئی سپین میں بھی اسی قسم کی تحریک اندلس کی قوم مورکی وجہ سے شروع ہوگئی لیکن کوہ پیرانیز کی وجہ سے باقی یورپ سے جدا رہنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ و جدل متواتر جاری رکھنے کے باعث اسکے فوائد صرف انہی ہنگاموں تک محدود رہ گئے۔ کلیسیا لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوگیا۔ اور اسی کا اثر اپنا کام کرتا رہا۔ اس موقع سے کلیسیا نے پورا فائدہ اُٹھایا۔ اور لوگوں کو اپنی طاقت و رُعب کے پنجہ میں گرفتار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ زمانہ امن و صلح سے پیشتر آزمائش و ابتلا کا سلسلہ کلیسیاء کی طرف سے پوری طاقت کے ساتھ جاری تھا۔ اس نے حکومت کی طاقت کو بالکل سلب کرلیا۔ اور لوگوں کو حالت غلامی تک پہنچا دیا۔ جو خوف کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی عملی طور پر اس نے تمام مخالفتوں کو کچل ڈالا۔ اور دماغی نشو و نما کو روک دیا۔ آور تو اور اس صدی میں بھی (فیری نامی) ایک شخص محض حضرات پوپ اور کے خاص فوائد پر سے قربان کیا جاسکتا۔ اور ان کی وجہ سے اسے قتل کیا جاتا ہے +

کیا مسیحیت نے یورپ کو مہذب بنایا۔ حقیقت الامر کو اگر بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ مسیحیت کو نہ اسکی طاقت حاصل تھی۔ نہ اسمیں یہ قابلیت تھی نہ علم و حکمت سے اس قدر وہ بہرہ ور تھی اور ہے کہ اسکے ذریعہ سے کوئی مقام تہذیب کا منہ دیکھ سکے۔ یورپ کے بحیثیت مجموعی مسیحی ہونے سے صدیاں پہلے ابی سینیا تمام کا تمام عیسائی تھا۔ کیا مسیحیت نے ابی سینیا کو مہذب بنایا اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اگر مسیحیت اپنے اندر مہذب بنانے کی طاقت رکھتی جیسا کہ اسکے ماننے والوں کا ادّعا ہے۔ تو ابی سینیا کو تہذیب کے بلند ترین مقام تک پہنچانے سے ہرگز نہ چوکتی۔ جو یورپ کی بلند ترین چوٹیوں سے بھی اونچا ہوتا۔ اور اپنی شان و شوکت میں ہر اس چیز سے بہت بڑھ کر ہوتا جو آج تک کسی بڑے سے بڑے انسان کو میسّر آئی ہے +

یہ ایک جزیرہ نما کی رہنے والی قوم تھی۔ جو آج سے صدیاں پیشتر بعض ناقابل عبور رکاوٹوں کی وجہ سے باقی تمام دنیا سے بالکل علیحدہ پڑی ہوئی تھی۔ ایک ہی عقیدہ پاس کا دین و ایمان تھا۔ یعنے مسیحیت اور ایک ہی کتاب اسکی رہنما تھی یعنے بائیبل۔ بیرونی حملوں اور دوسرے لوگوں کی ملکی تدابیر اور پیچیدگیوں سے بالکل محفوظ تھی۔ کوئی فرقوں وغیرہ کی تفریق اس میں پائی نہ جاتی تھی۔ اعلےٰ تنقید اور ریشنلزم اور سائنس اور دوسری تمام برائیوں سے جو ملحدین اور کفار نے ایجاد کی تھیں بالکل پاک تھی۔ اور ان تمام چیزوں کی وہاں تک رسائی نہ ہوسکتی تھی ایسی حالت میں عیسائیت کے لئے بہت بڑا موقعہ تھا۔ اور یہ وقت تھا۔ کہ وہ ان مقاصد کو پورا کرے۔ جن کا دعوےٰ کیا جاتا ہے۔ صدیوں تک اسے آزادی حاصل رہی۔ جو تہذیب کی عمارت کو کھڑا کرتے اور ان لوگوں پر جو بعض اس پر ایمان رکھتے تھے ترقی کے بلند مینار پر پہنچانے تک کام آسکتی تھی لیکن نتیجہ محض ناکامی ہوا۔ اور ایک انچ بھر بھی ترقی نہ ہوسکی +

ابی سینیا اسبات کی ایک روشن مثال ہے - کہ مسیحیت قطعاً اس سے عاجز ہے - کہ تہذیب و شائستگی اور قوائے تربیت کی عدم موجودگی میں اخلاقی یا تمدنی طور پر قدم آگے بڑھا سکے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ جسکو کفر و الحاد کا زمانہ سمجھا جاتا ہے - اور اس سے بلند تر شان رکھتا تھا - کیونکہ علم اخلاق میں اسکو زیادہ دسترس حاصل تھی - ابی سینیا کا اگر اپنے جائے وقوع اور آب و ہوا کے لحاظ سے دوسروں سے الگ ہونے کے بجائے یورپ کی اقوام سے کچھ تعلق ہوتا - تو وہ ان کے برابر ترقی کے بلند مرتبہ پر جا پہنچتا - اپنے معتقدات اور مذہب کی وجہ سے نہیں - بلکہ دوسری تہذیبوں کے اثر اور اُن کے ساتھ تعلق رکھنے سے -

اس جگہ وسطی افریقہ میں اسلام کی ترقی کے متعلق میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا لیکن سیاحوں نے اکثر اوقات قبائل کی جو وحشت سے نکلکر اسلام میں داخل ہوئے ہیں - اخلاقی اور صنعتی و تعلیمی معاملات میں روز افزوں ترقی کیطرف توجہ دلائی ہے - ان قبائل کی ایک دو نسلوں کے اندر اسلام نے وہ کام کیا ہے جو مسیحیت صدیوں کے اندر نہیں کر سکی - آئیے یورپ اور معمولی اخلاقی امور میں اسکی حالت پر نظر ڈالیں - کلیسیا نے ان ایام میں جبکہ وہ پوری طاقت رکھتا تھا - اور گولڈن ہارن سے لیکر ہرقل کے میناروں تک اور شمالی افریقہ کے تمام ساحل پر اُسے پورا غلبہ حاصل تھا - اور جبکہ اسکے بعد کوہ کارپیتھین سے لیکر دریائے گوڈلکٹور کے کناروں تک وہ حکمران تھا - اس نے مثلاً سیاست کے بارہ میں صداقت پر کیا اثر ڈالا - مسیحی مورخ ہرڈر نے اس حقیقت نفس الامری کا اعتراف کیا ہے - اور مسیحی صداقت و راستبازی ایک نہایت خطرناک چیز تھی جسکو دیانت و امانت سے کوئی تعلق نہ تھا - کرسچن ورلڈ مورخہ ۲ اگست ۱۹۲۳ء میں اسبات پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ مذاہب کے لٹریچر میں دیانت و امانت کا کوئی دخل نہیں - ذیل رقمطراز ہے :-

" اسلاف کی تحریروں کا بہت بڑا حصہ جعلی اور بناوٹی ہے - یہ جعل قدیم ایام میں کیا گیا

یا تو پچھلے زمانہ میں لیکن وہ غلط اور بناوٹی باتوں سے پُر ہیں۔ پارسا اور بدکار ہردو کی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ حضرات پادر کے خاص فوائد کے حصول کیلئے تمام کی تمام کتاب کو اپنے پاس سے بنالیا جائے"۔

بشپ فیل نے لکھا ہے کہ :۔

"کلیسیا کے ابتدائی ایام میں بناوٹ اور جعل کا طریق اس قدر عام تھا اور لوگ ایک بناوٹی بات پر یقین کرتے ہیں اس قدر سادہ تھے۔ کہ لین دین کے معاملات میں شہادت کو نہایت بری طرح سے چھپایا جاسکتا تھا"۔

کیا بن سیکلیجر۔ برنٹ اور دوسرے لوگوں نے اسی رنگ میں ابتدائی مسیحیوں کے متعلق لکھا ہے لیکن مسیحی بزرگوں اور پاپاؤں پر کیا الزام ہے۔ ان کے سامنے جناب پولوس کی مثال موجود تھی ملاحظہ ہو۔ رومیوں باب ۳ آیت ۷) مُراد فاتح ورنا نے جس وقت مسیحیوں سے معاہدہ کیا۔ تو کارڈنیل جولین نے اس بناء پر کہ ایک غیر مسیحی کے ساتھ کوئی عہدو پیمان نہیں رکھا جاسکتا عہد نامہ کا توڑنا جائز قرار دیا۔ اور یہ صلیبی محاربین اور یوروپین ڈپلومیسی کا آل عثمان کے ساتھ عام طور پر سلوک رہا ہے۔

انیسویں صدی میں فرانسیسیوں نے ہر ایک اس عہد نامہ کو جو انکے اور بہادر عبدالقادر کے مابین اسکی صحرائی عربوں کی آزادی کے لئے پندرہ سالہ جدوجہد کے دوران میں ہوا۔ نہایت بری طرح سے توڑ ڈالا۔ مقررکردہ شرائط کی بناء پر جس وقت عبدالقادر نے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ تو فرانسیسی ایک نہایت بُری حرکت پر اُتر آئے۔ جو تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اور اسکو اور اسکے ساتھیوں کو قیدخانہ میں ڈال دیا۔ اس کسوٹی کو انکی کسی اور نیکی پر لگا کر دیکھو نتیجہ وہی برآمد ہوگا۔ رائے کے متعلق رواداری اور آزادی عملاً مفقود تھی۔ اور اپنے کُنبہ اور قوم ونسل سے باہر ہمدردی شاذونادر ہی پائی جاتی تھی۔ کلیسا کی تمام تعلیم اور اس کا عمل غیر رواداری اور

استبدادیت کی طرف رائج تھا۔ ملحدین اور آزاد خیال لوگوں کو جسمانی تکالیف پہنچانے میں جو ہتھیار استعمال کئے جاتے تھے۔ ان کی نمائش کی جگہ کا نام "گیلری آف ہاررز" (خوف کی گیلری) رکھا گیا ہے۔ ان ہتھیاروں کا ملحدین کلیسیا پر متواتر استعمال۔ اور جلانے اور قتل و غارت کرنے کا بہت بڑا اثر لوگوں پر ہوا۔ اس سے نہایت خوفناک اور علانیہ نظام کو ترقی ہوئی۔ اس سے بھی بڑھ کر خطرناک یہ امر تھا۔ کہ حکام اور بادشاہوں سے جن جرائم کا ارتکاب ہوتا تھا۔ اگر وہ مسیحیت پر ایمان رکھتے تھے۔ تو ان جرائم کی نمائش کی جاتی اور علانیہ ان کی تعریف ہوتی تھی کلیسیا کے پرجوش فدائیوں کی تمام قسم کی برائیاں بالکل مخالف تھیں +

پیرونیسی نے اس زمانہ کا حال لکھتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ

"اب ہم ایک ایسے زمانہ میں داخل ہوتے ہیں۔ جو ہر ایک خرچ اور پاکیزگی سے عاری ہونے کے لحاظ سے کلجگ کے زمانہ کو بھی بڑھ کر بیہودگیوں اور وحشت کی کثرت کے لحاظ سے ایک بدترین مادہ مصنفین کے فقدان کی وجہ سے تاریک ترین عہد ہے"

کلیسیا لوگوں کو انکی راؤں اور خیالات کے لحاظ سے جانچتا تھا۔ اور انکے اعمال کا قطعاً کوئی لحاظ نہ تھا۔ تمام نیکیاں ہمدردی اور مہربانی۔ فیاضی۔ رواداری۔ بہادری اور اعلےٰ اخلاق یہ سب کے سب کلیسیا کے نزدیک ایک آدمی کی برائی کو ثابت کرنے کیلئے ناکافی تھے۔ اگر اس کے معتقدات کی پختگی مشکوک حالت میں تھی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان نیکیوں میں سے بعض ایسی ہیں۔ جو اسکے الحاد کو ثابت کردیتی ہیں۔ اور اگر انکی سزا اس دنیا میں اسے نہیں ملی۔ تو آخرت میں کم از کم ابدی جہنم میں وہ ضرور داخل ہوگا۔

اسوقت تک کہ مسلمانوں کے علوم اور لٹریچر یورپ میں داخل ہوئے۔ اور تاریکی کے پردوں کو چاک کر کے علم و حکمت کے نور کو پھیلایا۔ مسیحیت نے اپنے چھ صد سالہ کامل غلبہ میں ایک بھی علمی تحقیقات نہیں کی ایسی کتاب شائع نہیں کی جو کسی اہم مضمون پر مشتمل ہو +

کلیسیا کی دونوں شاخیں یعنے کیتھولک اور پراٹسٹنٹ علوم کی بہت بڑی دشمن رہتی ہیں۔ اہل کلیسیا کی طرف سے ہر ایک تحقیقات پر تمسخر اڑایا گیا۔ اور ہر قدرتی چیز کی تشریح کی مخالفت کی گئی۔ لیکن رعایت اور معافی کے لالچ طاقت و اقتدار کے رعب۔ روپیہ پیسہ کے طمع اور بدنامی کے خوف کے باوجود سائنس کو

کو تمام شاہراہ عمل میں کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اور ابھی تک وہ فتح پر فتح حاصل کرتی چلی جا رہی ہے +

بہادر رونیبنی۔ حلیم اور مجرد بارنسٹڈل اور نڈر اور بیباک برونو لکڑیوں اور آگ میں ڈالے جانے کے باوجود آخر کار کامیاب ہوئے۔ وہ ہلاک ہو گئے ان کا قصور زیادہ تر یہی تھا۔ کہ انہوں نے توحید الٰہی کی تلقین کی۔ جو ایک خالص اسلامی عقیدہ ہے۔ اس کلیسیا سے جس نے انکو جلایا انسانیت آگے ہی آگے قدم بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ یورپ آہستہ آہستہ حرکت کر رہا ہے لیکن ظلمت اور تاریکیوں سے نکلکر یقیناً روشنی کی طرف جا رہا ہے۔ بت پرستی۔ افسانہ گوئی اور توہمات سے نکل کر صداقت اور معقولیت کی طرف قدم بڑھا رہا ہے پادریوں کی زنجیریں لوگوں کے اعضا اور دلوں سے الگ ہو کر گرتی جا رہی ہیں۔ اور کلیسیا کی گرفت دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے +

مسیحی خیالات میں جو تبدیلیاں ان صدیوں میں واقع ہوئی ہیں۔ وہ بجائے خود اس ترقی کا ثبوت ہیں۔ جو لوگوں نے کی ہے عیسائیت کے متعلق موجودہ اعلےٰ درجہ کے مصنفین کی بڑی تعداد اگر آج سے چار یا پانچ سو سال پہلے موجود ہوتی۔ تو اپنے ہم مذہب لوگوں کے ہاتھوں انہیں ملحدین کی سزا ملتی۔ موجودہ زمانہ کی مسیحیت سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی مسیحیت کی مانند نہیں۔ یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی۔ جبکہ بائبل وہی موجود ہے۔ یورپ نے تجربات سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اور یہ تجربہ نہ صرف اسکو اپنی تمدنی جدوجہد اور علمی تحقیقاتوں سے حاصل ہوا ہے۔ بلکہ ہر قوم کے جس سے اس کا میل جول ہوا حالات اور ریکارڈ سے اس نے یہ سب کچھ سیکھا +

بایں ہمہ روایت کا اثر اس پر بہت زیادہ ہے۔ رنگ نسل اور عقیدہ کے جذبات اسکے تمام محسوسات پر اثر کرتے اور تمام افعال و حرکات کو اپنے رنگ میں رنگین کرتے ہیں۔ اخوت انسانی کا وعظ کرنا اسکے لئے آسان ہے لیکن باوجود

اسکے تمام مشرقی اور افریقی لوگ وحشی ہیں۔ اور تو اور اینگلو سیکسن قوم کے نزدیک قوم سلیو بھی نیم وحشی ہے۔ اور لاطینی کم درجہ کے لوگ ہیں۔ ایک مسیحی طاقت دوسری کو پامال کرسکتی اور اس پر حملہ آور ہوسکتی ہے۔ افراد کے ساتھ وہ بدسلوکی کرسکتی ہے۔ اور اگرچہ اپنے خاص فوائد کی وجہ سے اس فعل کو متحدہ طور پر نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاسکے۔ لیکن کم از کم جذبات اسبات کی اجازت نہیں دیتے۔ کہ عیسائیوں یا سفید چمڑے والوں سے کوئی بُرا برتاؤ کیا جائے۔ وہی طاقت اگر افریقہ یا ایشیاء کے کسی حصہ پر قابض ہوجائے اور وہاں کے باشندوں کو اذیتیں دے۔ انہیں لوٹے اور طرح طرح کے مظالم ان پر روا رکھے تو بھی یورپ اس سے ٹس سے مس نہ کریگا۔ اسلئے یہ کہنا بجا ہے کہ نسل اور قومیت اور رنگ کا بہت بڑا اثر ابھی تک ہم میں موجود ہے۔ اور اس رنگدار عینک کے آنکھوں پر موجود ہونے سے ہم حقیقت الامر کو سمجھنے سے قاصر ہیں +

اسلام اور تصوّف

مذاہب کی مشترکہ بنا

اسلام کے معنے

نوٹنگھم تھیاسوفیکل سوسائٹی کے ایک جلسہ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "اسلام اور تھیاسوفی" پر ایک زبردست لیکچر دیا۔ مجمع خاصہ تھا۔ اور کپتان بارگریو جلسہ کے صدر تھے +

دوران تقریر میں آپ نے فرمایا۔ کہ اسلام وہ مذہب ہے جسکو تیرہ سو سال ہوئے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں لے کر آئے۔ اسلام کے معنے ہیں زندگی کے سب قسم کے طور و طریق و حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور جو قوانین اور شرائع خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اُن کی پُوری متابعت اور سابقہ خیالات اور طبائع کے میلان پر ان کو فوقیّت دینا۔ یہ وہ مذہب ہے جسکے اندر تمام وہ مذاہب شامل ہیں۔ جو مختلف انبیاء کی طرف سے قدیم زمانوں میں کسی ایک یا دوسرے مُلک میں تلقین ہُوئے۔ یہ وہ تعریف ہے جو قرآن کریم نے اسلام کی کی ہے۔ اور یہی تعریف ہر ایسے مذہب پر منطبق ہوتی ہے جس کا دعویٰ ہے۔ کہ اسکی بناء الہام الٰہی پر ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر ایسے مذہب پر جو کسی قوم یا جماعت سے متعلّق ہو۔ اور یہ ثابت ہو سکے۔ کہ انسانی دستبرد سے وہ پاک اور غیر آلُودہ رہا ہے۔ ایمان لائے۔ قرآن کریم سے پیشتر ہر قوم اپنے ہی دین و مذہب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتاتی اور دوسرے مذاہب کے ایسا ہونے سے انکار کرتی تھی۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جس قدر نبی

دُنیا میں آئے ۔ وہ بنی نوع انسان کی صرف ایک ہی بہت بڑی شاخ یعنے اسرائیلیوں کی طرف پیغام ہدایت لے کر آئے ۔ اور کہ اللہ تعالیٰ دوسری اقوام عالم سے اسقدر بیزار اور ناراض تھا ۔ کہ کبھی ذرہ بھر بھی اس نے انکی پروا نہیں کی ۔ اسی قسم کے خیالات دنیا کے دیگر مذاہب کے پیرووں کے تھے تخصیص اور علیحدگی کی اس خواہش نے خودستائی تکبر اور دوسروں سے نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کردیئے اور کُنبہ خداوندی کے مختلف ممبروں کے مابین ناراضی اور منافرت پیدا ہوگئی ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں کوئی نفرت انگیز اور حقارت آمیز امتیاز نہیں رکھا ۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو زندہ اور قائم رکھنے والا ۔ تمام جہانوں کا مالک ۔ تمام مخلوق کا پرورش کنندہ ۔ تمام ممالک کا بادشاہ ۔ تمام افضال کا سرچشمہ اور تمام موجُودہ چیزوں کو سہارا دینے والا ہے ۔ رحمتِ آلٰہی تمام جہان پر حاوی اور محیط ہے ۔ قرآن کریم کا افتتاح ہی یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہے ۔ کہ اس پاک کتاب میں اس غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسیع اور غیر محدُود رُبوبیّت کو محدُود کردینے والا ہے +

قرآن کریم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ کائنات کے خالق ورازق نے اگر جسمانی پرورش کے سامان رُبعِ مسکوُں کے تمام انسانوں کو یکساں طور پر عنایت فرمائے ہیں ۔ تو ان کی رُوحانی تربیت کے سامان بھی اس نے سب کو ودیعت کئے ہیں ۔ اس شاندار تعلیم نے مساوات اور باہمی محبّت کی رُوح تمام نسل انسانی کے اندر پھونکدی ۔ اس نے اس تنگدلی کو جو انسانی سوسائٹی کے تمام تاروپُود کو بکھیر دینے والی اور خدا تعالیٰ کی عالمگیر ربوبیت کے ہوتے ہوئے بھائی کو بھائی سے جُدا کرنیوالی تھی ملیا میٹ کردیا ۔ اسلام جسکو قرآن کریم کے اندر تعلیم کیا گیا ہے ۔ ہر اس مذہب عقیدہ اور دین وایمان کا نام ہے ۔ جس کی تعلیم وقتاً فوقتاً مختلف ممالک کے اندر مختلف اقوام ان انبیائے کرام نے دی ہے ۔ جو علم آلٰہی کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے

اس طریق سے اور تھیاسوفی ایک ہی مرکز پر جمع ہو گئے۔ مذاہب ایک ہی سرچشمہ کی طرف سے آئے۔ اور ایک ہی صداقت کی تعلیم انھوں نے دی ہے انبیاء کو مختلف زمانوں کو مختلف ضروریات کے پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ چونکہ مختلف اقوام میل جول کے سامان نہ ہونے کی وجہ سے ایکدوسرے سے جُدا پڑی ہوئی تھیں۔ اسلئے ہر ایک کے لئے ایک علیحدہ نبی کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی ایسی قوم نہیں جسمیں کوئی نبی نہیں آیا۔ جس وقت اور جس جگہ دنیا میں بدی پھیل گئی۔ اور لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسی نبی کو کھڑا کیا گیا۔ اور اس کو الہام کے ذریعہ اسلام کے تلقین کرنے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور احکام آلہی کی۔ پوری متابعت ہے۔ جس وقت احکام اور شریعت خداوندی کی توہین شروع ہو گئی۔ ظلمت۔ جہالت۔ بے ایمانی اور بددیانتی کے بادل تمام دنیا پر چھا گئے۔ تاریخ کی اس پر متفقہ شہادت ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں سوسائٹی اور روحانی اور اخلاقی طور پر نہایت ادنےٰ درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ یا تو مختلف ممالک میں بہت سے انبیاء مبعوث ہوتے۔ اور یا ایک ہی ایسا زبردست انسان آتا۔ جو تمام دنیا کی اصلاح کرتا۔ لیکن تاریخ عالم نے اس وقت نیا رنگ اختیار کر رکھا تھا۔ دنیا کے مختلف حصص کے باہمی میل جول کے قدرتی ذرائع بہت حد تک آسان ہو گئے تھے اور یہ وسیع دنیا ایک ملک اور ممالک شہر اور شہر بازاروں کی صورت اختیار کرنیوالے تھے مختلف مذاہب اور معتقدات کے انسانوں کے تعلقات ایکدوسرے سے پیدا ہونیوالے تھے۔ ایسے وقت میں مختلف اقوام کی طرف مختلف انبیاء کو بھیجنا ایک گونہ بیدا کرنا تھا۔ اسلئے اس علیم و حکیم خدا نے یہ پسند کیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی جگہ پر مبعوث فرمائے۔ جو کل دنیا کا مرکزی

مقام ہے۔ قرآن کریم کو دنیا میں بھیجا گیا۔ اور اس نے وہی پرانا عقیدہ دنیا کو تعلیم کیا۔ جو اسلام کی شکل میں ازمنہ گذشتہ میں تعلیم کیا جا چکا تھا۔ اس نے انہی پرانی تعلیمات کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک کر کے دوہرایا اور ان کے ساتھ بعض اور ضروری امور کو بھی شامل کیا۔ قرآن کریم نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے۔ صحفٌ مطہرۃ فیھا کتبٌ قیمہ۔ یہ پاک صحیفے ہیں۔ جن میں قرآن کریم نے قدیم پیغمبروں کی تعلیمات کو دہرایا ہے۔ اور جو باتیں ان میں پائی نہ جاتی تھیں۔ انہیں بھی وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے زیادہ کر دیا ہے۔ جہالت اور غلط بیانی کی وجہ سے اسلام پر تنگ خیالی کا الزام دیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے بہت سے احکام اور قواعد و ضوابط دیئے ہیں۔ جو زندگی کی مختلف ضروریات پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس نے الوہیت کا صحیح مفہوم ہمیں سمجھایا ہے۔ اور زبردست اصولوں سے متمتع فرمایا ہے۔ اس نے سیاسی تمدنی اقتصادی اور خانگی معاملات میں بعض اصولوں کی اتباع کرنا سکھایا ہے۔ تاکہ تمام نسل انسانی ان پر عمل کر کے کمال کو پہنچ جائے۔ صرف روزہ۔ نماز اور قربانیوں کے احکام تک اسکی تعلیمات محدود نہیں۔ بلکہ وہ ایک کامل ضابطہ زندگی ہے۔ مختلف حیثیتوں اور حالات میں بسر کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں ایسے اصول موجود ہیں۔ جن کی پیروی سے وہ سوسائٹی کے بہتر ین ممبر اور اچھے شہری بن سکتے ہیں۔ اسلئے مسلمان تمام قدیم مذاہب پر جو انبیائے کرام نے نسلاً بعد نسل تلقین کئے۔ ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کا دعویٰ ہے۔ کہ شریعت حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم کے ہاتھ پر کامل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی راہوں کا وہ علم جو محض استعدادوں کے نشو و نما کے لئے ضروری تھا۔ معرفت کا وہ علم جو انہیں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ تک پہنچا دیتا اور یہ بتاتا ہے۔ کہ بحیثیت خالق اور مخلوق اپنے اور خدا تعالیٰ کے مابین امتیاز کیونکر ہو سکتا ہے۔ وہ دین الٰہی جو اس دن سے بڑھنا شروع ہوا۔ جب انسان کو پیدا کیا گیا! وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں

ترقی کی طرف قدم بڑھاتا رہا۔ آخرکار اسلام کے درجہ پر آکر جسکے معنے ہیں اللہ تعالےٰ کی کامل متابعت اور راضی برضائے الٰہی ہونا اپنے کمال کو پہنچگیا یعنی اللہ تعالےٰ کی کامل متابعت اور راضی برضائے الٰہی ہونا ہی ایک بات ہے جو تمام روحانی ترقیات کی جڑ ہے۔ اور تمام کامیابیوں کا راز اسمیں مضمر ہے +

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے انہیں بتایا۔ کہ میں ایک خاص نکتہ کی طرف آپ کی توجہ کو منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ جس کو قرآن کریم نے واضح کیا ہے۔ اور جو نسل انسانی پر بہت بڑے احسان کا موجب ہے۔ وہی ایک بات ہے۔ جو سچی تھیاسوفی کا نصب العین جسمانیات کے مطالعہ کی اصل غرض اور مُدعا اور رُوحانی خواہشات کا مطمح نظر قرار دی جاسکتی ہے۔ بنی نوع انسان کا محسن اس شخص سے بڑھکر اور کون ہوسکتا ہے۔ جس نے ان کے دلوں میں یہ احساس پیدا کردیا۔ کہ ان میں تمام مخلوق سے بڑھکر اور نہایت اعلےٰ درجہ استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں۔ اور جس نے ان کے نصب العین کو نہایت بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ قرآن اسبات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ گناہ فطرت انسانی کا ایک جزو ہے۔ اور وہ اپنے اعمال کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اس سے آزاد نہیں کرسکتے۔ اس کے خلاف قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ انسان اس دنیا میں ایک معصومیت کی حالت میں آتا ہے۔ اور وہ بعض خاص قوانین پر عمل کرے تو بلا روک ٹوک غیر محدود ترقی حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن وہ ان اصولوں اور قوانین کو نظر انداز کردے۔ تو وہ اسفل السافلین میں جا گرتا ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی چیز نہیں جو ترقی کے درجہ پر پہنچنے کی ترغیب دلاسکے۔ اگر برخلاف اسکے وہ اسبات پر یقین رکھیں کہ گناہ پیدائشی اور فطری چیز ہے۔ اور اسکے آہنیں پنجوں سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش بے سُود ہے۔ تو صرف یہی بات انسان کی استعدادوں کو دبانے اور اسکے ارادوں اور جوش کو سرد کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق انسان

کی پیدائش اس فطرت سے ہوئی ہے ۔جو قانون اور شریعت کی متابعت کر سکتی ہے ۔ اور اسلئے فطرتًا وہ معصوم ہے ۔ کیونکہ گناہ قانون اور شریعت کی عدم متابعت کے سوائے ۔ اور کچھ چیز نہیں +

اس کے بعد الہام اور مکالمہ الٰہیہ کی طرف توجہ کو منعطف کرتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ اگر روحانیت کی تمام راہیں جو انسان کی ترقی کا موجب ہوئی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ رکھتی تھیں ۔ جیسا کہ انکے پیرووں کا عقیدہ ہے ۔ اور اگر انسان کے ساتھ کلام کرنا صفات الٰہیہ میں سمجھا جاتا ہے ۔ تو اس عقیدہ کو کہ مکالمۂ الٰہیہ کا دروازہ اب بند ہے کیونکر صحیح سمجھا جا سکتا ہے ۔ اگر اللہ تعالیٰ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہے ۔ اور اسکی صفات معطل نہیں ہو سکتیں ۔ تو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اسی طرح سے کلام کرتا ہے جیسا کہ وہ اس سے پہلے کرتا تھا ۔ انھوں نے اس بات پر فخر کا اظہار کیا ۔ کہ ایک ایسی کتاب پر ان کا ایمان ہے ۔ جس نے وہ وعدہ دلایا ہے ۔ کہ اسکی وجہ سے وہ مسلمان ہیں ۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا ۔ دنیا کی زندگی میں ان کے لئے بشارات ہیں +

قرآن کریم نے ایسے قوانین اور احکام دیئے ہیں ۔ جن کی متابعت سے انسان افضال الٰہی کا مورد ہو سکتا ہے ۔ اس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خاتم النبیین (آخری نبی) قرار دیا ہے ۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس نے ہماری زندگی کی رہبری کا ایک کامل ضابطہ ہمیں دیا ۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اسکی متابعت سے ہم اللہ تعالےٰ کے ساتھ کلام کر سکتے اور مجازی نبوت کے وارث ہو سکتے ہیں ۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ پختہ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے اور اسکو ثابت کر سکتے ہیں ۔ کہ اسلام میں کوئی صدی ایسی نہیں گذری جب ایسے لوگ اسمیں پیدا نہ ہوئے ہوں جو مکالمہ و مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف تھے ۔ خود اپنے اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہمارے دیکھنے

میں آئے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ اور وہ انسانی بلند پروازی کی انتہائی منزل تک جا پہنچے۔ مادیت فطرت انسانی کی اس خواہش کو کہ وہ غیب کی باتوں سے کچھ دیکھنا چاہتی ہے مستاصل نہیں کر سکتی۔ مسمریزم سپرچولزم اس روحانی پیاس اور خواہش کا اظہار ہیں۔ لیکن ایک مردہ روح کے ساتھ کلام کرنے کی کوشش (جیسا کہ سپرچولزم وغیرہ کا طریق ہے) کیوں کی جائے۔ کیوں اس سب سے بڑی روحانی طاقت کے ساتھ جو بلند ترین اور ہے کلام نہ کیا جائے؟ ایک پیغام جو جولیا کی طرف سے مسٹر سٹیڈ کو پہنچا۔ یا مسٹر سٹیڈ نے اپنے کسی دوست کو پہنچایا۔ ان دونوں کو کچھ بلند نہیں کر سکتا۔ نہ ان کے علم کو بڑھا سکتا ہے لیکن اس بلند ترین ہستی کی طرف سے جو علیم و حکیم ہے۔ جو بھی پیغام آیا ہے۔ وہ علوم کے ناقابل اندازہ خزائن سے متمتع کرنے کا موجب ہوا ہے۔ اس کامل مکالمۂ الٰہیہ تک پہنچنے کیلئے الہام الٰہی کے دروازے ویسے ہی کھلے ہیں۔ جیسے کہ ازمنۂ گذشتہ میں کھلے ہوئے تھے۔ فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ اب چونکہ شریعت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اسلئے کوئی حقیقی نبی دنیا میں نہیں آسکتا۔ بلکہ اُمت مرحومہ کے پاک بندے اللہ تعالےٰ سے مبشرات پاتے اور کلام کرتے ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۳ء بابت دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱/ع	۰	۰	۱۱۱	خرچ ووکنگ مشن	۳/ع	۰	۸	۳۲۳
قیمت رسالہ و منفعت تقسیم	۲/ع	-	۲	۳۷۳	" اسلامک ریویو	۴/ع	۰	۸	۳۵۱
میزان			۲	۴۸۴	میزان		۰	۰	۶۷۵

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۳ء

نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جنابہ مس اے سطنی صاحبہ پوسٹل آڈٹ آفس ۲؍	۰	۰	۵	جناب والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
؍؍ مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۱۰	؍؍ تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵
؍؍ خلیفہ عبدالحکیم صاحب گوجرانوالہ	۰	۰	۱۰	؍؍ نواب سراج الدین خان صاحب	۰	۰	۲
؍؍ محمد امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲	؍؍ فرید الدین احمد صاحب اندور	۰	۰	۳
؍؍ کرنل عزیز اللہ خان صاحب پشاور	۰	۰	۱۲	؍؍ منہاج الدین صاحب بٹھنڈہ	۰	۰	۵
؍؍ عبداللہ خان صاحب پشاور	۰	۰	۱۵	؍؍ فضل الدین صاحب اکودیا	۰	۰	۱۰
؍؍ مولوی محمد فاروق صاحب گورداسپور	۰	۰	۱۲	؍؍ احسان الحق صاحب میانوالی	۰	۰	۵
؍؍ انور علی صاحب نگر کنڈ	۰	۰	۲	؍؍ بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۱
؍؍ صاحبزادہ عبدالواحد خان صاحب اجمیر	۰	۰	۱۰	میزان	۰	۰	۱۱۱

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر ۱۹۲۳ عیسوی

	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت رسالہ	۰	۲	۳۷۳
میزان		۲	۳۷۳

نقشہ ۳ تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان ماہ نومبر ۱۹۲۳ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ مشن ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۰	۸	۲۹۳
یہ رقم نور علی صاحب نے قیمت کتب و فتنہ ارتداد کیلئے روانہ کی تھی جو امداد مشن میں جمع ہوئی بامر کرا کر قیمت کتب و فتنہ ارتداد میں جمع کرائی	۰	۰	۳۰
میزان	۰	۸	۳۲۳

نقشہ نمبر ۴

تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ نومبر ۱۹۲۳ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملۂ اسلامک ریویو۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۰	۸	۳۵۱
میزان	۰	۸	۳۵۱

التماس ضروری

رسالہ اشاعت اسلام اس نمبر کے ساتھ دسویں سال میں قدم رکھتا ہے گذشتہ نو سالوں میں جس قدر اسلامی خدمات اس رسالہ نے کی ہیں - وہ اظہر من الشمس ہیں - کلیسیا کے بت کو گرانے اور کسر صلیب کے لئے جسقدر اس رسالہ میں مصالح جمع ہو چکا ہے - وہ شاید ہی کسی دوسرے علمی و مذہبی رسالہ میں میسر آسکتا ہے کیونکہ اسکے کارکنان و کارپردازان کی تمامتر توجہ زیادہ تر مذہب عیسائیت کیطرف ہی آج تک لگی رہی ہے +

الغرض یہ رسالہ اسلام کو جملہ معاندان اسلام کے شدید و مہلک حملوں کی باد صرصر سے بچاتے اور اسکے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ زندگی و روحانیت پیدا کرنے اور عامۃ الناس کو گمراہی و جہالت کے گڑھے میں گرنے اور مخالفین کے مکر و فریب سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ بنا رہا ہے - اسکی اعانت و اشاعت کی تحریک کی غرض سے طول و طویل مضامین بار بار لکھنا محض تحصیل حاصل ہیں - ہمارے ذخیرہ الفاظ میں ایسے پُرشوکت و تاکیدی الفاظ نہیں - جس سے رسالہ کی اہمیت کا گہرا نقش اپنے ناظرین کرام پر جما سکیں - اور اپنے مسلم بھائیوں کو اس ضرورت حقہ کیلئے بیدار کریں - ہم سیدھے سادے الفاظ میں اپنے بہی خواہوں سے درخواست کرتے ہیں - کہ وہ اس رسالہ کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر اسکی اعانت اور مالی امداد فرما کر ممنون فرمائیں - اور اس سال ۱۹۲۴ء میں کم از کم تین جدید خریدار اپنے حلقہ اثر میں تحریک کر کے ہمیں فراہم فرما کر مشکور فرمائیں - آپ بزرگوں کی ادنےٰ کوشش سے رسالہ کی خریداری سہ چند ہوسکتی ہے - جس صورت میں کہ رسالہ نہ صرف اپنے سالانہ اخراجات ہی نکالیگا بلکہ کارپردازان رسالہ کو اس قابل کر دیگا - کہ وہ غیر مسلم حلقہ میں اس تبلیغی رسالہ کو کثرت سے مفت تقسیم کریں - جس سے احسن نتائج انشاء اللہ مترتب ہوسکتے ہیں - اسلئے

گوشوارہ آمد خرچ ۔۔ کیا گم مسادہ

ہماری ہر ایک ہی خواہ رسالہ سے فرداً فرداً درخواست ہے۔ کہ وہ ازراہ کرم ان چند سطور کو مطالعہ کرنے کے بعد ہی اسکی اعانت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں۔ رسالہ ہذا آج تک آپ بزرگوں کی ہی ہمت و کوشش سے چلتا رہا ہے۔ اب بھی اگر آپ کی نظر مہر و نگاہ شفقت رہیگی۔ تو انشاء اللہ پھولتا پھلتا رہیگا۔ اور قومی خدمت کو بہ احسن وجہ سر انجام دیگا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد آپ ہی خواہانِ رسالہ پر ہی بھروسہ ہے۔ گذشتہ سال آڑے وقت پر بہت سے باغیرت وباہمت مسلم برادران وطن نے اسکی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دیا بفضلہ تعالےٰ ان کی بہیم توجہ و کوشش سے اس سال مالی اضطراری کی وہ نوبت نہیں پہنچی بہر حال ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ اگر ہمارے ناظرین کرام تین تین جدید خریدار سال سنہ ۱۹۲۴ء کیلئے ارسال فرمائیں۔ تو ہمیں مفت تقسیم رسالہ میں بہت سہولت ہو جائیگی۔ اور جو ناظرین کرام ایک درجن جدید خریدار فراہم فرمائیں۔ ان کے ارشاد کے ماتحت ایک رسالہ مفت ہم انہی کے تجویز کردہ کسی غیر مسلم کے نام سال بھر تک جاری رکھیں گے + والسلام

خادم مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور

فہرست کتب مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں لے پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ وسنی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر۔ تمام نظام عالم کا اصول امور میں متحد ہوکر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے اور اسکے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال حدیث لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة اور اختلاف امتی رحمة کی دلچسپ تشریح سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں۔ حدیث ستفرق امتی علی ثلثة وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة یعنی بہتر آگ میں جائیں گے۔ اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث اپنے عقاید کا اظہار نبوت کے معنے۔ اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ دنیا کی ضرورت نبوت۔ اخیر میں ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ یہ کتاب اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہوکر کام کرنے کیلئے تیار کریگی۔ ۲۱۶ صفحہ قسم اول ۸؍ دوم ۱؍ مجلد ۱؍ ۵؍ ۱۲؍

سلک مروارید۔ یہ ان دس معرکۃ الآراء اردو لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۲۲ء تک انگریزی زبان میں مختلف مقامات پر دیگر مذاہب پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف موضوع کے ماتحت اسلام پر دیئے +

یہ دس جواہر کے لیکچر درحقیقت علمی۔ ادبی۔ اخلاقی تمدنی۔ معاشرتی اور مذہبی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے مذہبی لٹریچر کا اگر اسے نچوڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اس بے بہا موتیوں کی لڑی میں اسلام کے قریباً تمام اہم مسائل حل ہو جاتے ہیں ارکان اسلام کا فلسفہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ تمام ادیان باطلہ کی تردید کے لئے اسمیں کافی مصالحہ موجود ہے عیسائیت کی زہر کیلئے تو یہ نسخہ تریاق کا حکم رکھتا ہے قیمت بلا جلد ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱۸؍) مجلد ایک روپیہ چودہ آنے (۱۴؍ ۱)

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمہ القرآن جلد سوم قیمت مجلد نو روپے لعہ ر

ینابیع المسیحیت

مدت ہوئی عیسائیوں نے ایک کتاب موسوم بہ ینابیع الاسلام عربی زبان میں شائع کی تھی جس کا ترجمہ اُردو زبان میں اثمار شیریں کے نام سے چھاپا گیا۔ عیسائی کمپ میں یہ کتاب اسلام کے خلاف کاری حربہ سمجھی گئی۔ غالباً دوسری زبانوں میں بھی اسکے ترجمے کئے گئے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں انکو تقسیم کیا گیا۔ اسمیں باتیں تو وہی تھیں جو پادری عماد الدین وغیرہ نے لکھیں بعض قصص انبیاء مندرجہ قرآن مجید کی بناء پر انجیل و توریت وغیرہ کو قرآن مجید کا ماخذ ٹھیرایا بعض باتوں کو کسی ثبوت کے بغیر ژندواوستا کی طرف منسوب کیا گیا۔ بہرحال یہ قرضہ ہمارے ذمہ تھا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مذکورہ بالا نام پر ایک کتاب اپنے ایام حج میں بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اسمیں نہ صرف یہی دکھایا گیا ہے۔ کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بُت پرستی سے لیگئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے اکتشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے اکثر مضامین کسی زبان کی کسی کتاب میں بحیثیت مجموعی نہیں پائے جاتے منکشف شدہ واقعات نہایت ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جس کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائم مقام ہے حضرت خواجہ صاحب کی خواہش ہے کہ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو۔ اس کتاب کی آمد کل کی کل اسی کتاب کی مفت اشاعت پر خرچ ہوگی۔ احباب سے توقع ہے۔ کہ اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ کتاب چھپ کر تیار ہے + قیمت فی جلد قسم اول عہ قسم دوم عہ

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس کی دروازہ لاہور میں بابو عبد الرشید کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے
ممالک غیر کیلئے عہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۱۰) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء نمبر (۳)

فہرست مضامین

درخواستہا خریداری اشاعت اسلام بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

بیان القرآن

یعنی

اُردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی ترجمہ تفسیر

اس بےنظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے +

(۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے +

(۳) لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے۔ جیسکے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے +

(۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایکدوسری کیساتھ تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے +

(۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اُسے ظاہر کیا گیا ہے +

(۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانیکے اصول کو بکلی ترک کیا گیا ہے +

(۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آرا کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے +

(۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں۔ اس لئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے +

(۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے +

(۱۰) ان باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط۔ پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرے +

(۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۲۹/۸ کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے پہلی جلد کی قیمت نو روپیہ (لعہ) محصولڈاک خرچ وی۔ پی وغیرہ عہ/ - دوسری جلد کی قیمت آٹھ روپے (للعہ) محصولڈاک وغیرہ عہ/ تیسری جلد کی قیمت نو روپے (لعہ) محصولڈاک وغیرہ عہ/ وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا ضروری ہے +

تمام درخواستیں بنام مہتمم مسلم بک سوسائٹی لاہور آنی چاہئیں



Sir Abdullah Archibald Hamilton, Bart.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۰) ——— بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء ——— نمبر (۳)

شذرات

حاجی خواجہ کمال الدین صاحب

بمبئی کرانیکل مورخہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۲۳ء میں ذیل کا نوٹ شائع ہوا ہے جسمیں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ جو بعض ہندوستانی اخبارات نے حضرت خواجہ صاحب پر خطبہ میں خلیفۃ المسلمین کا نام نہ لینے اور "شریف" کی مہمانی کے متعلق کیا ہے "بمبئی کرانیکل" ہندوستان کا ایک نہایت وقیع قومی اخبار ہے جو انگریزی زبان میں بمبئی سے شائع ہوتا ہے اسکے یہ الفاظ امید ہے۔ کہ قارئین کرام کیلئے اطمینان کا موجب ہونگے +

خواجہ کمال الدین صاحب جو انگلستان کی جماعت سلامیہ کے معزز امام ہیں۔ اور ووکنگ مشن جیسے نہایت قیمتی کام کے بانی آجکل ہندوستان میں ہیں۔ اسلامی دنیا میں بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں میں بالخصوص بہت کم ایسے مسلمان ہیں۔ جو خواجہ کمال الدین سے زیادہ عزت و عظمت کے سزاوار ہیں آپ کا دین شکوک و شبہات سے پاک ہے اور آپ کا مذہبی اخلاص آپ کو ہر جگہ کے مسلمانوں کی طرف سے عزت و احترام کا ویسے ہی مستحق ٹھیراتا ہے جیسے وہ عظیم الشان کام جو آپ نے علوم اسلامیہ کی اشاعت کے متعلق کیا ہے ہم یہ سنکر متعجب ہوئے ہیں۔ کہ ایسے محترم انسان کی ذات پر اردو پریس کے ایک حصہ کیطرف سے حملہ کیا گیا ہے گویا آپ ملکی غدار ہیں یا ہوسکتے ہیں۔ اور ہم نہایت درجہ متاسف ہیں۔ کہ ان حملوں کی بنا ان بیانات پر رکھی گئی ہے جو بمبئی کرانیکل میں شائع ہوئے ہیں۔ راقم ہذا ہندوستانی پبلک کو اپنے ذاتی علم کی بناپر

یہ یقین دلاتا ہے کہ ہز امپیریل مجسٹی خلیفہ عبد المجید خاں کا اسم گرامی ہر جمعہ کو لندن مسلم ہاؤس میں خطبے کے اندر لیا جاتا ہے۔ اور ووکنگ میں تو عید کے موقع پر بھی خطبہ میں ان کا نام لیا گیا۔ ایک بات کا ہمیں یقین ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ خواجہ صاحب نے ایک خاص موقع پر کیا۔ وہ خالص مذہبی وجوہات کی بناء پر کیا۔ اور اسلئے اس کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھنا چاہیے"+

ووکنگ مشن اور اس کا کام "بمبئی کرانیکل" کے ایڈیٹر کا اس نوٹ کی اشاعت کو ضروری سمجھنا اگرچہ ہمارے لئے چنداں تعجب کا باعث نہیں۔ تاہم اس سے ایک موقع پیدا ہو گیا ہے کہ ہم اپنی پوزیشن جو مسلم مشن انگلستان اور اسلامک ریویو سے تعلق رکھتی ہے بالکل صاف کر دیں +

ووکنگ مسلم مشن کی بنا ۱۹۱۳ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے محض اس غرض سے رکھی تھی۔ کہ اس سے خدمت دین بجا لائیں (کوئی دوسری غرض اسکی تہ میں پوشیدہ نہ تھی) اور کہ مغرب میں اسلام کی روشنی کو پھیلائیں۔ جہاں اس وقت اسلامی اصولوں اور تعلیم کے متعلق نہایت خطرناک غلط فہمیاں موجود تھیں اور بڑے درجہ کی جہالت پھیلی ہوئی تھی +

جو کچھ ترقی اس قلیل عرصہ میں کی۔ اور جو خدمات اس مشن نے سرانجام دی ہیں۔ ان کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں ایک بات کو ہم صفائی کے ساتھ کہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اس مشن کا کسی طرح بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر کوئی تعلق مالی لحاظ سے یا کسی اور رنگ میں انگریزی گورنمنٹ سے ساتھ نہیں اور نہ کبھی رہا ہے۔ یہ ہمیشہ تمام پولیٹیکل مفاد اور ہر قسم کے ملکی مسائل سے آزاد اور علیحدہ رہا ہے اور اب بھی علیحدہ ہے۔ اور اس نے اپنی کوششوں کو ان خالص مذہبی مقاصد کی تکمیل تک محدود رکھا ہوا ہے۔ جن کیلئے اسکی بنا رکھی گئی تھی +

لارڈ ہیڈلے کا حج اور سلطان نجد کی مہمانی بعض بداندیش لوگوں نے محض اس بات سے کہ خواجہ صاحب حال ہی میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی معیت میں خانہ کعبہ کے حج کیلئے مکہ معظمہ گئے اور وہاں شاہ حجاز کی مہمانی کو انہوں نے قبول کیا۔ یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے درحال ہاں انگریزی گورنمنٹ کیطرف سے ایک خفیہ جاسوس بن کر گئے تھے۔ اور کسی خفیہ مشن کا کام انکے سپرد تھا + ان خیالات اور افترا پردازیوں میں صداقت کا ایک شائبہ بھی نہیں۔ یہ خیال اگر شرارت پر مبنی نہ ہوتا تو محض ہنسی کے قابل تھا +

لارڈ ہیڈلے بالقابہ مکہ معظمہ میں محض ایک مخلص مسلمان کی حیثیت میں گئے - اور کوئی دوسری بات ان کے اس حج کی محرک نہ تھی - اسکی تائید میں (اگر اس کے لئے کسی تائید کی ضرورت ہو تو) ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں بھی حج کا خیال ان کے دل میں پورے جوش کے ساتھ موجزن تھا - ایک ایسے وقت میں جبکہ شاہ حسین اپنی موجودہ حیثیت میں نہ تھا - لارڈ ہیڈلے نے پی اینڈ او کمپنی کے جہاز "پرشیا" پر سفر حج کیلئے جگہ حاصل کر لی تھی لیکن اس وقت ناگاہ جنگ کے شروع ہو جانے سے اور اس خیال سے کہ ان کے بچے جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہے تھے ابھی بہت کم عمر تھے - اس ارادہ کو انہیں ملتوی کرنا پڑا +

خواجہ صاحب اور ان کے حاسد

خواجہ کمال الدین صاحب آجکل ہندوستان میں ہیں اور وہ اپنے ہندوستانی ہیڈ کوارٹرس اشاعت و حفاظت اسلام کی نئی پیش آمدہ ضروریات میں مشن کے قوئے کو صرف کر رہے ہیں - اور ان بیہودہ سرائیوں کی بھی مدافعت آپنے بڑے زور سے کی ہے لیکن یہ ہندوستان یا اس کے پڑھے لکھے اصحاب تک ہی محدود نہیں - کہ ایسے لغو توہمات قبولیت کا اثر رکھتے ہیں - بلکہ ہر جگہ کے نافہم لوگوں کا یہی حال ہے بالخصوص ان لوگوں کا جو جاہل تو نہیں مگر سوچ وبچار نہیں رکھتے - تو جس وقت کوئی [illegible] پھیلائی جاتی ہے [illegible] احمقانہ کیوں نہ ہو - یقیناً وہ ایک حد تک ان کے ایمانیات میں داخل ہو جاتی ہے - ہاں شرط یہ ہے کہ وہ کافی طور پر سنسنی خیز ہو - اور اس کے ذریعہ کسی پاک انسان یا جگہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی جائے + ہمیں یقین ہے کہ اس غلط بیانی کے ذریعہ ہمارے حاسدین نے اپنے طفلانہ [illegible] کا اظہار اس مضحکہ خیز [illegible] سے پورے طور پر دیا ہے اور ہم اپنے قارئین کرام سے معافی خواہ ہیں کہ ایک ایسی ناگوار بات کیلئے ہمیں صفحہ رسالہ وقف کرنی پڑی +

نیو یارک ٹائمز کا مذہبی اضطراب

نیو یارک ٹائمز [illegible] اپنی ۲۱ - اکتوبر ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں پورا ایک صفحہ دو کنگ مسلم مشن [illegible] ہے - اس مضمون کے دو تین عنوان ہیں پہلا عنوان ہے "دو کنگ میں ایک کام کرنے والا مشن" دوسرے عنوان میں بتایا ہے - کہ لندن کا مستند اسلامی آرگن عورتوں کی زیادتی کے سوال کو حل کرنے کیلئے تعدد ازدواج کی تجویز پیش کرتا ہے - [illegible] وغیرہ وغیرہ - اسلام [illegible] [illegible] مسیح کے نام نہاد پیرووں سے کبھی تعجب نہیں [illegible] ہم [illegible] سمجھتے ہیں - [illegible]

راقم مضمون مسٹر جی ڈبلیو ٹکم فرینڈز ہماری کوششوں سے اس درجہ مرعوب ہیں۔ کہ امریکہ کے ایک ممتاز پرچہ میں اسقدر طوالت کے ساتھ ہم پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک لارڈ ہیڈلے نے بہت بُرا کام کیا۔ کیونکہ کام جو انہوں نے کیا انہوں نے بتایا۔ کہ یہ نام نہاد منطقیانہ اور اعلیٰ درجہ کا تعریف عمل مسیحی جماعتوں میں جو ہمیشہ ووکنگ کی مسجد کو جہاں تعدد ازدواج کی تعلیم دیجاتی ہے ایک تمدنی خطرہ سمجھتے رہے ہیں۔ اضطراب کا موجب ہوا ہے مسٹر ٹکم فرینڈز انگلستان پر اسکی رواداری پالیسی کی وجہ سے آوازے کستے ہیں۔ اور نہایت فخر کے ساتھ ان غیر روادارانہ ایام کو یاد کرتے اور افسوس کے ساتھ اسباب کا اظہار کرتے ہیں کہ آج سے کچھ سال پہلے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے عہد حکومت میں انگلستان اور ہندوستان ہر دو میں اس خبر سے سنسنی پھیلگئی تھی کہ لنکا میں ایک بڑے انگریز افسر نے اسلام قبول کیا۔ اور دو بیویاں رکھ لی ہیں۔ جس پر اس شخص کو ملازمت سے برطرف کر کے گرفتار کر دیا گیا۔ مسٹر ٹکم فرینڈز کو اسبات کا کسقدر رنج ہے کہ وہ آجکل کے نسبتاً روشن زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ

"آہ! کاش میرے ایک ہاتھ میں سینٹ ڈامینک کی تلوار ہوتی اور دوسرے میں بائبل تاکہ میں ان تمام مسلمان ملحدین کو نیست ونابود کر دیتا۔"

اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے دل میں کیا کچھ ہے۔ سرت بہیں تک نہیں۔ نہایت ٹوٹے ہوئے دل اور اپنے مفروضہ نجات دہندہ پر ڈگمگاتے ہوئے ایمان کے ساتھ اپنے قارئین کو انہوں نے بتایا ہے کہ صرف لارڈ ہیڈلے ہی ایک انگریز نو مسلم نہیں۔ بلکہ انگریز مرد اور عورتیں اور ان کے خاندان آہستہ آہستہ پیغمبر (محمدؐ) کا دین قبول کرتے جا رہے ہیں۔ ...... اسلامک ریویو کے ہر نمبر میں بلا استثنےٰ اعلیٰ اور متوسط طبقہ کے انگریز مردوں اور عورتوں اور ان کے خاندانوں کے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے تصاویر ہوتی ہیں اب تک جو نام شائع ہوئے ہیں۔ ان میں دو امریکنوں کے نام ہیں۔ ایک تو نمیں سے پہلے پادری رہچکا ہے۔ اور ڈاکٹر آف ڈیونٹی کا ڈگری یافتہ ہے۔ اور دوسرا بظاہر فوٹو سے ایک امریکن حبشی دکھائی دیتا ہے جو اعلیٰ تربیت یافتہ اور علمی دماغ کا آدمی معلوم ہوتا ہے +

راقم مضمون کو شکایت ہے کہ اسلامک ریویو کے ہر ایک نمبر میں مسیحیت اور یہودیت پر معقولی بحث اور حملے ہوتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہی دو مذہب ہیں جن کو دیکھ کر محمد (صلعم) نے اسلام کا ڈھانچہ تیار کیا۔ یہ شخص اگر فی الحقیقت دل ہی ماننا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اسلام کا ڈھانچہ مسیحیت اور یہودیت

کو دیکھ کر بنایا تھا۔ تو کسقدر بیہودہ سرائی سے وہ کام لے سکتا اور لیتا ہے + لیکن وہ بھی غالباً اپنے مسیحی نقطۂ نظر کے لحاظ سے سچا ہے۔ لارڈ ہیڈلے بالقابہ سے وہ سوال کرتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک سائنٹیفک اور علمی دل و دماغ نے اس پرلے درجہ کی توہم پرستی اور بُت پرستی کو بھی جو مکہ میں پائی جاتی ہے کیونکر قبول کیا؟ غلامی۔ شہوت رانی اور ظلم و ستم جو اسلامی ممالک میں عورتوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ اس کا کیا بنایا؟

پھر لکھتا ہے۔ کہ کرنل ویول نے جو اس سے پہلا ملحد تھا جس نے مکہ کا حج کیا۔ خانہ کعبہ کے قرب و جوار ہی میں لونڈیوں کی ایک منڈی دیکھی تھی جہاں اس انسانی جاگیر کی عام نمائش ہوتی اور اسکی قیمت ڈالی جاتی ہے انسانوں کو چرایا جاتا اور بچپن کی حالت میں عہد نامہ کے ذریعہ سے انہیں خریدا جاتا ہے۔ اور غلاموں کے سوداگر یہ ذمہ اُٹھاتے ہیں۔ "کہ حکم ملنے پر جس قسم کی عورت کوئی چاہے مہیا کرینگے" +

غالباً اسلام کی یہ ہی فرضی تصویر ہے جس کے متعلق مسٹر ٹنکم فرینڈز کو یہ کہتے ہوئے بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ یہودیت اور عیسائیت جیسے دو بڑے مذاہب کے باقیات میں سے ہے +

کرنل ویول دراصل ایک اور مسٹر ٹنکم فرینڈز تھا۔ وہ ایک عیسائی تھا۔ اور شاید پولوس اس فن میں کہ خدا کا جلال قائم کرنے کیلئے کذب بیانی سے دریغ نہ کرنا چاہئے بہت ہی مشاق تھا۔ یہ دراصل ایک ہی فن ہے جس کو مسیحیوں نے اپنے کمال تک پہنچایا ہے +

اس ہوشیار اور ذکی الطبع نامہ نگار نے اپنے مضمون کو شاید اس خیال سے کہ عیسائیوں کے جذبۂ محبت کو اکسایا جائے ذیل کے الفاظ پر ختم کیا ہے:-

بظاہر اسلام اور مسیحیت کے مابین لاسین کے مقام پر ملکی تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ لیکن اسوقت مذہبی اور تمدنی تصادم انگلستان میں شروع ہو گیا ہے۔ ووکنگ کا حصہ جس کے اندر اسلامی مسجد ہے۔ اور جو یورپ اور امریکہ میں مسلم پروپاگنڈا پھیلانے کیلئے مرکز کا کام دے رہا ہے عام طور پر اس سے تعلق رکھتا ہے +

اسلامک ریویو کے قریباً ہر نمبر میں یہودیت اور عیسائیت کے مذہبی انسٹیٹیوشنز اور معتقدات پر گرما گرم بحث ہوتی ہے ہر نمبر میں اعلیٰ اور متوسط طبقہ کے ان انگریز مردوں اور عورتوں اور ان کے بچوں کی تصاویر شائع ہوتی ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ لارڈ ہیڈلے (بالقابہ) اب مستند حاجی ہو کر واپس آئے ہیں۔ تاکہ انکے نئے مذہب کی قدر و منزلت ان کے اہل وطن کی نظروں میں قائم ہو جائے۔ اور اب عام انگریز جزائر برطانیہ میں اس "مشرقی ماربلزم" کے خطرہ کو اسقدر اہمیت دینے لگے کہ اس پر بیٹھکر سوچ و بچار کرنے لگجائینگے +

کہ بہت سے ایسے آدمیوں نے جن کو پہلے مسیح کی تعلیم کے ساتھ کوئی لگاؤ نہ تھا۔ دیہات میں گرجاؤں کو قائم کیا ہے +

اسلام میں تعدد ازدواج

اسلام کو اسکے قوانین ازدواج اور شادی کے متعلق اس کے نقطۂ خیال کے لحاظ سے مغرب میں بالعموم غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے صنف لطیف کے درجہ کو گرایا اور تعدد ازدواج کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر کوئی بات بعید از صداقت نہیں ہو سکتی۔ یہ سمجھنا کہ تعدد ازدواج اسلام میں ایک لازمی چیز ہے۔ ایک خطرناک غلطی ہے جو ہرگز لائق عفو نہیں اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس کے عالمگیر مشن کیلئے ضروری ہے۔ کہ تمام زمانوں۔ تمام ممالک اور ہر قسم کی تہذیب کی ضروریات کو پورا کرے۔ اصولی اور بنیادی قوانین کے علاوہ شریعت اسلام یعنے قرآن کریم نے بعض ایسے دستور العمل وضع کئے ہیں جنہیں علاجی قوانین کہا جا سکتا ہے۔ انکی بد استعمالی سے روکا ہے۔ اور انکے استعمال کیلئے بعض شرائط اور حدبندیاں قائم کی ہیں

حضرت نبی کریم صلعم نے تعدد ازدواج کا رواج نہ صرف اپنی ہی قوم میں پایا۔ بلکہ عرب کے ملحقہ ممالک کے لوگوں میں بھی اس کا رواج تھا۔ کسی مذہب کسی طریق تمدن نے کبھی تعدد ازدواج کی تردید نہیں کی۔ حضرت موسیٰ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ مریم یعنے مسیح کی کنواری ماں کی بھی بعض روایات کے مطابق سوت موجود تھی۔ تعدد ازدواج کو مسیح یا اسکے حواریوں نے ممنوع قرار نہیں دیا۔ نہ ہی اس رواج میں کوئی کاٹ چھانٹ کی یا کوئی ضابطہ اس کے لئے بنایا تعدد ازدواج طریق خود عیسائیوں میں مسیح کے بعد صدیوں تک رائج رہا۔ مگر کہا جائیگا۔ کہ مسیح نے اپنے عمل سے اپنے شادی کے طریق کو بُرا قرار دیا۔ اور اگر یہ ممکن ہوتا۔ تو وہ اس طریق کو ہی سرے سے اُڑا دیتا۔ اور اپنے تمام پیرووں کو خدا کی بادشاہت کے لئے خوجے بنا دیتا۔ جیسا کہ اس نے متی ۱۹: ۱۲ میں اسی امر کا اظہار کیا ہے +

حضرت محمد صلعم فطرتِ انسانی کے متعلق وہ باریک بین نگاہ رکھتے ہوئے جو انہیں حاصل تھی ہرگز فطرت کی ایک بھی ضرورت کو نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ چہ جائیکہ شادی اور تعدد ازدواج جیسی اہم ضرورت کو اُڑا دیتے۔ اگر آپ نے تعدد ازدواج کو منع کیا ہوتا۔ تو اس کا نتیجہ انہی مصائب اور خلاقی

کمزوریوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا جو ایک ہی بیوی کے قانون پر عمل کرنے والے مغرب میں پیدا ہو چکی ہیں بلکہ یہ حالت ہمیشہ اس پر طاری رہی ہے +

اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے فرمایا۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا (النساء ۴: ۳) اگر تم ڈرتے ہو۔ کہ تم یتامیٰ کے متعلق انصاف نہ کر سکو گے۔ تو تم دو دو تین تین چار چار عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرو۔ اور اگر تم ڈرتے ہو۔ کہ تم عدل نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی سے کرو۔ یا ان سے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں۔ یہ اس سے زیادہ مناسب ہے۔ کہ تم سیدھے رستے سے پھر جاؤ +

قرآن کریم کی یہ ایک ہی آیت ہے۔ جس سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نکل سکتی ہے۔ اس آیت میں تو تعدد ازدواج کا حکم ہی ہے اور نہ ہی اس کے متعلق غیر مشروط اجازت دی ہے صرف بعض خاص حالات میں اس کی اجازت دیتی ہے۔ اور یہ اجازت بھی ایک نہایت سخت شرط کے ساتھ وابستہ ہے۔ کہ تمام بیویوں کے ساتھ یکساں طور پر عدل و انصاف کا سلوک کرنا ہو گا۔ ورنہ صرف ایک ہی عورت سے شادی ہو سکتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں +

اس شرط کی اہمیت کو بالخصوص لفظ عدل کے معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ دراصل تعدد ازدواج پر ایک قسم کی روک عائد کی گئی ہے + تعدد ازدواج کی تو صرف اجازت ہی ہے لیکن ایک شادی کا حکم ہے پھر قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اگر کوئی شخص اپنی بیویوں میں عدل قائم نہیں رکھتا۔ تو وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ ابتدائے عالم سے کوئی دوسرا مذہب دنیا میں ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے تعدد ازدواج کو بعض حالات میں گناہ قرار دیا ہو +

یہ آیہ کریمہ جس میں تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ اُحد کی خونریز جنگ کے بعد نازل ہوئی اس جنگ میں اسلامی آبادی کے بہت سے افراد جو صنف ذکور سے تعلق رکھتے تھے۔ شہید ہو گئے تھے اور اسلئے مردوں کی تعداد میں بھی بہت سی کمی واقع ہو گئی تھی۔ بہت سی نوجوان لڑکیاں یتیم ہو گئیں بہت سی عورتیں بیوائیں بن گئیں۔ اور ان سب کی حفاظت کرنا ایک ضروری امر تھا۔ یہ وہ صورت حالات ہے جس نے تعدد ازدواج کو ایک ضرورت کا رنگ دیدیا۔ کیونکہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔

یہی وہ حالت ہے۔ جس سے آج مغربی دُنیا گذر رہی ہے +

حضرت نبی کریم صلعم ایک نبی اور اخلاقی معلم ہونے کی حیثیت سے کسی ایسی بات کو جائز قرار دے سکتے تھے۔ جیسے یورپ میں "بے نکاحی بیاہ" موجود ہیں۔ موجودہ سوسائٹی زنا کو معافی یا چشم پوشی کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے لیکن حضرت محمد صلعم اسکو کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے اگر آپ تعدد ازدواج کی اجازت خاص قیود اور شرائط کے ماتحت نہ دی ہوتی۔ تو ایک نبی اور معلم اور اخلاقی مصلح ہونے کی حیثیت سے آپ اس عزت و احترام کے ہرگز مستحق نہ ہوتے۔ جو آج آپکے متعلق تمام غیر طرفدار اور غیر متعصب انسانوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے +

لیکن اس امر کو صاف اور واضح کرنے کیلئے کہ تعدد ازدواج کی اجازت صرف بعض سخت ترین محدود شرائط پر مبنی ہے۔ اور کہ قرآن کریم بدکار لوگوں کو اس سے کسی قسم کا ناجائز فائدہ اٹھانے نہیں دیتا کسی تفصیلی شرح کی حاجت قرآن کریم کو نہیں۔ وہ خود فرماتا ہے۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم۔ اور تمہیں طاقت ہی نہیں کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کر سکو۔ اگرچہ تمہیں اس کی خواہش بھی ہو (النساء ۴ : ۱۲۹)

اس آیہ کریمہ کو اگر اس آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے جس میں تعدد ازدواج کی مشروط اجازت دی گئی ہے۔ تو کسی قسم کا شک اس بارہ میں نہیں رہتا۔ کہ اسلام نے تعدد ازدواج کو کم کرنا چاہا ہے اور ایسا کرنے میں اس نے حسب معمول فطرت انسانی سے اپیل کی ہے۔ مغرب میں لوگ اسکو بدی سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں منافقت پرلے درجہ کی برائی ہے۔ مغرب کا ایک ہی شادی کرنے کا مروجہ رواج غیر مشروط یا غیر ذمہ دارانہ تعدد ازدواج کا محرک ہے۔ لندن کا ایک وقیع ہفتہ وار اخبار لکھتا ہے۔ کہ تمام لوگ فطرتاً ازدواج پر عامل ہیں۔ اور اعتقاداً یا شاید الزام کے خوف سے موجودہ قانون کے ماتحت جو اکٹھی دو عورتوں کے ساتھ شادی کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک شادی کے حامی ہیں +

یوم الآخر اور قرآن کریم اسلام کا خلاصہ توحید الٰہی اور یوم آخر پر ایمان ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ وہ جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے

ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ اور کوئی خوف اور حزن ان کو نہیں *

قرآن کریم میں اس کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔ یوم الآخر کا مجملاً قیامت کے دن کیلئے استعمال کیا گیا ہے یوم کے معنے دن کے ہیں یا زندگی کا کوئی وقت۔ خواہ وہ ایک لمحہ ہو۔ یا ابدالآباد تک کا زمانہ۔ اسطرح سے آنیوالی گھڑی اور قیامت کا دن دونوں اسمیں شامل ہیں۔ اگرچہ عام طور پر اس سے وہ آخرت ہی مراد لیجاتی ہے جو ہم سب کیلئے زندگی بعد الموت میں شروع ہو گی لیکن یوم الآخر کے صحیح کے تمام معنوں میں آئندہ کا لمحہ بھی داخل ہے۔ اس طرح سے قرآن کریم نے موجودہ مسلمانوں کو ایک عظیم الشان اور با موقع تنبیہ کی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجودہ کامیابی ان پیش بینی اور سوچ وبچار پر منحصر ہے۔ جس سے ہم اس زندگی میں کام لے سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو گذشتہ حالات پر فخر کرتے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے کوئی کوشش نہیں کرتے وہ تباہی کی طرف جارہے ہیں۔ ہماری گذشتہ عظمت بیشک ہمارے دونوں میں ایک نیا جوش پیدا کر سکتی ہے اور انہیں مسرور بنا سکتی ہے لیکن یہ امنگیں اور خواہشات اگرچہ قابل قدر ہیں لیکن اگر ہمیں اس ترقی کی طرف نہیں لیجاتیں جہاں ہم اس چیز کو پھر حاصل کریں۔ جو ہم سے کھوئی جاچکی ہے۔ تو وہ ایک مردہ خواہش کا رنگ رکھتی ہیں۔ اور کوئی فائدہ ان سے نہیں مسلمانوں کے دل ان کی گذشتہ عظمتوں سے خوب بھرے ہوئے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی دنیوی سلطنتوں کو یکے بعد دیگرے کھو دیا ہے اور اب ان کے ہر طرف سے بربادی چھارہی ہے۔ لیکن کبھی وہ اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ وہی عظمتیں جن پر انہیں اس قدر فخر و ناز ہے۔ ان کے آباؤ اجداد نے جن کا نام ہمیشہ کیلئے روشن ہے حاصل کی تھیں۔ اور اس لئے انہیں بھی ان کے حصول میں کوشاں ہونا چاہئیے *

دعوتِ عمل اسلام میں اعمال کے بغیر ایمان ایک بے حقیقت چیز ہے مسیحی حضرات باوجود اپنے خود تجویز کردہ عقائد کے باوجود ان ناکامیوں اور مایوسیوں کے جو میدان تبلیغ میں انہیں پیش آتی ہیں مسلمانوں کو مسیحی بنانے میں سخت ترین جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔ ڈاکٹر زویمر نے جسکو مسلمانوں میں مسیحیت کی تبلیغ کرنیوالوں کا سردار کہنا چاہئیے اعتراف کیا ہے۔ کہ ہنری مارٹن کے وقت سے سو سال ہو چکے اس سو سال کے عرصہ میں کئی ایک دردناک مصائب اور کشت وخون دنیا نے دیکھے اور اسی سو سال کے عرصہ میں دنیائے اسلام میں تبلیغ مسیحیت کا کام ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اسکے متعلق

ناکامی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس سو سال کے عرصہ میں ہم نے کچھ نہیں لیا" ایران میں پچاس سال تک تبلیغی جدوجہد کرنے کے بعد تین سو سے بھی کم مسلمانوں نے اسلام کو ترک کرکے عیسائیت کو قبول کیا" ڈاکٹر میک کیولم ٹرکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ہمارا تمام کام عملاً برباد ہو چکا ہے۔ بیرونی مشنوں کی سو سالہ جدوجہد کے بعد مسیحی ہونے والے مسلمانوں کیلئے تمام اس ٹرکی علاقہ میں ایک بھی گرجا موجود نہیں" شمالی افریقہ میں جس میں مصر۔ طرابلس۔ تیونس۔ الجیریا اور مراکش شامل ہیں۔ ان مسلمانوں کی جن کو مسیحی بنایا گیا مجموعی تعداد پانچسو سے بڑھ کر نہیں اسکے باوجود مسیحی مبلغین کے حوصلوں کو پست کرنے والے نہیں قطعی ناکامی کے باوجود ان کے دل مضبوط ہیں۔ کیونکہ ان کا ایمان خشک لفظوں پر نہیں۔ بلکہ عمل کو وہ ضروری سمجھتے ہیں مسلمان کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ تمام مسیحی دنیا اس وقت بیدار ہے اور کام میں مصروف لیکن مسلمان ابھی تک خواب غفلت میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ حق کو باطل سے علیحدہ کرکے رکھ دیں۔ اور صرف حق باتوں کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں قرآن کریم میں صرف ایمان کا ذکر کہیں نہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ ہی اس پاک کتاب کا اصل مقصد اور مدعا ہے جس کا اعادہ اس نے بار بار کیا ہے۔ ایک مسلم مومن یعنی سچا ایماندار نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ نیک اعمال نہ بجا لاتا ہو۔ ہمارا ایمان اسی صورت میں زندہ ایمان رہ سکتا ہے۔ کہ اعمال صالحہ اس کے ساتھ ہوں قرآن کریم نے ہمیں کسی قومی خدا کا پتہ نہیں دیا۔ بلکہ اس نے جس خدا کو منوایا ہے۔ وہ تمام اقوام کا رب ہے۔ اس کے نزدیک کسی خاص قوم کے ساتھ رعایت یا اس پر نظر عنایت کوئی چیز نہیں۔ بلکہ محض اعمال ہی اس کے ہاں وزن رکھتے ہیں اگر ہم قرآن سے منہ موڑ لیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی جس نے اسے نازل کیا ہے ہم سے بھی سلوک کریگا لیکن اس بیماری کا علاج تلاش کرنے کیلئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں قرآن کریم ہی نے اس کا نسخہ ہمارے لئے تجویز کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ ان احسنتم احسنتم لانفسکم و ان اساتم فلها...... عسیٰ ربکم ان یرحمکم و ان عدتم عدنا ...... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم و یبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لهم اجرا کبیرا ۔ اگر تم نیک کام کرو۔ تو وہ تمہارے اپنے نفسوں کیلئے ہوگا۔ اور اگر تم برائی کرو۔ تو وہ بھی انہی کیلئے ہے ...... قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے۔ تو ہم بھی تم سے پھر جائیں گے ...... یقیناً یہ قرآن انکو ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور مومنوں کو خوشخبری دے

جو نیک عمل کرتے ہیں۔ بیشک ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے +

دعوت اسلام

آج ہم اس شاندار تجربہ کے لحاظ سے جو ہمیں حاصل ہے ایک اور سال آگے بڑھ گئے ہیں۔ گذشتہ سالوں کے تجربات ہمیں آئندہ شاندار نتائج کی بہت بڑی امید دلاتے ہیں۔ اور ایک مطمئن دل کے ساتھ ہم آئندہ کیلئے جدوجہد کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے ہیں +

مغربی دنیا میں آجکل اپنی ہستی کے نہایت نازک وقت سے گذر رہی ہے مسیحیت اور اس کے عقائد آزمائش کی بھٹی میں ہیں۔ کلیسا کی ناکامی سے حیرت انگیز نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ انسان کی خلاف قانون خودغرضی اپنے انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اب اسکی دلی خواہش ہے۔ کہ خودغرضانہ معتقدات کی بجائے کوئی زیادہ معقول اور پسندیدہ ضابطہ زندگی ہو۔ ہر جگہ کانگریسیں اور کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ جو صداقت کیلئے انسان کی دلی تڑپ پر شاہد عادل ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے۔ کہ مغربی دنیا فطری مذہب یعنی اسلام کیلئے بیدار ہو رہی ہے۔ ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ اسلام کے رستہ میں ہماری خدمات کی خواہ وہ کیسی حقیر کیوں نہ ہوں سخت ضرورت ہے۔ اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی کوششوں کو ہم زیادہ مستحکم اور وسیع کریں۔ اس کام کی اہمیت جو ہمارے سامنے ہے ہمیں اس بات کے اعتراف پر مجبور کرتی ہے کہ اس مطالبہ کو ہم اکیلے پورا نہیں کر سکتے بالخصوص ایسی حالت میں کہ ہمارے پاس اس کے لئے کافی ذرائع موجود نہیں۔ اسلئے ہم تمام خادمان اسلام کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اس مقدس کام میں ہماری امداد کریں ؛

مغرب میں ان لوگوں کیلئے جنہیں اسلام کیطرف متوجہ کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں لٹریچر بہت فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ کیا ہم اسقدر کافی مقدار میں لٹریچر بہم پہنچا سکتے ہیں۔ جس کی ضرورت ہے؟ اس کا جواب ہمارے برادران اسلام ہی دے سکتے ہیں۔ بہت سی کتابیں اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہیں جو کافی سرمایہ نہ ہونے کے سبب سے چھپ نہیں سکتیں۔ یہ ان مسلمانوں کا کام ہے جو آنحضرت صلعم کی شاندار مثال کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے فرض کو ادا کریں۔ کوئی چیز ہمیں اپنے فرض کو ادا کرنے سے نہیں روک سکتی یہانتک کہ سرمایہ کا نہ ہونا بھی اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔ یہ ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ ہم حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم کے امتی بننے کے لائق ہوں۔ آپ کے نقش قدم پر ہم چلیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے سنہری اور دینوی خواہشات کو قربان کر دیں مسلمانو! غور کرو۔ تمہارا ایمان تم سے کیا چاہتا ہے۔ تمہارے مذہب نے تمہارے لئے کیا کیا ہے۔ کیا تم اپنے مذہب کے لئے کچھ نہ کرو گے؟

ریورنڈ ڈی لیسی اولیری کی تصنیف

"مریض یورپ کا دوبارہ اٹھ کھڑے ہونا ایک معجزہ ہے۔ مردہ ٹرکی میں نئی زندگی پیدا ہوگئی ہے، اس ایک امر نے اور عالم اسلام کی بیداری کے سبب عیسائی دنیا میں تہلکہ مچ گیا ہے۔ وہ اس معاملہ کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اور ان پوشیدہ وجوہات کو دریافت کرنے میں کوشاں ہیں جن سے یہ تبدیلی پیدا ہوئی۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام جو ایک عرصہ سے گہری نیند میں تھا۔ اب نئی طاقت اور نئے جذبات کو لے کر بیدار ہوا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دنیائے اسلام کی یہ بیداری یورپ پر کیا اثرات پیدا کرے گی۔ لاکھوں مسلمان جنہیں نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ وہ مغربی دنیا کی نگاہوں میں انجیل ارمیگڈن نبوہ کی طرح ہیں۔ یہ جنگ ابھی نہیں لڑا گیا۔ اور ان میں سے دور اندیش لوگ مغرب کو اس جنگ کیلئے تیار کرنے میں پوری سعی کر رہے ہیں۔ انجیل کی پیشگوئیوں کو جاننے والے سمجھتے ہیں کہ ابھی امن کا زمانہ بہت دور ہے۔ امن ضرور قائم ہوگا لیکن اس وقت تک نہیں جب تک کہ اسلام تباہ نہ ہو۔"

سوتھ ویل کا بشپ کہتا ہے۔ "کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک بڑی جنگ ہونیوالی ہے۔ دریائے فرات کو خشک کر کے ٹرکی کی حکومت کو تباہ کرنے کے بعد اسلام کو تہ و بالا کرنا انگلستان کا فرض ہوگا" شہزادہ امن کے پیرووں میں سے ایک اور صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ نہایت خوشی کا مقام ہوگا۔ اگر اس پیش آنیوالی جنگ لڑنے کیلئے اور فتح پانے کے لئے خداوند تعالیٰ ہمیں منتخب کرلے۔

ایک عیسائی نے جب یہ سمجھا کہ ہمیں مکمل فتح ہوگئی۔ تو اسی وقت اسلام اور عیسائیت کے مقابلہ کی اہمیت نہایت خوفناک صورت میں اس پر آشکارا ہوئی۔ کیمن بیری پوچھتے ہیں وہ کونسے بداثرات ہیں جن کے سبب چار سال کے بعد فتح اور کامیابی کے خیالات زائل ہوگئے۔ اس کا جواب نئے عہدنامہ میں ملتا ہے "جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں۔ وہ اسی سے تباہ ہوتے ہیں" ڈاکٹر لیری نے خطرات کا اظہار کیا۔ لیکن ان کا کوئی علاج نہیں بتایا۔ دنیائے اسلام

کی موجودہ حالت کو اور اس کے اسباب کو ڈاکٹر موصوف نے نہایت محنت سے بیان کیا ہے۔ اور بعض امور پر بحث کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے لیکن اس معاملہ میں ہم انہیں غیر جانبدار نہیں کہہ سکتے وہ ایک عیسائی کے نکتہ نگاہ سے واقعات کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں لیکن بعض وقت اپنی رائے کی اہمیت کے اظہار میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثلاً اہل یورپ سے مسلمانوں کے اختلاف کو اس وجہ پر محمول کرتے ہیں۔ کہ یورپ میں مرد عورت کے درمیان مساوات قائم کرنے کا خیال دائر و سائر ہے۔ اور اسلام اس کا قائل نہیں۔ اور دوسرا امر یہ ہے کہ جمہوریت مسلم اور غیر مسلم میں مساوات قائم کرتا ہے۔ یہ ایک مغربی خیال ہے جو مذہب کو کمزور کرنیوالا ہے۔ وہ پہلے ہی یہ بیان کر دیتے ہیں کہ ایک مسلم کے نزدیک مذہب ایک ایسے فرقہ کا نام ہے جس کے ممبر اَور تمام لوگوں کو بیگانہ سمجھنے لگتے ہیں۔ مصنف نے اس امر کے ثبوت میں بہت کوشش کی ہے کہ اسلامی تہذیب فارس۔ یونان اور رُوم کی تہذیب و تمدن پر مبنی ہے۔ اور نبی کریم صلعم کی بعثت کی غرض محض عرب قوم کی اصلاح تھی۔ آپ کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ وہ توحید پر قائم ہو کر آخرت پر ایمان لائیں۔ اور ایک سلسلۂ اخوت میں منسلک ہو جائیں۔

ڈاکٹر لیری کی رائے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم عرب قوم کو یہ فوائد پہنچانے کیلئے نازل ہوئے لیکن عرب ان باتوں کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ اسلئے نبی کریم صلعم نے جو یقین رکھتے تھے کہ عرب قوم کی اخوت قائم کرنا خدا کا مقصد ہے۔ ان سے جنگ کی۔ اور ان سے جبراً اخوت کے اصول کو منوایا اور انہیں توحید پر قائم کیا۔ یہ ایک دیرینہ حکایت ہے جس کی تردید خود مصنف نے ذیل کے الفاظ میں کی ہے۔ یہ ایک نہایت بیہودہ اور غلط کہانی ہے جیسے مؤرخ بیان کرتے آئے ہیں کہ متعصب مسلمان مفتوح اقوام کو شمشیر کے ذریعہ اسلام میں داخل کرتے رہے ہیں۔ کیا نبی کریم صلعم ایک مسلم نہ تھے۔

اس کے بعد ڈاکٹر لیری ہمیں یہ بتاتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم کے اور خلفائے راشدین کا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ عربوں کے علاوہ دیگر اقوام میں بھی اسلام کی اشاعت کیجائے لیکن یہ بات صحیح نہیں شروع ہی سے نبی کریم صلعم کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ آپ رحمۃ للعالمین ہو کر نازل ہوئے ہیں آپنے خود شام۔ فارس مصر اور حبش کے بادشاہوں کو خط لکھے جنمیں اسلام میں شامل ہونے کی

دعوت دی گئی۔ یقیناً ہرکولیز گورنر شام۔ فارس کا حکمران خسرو پرویز۔ اور مقوقس شاہ مصر عرب قوم سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ ڈاکٹر لیری کو ضرور اس خط کا علم ہو گا جو مقوقس کو تحریر کیا گیا تھا۔ اور جس کا اصلی نسخہ ۱۸۵۰ء میں ایک فرانسیسی سیاح کو مصر میں ملا۔ یہ خط اب قسطنطنیہ میں سلطنت ٹرکی کی حفاظت میں ہے۔ ڈاکٹر لیری ایک طویل بحث میں تاریخی واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ خلافت عثمانیہ پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کے مختلف فرقے سلطان ٹرکی کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے لئے یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے کہ سلطان ٹرکی خلافت کا حقدار ہے یا نہیں۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کروڑوں مسلمان سلطان کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اور تاریخی امور اس عقیدہ میں کوئی کمی بیشی پیدا نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر لیری نے کلیسیا کا رکن ہونے کی حیثیت سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس مضمون میں یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اسلام اتحاد اور اخوت قائم کرنے کی بجائے ایک قومی جذبہ کے ماتحت نفاق کا موجب ہو گیا ہے۔ زمانہ ہی بتا سکتا ہے۔ کہ ان کا یہ خیال کہاں تک ٹھیک ہے۔ اہل اسلام کے عالمگیر اتفاق پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اور مصنف نے آخری دو باب اسی موضوع پر صرف کئے ہیں۔ مغرب کے خلاف مسلم خیالات کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف تحریر کرتے ہیں کہ ووکنگ مسلم مشن کی یہ کوشش ہے۔ کہ غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کی جائے۔ اور اسلام کو ایک معقول رنگ میں مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ انگلستان کے عوام الناس میں اسلام کے متعلق حسن ظنی پھیلانا اس مشن کا دوسرا مقصد ہے +

یہ تصنیف بہت سے دلچسپ امور سے مملو ہے۔ اور قارئین اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اگر وہ اس امر کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ اسمیں معاملہ پر یکطرفہ خیالات کا اظہار ہے۔ تاہم یہ فلسفے سے خالی نہیں +

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ از راہ مہربانی توسیع سالہ اشاعت اسلام کے لئے سعی فرما کر جدید خریداروں کے نام رسالہ جاری کرائیں + **مینجر**

تعصّب

(از قلم مسٹر روڈولف پکھتال)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ ترجمہ۔ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی
اور صابی انیں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے
رہے۔ ان کو ان (کے کئے) کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا)
(خوف طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

تعصّب ایک ایسا مضمون ہے جسکے کسی پہلو پر بحث کرنے میں مختلف آرا کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ تعصب اور رواداری دو متضاد باتیں ہیں۔ اس روشن خیالی کے زمانہ میں رواداری کے مفہوم کو بھی سب مسلمہ طور سے مانتے ہیں۔ میں اس مضمون کے چند پہلوؤں کو لونگا۔ جن کی اہمیت کو پورے طور سے محسوس نہیں کیا جاتا۔ رواداری سے عام گفتگو میں یہ مراد لیجاتی ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کی خصوصیات کا پاس رکھیں جن کا اظہار طرز زندگی اور افراد کے خیالات سے ہوتا ہے ہمیں ایسی روش اختیار کرنی چاہئیے۔ کہ ہماری روزانہ زندگی کے تعلقات میں کوئی کشید گی پیدا نہ ہو حقیقت تو یہ ہے کہ رواداری کے بغیر زندگی دشوار ہے۔ رواداری کی خوبیوں پر شک کرنا ایسا ہی مضحکہ انگیز ہوگا۔ جیسے سورج کے فوائد سے انکار کرنا یا بارش کے مفید ہونے پر بحث کرنا۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ ہم وسعت قلب یا رواداری اور خاص کر مذہبی رواداری کے زمانے میں رہتے ہیں۔ یہی ہماری زندگی کے حقیر سے حقیر معاملات میں ایسی اہمیت رکھتی ہے کہ زندگی کے اہم امور میں بھی اس کا دخل ہونے لگ گیا ہے۔ اور یہی شاید ہماری غلطی ہے جیسا میں نے پہلے کہا ہے کہ ہم مذہبی رواداری کے زمانہ میں رہتے ہیں بحیثیت قوم ہم اس وجہ سے بہت مسرت حاصل کرتے ہیں ہم نہایت تکبر سے عیسائیت کے تین سو چھیالیس

فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم یک گونہ اطمینان قلب سے اس تاریک زمانہ پر نگاہ ڈالتے ہیں جو مذہبی جوش اور عملی جد و جہد کا زمانہ تھا۔ جسے ہم اپنی دانشمندی کے سبب تعصب یا تنگی اور ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ مقدس انکویزیشن کا زمانہ سمتھ فیلڈ کی آگ کے شعلے جب انسان ایکدوسرے کو خداوند تعالیٰ کی بزرگی کی خاطر آگ میں جلاتے تھے۔ اور سختی سے انہیں عذاب کرتے تھے۔ ہم ان واقعات پر نظر ڈالکر فریسیوں کی طرح چلا اٹھتے ہیں۔ کہ اے خدا ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں جیسے نہیں جو پہلے ہو چکے ہیں۔ کیا ہمارا یہ فعل فریسیوں سے بڑھکر کوئی وقعت رکھتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم ایکدوسرے کو آگ میں نہیں جلاتے کیا خداوند تعالیٰ کی بزرگی کے مقابل ہماری نظروں میں انسان کی وقعت زیادہ ہوگئی ہے

وسعت قلب اور رواداری کیا شے ہے۔ آجکل ان دونوں الفاظ سے ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ اور وہ ان میں ایک ہی ہوسکتا ہے۔ کہ اس سے یا تو بے پرواہی مراد ہے یا رواداری ہمدردی کے مترادف ہے۔ اس کے پہلے معانی کا اظہار ہماری روزانہ زندگی کے عام امور میں ہوتا جنمیں اس لفظ کے دوسرے معانی کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اپنے ہمسایہ کے ساتھ امن سے زندگی بسر کریں۔ یہ خواہش اسلئے ہے کہ ہم بیحد کاہل یا خودغرض یا چالاک واقع ہوئے ہیں۔ کہ ہمیں اور لوگوں کے امور سے کوئی سروکار نہیں دوسری طرف رواداری سے یہ مراد بھی لیجاسکتی ہے۔ کہ ہم احسان کے تقاضے سے مجبور ہوکر یہ امر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہماری طرح اور لوگ بھی اپنے اپنے عقائد کو سچے دل سے مانتے ہیں اور انہیں بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے پر قائم رہیں۔ میرے خیال میں رواداری اور وسعت قلب سے ہماری یہی مراد ہوتی ہے لیکن کیا حقیقت یہی ہے کیا موجودہ زمانہ کی رواداری جس پر اسقدر تفاخر کرتے ہیں واقعی ایسے بلند خیالات پر مبنی ہے۔ یا کیا ہم ایک ایسی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے ہیں جو ہمیں ایک ایسی حالت پر پہنچا دیگی جسمیں تعصب ایک خوبی اور تمام نیکیوں کی بنیاد تصور کیا جائیگا۔ ہم ایک نہایت معقول قوم ہیں لیکن آخرت کے معاملات میں ہماری مہذب دنیا کا کیا رویہ ہے نیکی اور بدی میں کون فرق کرسکتا ہے۔ اپنے ہمسایہ کے عقائد اور اسکی زندگی میں ہرگز مداخلت نہ کرو۔ اور وہ تمہارے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کریگا۔

عقائد اور اصول کا اب یہ معیار رہ گیا ہے۔ ہر انسان کو اپنے مفاد کا علم ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ کن امور میں اس کی روحانی بہبودی ہے۔ اسے خود کشی کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اگر اسے اپنا گلا کاٹنے کا حق نہیں۔ تو پھر وہ کس کا گلا کاٹے۔ ہم کون ہوتے ہیں اس میں مداخلت کریں۔ آپ ایک شخص کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچائیں۔ اگر اس میں کچھ معقولیت ہوگی۔ تو وہ بھی آپ کے جذبات کا احترام کریگا۔ اس کے علاوہ رسم ایک مقدس چیز ہے کیونکہ زمانہ نے اس پر تقدیس کی مہر لگادی ہے۔ اگر آپ کسی رسم کو مذموم خیال کرتے تو پرواہ نہ کیجئے۔ کیونکہ اسے تہ زیالا کرنا عوام میں ایک تہلکہ مچادیگا۔ اور اس سے آپ کی بدنامی کا بھی خطرہ ہے۔ فرض کر لیجئے کہ جونز انگلیکلن فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تھامسن ایک کویکر ہے۔ سمتھ بُدھ مذہب کا پیرو ہے۔ براون ایک کرسچن سائنٹسٹ ہے۔ اور ڈی مانٹموا نسی دہریہ ہے۔ یہ سب نہایت معزز نیک اور دیانتدار لوگ ہیں۔ اور ہر ایک کو حق ہے کہ وہ اپنی رائے پر قائم رہے۔ جیسا کہ مجھے اپنی ذاتی رائے رکھنے کا حق ہے۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سب بے تکلف دوست ہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک کسی دوسرے کو نہایت متانت سے یہ بتائے کہ وہ ایک بالکل غلط راہ پر چل رہا ہے اور ضلالت میں پڑا ہوا ہے تو اسے پرلے درجہ کا بدتہذیب اور بداخلاق سمجھا جائیگا۔ غور کرنے پر یہ ایک نرالی حالت معلوم ہوتی ہے۔ ایک موٹر یا ریل گاڑی چلانیوالے کو پیش آنیوالے خطرہ سے آگاہ کر دینا اور اُسے یہ بتا دینا کہ آگے پُل ٹوٹ پڑا ہے۔ ایک شخص جو اپنے تئیں مانچسٹر جانیوالی گاڑی میں سمجھ رہا اسے مطلع کر دینا۔ کہ وہ گاڑی در اصل کسی اور مقام کو جانیوالی ہے۔ یہ تمام امور بجائے خود اخلاقی فرض تصور کئے جاتے ہیں لیکن کسی شخص کو یہ کہنا کہ وہ سیدھا جہنم کے راستہ پر جا رہا ہے۔ اور دوسرے کو مطلع کرنا کہ وہ ابدی جنت کی راہ سے منحرف ہو گیا ہے۔ اور کسی اور کو یہ بتانا کہ نیکیوں کی جزا حاصل کرنے کیلئے وہ غلط طریق پر چل رہا ہے۔ گو یہ باتیں ویسی ہی اہمیت رکھتی ہیں لیکن ان کا ذکر کرنا بدتہذیبی اور بداخلاقی میں شمار ہوتا ہے۔ میں مجھے ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کئی سال ہوئے البرٹ ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ ایسے رُوحانی مظاہروں پر امریکہ کا پروٹسٹنٹ فرقہ بہت ناز کرتا ہے۔ اور انہیں رُوحانی صفائی کا ذریعہ تصور کرتا ہے۔ دوران جلسہ میں مجھ سے ایک اجنبی شخص نے

پوچھا کہ کیا آپ بھی مسیحیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے برطانیہ والوں کی مخصوص بے اعتنائی سے جواب دیا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اور آپ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ہمارا رویہ ہے۔ میں اپنے جواب کی نسبت کوئی عذر خواہی نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ اگر آج بھی ایسا موقع آجائے تو میرا یہی جواب ہوگا۔ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ یہ جواب صحیح تھا۔ اپنے نکتہ نگاہ کے مطابق اس اجنبی شخص کا یہ سوال بالکل بجا تھا۔ جسے میں نے ایک بدتہذیبی کا فعل سمجھا لیکن آپ کو اس امر سے پریشاں خاطر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عام طور پر نہ تو اس قسم کے سوال ہوتے ہیں۔ اور نہ ان کا جواب دیا جاتا ہے میں مانتا ہوں اور ہر شخص کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ اگر ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی رُوحانی حالت کے متعلق جستجو شروع کردے تو زندگی دشوار ہو جائیگی۔ اور چند حالات کو مستثنےٰ کرکے یہ حرکت بدتہذیبی کا رنگ اختیار کرلیگی +

لیکن ایسے دوستوں کے درمیان جن پر ایکدوسرے کے راز پوشیدہ نہیں اور وہ نہایت آزادی سے ایکدوسرے کے سامنے اپنے دنیاوی معاملات پر گفتگو کرتے ہیں روح کی نجات کے مضمون کو معرض بحث میں لانا ممنوع خیال کیا جاتا ہے ہمیں اپنے تئیں اور اپنے دوستوں کو ایسے امور سے پریشاں نہیں کرنا چاہئے جن کے متعلق ہم خود یہ سمجھتے ہیں۔ یہ ان کا ہم سے کوئی قریبی تعلق نہیں۔ عیسائی مشنری تحریک میں یہی ایک سدِ راہ ہے۔ ایک متوسط درجہ کا مشنری نیک اور دیانتدار ہونے کے باوجود اخلاق کو نظرانداز کردیتا ہے یہ سٹیج پر چڑھ کر وہ اپنے تئیں محفوظ پاتا ہے۔ اور وہاں سے فصاحت و بلاغت کی ایک بوچھاڑ کرتا ہے۔ اس کا مقصد ارواح کی نجات نہیں ہوتی بلکہ انہیں بیقرار بنانا ہوتا ہے اسلئے وہ جہنم کی آگ اور ابدی عذاب پر بہت زور دیتا ہے۔ اور نیکیوں کی جزا کا ذکر تک نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو صرف ہیرے جواہرات کے دروازوں اور سونے کے بازاروں تک ہی محدود رہتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ بعد کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ ابدی عذاب پر اگر ایمان ہوتا بھی ہے تو اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے لیکن ہیرے جواہرات کے دروازوں کا ذکر سوائے جواہریوں یا نقب زنوں کے اور کسی کیلئے تحریص کا موجب

نہیں ہوتا۔ اگر ہم صاف بیانی سے کام لیں تو موجودہ زمانہ میں رواداری زمانہ کی روش کو مذہبی رنگ میں قبول کر لینا ہے۔ اور ہر ایک کو یہ حق دینا ہے کہ وہ جو عقائد چاہے رکھے۔ اس طریق سے بہت سی تکالیف سے نجات ملجاتی ہے۔ لیکن دنیا کی نجات رواداری سے نہیں ہوگی۔ جیسے اس زمانہ میں ہم جانتے ہیں کہ انسان وسعت قلب سے خدا کے نزدیک نہیں پہنچ سکتا۔ جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ اسی راستہ پر چلے جائینگے۔ ہم بھی ایک بات پر مطمئن ہیں۔ کہ ہم ایکدوسرے کے ذمہ وار نہیں۔ اگر تمہیں اپنے بھائی سے محبت ہے جسے حقیقی معنوں میں تم اپنا بھائی سمجھتے ہو یا اس سے مذہبی اخوت کا رشتہ ہے جو ایک موہوم شے ہے۔ اور منافقت کا رنگ رکھتا ہے لیکن اگر تمہاری محبت سچی ہے تو تم اسکی برائیوں سے نفرت کروگے کیونکہ وہ اسے تباہی کی طرف لیجا رہی ہیں تمہیں اسکی گمراہی کا خوف ہوگا جس طرح ممکن ہو سکیگا تم اُسے بچانے کی کوشش کروگے۔ بشرطیکہ تمہیں اپنے بھائی سے سچی محبت ہو۔ اور جس خدا نے تم دونوں کو پیدا کیا ہے۔ اسکی عبادت صدق دل سے کرتے ہو۔ اسمیں تکالیف اور مشکلات ہیں لیکن نجات آرام و آسائش سے حاصل نہیں ہوتی۔ صدہا ایسے امور ہوتے ہیں جن میں اپنے حقوق کی حفاظت کرنے میں ہم اپنے دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔ اسلئے اپنے گرد و پیش کو چھوڑکر اور تعلقات پیدا کرنا ایک عبث فعل ہے۔ عملی طور پر جہاں ہمارے ذاتی مفاد اور خودداری معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔ بموقع پر ہم ایک موہوم شے کی خاطر جو اس دنیا میں ہم سے کوئی قریبی تعلق نہیں رکھتی اپنے دوستانہ تعلقات دعوتوں اور میل جول کے موقعوں کو قربان نہیں کرسکتے۔ مثال کے طور پر ہمارا ایک موٹروں کا کارخانہ ہے یا ہم نے ایک مرغیخانہ بنایا ہے یا ایک کپڑا دھونے کی مشین لگائی ہے۔ اور زید ہمارا ایک نہایت اچھا گاہک ہے لیکن وہ ایک لامذہب شخص ہے۔ اور اسکی اخلاقی حالت بھی خراب ہے۔ اگر ہم زید کے پاس جاکر نہایت موزوں الفاظ میں یہ کہیں کہ تمہاری روح سخت خطرہ میں ہے تو ہم اپنا گاہک گنوا رہے ہیں۔ کیا ہم یہ نقصان گوارا کر سکتے ہیں۔ فرض کر لیجئے کہ بکر

ہمارا ایک دوست ہے، جس کے پاس تین موٹر کاریں ہیں۔ وہ ایک عظیم الشان مکان میں رہتا ہے۔ اور بہت پُر تکلف دعوتیں دیتا ہے۔ بجز نہایت ہی مہربان اور شریف ہمسایہ ہے۔ اور عام دستور کے مطابق جس شخص سے اسکو یہ توقع ہوتی ہے۔ وہ اس سے نیکی کریگا۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے بظاہر وہ ایک اچھا عیسائی ہے اور اس کا طرزِ عمل موجودہ عیسائیت کے عین مطابق ہے لیکن وہ کیتھولک مذہب کا پیرو نہیں۔ اور ایک راسخ الاعتقاد کیتھولک عیسائی کے نکتۂ نگاہ سے زید ابدی جہنم کا مستحق ہے۔ اور وہ ایک ایسے عذاب میں ڈالا جائیگا جو ہمیشہ رہنے والا ہے ایک عیسائی اسی پر اکتفا نہیں کرتا وہ زید کی نجات کیلئے ہر ممکن کوشش کرنے کیلئے تیار ہے۔ خواہ وہ کیسی ناممکن اور غیر یقینی کیوں نہ ہو ہمیں بھی بحیثیت ایک کیتھولک اور اس کا ہمسایہ ہونے کے پوری سعی کرلی چاہئے۔ کیا ہم ایسی کوشش کرتے ہیں؟ اگر ہم کریں تو کس طریق سے۔ کیا ہم زید کے پاس جاکر جرأت سے یہ کہیں کہ ہم ہرگز آپکے اس طرزِ عمل کو نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کو ضرور آخرت کے متعلق کچھ سوچنا چاہئے۔ زید اگر ایک خوش طبع آدمی ہے تو وہ ہمیں کچھ دیوانگی کی طرف مائل سمجھے گا۔ اور اگر وہ اس مزاج کا نہیں تو ہمیں پاگل اور بدتہذیب خیال کرے گا بہرحال ہمیں اسکی دعوتوں اور موٹر کاروں کے فوائد کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہنا پڑیگا۔ اب آئندہ زید کی مہمان نوازی سے ہم مستفید نہیں ہوسکتے۔ ہماری بیویاں ایکدوسرے سے قطع تعلق کرلینگی۔ اور یہ بیحد تکلیف دہ امر ہوگا۔ کیا ہم اپنے اس فعل سے یہ نتائج برداشت کرنیکے لئے تیار ہیں۔ ہم اپنے دل میں خیال کرلیتے ہیں۔ کہ یہ معاملہ ایک بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے ہم بغیر کسی مزاحمت کے نیپکو اپنی راہ پر چلنے دیتے ہیں۔ کیونکہ اس معاملہ کا نہ ہم سے اور نہ اسکی ذات سے کوئی قریبی تعلق ہے۔ ہم ان امور پر سوچنے کی تکلیف گوارا کئے بغیر اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرسکتے ہیں مصیبت تو یہی ہے کہ ہم یہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ خدا اور آخرت کے متعلق جو امور ہیں ان کا ہم سے نہایت قریبی تعلق ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت ہمیں

یہ سوال درپیش ہو جائے جسے تمام عمر ہم ٹالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور اچانک موت کی گھڑی آجائے۔ اپنے گھر کی حفاظت میں بازار یا ریل گاڑی میں گھر میں آرام سے سوتے ہوئے یا سمندر اور خشکی پر سفر کرتے ہوئے صحت اور جوانی کی حالت میں بیماری یا بڑھاپے میں ہر وقت اور ہر گھڑی بغیر کسی آگاہی کے ایک انسان کی موت کا وقت آسکتا ہے لیکن ہم اس سے اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے نہایت اطمینان سے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک اخبار نویس نے جو دہریہ بھی تھا ایک موقع پر مجھ سے کہا "کہ میں تم لوگوں کی حالت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس ایمان کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ اگر میں بھی اسی طرح ایمان لے آؤں تو میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اور سب لوگ میری طرح ایمان نہ لے آئیں میں ہر جگہ اور ہر گاؤں میں ایک مشنری کی طرح کام کرونگا۔ وہ اخبار نویس ضرور ایسا ہی کرتا اور اپنے دوستوں کیلئے مصیبت کا باعث ہو جاتا۔ کیونکہ آجکل مذہب میں صداقت ایسی نادر شئے ہے کہ وہ ایک مصیبت معلوم ہونے لگتی ہے۔ رواداری او صداقت دونوں ایک جگہ نہیں سما سکتیں۔ ایک راسخ الاعتقاد عیسائی لازمی طور پر متعصب ہوگا۔ اگر ایک عیسائی واقعی کفارہ کے عقیدہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا یہ ایمان ہو کہ نجات کیلئے کیتھولک مذہب کو کلی طور پر قبول کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ہر ایک کو ابدی جہنم میں جلنا پڑیگا۔ ایسے شخص کو رواداری کی کیا حاجت ہے۔ اس عقیدہ کا اکثر مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اور اُسے قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے لیکن یہ مضحکہ انگیز نہیں کم از کم ہم میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ اسے مضحکہ انگیز قرار دے کیتھولک فرقہ کے خیال کی رُو سے یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اسے وہ کھلے طور پر سخت الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ اسلئے ان کے فرقہ کو رواداری کی کوئی سروکار نہیں۔ گو ہم ان کے خیالات سے موافقت نہیں رکھتے لیکن ہنسی کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ان کا طرز عمل نہایت دلیرانہ ہو۔ اور اپنے تئیں حق بجانب ثابت کرنا انکے ذمہ ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہو کہ یہ باتیں نہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور نہ جھٹلائی جاسکتی ہیں۔ اور بحث مباحثہ

سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ صدیوں سے کلیسیا باواز بلند یہ کہتا رہا ہے کہ جو ان عقائد پر ایمان نہیں لاتا وہ ابدی جہنم میں ڈالا جائیگا۔ یہ آواز کوئی معمولی تعصب کی بناء پر نہیں اٹھائی گئی۔ بلکہ اسے خدا کا کلام ظاہر کیا گیا ہے۔ ایسے مذہب میں رواداری کیسے ممکن ہو سکتی ہے اور ایک ایسا شخص جو دیانتداری سے اپنے مذہب کے عقائد کی پیروی میں دوسروں سے وہی سلوک روا رکھتا ہے جس کی اوروں سے اُسے خود توقع ہوتی ہے۔ اور ہمسایہ سے ویسی ہی محبت جیسی اسے اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ اسلئے جسقدر اسکی طاقت میں ہوتا ہے وہ یہی کوشش کرتا ہے۔ کہ اپنے ہمسایہ کو ہمیشہ کے عذاب سے نجات دلائے۔ اس مذہب کا پیرو ہو کر وہ کیسے الگ رہکر یہ برداشت کر سکتا ہے۔ کہ لاکھوں انسان ایمان نہ لانے کے سبب ابدی جہنم میں دھکیلے جائیں۔ اسے ضرور ان کی نجات میں کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے آقا کا یہی حکم ہے۔ اگر لوگ اپنی مرضی سے ایمان لے آئیں تو بہتر ورنہ اُنہیں مجبور کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اُسے حکم ہے۔ کہ لوگوں کو ہر جانب سے لاکر اپنے گلّہ میں شامل ہونے پر مجبور کرو۔ زمانۂ وسطیٰ کے تعصب کی بناء اسی ایک بات پر تھی۔ اور مقدس انکوزیشن کی رُوح رواں یہی عقیدہ تھا جو لوگوں کو آگ میں جلواتا تھا۔ اور ایذا رسانی کے مختلف آلات کی ایجاد کا موجب ہوا تاکہ دنیا میں ایذائیں پہنچا کر لوگوں کو ہمیشہ کے عذاب سے بچایا جائے۔ زمانۂ وسطیٰ کا یہ خیال ہم سمجھ سکتے ہیں۔ گو موجودہ زمانہ کی روشنی میں ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ جن خیالات نے یہودیوں اور پاپائے رُوم کے پیروؤں پر سختیاں عائد کیں وہ ضمیر کے تقاضوں کی روشنی میں بالکل بجا تھیں لیکن جب سیاسی ضروریات نے ابن الوقتی پر مجبور کیا تو مختلف خیالات پیدا ہوئے جن کی وجہ سے یہ تمام سختیاں دور ہو گئیں۔ یہ مسیحی رواداری کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ سیاسی ضروریات نے اس طرز عمل کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جو غلط خیالات پر مبنی تھا +

پہلا طرز عمل ایک خیال کا عملی اظہار تھا۔ اور دوسرا مذہب کی منافی کے مترادف ہے رواداری کے خیالات کی ترقی پھر مذہب کے تنزّل کا موجب ہوئی۔ کلیسیا اگر اپنے دعاوی میں ثابت قدم رہے تو وہ ہمیشہ برسرِ پیکار رہیگا۔ کیونکہ وہ بے التفاتی اور رواداری سے کُلی ناآشنا ہے۔ یہ ایک عجیب مذہب ہے۔ جو متضاد صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ ایک تو اس

مذہب کا یہ دعویٰ کہ وہ بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی کرنے کیلئے نازل ہوا اور ساتھ ہی وہ بنی نوع انسان سے جنگ کا اعلان بھی کرتا ہے۔ پس اگر ہم حقیقی معنوں میں مذہب کی پیروی کریں تو ہمیں لازماً متعصب ہونا پڑتا ہے۔ اور اگر ہم رواداری کا اظہار کریں تو اپنے مذہب کے حقائق سے کنارہ کشی کرنی پڑتی ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ایسا مذہب ہی ناقص ہے۔ انسانی ادراک تو یہی فیصلہ دیتا ہے۔ انسان کی فطرت ہر قسم کے تعصب اور جبر سے نفرت کرتی ہے کیا خدا تعالیٰ جو بڑی حکمت والا ہے اپنی مخلوق کو اسی مقصد کیلئے پیدا کیا کہ وہ اپنا تمام وقت اور طاقت ایک دوسرے کی برائی اور ایذارسانی میں صرف کریں۔ اور اسکی بزرگی کا اظہار اس طریق سے کریں کہ جبراً ایک دوسرے سے اپنے عقائد منوائیں۔ اور ہر ایک یہی سمجھے کہ اس کے مذہب کے انکار سے دوسرے لوگ ابدی جہنم میں ڈالے جائیں گے بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں ہی جھگڑوں سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ دلائل کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ کسی امر پر ہوں۔ جس قدر کوئی زیادہ تعلیمیافتہ ہوتا ہے یا اپنے تئیں ایسا تصور کرتا ہے وہ ایسے دلائل کو پسند کرتا ہے جو ماہرین کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ جو ہمیں کسی فیصلہ تک نہیں پہنچاتے۔ اس کیلئے یہی خوشی کا موجب ہے کہ ایسے دلائل سے کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ اکثر لوگ آجکل مذہب کو بعینہٖ یہی وقعت دیتے ہیں لیکن ایک حقیقی مذہب جو انسان اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ایک رشتہ قائم کرتا ہے اسے دلائل سے بالاتر ہونا چاہئے۔ جسکے متعلق صرف جاہل لوگ بحث کرنے کی جرات کرتے ہیں جیسے ایک شخص صدق دل سے قبول کر لینے پر بھی اس امر کو فراموش نہیں کرتا کہ اور لوگ جو مختلف مذاہب کے پیرو ہیں وہ بھی خدا کے راستہ پر گامزن ہیں۔ کیا کوئی ایسا مذہب ہے جسمیں رواداری کو صرف انسانی ہمدردی اور حسن سلوک کے مترادف سمجھا جائے۔ بلکہ دیگر مذاہب سے بھی اسے ہمدردی ہو۔ اور ان سے بھی احسان کا برتاؤ کرے۔ اسلام ہی اس سوال کا جواب دے سکتا ہے خداوند تعالیٰ نے اقوام عالم سے اپنے آپ کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ اور ایک خاص قوم پر اپنا اظہار کر کے باقی سب کو موردِ عذاب نہیں ٹھیرایا۔ اور انہیں اس خیال سے فراموش نہیں کر دیا۔ کہ وہ حسن اتفاق سے کوئی مژدہ جانفزا سن لینگے۔ یہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ظلمات میں تھے وہ نور سے فیضیاب ہوئے۔ اور یہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار ہوا۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہر ایک قوم میں نذیر اور رسول بھیجے گئے۔ حضرت موسیٰ، سقراط، مسیح
علیہم السلام انہی انبیاء میں سے تھے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں خاتم الانبیاء
ہیں۔ مختلف ممالک اور اقوام میں یہ رسول نازل ہوتے رہے لیکن یہ سب ایک ہی پیغام
لائے۔ اسلئے یہودی عیسائی بُدھ مذہب کے پیرو اور اہل اسلام ایک ہی مذہب سے
تعلق رکھتے ہیں جس کی بنیاد توحید اور بنی نوع انسان سے حسن سلوک پر ہے۔ ایک سچے مسلم
کو ایک یہودی عیسائی بُدھ اور زرتشت کے پیروؤں سے کوئی عناد نہیں۔ کیونکہ یہ تمام
رسول اسکے رسول بھی ہیں۔ اور بفضل خدا وہ وقت بھی آئیگا جبکہ ہمارے رسول کو ان
تمام مذاہب کے پیرو اپنا رسول تسلیم کرینگے۔ اسلام نے کسی خاص زمانہ کی ضروریات کو
مدنظر رکھکر اس امر کا فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ نہایت حکمت سے اس عقدہ کو حل کیا ہے۔ خداوند تعالےٰ
سے ڈرو اور اسکے احکام کی پابندی کرو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھو کہ اور لوگ بھی اسی
مقصد کو حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔ گو ان کا طریق عمل تم سے جدا ہے۔ پس انسان کا
یہی فرض ہے عملی طور پر آجکل مذہبی دنیا دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ دونوں گروہ
ہر طرح آراستہ اور مسلح ہیں۔ ایکطرف عیسائی دنیا ہے۔ اور دوسری جانب اسلام ہے۔ مسیحی کلیسیا
سوائے چند نیک اور مسیحی خصلت انسانوں کے دیگر مذاہب سے رواداری کا سلوک کرنے کیلئے
تیار نہیں۔ کوئی انسان دو آقاؤں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ جو کلیسیا کے ہمراہ نہیں وہ اس کا
مخالف ہے۔ مسلم اپنے مذہب پر نازاں ہے۔ اور اس کا ناز بجا ہے۔ کیونکہ صرف یہی ایک مذہب ہے
جو نہ صرف عقائد میں بلکہ عملی طور پر رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ ان الذین امنوا
والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من امن باللہ والیوم الآخر وعمل
صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔
رواداری کو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا ہے جبسے ان کی بنیاد اور مستحکم ہو گئی ہے۔ وہ ان لوگوں
سے بھی حسن سلوک کا برتاؤ کر سکتے ہیں جو غلط فہمی سے لیکن دیانتداری کے ساتھ انہیں اپنا
دشمن تصور کرتے ہیں۔ مخالفت میں وہ بغیر کسی کجی اور غلط بیانی کے واقعات کو [illegible]
ہیں۔ اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق رنگ دیکر بیان نہیں کرتے۔ رواداری کی [illegible]

ایسے فوائد حاصل ہیں۔ جن کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔ اس کے ہوتے ہوئے کیا مسلمان اس خلیج کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کرینگے جس نے ایک ہی خدا پر ایمان رکھنے والوں کے مابین حائل ہو کر ان کے دو مختلف کیمپ قائم کر دیئے ہیں۔ بلحاظ عقائد عیسائیوں کی طرف سے یہ پیشقدمی نہیں ہو سکتی۔ اسلام ہی خداوند تعالیٰ کی قائم کردہ رواداری کے ذریعہ ایک ایسے عظیم الشان مذہبی اتحاد کی بنیاد رکھ سکتا ہے جس کی دنیا نے آجتک توقع نہیں کی +

عورت

(کس طرح وہ غلامی اور ضلالت کی حالت سے آزاد ہوئی)

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب)

یونان اور روم کی تہذیب پر اعتراض کرنا عیسائی مصنفین کی عادت ہے۔ وہ کبھی ان کے روشن پہلو کو ظاہر نہیں کرتے کسی تہذیب کی خوبیوں کو کلی نظر انداز کر کے انہیں مورد الزام ٹھیرانا ایک آسان بات ہے نیکیوں سے اعراض کر کے بدیوں کے بیان میں فصاحت و بلاغت کے اظہار کا خوب موقع ملتا ہے۔ یونان اور روم نے بت پرستی کے زمانہ میں جو شاندار جرائم کئے ان کا تذکرہ ناول نویسوں واعظوں اور تاریخ دانوں کے لئے یکساں دلچسپی رکھتا ہے۔ اگر تاریک پہلو کو ہی اتنے غور سے دیکھا جاتا ہے تو لازماً اس حالت میں ہمیں غلط فیصلہ کی امید رکھنی چاہئے۔ سب سے بڑا الزام جو ان دو قدیم سلطنتوں پر لگایا جاتا ہے حصول کا اخلاقی تنزل ہے لیکن یہ حالت عالمگیر نہ تھی۔ اسی زمانہ میں جبکہ اخلاق کی حالت نہایت ابتر تھی۔ بہادری اور نیکی کی بہت سی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت عورت کو کمزور سمجھ کر اس کو سیاسی اور سوشل مرتبہ نہ دیا جاتا تھا جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا اصول رائج تھا اسلئے عورتیں مردوں کے ماتحت آگئیں بیشک غور کرو لیکن کوئی امر ایسا نہیں ملیگا جس کی بناء پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ ہاں بعض حالات میں ایک حد تک سوشل زندگی میں عورتوں کا انحصار مردوں پر ہوتا ہے لیکن یہ امر

ان کا محکوم ہونا ظاہر نہیں کرتا گو انحصار کی حالت میں محکوم ہو جانا ممکن ہے لیکن یہ لازمی نتیجہ نہیں
یہ عجیب بات ہے کہ مہذب اقوام میں عورتیں محکوم ہو جاتی ہیں۔ بہت سے ظاہر بیں لوگ جب ایسے
معاملات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کے حالات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں تو وہ غلط
نتائج نکال لیتے ہیں۔ اور ان اخلاقی حدود میں جو بالکل عیاں ہوتی ہیں تمیز نہیں کر سکتے
کیونکہ بعض باتوں کی عورتوں کو ممانعت ہوتی ہے۔ اور اسی ایک امر سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ کہ
مردوں کے مقابل پر عورتوں کے کوئی حقوق نہیں بعض باتیں عورتوں کیلئے اور بعض مردوں کے
لئے ممنوع ہوتی ہیں۔ عام طور پر عورتوں کی پوزیشن اور ان کے حقوق روز روشن کی طرح ظاہر ہوتے ہیں
انہیں ہر جگہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور بلا تاخیر ان پر عمل ہوتا ہے بعض اوقات عورتوں سے بدسلوکی
بھی ہوتی ہے۔ اور یہ ہر ایک قوم میں ہوتا رہا ہے کبھی انہیں حیوانی طاقت اور شدت کو بھی برداشت
کرنا پڑتا ہے۔ ہم ایک اوائل زمانہ کے وحشی کی مثال لیتے ہیں۔ وہ عورتوں کو مردوں سے علیحدہ
سمجھتا ہے لیکن انہیں کم درجہ تصور نہیں کرتا۔ بلکہ مدارج کا خیال تو بعد میں پیدا ہوا۔ ایسٹار کرنے
بجا کہا ہے۔ کہ ایک وحشی عورت سے محض اسلئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ عورت ہے۔ عام طور پر یہ
خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وحشی اقوام میں عورتوں کے کوئی حقوق اور رتبہ نہیں ہوتا۔ اس خیال
کو بے بنیاد ثابت کرنا آسان ہے۔ ہاٹنٹاٹس کے قبیلہ میں عورت خود مختار رہتی ہے شمالی امریکہ
کے ریڈ انڈین لوگوں میں بھی یہی دستور ہے۔ ان میں عورت کی مرضی کے خلاف مرد گھر کی
کوئی چیز نہیں دے سکتا۔ لونگ سٹون اس واقعہ کو حیرانی سے بیان کرتا ہے۔ جب ایک حبشی نے
اسکے ہمراہ سفر پر جانے سے اسلئے انکار کر دیا۔ کہ اسکی بیوی اجازت نہ دیتی تھی۔ لوٹکا قبیلہ کے
لوگ تمام اہم امور میں عورتوں سے مشورہ کرتے ہیں۔ نکاراگوا میں کوئی مرد عورتوں کی مارکٹ
میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مارکو لیساز کے لوگ عورتوں کو کشتی چلانے سے باز رکھتے ہیں لیکن
مردونکو بھی بعض زنانے بازاروں میں جانے کی اجازت نہیں۔ ہندوستان کی کھنڈ قوم میں
کوئی امر عورتوں کے مشورہ کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ پلیو جزائر کے لوگوں میں بھی یہی دستور
ہے نیچوانا قبیلہ میں کونسل میں کوئی امر طے نہیں ہو سکتا جب تک ان کے سردار کی والدہ
اجازت نہ دے۔ وحشی اقوام کے لوگ بہت سی ایسی ہستیوں کے قائل ہیں جو نظر سے پوشیدہ ہیں

عورتوں کے متعلق بھی ان میں بہت سی توہم پرستی موجود ہے۔ مسٹر ہارٹ لینڈ اپنی تصنیف میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اوائل زمانہ کے لوگ بچوں کی پیدائش قبیلہ کے جن بھوتوں کے ذریعہ سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر فریزر دنیا کی مختلف اقوام کی مثالیں بیان کرکے اس امر کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ایک کنواری کے پیٹ سے حضرت مسیح کی پیدائش کے عقیدہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قدیم زمانہ کی تہذیبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونان اور روم کے مقابلہ پر مصر کی عورتوں کو سوشل اور سیاسی معاملات میں زیادہ بلند رتبہ حاصل تھا۔ پروفیسر ولکنسن نے قدیم مصریوں کی رسومات اور طرز زندگی پر جو تصنیف کی ہے۔ اس میں بیان کیا ہے کہ مردوں کے مقابل عورتوں کی زیادہ عزت تھی۔ اس کا ثبوت ان کے اس قانون سے بھی ملتا ہے جس کی رو سے بادشاہ کے بعد اسکی بیوی اور بیٹی تخت کی وارث ہوتی تھی۔ بارہا اس کے سبب وارث کے لئے جھگڑے ہوئے لیکن عورتوں کے اس حق کو غصب نہیں کیا گیا۔ یہ عورتوں کے کسی خاص اثر کے سبب نہ تھا۔ بلکہ ان کا یہ ایک حق تھا۔ جسے قانون بھی تسلیم کرتا تھا۔ وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ جب تک عورتوں کی عزت نہ کی جائے اور جب تک سوسائٹی پر ان کا ایک خاص اثر نہ ہو تو عوام کی رائے پست ہو جائیگی۔ اور لوگوں کے اخلاق گر جائیں گے۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے وہ عورتوں کو اُن کے اہم فرائض سے مطلع کرتے جو قوم کی خاطر انہوں نے سرانجام دینے ہیں +

قدیم یُونان میں عورتوں کی حالت

یُونانی عورتوں کی نسبت کچھ بیان کرنے میں ہمیں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان کے متعلق جو معلومات ہمیں پہنچی ہیں وہ مردوں کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ عورتوں کے متعلق مردوں کی تحریرات غیر جانبدار نہیں ہوتیں۔ یا تو وہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ یا انہیں عورتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ عورتوں کے متعلق ان کا ذاتی تجربہ خوشگوار ہوتا ہے یا تلخ اور وہ جو کچھ لکھتے ہیں اسی تجربہ کے مطابق لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ نہ صرف مردوں نے لکھی ہے بلکہ مردوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ ظریف طبع شعرا نے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے ہمیں اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اس وقت عورتیں تو ڈراموں میں ایکٹ نہیں کرتیں اور نہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ انہیں شامل بھی ہوتی ہوں۔ اسلئے یونانی مصنفین نے عورتوں کو جسقدر بُرا بھلا کہا ہے۔

اسے چنداں اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ سائمونیڈیز نے جو قدیم زمانہ کا ایک شاعر ہے
عورتوں کی دس قسمیں بتائی ہیں۔ جس میں سے صرف ایک اچھی ہوتی ہے۔ ایک اور شخص سوسارین
کہتا ہے۔ اے لوگو عورت ایک بدی ہے لیکن اے میرے ہموطنوں بغیر اس بدی کے گھر بھی نہیں بن سکتا
شادی کرنا ایک بدی ہے اور نہ کرنا بھی بدی ہے۔ کسی اور ظریف طبع شاعر کا قول ہے کہ عورت ضروریات میں سے ہے۔
یوریپیڈیز عورتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ لکھتا ہے سمندر کی لہریں دریا کی طغیانی اور آگ کے
شعلے اور غربت سب ہولناک چیزیں ہیں! اور اسی طرح اور بہت سی اشیاء خطرناک ہیں لیکن عورت سے
بڑھ کر اور کوئی چیز خطرناک نہیں مصور اس کا صحیح خاکہ نہیں کھینچ سکتے۔ لیکن اگر کسی دیوتا نے اسے
پیدا کیا ہے تو سمجھ لو کہ وہ دیوتا بدیوں کا پھیلانیوالا ہے اور انسان کا دشمن ہے"۔ اسی قسم کے بہت سے حوالجات
بہم پہنچائے جا سکتے ہیں لیکن درحقیقت یہ ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں کرتے۔ ان کے خلاف اور
بہت سے ایسے اقوال ہیں جنمیں عورتوں کی بیحد مدح سرائی کی گئی ہے۔ ہومر کے زمانہ میں عورتیں بہت عاجز تھیں
اور یہ زمانہ کے تقاضے کے سبب تھا۔ طاقت اور قوت ہی اس زمانہ میں کچھ معنی رکھتی تھی۔ اور
صرف ایک طاقتور انسان ہی اپنا حق منوا سکتا تھا۔ ایک جنگجو بہادر ایک حسین لڑکی کو مال غنیمت سمجھ کر
لیجاتا ہے۔ اسے بھی اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا۔ اگر آج اس نے کسی کے گھر کو تاخت و تاراج
کیا ہے۔ تو کل اس کے گھر پر کوئی اور شبخون ماریگا۔ اور اس حسین لڑکی کو اپنا غلام بنا کر لیجائیگا۔ اور
اس شخص کو تہ تیغ کردیگا۔ عورتیں جنگجو نہ تھیں۔ اسلئے ان کی حفاظت کا انحصار مردوں پر تھا۔
بظاہر انکی حالت کا یہ نقشہ ہمارے سامنے ہے لیکن واقعات اس کے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ علم ادب
سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ عورتوں پر اس شدت سے حکومت کی گئی ہو۔ مادی طاقت کو ہمیشہ
حقیر سمجھا گیا ہے۔ محبت توقیر اور احترام ہی عورتوں کیلئے ہر زمانہ میں روا رکھا گیا ہے۔ عورتوں پر کوئی
الزام نہیں دیا جا سکتا۔ ٹرائے کی خوبصورت ہیلن جو یونانیوں اور ٹراجنیز کی تمام مصائب کا
باعث ہوئی بالکل بیقصور ہے۔ تمام الزام پیرس کے سر ہے جو اسے زبردستی اٹھا کر لیگیا۔ ہومر کی
نظموں میں بھی نقشہ ہے کہ زن و شوہر آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اور اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا لیتے ہیں۔
وہ یکدل اور یکجان ہو کر اپنے گھر میں حکمرانی کرتے ہیں۔ ان گھروں کی مثال الکینس اور اریٹے
کے ایوانوں لاہرٹے میں سکیٹرا اور آینڈومیکی کے گھرانوں سے ملتی ہے لیکن ان سب سے بڑھ کر پینیلوپ

کی وفاداری اور محبت ہے۔ جس کی خاطر وہ برسوں اپنے خاوند یولیسیس کا انتظار کرتی رہی جو مدت سے ایک بحری سفر پر گیا ہوا تھا۔ الیسٹس کی دلیرانہ محبت جس نے اپنی خاوند کو بچانے کیلئے اپنی جان قربان کر دی۔ انٹیگونی جس نے اپنے باپ کے لئے نیکی کا ثبوت بہم پہنچایا پولیکسینا کی شاندار موت۔ اسی طرح اور بہت سی عظیم الشان مثالیں ہیں۔ جن کے مقابل پر روم اور عیسائیت جدید تہذیب اور صنف نازک کیلئے احترام کے خیالات گوئے سبقت نہ لیجا سکے۔ عورتوں کی عفت و عصمت اور زن و شوہر کی باہمی وفاداری اور مکمل عورت میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ انکو جس خوبی سے ان مثالوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور کہیں ایسا نقشہ دکھائی نہیں دیتا۔ ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مرد و عورت کے درمیان مساوات کا رشتہ تھا اور ان کی عزت مردوں کے برابر ہوتی تھی۔ ہومر ہمیشہ تعلقات زناشوئی کو مسرت افزا اور خوشی انجام ظاہر کرتا ہے۔ اس زمانہ میں عورتوں کی عزت ہوتی تھی۔ اور انہیں کسی امر کی ممانعت نہ تھی۔ وہ شادی کی محفلوں اور مذہبی جلسوں میں بلا تمیز شامل ہوتی تھیں۔ اور قربانی کے موقعہ پر مردوں کے ساتھ شریک ہوتی تھیں۔ یا تنہا مزاروں میں جا کر چڑھاوے چڑھاتی تھیں۔ یونان کے تاریخی زمانہ میں سپارٹا کی عورتیں نہ صرف جسمانی صحت میں اچھی تھیں بلکہ سیاسی امور میں بھی بہت گہری دلچسپی سے حصہ لیا کرتی تھیں۔ قومی بہبودی کی خاطر وہ والدین کی محبت کو بھی قربان کر دیتی تھیں۔ ان میں اخلاقی جرأت تھی۔ زناکاری کا نام و نشان نہ تھا۔ عورتوں کی ذاتی جائداد تھی۔ ارسطو تحریر کرتا ہے۔ کہ سپارٹا کے رواج کے مطابق بہت سی زمین عورتوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں سے زیادہ تعلیم یافتہ تھیں۔ وہ انکو اس وجہ سے مورد الزام ٹھیراتا ہے کہ وہ اپنے خاوندوں پر حکومت کرتی ہیں وہ یہ سوال پیش کرتا ہے۔ کہ جب عورتیں بادشاہوں پر حکمرانی کرتی ہیں۔ تو در اصل انہی کی حکومت ہے، پروفیسر باسکودن کا قول ہے۔ کہ اس زمانہ میں عورتوں کو وہ آزادی حاصل تھی جو عیسائیت کے دور حکومت میں اسے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ جائداد اور زمین انکی ملکیت ہوا کرتی تھی اور ان کا حق سمجھا جاتا تھا۔ وہ تجارت کرتی تھیں۔ اور عدالتوں میں مقدمات دائر کرتی تھیں۔ جائداد میں عورتوں کے حقوق کی پوری نگہداشت کی جاتی تھی۔ تاکہ خاوند اس کا بیجا تصرف نہ کرسکے۔ جائداد میں جو حصہ عورت کا ہوتا۔ وہ اسی کے قبضہ میں رہتا۔ اور شادی کے

موقعہ پر جو رقم بطور مہر ادا کی جاتی تھی۔ وہ بھی اسی کی ملکیت تصور ہوتی تھی۔ اس رقم کو وہ اپنی مرضی کے مطابق وصیت کر سکتی تھی +

اِسلام کے رستہ میں بعض رُکاوٹیں

پروفیسر اے ایس واڈیا کی تازہ تصنیف دی میسیج آف محمد (محمد صلعم کا پیغام) میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور بنی نوع انسان کی طرف آپ کے پیغام کی عمدہ تصویر دوستی اور ہمدردی کے رنگ میں کھینچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر محض ہمدردی اور دوستی ہی پر انحصار ہوتا تو یہ نقشہ موجودہ تصویر سے جو پروفیسر واڈیا نے کھینچی ہے بالکل مختلف ہوتا۔ ہمدردانہ نقطۂ نگاہ سے دوسروں کا مطالعہ کرنے سے ہم انہیں پورے طور پر سمجھنے اور انکے اعمال کو جانچنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ نہ ہم انہیں اپنے اصلی رنگ و روپ میں دیکھ سکتے ہیں۔ خشک علمی صداقتوں کو سمجھنے کیلئے ہمیں محض ہمدردی کی نہیں بلکہ کسی اور چیز کی ضرورت ہے ہمیں ناقدانہ تحقیق و تفتیش سے کام لینا چاہئے۔ جہانتک اس کتاب کے اس باب کا تعلق ہے جسمیں آنحضرت صلعم کی زندگی کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دوسری ایسی تصنیفات سے جو غیر مسلموں نے لکھی ہیں ایک حد تک بڑھ کر ہے لیکن جہاں اسلام کے معتقدات اور اصولوں کا ذکر آتا ہے وہی نظر عمیق کا فقدان جو دوسری کتابوں میں پایا جاتا ہے اسمیں بھی موجود ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو ہم لائق مصنف سے بڑھ کر واضح نہیں کر سکتے۔ جسے اپنے دیباچہ میں خود اسبات کا اعتراف ہے کہ "اس کتاب کے آئندہ صفحات میں بیان کردہ واقعات کی ندرت یا عمیق مطالعہ اور تفتیش کا میں ہرگز دعویدار نہیں"۔ نفس الحقیقت عمیق مطالعہ ہی ایک چیز ہے۔ جو خیالات کی اس اصل رو کو سمجھنے کیلئے جو تعلیم اسلام میں مضمر ہے اشد ضروری اور لابدی ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے۔ اسی ایک ضروری شے سے یہ کتاب قطعاً عاری ہے + مثال کے طور پر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خدا کے متعلق مصنف نے جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ ناکافی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ایک کھلی آیت کو وہ بغیر جلد بازی سے اس کا ترجمہ کرتے اور اس سے فوراً ایک غلط نتیجہ

نکال لیتے ہیں یضل بہ من یشاء و یھدی بہ من یشاء۔ اس کا ترجمہ مصنف مذکور نے یوں کیا ہے :۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور پھر اپنی ایک عمارت اس پر کھڑی کر لی ہے۔ اس نے بتایا ہے۔ کہ اسلام کا خدا ایک خود سر اور جابر خدا ہے جو جس طرح اس کا جی چاہے اپنی مرضی پر دوسروں کو زبردستی چلاتا ہے۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات کا وہ مفہوم نہیں۔ جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ صحیح اور غلط امور کے متعلق۔ اس نے انسان کو آزاد اور مختار بنایا ہے۔ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ انا ھدینا السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔ ہم نے انسان کو رستہ دکھا دیا ہے پس چاہے تو وہ شکرگذار ہو۔ اور چاہے تو کفر کرے ایسا ہی فرمایا ہے۔ وما یضل بہ الا الفاسقین (۲ : ۲۶) و یضل اللہ الظالمین (۱۴ : ۲۷) یضل اللہ من ھو مسرف کذاب (۴۰ : ۳۴) یضل اللہ الکافرین (۴۰ : ۷۴) اس پاک کتاب کی وجہ سے وہ کسی کو گمراہ نہیں ٹھیراتا۔ مگر انہیں جو فاسق ہیں جو ناانصاف ہیں۔ جو مسرف ہیں اور جو کافر ہیں۔ پس ان کھلے حقائق کے باوجود ایک مستذکرہ بالا آیت کے اوپر تمام نتیجہ کا انحصار رکھنا اور دوسری اس قدر آیات کو نظرانداز کر دینا کہاں تک جائز اور صحیح ہے +

یہی بات بہت سے ان لوگوں کے رستہ میں جو اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک روک کا موجب ہو جاتی ہے۔ یہ صرف قرآن کریم کی بہت سی آیات کے صحیح ترجمہ کا سوال ہے۔ قرآن کریم نے خود اپنے مطالب کو سمجھنے کا اصل طریق اور گر بتایا ہے۔ جیسا کہ سورہ آل عمران میں آیت ۶ میں فرمایا ہے۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتب و اخر متشابھات۔ خدا وہ ذات پاک ہے جس نے تجھ پر (اے رسول) کتاب کو اتارا ہے۔ اسکی بعض آیات محکم ہیں جو اصول کتاب ہیں اور باقی متشابہات (یعنے ایکدوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ اور اسلئے مختلف مطالب کی حامل ہیں)" یہ ہمارے ہاتھ میں گویا ایک کنجی ہے جس سے ہم تمام ان مشکلات کو جو اس پاک کتاب کے مطالب کو سمجھنے کے لئے ہمارے رستہ میں حائل ہو سکتی ہیں حل کر سکتے ہیں۔ سے ہمیں بتا دیا۔ کہ متشابہ آیات کو ہمیشہ محکمات کی روشنی میں حل کر لیا کرو +

آؤ اسی قانون کو موجودہ مشکل میں استعمال کر کے دیکھیں۔ یہ اسلام کا اصل الاصول ہے جیسا کہ متذکرہ صدر آیات سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا سوائے ان کے جو اپنے آپ کو خود

گمراہی میں ڈالیں۔ ایسا ہی وہ اپنی ہدایت پر کسی کو جبراً نہیں چلاتا۔ جیسا کہ اس پاک کتاب کے شروع میں فرمایا ہے:- ذالک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ہدایت ہے متقیوں کیلئے یعنے ان لوگوں کیلئے جو سیدھے رستہ پر گامزن ہیں۔ قرآن کریم کی اس سب سے پہلی آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یضل بہ من یشاء و یھدی بہ من یشاء کے معنے صاف ہو جاتے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی ہمارے اپنے ہاتھوں کی کرتوت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ سے بعض خاص مقررہ قوانین کے عین مطابق ایسا ہوتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت اس عام فہم مثال سے ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو شخص آگ میں ہاتھ ڈالیگا۔ وہ جل جائیگا یہ میری اپنی مرضی ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ کو آگ میں ڈالوں یا نہ ڈالوں اور اگر میں آگ میں ہاتھ ڈالوں تو اس کا جل جانا۔ میرے اپنے عمل کا نتیجہ ہوگا۔ اور ایک طرح سے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نتیجہ اس کے غیر مبدل قانون سے کہ آگ لازماً جلائیگی پیدا ہوتا ہے۔ ایک مجرم اپنی مرضی اور اختیار سے اپنے کیفر کردار تک پہنچتا ہے۔ تاہم کہینگے ہم یہی۔ کہ قانون تمام مجرموں کو سزا دیتا ہے من یشاء کے الفاظ کا مطلب یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کو اس کا قانون اور شریعت ہدایت دیتی یا گمراہ کرتی ہے۔ کیونکہ اسکی مشیت سے مراد اس کا قانون ہے۔ نہ کہ اس کا خیال اور وہم تخیلات و توہمات جیسی کوئی شئے اسکے ہاں نہیں۔ قرآن کریم میں وہ ارشاد فرماتا ہے۔ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ اسکے قوانین مقرر اور لاتبدیل ہیں جیسا کہ ہم ہر روز تمام کائنات کے اندر دیکھتے ہیں۔ اسلئے آیت زیر بحث کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ جو شخص نیکی کریگا۔ اور ٹھیک رستہ پر چلیگا۔ یہ خدا کی مشیت اور اس کا قانون ہے۔ کہ اُسے سیدھے رستہ پر قائم رکھا جائے۔ اور جو شخص برائی کریگا۔ اور غلط رستہ پر چلیگا خدا کی یہ مشیت اور اس کا قانون ہے، کہ اسے غلطی پر رکھا جائے محض انہی معنوں میں ہدایت دینے یا گمراہ کرنے کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ ہماری ہدایت یا گمراہی کا سب سے پہلا اور اصل سبب ہمارا اپنا عمل ہوتا ہے۔ اس کا آخری سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ایک ایسے قانون کا بنانیوالا ہے۔ جو ایک خاص فعل اور عمل کو ایک خاص نتیجہ سے وابستہ کر دیتا ہے۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔ یہ خدا تعالیٰ کا لاتبدیل قانون ہے۔ اور جس قسم کے پھل کی ہمیں ضرورت ہے اسی قسم کا بیج ہمیں ڈالنا چاہئے فصل اسی قسم کی ہوگی جس قسم کا بیج ہے۔ دوسرے الفاظ میں بیج ہی سے فصل

ہمیں ملتی ہے۔ تاہم ہم کہتے یہی ہیں۔ کہ خدا نے فصل کو ہمارے لئے لگایا۔ کیونکہ تمام اشیاء کا ظہور اور تمام اعمال کا نتیجہ اسی کے بےشمار قوانین پر منحصر ہے۔ سوائے ان کے جن کے متعلق ہم نہیں بتا سکتے۔ کہ کونسی چیز کس چیز سے پیدا ہوتی ہے +

اسی طرح سے ایک اور غلط خیال بھی عام طور پر مشہور ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء پر حاوی ہے اسلئے جو کچھ واقع ہوتا ہے۔ وہ ضرور ہوتا ہے۔ اور اسلئے انسان کسی ہونیوالی بات کو ٹال نہیں سکتا۔ یہ ایک کھلی غلط بیانی ہے۔ کتاب پیسیج کا مصنف اپنی تمام ہمدردی اور دوستی کے باوجود اس غلطی کے ارتکاب سے بھی بچ نہیں سکا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ اسلام کا یہ خیال ہے۔ کہ کوئی پتہ اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر نہیں گرتا نہ زمین کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں کوئی ایک ذرہ اناج کا یا کوئی تر یا خشک چیز ایسی ہے جو ایک لوح محفوظ پر لکھی ہوئی نہیں"۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ میں محض ایک کھلونا بنایا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ انسان ہر چیز کیلئے جو اسکی ملکیت ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا محتاج ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک سچی بات ہے کہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اسے کامل آزادی عنایت فرمائی ہے۔ اس کا علم انسان کو مجبور کرنیوالا نہیں۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ علم ہمیشہ ایک امر کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ سبب۔ ایک قاتل کو پھانسی دیا جاتا ہے۔ اور جس وقت اسے پھانسی دیا جاتا ہے اسی وقت اس واقعہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اب ہمارا یہ علم کسی طرح بھی اسکی اس سزا کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ دراصل اس کا نتیجہ ہے۔ نہ کہ سبب۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کے علم کا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہمارا صرف گذشتہ واقعات تک محدود ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم زمانہ کی قید سے آزاد ہے۔ ماضی حال مستقبل اس کے لئے ایک جیسے ہیں۔ وہ آئندہ واقعات کو بھی جانتا ہے۔ اور گذشتہ کو بھی۔ پس حقیقت الامر یہی ہے کہ علم کسی واقعہ کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ سبب +

پس اس لحاظ سے انسان ایک ذمہ وار ہستی ہے۔ اور ایک کٹھ پتلی نہیں۔ انہی معنوں میں سپرٹ آف اسلام کے فاضل مصنف نے یہ لکھا ہے کہ اسلام نے پتلیوں کی طرح اللہ تعالیٰ ہی پر انسان کا تمام دارومدار نہیں رکھا۔ اور اسکی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے لا انتہا فضلوں اور رحمتوں سے انسان کو بھی کسقدر اختیار دیا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر کتاب پیسیج کا مصنف اس بات کو نہیں سمجھ سکا جس کی طرف رائیٹ آنریبل سید امیر علی نے اشارہ کیا ہے۔ اسلام کو غلطی سے ایک ایسا مذہب سمجھتے ہوئے

جو سب باتوں کو نوشتہ تقدیر اور اٹل قرار دیتا ہے۔ اس نے یہ خیال کر لیا ہے۔ ایک مسلمان ہر مصیبت کو جو اس پر آئے اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ اور کہ اس کا خیال ہے کہ ہر چیز کیلئے جس کی اسے ضرورت ہے۔ اسے خدا تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور خود اس کیلئے قطعاً کوئی جدوجہد نہیں کرنی چاہئے۔ یہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کہ جو مصیبت انسان پر آ کر پڑتی ہے۔ وہ اس کے اپنے ہاتھوں کا نتیجہ ہے۔ اور پھر دوسری جگہ ہے۔ ان للانسان الا ماسعی انسان کوشش کے بغیر کوئی نتیجہ نہیں پا سکتا۔ انہی غلط خیالات کا نتیجہ ہے۔ کہ مصنف مذکور سپرٹ آف اسلام میں یہ پڑھ کر حیرت زدہ ہو گیا ہے۔ کہ انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل مجبورانہ نہیں بلکہ اس کے خلاف اس کا کام صداقت کیلئے جدوجہد کرنا ہے"۔

اس کے علاوہ ایک اور بات کی طرف بھی مصنف مذکور نے توجہ مبذول کرائی ہے جو اسے خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق قرآن کے فہم میں ایک نقص نظر آتا ہے۔ لیکن اس موقع پر بھی نقص اگر ہے تو قرآن کی آیات میں نہیں بلکہ ان کے بیان کرنے والے کے اپنے فہم کا قصور ہے۔ یہ عربی زبان سے ناواقفیت ہے۔ جو اس موقعہ پر قرآن کے مفہوم کو سمجھنے میں روک کا موجب ہوئی ہے۔ عربی لفظ مکر کا جو سورت ۸ آیت ۳۰ میں آیا ہے۔ ترجمہ غلط طور پر سازش کیا گیا ہے۔ انگریزی لفظ (Plot) (سازش) برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب کو معلوم نہیں۔ کہ قرآنی لفظ مکر کا یہ چال نہیں۔ مکر کے معنے تدبیر کے ہیں۔ اور تدبیر اچھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ یہ لفظ بذاتہٖ نیکی یا بدی کا کوئی مفہوم اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جب کوئی تدبیر بری ہو۔ اور اس بری تدبیر کا اظہار مقصود ہو تو لفظ سیئ اس سے پہلے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورت ۳۵۔ آیت ۴۳ میں ہے۔ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ۔ اور برا مکر اثر نہیں کرتا مگر اپنے اہل پر یعنے جو اس کا مرتکب ہوا۔ ایسا ہی قرآن کریم فرماتا ہے۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۔

مصنف مذکور کی مشکلات کو ہم خوب سمجھتے ہیں۔ لفظ مکر اردو اور فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اپنے اصل معنوں میں نہیں۔ ان دونوں زبانوں میں اس لفظ کے نہایت برے معنے سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس سے مراد فریب کاری اور سازش لی جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مصنف مذکور

کو اس لفظ کے متعلق اس قدر حیرت زدہ ہونا پڑا ہے۔ اگر اس نے اپنے آپ کو محض ہمدردی اور دوستی تک ہی محدود نہ رکھا ہوتا۔ اور اس لفظ کے معنوں کے خود اپنے طور پر معلوم کرنے کیلئے کسی عربی لغت کی کتاب کو اٹھا کر دیکھا ہوتا۔ تو ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ افسوس ہے۔ کہ اس نے اتنا نہ سوچا کہ وہ پاک کتاب جو کہ اللہ تعالیٰ کو تمام اسمائے حسنہ کا مالک ٹھیراتی ہے۔ وہ اسے مکّار کیونکر قرار دے سکتی ہے؟ یہ کیسی مطالعہ کا نقص ہے۔ جس نے مصنف مذکور سے ایسی غلطی کا ارتکاب کرایا +

پھر ایک اور بات جو صداقت سے قطعاً دور ہے مصنف مذکور نے یہ لکھی ہے۔ کہ نجات کے متعلق تمام اسلامی دنیا کا خیال مسیحیت کے خیال سے بہت گہری مماثلت رکھتا ہے۔ لیکن ان سے اگلی ہی چند سطروں میں اس نے یہ کہہ کر اپنی تردید خود ہی کر دی ہے۔ کہ نجات کے متعلق مسیحی خیال کا دارومدار کم و بیش آدم کے گناہ پر ہے مسیحی نقطۂ خیال کے مطابق انسان گناہ کو دور کرنے کے نا قابل ہے۔ نجات ان کے نزدیک خاص معتقدات کے لوگوں پر محض خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اسلام میں اس فطری گناہ کی مانند کوئی چیز نہیں۔ بلکہ اسلام کے نزدیک انسان اپنی نجات کو خود پیدا کرنیوالا ہے +

ابلیس کو مصنف مذکور نے فرشتوں میں سے بتایا ہے۔ یہ ایک عام غلطی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں دیگر مغربی مصنفین کی طرح یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں انجیل کے واقعات اور کہانیوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اور اسکے لئے جو دلیل دی گئی ہے وہ یہ ہے۔ کہ بائبل اور قرآن دونوں کے بیانات میں اختلاف موجود ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ امر ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اس اختلاف سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا۔ کہ آنحضرت صلعم نے ان داستانوں کو بائبل سے اخذ لیا۔ اس سے تو کوئی بات ثابت ہوتی ہے۔ تو صرف یہ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا الہام ہے۔ اور اسلئے اس نے بائبل کی داستانوں کو تمام غلطیوں سے پاک کر کے انکی اصل شکل و صورت میں محفوظ کر دیا ہے +

پروفیسر مذکور کا اعتراف ہے کہ وہ کسی عمیق مطالعہ کے دعویدار نہیں"۔ اور باوجود اسکے انہوں نے اپنے آپ کو قرآن کے متعلق یہ کہنے کا اہل سمجھ لیا ہے کہ وہ بعض مواقع پر کھلے طور پر ایکدوسرے کے متضاد باتیں کہہ جاتا اور ناقابل معافی عدم مطابقت اس کے بیانات میں پائی جاتی ہے۔ آخر کیوں انہیں یہ خیال نہیں گذرا کہ ممکن ہے انکے اپنے خیالات کی الجھن ہی قرآن کریم کے اس تضاد کو ظاہر کرتی ہو۔ انہیں شکایت ہے کہ انبیائے کرام کی اس طویل فہرست میں جو قرآن کریم نے دی ہے ہاجرہ کا نام ایکدفعہ بھی نہیں لیا گیا۔ غالباً ہاجرہ کا لفظ غلطی سے چھپ گیا ہے۔ کیونکہ پروفیسر صاحب یقیناً اسبات کو جانتے ہونگے کہ "ہاجرہ" حضرت ابراہیم کی بیوی کا نام تھا۔ اور اس نام کا کوئی نبی کبھی ہوا ہی نہیں +

(باقی)

سر آرچیبالڈ ہملٹن کے خیالات اسلام کے متعلق

میں کیوں مسلمان ہوا

گذشتہ دسمبر ۱۹۲۳ء میں سر آرچیبالڈ ہملٹن نے جو انگلستان کے بیرونٹ ہیں اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں قبول اسلام کی خوشخبری ناظرین کرام سن چکے ہیں۔ تازہ ولایتی ڈاک میں ۱۴ جنوری کے اخبار "میل" لندن کا ایک ورق ہمیں موصول ہوا ہے جسمیں انھوں نے اپنے قبول اسلام کی وجوہات قلمبند کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ

جس وقت سے میں سن تمیز کو پہنچا ہوں اسلام کی خوبصورتی اور سادہ پاکیزگی نے ہمیشہ میرے دل کو اپیل کیا ہے میں اگرچہ ایک مسیحی گھرانے میں پیدا ہوا اور مسیحیت ہی میں میری تربیت اور پرورش ہوئی تاہم کلیسیا کے معتقدات کو کبھی میرے دل نے قبول نہیں کیا۔ اور کورانہ تقلید پر میں نے ہمیشہ دلائل اور عام عقل انسانی کو ترجیح دی ہے +

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد میں نے چاہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا تعلق صلح اور سلامتی کا ہو اور میں نے دیکھا۔ کہ کلیسیائے روم اور کلیسیائے انگلستان ہر دو میرے لئے غیر مفید ہیں +

مسلمان ہونے میں میں نے محض اپنے ضمیر کی اطاعت کی ہے۔ اور اسی وقت سے میں نے محسوس کیا ہے کہ میں پہلے سے بہتر راستباز انسان ہو گیا ہوں۔ تمام مذاہب عالم میں جہلا اور متعصب لوگوں کا تختۂ مشق اسلام سب سے بڑھ کر ہی رہا ہے۔ تاہم اگر لوگ جانتے تو سوشلزم کے مسئلہ کا حل اسلام ہی ہے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امیر اور غریب زبردست و زیردست میں پوری مساوات قائم کرتا ہے۔ اور ایک کو دوسرے کیلئے باعث رحمت بناتا ہے۔ نسل انسانی تین حصوں پر منقسم ہے۔ اول وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اموال و جائداد وغیرہ کے انعامات سے متمتع کیا ہے۔ دوسرے وہ ہیں۔ جن کو معاش پیدا کرنے کیلئے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور آخری جماعت بیکاروں کی بہت بڑی فوج ہے۔ یا وہ جو کسی اپنے قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ نا موافق حالات کی وجہ سے درماندگی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں +

ان مصیبت اور انتہائی مقابلہ کے ایام میں جبکہ ہر ایک شخص نہایت سخت اقتصادی مشکلات کے نیچے

کام کرتا اور زندگی بسر کر رہا ہے۔ ان تینوں جماعتوں کے ساتھ بسر کرنے کی راہ تلاش کرنی ہو حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم الہام آلہی کے ماتحت قرآن کریم میں جو سب سے آخری الہامی کتاب ہے فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو خوش قسمتی سے اچھی حالت میں ہیں۔ اپنی سالانہ آمد کا کچھ حصہ محتاجوں اور غربا کو دیا کریں۔ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات اور اقوام میں نبی بھیجے جیسے بدھ۔ موسیٰ عیسیٰ وغیرہ۔ اور تمام کتب مقدسہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں پیشہ ور گداگروں کو ترقی دینے سے روکا گیا ہے۔ ہاں صرف ان لوگوں کو جو فی الحقیقت محتاج ہیں۔ اور نئے سرے سے کام چلانے کے واسطے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کیلئے کسیقدر امداد کی انہیں ضرورت ہے۔ مدد دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ زیادہ تر یہی وجہ ہے۔ کہ اسلامی ممالک میں بیکاری عملاً مفقود ہے۔ جب میں کہتا ہوں۔ کہ اسلام ایک سوشلسٹک مذہب ہے۔ تو اس سے میری مراد یہ نہیں ہوتی۔ کہ وہ موجودہ سوشلسٹک خیالات کے مطابق ہے۔ جو مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہر جمعہ کے دن باجماعت نماز میں اپنے فرمانروا کی خواہ وہ کوئی ہو اطاعت کا اظہار کریں۔ کیونکہ بغاوت ایک گناہ ہے۔ اگر ہم ایک ظالم بادشاہ کے ماتحت امن اور اطمینان کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تو ہمیں وہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہئے +

اس کے علاوہ اسلام شخصی قابلیت اور وراثت کو تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً ایک مینلا رجو امیر اور زمین کی کاشت کی اسے ضرورت نہیں۔ اگر وہ کچھ عرصہ تک کاشت نہ کرے۔ تو وہ زمین اسی وجہ سے اس کے قبضہ سے نکلکر عوام کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اور اسلامی شریعت کے مطابق اس شخص کے قبضہ میں چلی جاتی جو اسکی کاشت کرے +

اسلام اپنے پیروؤں کو جوا بازی اور قمار بازی سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے وہ تمام منشیات سے روکتا ہے۔ اور سود کو جو نسل انسانی کے دکھوں اور نقصانات کی ایک ہی وجہ ہے۔ ناجائز ٹھیراتا ہے۔ اس طرح سے اسلام میں کوئی شخص دوسرے سے جو نسبتاً خراب حالت میں ہے۔ ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا +

ہم سہبات کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی قسمت مقرر کر رکھی ہے۔ یا یہ کہ پہلے سے سب کے حالات کا فیصلہ کر رکھا ہے بلکہ ہم تقدیر کے قائل ہیں۔ یعنے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے سب کے لئے قوانین مقرر کر رکھے ہیں جنکی پیروی کا ہمیں حکم ہے +

ہمارے نزدیک ایمان بغیر عمل ایک بے حقیقت چیز ہے کیونکہ ایمان بجائے خود ناکافی ہے جب تک
ہم اس پر عمل نہ کریں۔ ہم اس زندگی اور آخرت ہر دو میں اپنے اعمال کے ذمہ دار خود اپنے آپ کو ہی سمجھتے
ہیں۔ اپنی صلیب کو خود ہی اُٹھائینگے۔ اور کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بدلہ نہیں دے سکتا
اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ انسان فطرۃً معصوم ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ کہ مرد اور عورت ایک ہی جوہر سے پیدا
ہوئے ہیں۔ ایک ہی روح انہیں موجود ہے۔ اور کیا دماغی۔ روحانی اور اخلاقی کمال کے حصول کیلئے ان دونو
میں ایک ہی جیسی استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں +

میرا خیال ہے۔ کہ اسلام کی عالمگیر برادری کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ
ایک مسلمہ بات ہے۔ نواب اور دہقان۔ امیر اور غریب سب کے سب برابر ہیں۔ میں نے اپنے مسلمان
بھائیوں کو باعزت انسان پایا ہے۔ اور مجھے ان کے قول پر پورا اعتماد ہے۔ انہوں نے ہمیشہ
میرے ساتھ ایک انسان اور بھائی کے طور پر منصفانہ سلوک کیا ہے۔ اور میری پورے طور پر
مہمان نوازی کی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ان کے ہاں ایسا ہی پایا ہے۔ کہ گویا اپنے گھر
میں ہوں +

آخر میں میں اس قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام جہاں نسل انسانی کی روزانہ زندگی میں
رہبری کرتا ہے۔ وہاں آجکل کی نام نہاد مسیحیت اپنے حلقہ تعلیم میں بالواسطہ اور عملیات میں
اپنے پیروؤں کو یہ سکھاتی ہے کہ وہ اتوار کے دن خدا کی عبادت کیا کریں۔ اور باقی تمام ہفتہ بھر
اسکی مخلوق پر چھاپہ مارا کریں +

بشپ ونچسٹر کا ووکنگ میں ورود اور اسلام

اسلام کا خدا فضل و رحمت کا خزانہ ہے

بشپ ونچسٹر نے ووکنگ میں اپنی آمد کے موقع پر فرمایا تھا کہ مسلمان لوگ بائیبل کے الفاظ میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ فضل و رحمت کا خزانہ ہے بشپ صاحب کا یہ کہنا اسلام کے متعلق انکی کم علمی کا اظہار کرتا ہے۔ اگر انہوں نے قرآن شریف کو کھولنے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو قرآن شریف کی پہلی آیت سے انکے اس خیال کی اصلاح ہو جاتی یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اور ہر سورہ کے پہلے یہ آیت پائی جاتی ہے۔ رحمان و رحیم یہ دو خدا تعالیٰ کے اوصاف ہیں۔ انمیں خدا تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کا اظہار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کو محبت کا سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ اور اس فضل سے کہیں بڑھ کر جس کا اظہار صلیب پر ہوا تھا۔ مذہب اسلام سے قبل خدا تعالیٰ کے اوصاف کا علم بہت مخفی و ہیبتناک تھا جس وقت کہ الٰہی غضب کو جنبش ہوتی تھی۔ اس کا غصہ انسان کے یا جانور کے خون سے دھیما ہوتا تھا۔ اور یہ قربانیاں اکثر ہندوستان یونان اور روم کے مقدس مذبح پر چڑھائی جاتی تھیں۔ اسرائیلیوں کو اکثر ان لوگوں سے خدا کے ہتھیار اُٹھانا پڑتا تھا جو خدا کو ناراض کر دیتے تھے فصلیں نیست و نابود کر دیجاتی تھیں۔ جانور ہلاک کر دیئے جاتے تھے مال و اسباب تباہ کر دیئے جاتے تھے اسی پر بس نہیں بلکہ عورتیں بچے اور شیر خوار بھی نہیں بچتے تھے یہ کیوں کیا جاتا تھا۔ اسلئے کہ غضبناک خدا کا غصہ فرو کیا جاوے۔ مسیح کے خون کے ذریعہ سے خدا کے فضل و رحمت کا اظہار کرنا اسکو رحیم ثابت نہیں کرتا۔ ایک ہستی جو تمام مخلوق کو ایک شخص کے گناہ کیواسطے ملزم ٹھیرائے اور جو ذرا سے جرم کیواسطے دوامی سزا مقرر کرے۔ جو کہ گناہ کو بغیر کسی معاوضہ کے گناہ نہ کرے عیسائیوں کے عقائد کے مطابق اس اپنی ہستی کے نزدیک نیک اعمال ملاکر خدا میں عقیدہ کے کوئی چیز نہیں ہیں یہ خدا کی صفت ہے جو ہم مذہب عیسوی کی تعلیم سے حاصل کرتے ہیں۔ ایسا خدا محبت کا خدا نہیں ہو سکتا اور نہ ہم اسکو فضل و رحمت کا خدا کہہ سکتے ہیں ✦

خدا کے متعلق ایسے خیالات بانیئے مذاہب نہیں رکھتے تھے اور نہ ایسے عقیدہ سے رحیم و کریم خدا کی شان میں کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور نے الحقیقت یسوع مسیح نے ایسی تعلیم نہیں دی۔ یہ عقیدے رحمانیت اور رحیمیت کے خلاف ہیں جو خدا تعالیٰ نے انسان کی ہستی کے قبل دوسری اشیا میں ظاہر کیا جو انسان کی ہستی کیلئے

از بس ضروری ہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا۔ وہ ہستی جو اسقدر رحیم ہے اور کسی انعام کی متمنی نہیں ہے، تو کیا اس کا فضل بغیر کفارہ کے ہمارے گناہ کے بخشنے میں ظاہر نہیں ہو سکتا ہے۔ ہم کو خدا تعالیٰ کے انعامات کا اور اس کے رحم کا ایک عملی خیال رکھنا چاہئے جو بلا کسی شرط اور قابلیت کے حاصل ہو۔ اور جو خیال کہ ہمکو آپ خالق اور مالک کی خدمت بجا لانے کو تیار کرتا ہے۔ ہم اسکی خدمت محبت اور شکریئے کے ساتھ کرتے ہیں نہ کہ ڈر اور لالچ سے۔ ہمکو خدا کے لامتناہی انعامات کا اطمینان ہو جانا چاہئے جو ہم پر کہ نازل ہو چکے ہیں اور جو آئندہ بھی ہمارے نیک اعمال کے باعث نازل ہونگے۔ قرآن شریف کی پہلی آیت اس بات کو پوری کرتی ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کی پہلی صفت رحمانیت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے ہم محبت پیار بیشمار مہربانی اور لامحدود انعامات دینے والا خدا جس نے ہماری پرورش اور ترقی کیلئے ہر چیز بلا بدلے اور معاوضہ کے مہیا کر دی ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کی دوسری صفت رحیمیت ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ خدا جو انسان کو اس کے نیک اعمال کے بدلے میں بیشمار انعامات بخشتا ہے۔ ہمیں شک نہیں کہ ہم میں بدی کرنے کا مادہ موجود ہے اور ہماری اصلاح سزا کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ لیکن قرآن شریف میں جو صفت درج ہے جس کے ماتحت ہمارے اعمال کا انصاف ہوگا۔ وہ مالک یوم الدین ہے۔ وہ نیک اعمال کا بدلہ دیگا لیکن گنہگار کو سزا دینے پر پابند نہیں۔ وہ مالک ہے اور غلام نہیں ہے۔ اسلئے اگر وہ کسی گنہگار کو بخشدے تو کوئی اس کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہے۔ لہذا یہی وجہ ہے اسلام دائمی سزا کے عقیدے کو تسلیم نہیں کرتا۔ لفظ غیر نجات یافتہ جو اکثر عیسائیوں کے منہ سے سننے میں آتا ہے مسلمان اسکو نہیں تسلیم کرتے ہیں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ تمام لوگ نجات یافتہ ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شخص ایسے خدا کو خزانہ فضل و رحمت کے سوا اور کچھ کہ سکتا ہے خدا نے یہ بہت ہی اچھا کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجکر ہم کو سزا سے بچایا اور اس سزا کو اس نے خود بھگت لیا لیکن فضل و رحمت کے الفاظ اس عقیدے کی خرابی کو چھپا نہیں سکتے۔ اس سے ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا بلا معاوضہ کے رحم نہیں کر سکتا ہے خیر اسکو بھی مان لیا جاوے لیکن کون خدا زیادہ مہربان اور رحیم اور پیارا ہے وہ جو کہ بغیر بدلہ کے رحم کرتا ہے۔ یا وہ خدا جس کا غصہ بلا خون اور معاوضہ کے ٹھنڈا نہیں ہوتا ہے یسوع مسیح نے خدا کے متعلق ایسا عقیدہ نہیں سکھلایا۔ ان کا مذہب بگاڑ دیا گیا اور انکی تعلیم خراب کر دی گئی۔ یورپ میں لین دین کا اصول تمام تجارتی معاملات میں رائج ہے عیسائیوں کا یورپین خدا اسی اصول پر چلتا ہے اس لین دین والے خدا یعنی یسوع کو علم نہ تھا ورنہ وہ اپنی دعا میں یہ کہتے کہ ہمارے

قرض کو بخشدے۔ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشدیتے ہیں۔ کیا تم اسکو قرض کی معافی تصور کرتے ہو جب تمہارے عوض میں دوسرا شخص قرضہ ادا کرتا ہے۔ کلیسیا کو یہ قوت محسوس ہوئی اس پر دانشمندی انکی امداد کو کھڑی ہوئی پس یہ کہا جاتا ہے کہ مسیح کی صلیب کی مثال اس طرح ہے کہ قرضخواہ کی جیب سے قرض کی ادائیگی کی گئی لیکن کلیسیا الفاظ "جیسے کہ ہم معاف کرتے ہیں" اور جس طرح" کی اہمیت کو نظرانداز کرتی ہے۔ کیا ہمارا ایک لفظ ہمارے قرضدار کو سُبکدوش کرنے کیلئے کافی نہیں ہے یا ہم یہ طول عمل کریں کہ پہلے اپنے قرضدار کو کچھ قرض دیں پھر اُسے اپنا روپیہ دیکر پچھلا قرضہ ادا کرائیں اور اس طرح اپنے قرضدار کو معاف کریں۔ ہم پہلے قرضے کو اس انوکھے طرز سے معاف کر سکتے ہیں لیکن نئے قرض کے متعلق کیا کیا جاویگا۔ جو کہ پچھلے قرضہ کو چکانے کیلئے دیا گیا ہے پھر بھی لفظ "جس طرح" کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہوں یعنی جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں اسیطرح ہمارے قرض کو بھی معاف کرے۔ اگر عیسائی عقیدہ درست ہے۔ تو خدا کا یہ طرز اختیار کرنا ہماری فطرت انسانی تجربہ کے بالکل خلاف ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ خدا کے انصاف نے یہ طریقہ پیدا کیا لیکن یہ بیان کرنیوالے انصاف کے استعمال اور موقعہ کو نہیں جانتے۔ جب ہم دو فریق کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں۔ تو مجرم کو ضرور سزا دینگے مظلوم کو بلا معاوضہ دلائے ہوئے مجرم کو معافی دیدینا ناانصافی ہے لیکن اگر ہم اپنے درمیان فیصلہ کریں اور اگر اپنے مجرم کو معاف کردیں۔ تو ایسی حالت میں معافی کے معنی رحم شرافت ہونگے ایسی حالت میں سزا دینا اگرچہ درست ہے لیکن یہ بدلہ سمجھا جائیگا۔ اور اسمیں ہماری کوئی خوبی تصور نہ ہوگی اور یہ فعل قابل تحسین نہ ہوگا شرافت اور مہربانی اسی میں ہوگی کہ بلا شرط معافی دیدیجائے۔ آدم کے جس گناہ کیلئے منصف خدا نے انسان کو مورد الزام ٹھیرایا وہ آدم کی ذات سے وابستہ تھا پس کیا وہ خدا ایسے اخلاق فاضلہ کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔ جیسے ہم اکثر اپنے ملزموں کے ساتھ کرتے ہیں۔ بہرحال ایسے خدا کو جو بلا معاوضہ رحم نہیں کرسکتا ہو خزانہ فضل و رحمت کہنا صحیح نہیں ہے

اسلام اپنی کتاب کی پہلی آیت میں خدا تعالیٰ
کی تصویر کھینچتا ہے جو سرچشمہ محبت اور خزانہ
فضل و رحمت ہے +

اپیل

از دفتر مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل - لاہور (پنجاب)

انما الصدقت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیہا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃ من اللہ ط واللہ علیم حکیم

ترجمہ۔ خیرات (کا مال) تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو (مال خیرات کے وصول کرنے) پر (تعینات) ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پھرجانا منظور ہے (ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے) اور (نیز قید غلامی سے غلاموں کی) گردنوں (کے چھڑانے میں) اور قرضداروں (کے قرضے) میں اور (نیز) خدا کی راہ (یعنی مجاہدین کے سازوسامان) میں اور مسافروں (کے زاد وراہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھیرائے ہوئے (ہیں) اور اللہ جاننے والا (اور) صاحب تدبیر ہے (قرآن کریم سورۃ توبہ رکوع ۸) +

مکرم محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' - ذیل کی چند سطور میں آپ کی گرامی توجہ اس اہم اسلامی مسئلہ کی طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں - جو اسلام اور مسلم قوم کی نشو و بہبود سے تعلق رکھتا ہے - اور وہ مسئلہ مسئلۂ زکوٰۃ ہے - جو اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے ! اور کہ جسکو قرآن کریم نے انفرادی خیرات میں بلکہ قومی معاملہ قرار دیا ہے - حضرت نبی صلعم اور آپ کے متبعین ہر ایک مسلمان نے جمع کردہ سرمایہ میں سے ہر سال چالیسواں حصہ وصول کرکے قومی خزانہ یا بیت المال میں جمع کیا کرتے تھے پھر اس بیت المال سے یہ روپیہ قرآن کریم کے مندرجہ بالا آٹھ مصارف میں صرف ہوتا تھا - جو مسلمانوں کی بہبودی و آسودگی کیلئے سود مند ہوتے تھے لیکن بدقسمتی سے اور ہماری غفلت سے ہماری قومی دولت و طاقت کا یہ منبع عظیم اب قریباً خشک ہو چکا ہے - اور بجائے اسکے کہ پانی کی ایک بڑی بھاری دھار اس سرچشمہ سے نکلکر قومی کھیتی کو سرسبز شاداب کرتی ہیں اسکے چند ہی قطرات میسر آتے ہیں - اور وہ بھی ریت میں ہی جذب ہو جاتے ہیں ہم مسلمانوں نے

مسئلہ زکوٰۃ قطعاً فراموش کردیا ہے ہم آج اگر متفقہ طور پر اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ ہوں جو قرآن حکیم نے ہماری قومی فلاح وبہبودی کیلئے تجویز فرمایا ہے۔ اور اسکو عملی جامہ پہنایا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ہماری قوم میں مرفع الحالی۔ آسودگی وخوشحالی کی از سر نو ایک ندی بہہ نکلے جو بہت سے بنجر اور غیر آباد خطوں کو سرسبز چراگاہوں وکھیتوں میں تبدیل کردے لیکن قابل افسوس امر ہے، کہ ہم اس قرآنی علاج کی طرف سے غافل ہیں۔ جو ہمکو نکبت وذلت افلاس وناداری سے مخلصی دلا سکتا ہے۔ اور ہماری توجہات دوسری طرف منہمک ہیں +

ان حالات کے ماتحت میں آپ کی توجہ ادائیگی زکوٰۃ کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ جو قرآنی احکامات کے ماتحت ہر مسلم اہل نصاب پر فرض ہے۔ اور ساتھ ہی ہر ایک زکوٰۃ ادا کرنیوالے کا فرض ہے کہ وہ بغور دیکھے کہ آیا اس کی زکوٰۃ واقعی قرآن کریم کے تجویز کردہ مصارف میں ہی صرف ہو رہی ہے عام طور پر زکوٰۃ کے مستحق دو گروہ ہیں۔ اول گروہ میں غریب۔ حاجتمند۔ مقروض۔ ابن سبیل شامل ہیں انکو فرداً فرداً ہر اہل نصاب اپنی زکوٰۃ کا کچھ حصہ بطور امداد دے سکتا ہے۔ دوسرے گروہ میں خود اسلام کی امداد ہے۔ اس دوسرے گروہ میں قرآن کریم ان لوگوں کو شامل کرتا ہے۔ جو غیر مسلم ہوں۔ اور اسلام کی طرف راغب ہوں۔ (ایسے لوگوں کی امداد کی جائے بطور تالیف قلوب) اور جو زکوٰۃ کے جمع کرنیوالے ہوں (یعنی محصلین زکوٰۃ) اور محکمہ زکوٰۃ کے منتظم ہوں۔ اور اللہ کی راہ میں یعنی حفاظت واشاعت اسلام میں اسمیں شک نہیں کہ مصیبت وتنگدستی کی بہت سی انفرادی مثالیں ہمارے رحم کو جوش میں لاتی ہیں۔ اور ہمیں اپنے بھائیوں کی مصائب کا پورا پورا احساس اور ان سے ہمدردی بھی ہونی چاہئے لیکن اس امر حقہ سے بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ ہماری زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ نااہل اور غیر مستحق ہاتھوں میں جاتا ہے۔ یہ غیر مستحق وہ پیشہ ور گداگر ہیں جو جُبّہ پارسائی میں اہل نصاب کو فریب دیتے ہیں۔ قطع نظر ان تمام باتوں کے قرآنی آیات مندرجہ بالا سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ زکوٰۃ کے مصارف میں سے اہم مصرف زکوٰۃ

اشاعت اسلام

یا اسلام کی امداد ہے۔ اسلام کے مصائب بحیثیت مجموعی انفرادی طور پر مسلمانوں کے مصائب سے بہت بڑھ کر ہیں۔ من حیث القوم ہماری قومی تکالیف ہی ہماری انفرادی وشخصی تکالیف کا

موجب ہیں اسلام کی غربت کو سامنے رکھکر اسلام کی مالی امداد اس امداد سے بہت بڑھکر ہے جو انفرادی طور پر آپ کسی غریب مسلم بھائی کی کرینگے یہ خیال قرآن کریم کی تجویز کردہ مصارف زکوٰۃ میں سے قرآن کریم ہر ایک مسلم اہل نصاب سے متوقع ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ اسلام کی اشاعت و حفاظت و دیگر امور متعلقہ اشاعت اسلام پر صرف کرے۔ اس جگہ پر میں اس امر پر زور دینا نہیں چاہتا۔ کہ کیوں ہم مسلمانوں کو اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ اشاعت اسلام میں صرف کرنا چاہئے۔ اور اسلام کو دیگر مذاہب کے دست تصرف سے بچانے میں صرف کرنا چاہئے۔ اور خصوصیت سے اسلام کو عیسائیوں سے بچانے میں جو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے اور ملانے کیلئے مختلف قسم کے حیلے اور بہانے کر رہے ہیں اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ اس مقصد کیلئے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ اس ضرورت حقہ کو ظاہر کرنے کے بعد میں آپ کی گرامی توجہ اشاعت اسلام کے اس مہتم بالشان کام کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ جو گذشتہ دس سال سے حضرت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام کی زیر نگرانی ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ ہو رہا ہے آپ سے ملتجی ہوں۔ کہ اپنی زکوٰۃ کا اور اپنے دوستوں کی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ اس کار خیر میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور

(نوٹ) تمام ترسیل زر بنام آنریری سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل لاہور ہو +

راز حیات
انجیل عمل

(مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

عملی زندگی کا فوٹو انسان میں قوت عمل پیدا کرنیوالی کتاب اپاہج کو اپاہج انسان میں محنت و مشقت کی روح پیدا کر کے اسے فارغ البال و آسودہ حال بنا دینے والی کتاب مسلم قوم کو نجات دینے والا نسخہ بالکل تیار ہے۔ حجم ۲۸۸ صفحات قیمت فی جلد عہ

ملنے کا پتہ۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل نولکھا لاہور

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء و ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء دفتر ووکنگ مسلم مشن لاہور

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد در ہندوستان			تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ در ہندوستان		
		پائی	آنہ	روپیہ			پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۸	۲۴۷*	خرچ ووکنگ مشن	۳	۰	۰	۴۰۷
اسلامک ریویو	۲	۰	[illegible]	۱۱۰۷	خرچ اسلامک ریویو	۴	۶	۷	۹۲۲
میزان		۰	۳	۱۴۰[illegible]	میزان		۶	۷	۱۳۲۹

*نوٹ - مبلغ پانچ روپیہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء میں امداد مشن کے اسلامک ریویو میں جمع ہو گئے تھے ماہ فروری سنہ ۲۴ء میں غلطی کا ازالہ کر دیا گیا ہے

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ہائے تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء و جنوری سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب بابو فضل کریم صاحب پشاور	۰	۰	۳	جناب تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۱۰
" میاں محمد خان صاحب اکاڑہ	۰	۰	۵۰	" [illegible] احمد صاحب دہلی	۰	۰	۴
" معرفت عبدالباسط صاحب از پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	۰	۴	۱۲	" امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
" نواب معراج الدین خان صاحب لاہور	۰	۰	۲	" مہر سراج الدین صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۱
" جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱	" حاجی مہر بخش صاحب لدھیانہ	۰	۸	۵
جناب بابو منہاج الدین صاحب بھٹنڈہ	۰	۰	۱۰	" سید محمد محسن خان صاحب کوتوال ضلع [illegible] آباد	۰	۰	۱
" محمد عبداللہ صاحب عرف خاندلے خان کابل	۰	۱۲	۲۵	" بابو عبدالحکیم صاحب [illegible] رانچی	۰	۰	۱۵
" نور غنی صاحب امروکہ	۰	۸	۱۶	" ایم ڈی عزیز اللہ صاحب مدراس	۰	۸	۲
" فضل الدین صاحب اکودیا	۰	۰	۵	واپسی قرضہ عبداللہ جان صاحب کابل بذریعہ چیک	۰	۰	۵۰
" احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخاں	۰	۰	۱۰	جناب [illegible] امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
" بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲	میزان	۰	۸	۲۵۱
" حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۱۰				

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء و جنوری ۱۹۲۴ء

	روپیہ	آنہ	پائی
معرفت تعمیل مینیجر حبیب اللہ خان صاحب اکتوبر لغایت دسمبر ۱۹۲۳ء	۱۵۰	—	—
" جناب عبداللطیف صاحب متھ داریا	۱۰	—	۰
" جی ۔ ایچ آغا ارواڑی	۷	۸	۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۹۹۰	۲	۰
کل میزان	۱۱۵۷	۱۰	۰

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء و جنوری ۱۹۲۳ء

	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ عملہ مشن ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۳ء	۴۰۷	۰	۰
میزان	۴۰۷	۰	۰

نقشہ نمبر ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء و جنوری ۱۹۲۴ء

	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۳ء	۷۰۳	۰	۰
سید ولایت حسین صاحب کے ریویو میں جمع ہو گئے جو ولائت میں منتقل کرائے گئے	۳	۰	۰
ٹکٹ مال ۱۷۹/۱۴ ۔ سادہ لفافہ ۱۲/ ۔ کاپی ۵/ ۔ لیگ پن نب وغیرہ ۱۳/۱ لفافہ ہولڈر پڈ ۱/ ۔ کاغذ ریپر دو ریم ۲/۱۱ ۔ کاغذ کارڈ ۱۲/ جھاڑن ۵/ ۔ لیوی ۱/ ۔ مزدوری رسالہ اٹھوائی ۶/ متراقی اگست لغایت نومبر ۱۹۲۳ء ۱۰/ ۔ ٹبہ چیک سمعیل ام ویٹی ۴/	۲۱۶	۷	۶
میزان	۹۲۲	۷	۶

مسلم بک سوسائٹی کی مطبوعات

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رازِ حیات یا انجیل عمل ۵/ر	مجلد ۱۲/ر	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	ضرورت الہام ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
اسلام اور علوم جدیدہ	۴/ر	(۱) مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	۲/ر	سلک مروارید ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
توحید فی الاسلام - بلا جلد ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	(۲) توحید دعا تصوف ..	۲/ر	مکالمات ملیہ ۱۳/ر	مجلد ۱۲/ر
ذراتِ عالم کا مذہب	۸/ر	(۳) خطبات عیدین ..	۲/ر	مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت	۴/ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۴/ر	مجلد ۱۲/ر	(۴) ہیروں اور ملحدین کو خطاب	۲/ر	ایک نظر	
براہین ثلاثہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	(۵) اسلام اور دیگر مذاہب	۲/ر	مسلم مشنری کے لاثانی لیکچر حصہ اول ا/ر	
ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	(۶) حقوق نسوان ..	۲/ر	حصہ دوم ا/ر حصہ سوم ا/ر صحیفہ آصفیہ ۲/ر	
اسوہ معروف بہ زندہ و کامل نبی ۸/ر	مجلد ۱۲/ر	مطالعہ اسلام ... ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	تصاویر نومسلمان انگلستان فی فوٹو ۲/ر فی درجن ۸/ر تین درجن سے ر مجلد تین جن	۸/ر

تصنیفات دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
لمعات انوار محمدیہ ۶/ر	مجلد ۱/ر	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول	ا/ر	شحنۂ حق	۸/ر
اسلام یعنی ہمہ دشمنی بنی نوع کا مذہب	۵/ر	قسم اول لائتی کاغذ بیجلد ۱۲/ر	مجلد ۲/ر	ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب	۶/ر
لندن میں جلسہ میلاد النبی صلعم	۳/ر	قسم دوم دیسی کاغذ بیجلد ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	الوصیت	۲/ر
تفسیر سورہ فاتحہ ...	۴/ر	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم ۱۲/ر	مجلد ۲/ر	عصمت انبیا ۴/ر	۲/ر
اسرار سلیمانی ... مجلد	۸/ر	" " جلد سوم ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	غلامی	۴/ر
قرآن اور جنگ ...	۴/ر	" " جلد چہارم ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	درثمین اردو بیجلد ۶/ر مجلد ۹/ر فارسی ۶/ر مجلد ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
سیرت نبوی	۵/ر	ملفوظات احمدیہ ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	جمع قرآن ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
دنیا کے مشہور شہدا سقراط - مسیح - حسین ۷/ر	مجلد ۱۱/ر	اسلامی اصول کی فلاسفی ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر	حدوث مادہ	۵/ر
تاریخ اسلام مصنفہ سید امیر علی صاحب	۲/ر	توضیح مرام	۵/ر	سیرۃ خیر البشر بیجلد ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
تاریخ اسلام مصنفہ منشی غلام قادر فصیح	۱۲/ر	فتح اسلام ...	۵/ر	مقام حدیث ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
سرمہ چشم آریہ	۱۲/ر	ازالہ اوہام ۶/ر	مجلد ۱۲/ر	النبوۃ فی الاسلام ۱۲/ر	مجلد ۱۲/ر
				مسیح موعود	۱۲/ر

ینابیع المسیحیت

مُدت ہوئی عیسائیوں نے ایک کتاب موسوم بہ ینابیع الاسلام عربی زبان میں شائع کی تھی جس کا ترجمہ اُردو زبان میں اثمار شیریں کے نام سے چھاپا گیا عیسائی کتب میں یہ کتاب اسلام کے خلاف کاری حربہ سمجھی گئی ہے۔ غالباً دوسری زبانوں میں بھی اس کے ترجمے کئے گئے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ان کو تقسیم کیا گیا۔ اس میں باتیں تو وہی تھیں جو پادری عماد الدین وغیرہ نے لکھیں۔ بعض قصص انبیاء مندرجہ قرآن مجید کی بنا پر انجیل و توریت وغیرہ کو قرآن مجید کا ماخذ ٹھیرایا۔ بعض باتوں کو کسی ثبوت کے بغیر زندوستا کی طرف منسوب کیا گیا۔ بہرحال یہ قرضہ ہمارے ذمہ تھا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مذکورہ بالا نام پر ایک کتاب اپنے ایام حج میں بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اس میں نہ صرف یہی دکھایا گیا ہے۔ کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے اکتشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہم وثوق سے کہ سکتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے اکثر مضامین کسی زبان کی کسی کتاب میں بحیثیت مجموعی نہیں پائے جاتے منکشف شدہ واقعات نہایت ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائمقام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی خواہش ہے۔ کہ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں چھپکر تقسیم ہو۔ اس کتاب کی آمد کل کی کل اسی کتاب کی مفت اشاعت پر خرچ ہوگی احباب سے توقع ہے۔ کہ اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائینگے۔ یہ کتاب چھپ کر تیار ہے۔ قیمت فی جلد قسم اول ۸ قسم دوم ۴ مجلد ۱۰ و ۱۲ علی الترتیب

المشتھر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

مشتاق پریس بیرون دروازہ لاہور میں باہتمام رشید احمد چھپا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

۳۴۳۹/۱

ممالک غیر کے لئے ۵؍

قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی-اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۱۰) بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء نمبر (۶)

فہرست مضامین

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

سلکِ مروارید

یہ ان دس زبردست معرکتہ الآراء لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء
سے لے کر سنہ ۱۹۲۲ء تک انگریزی زبان میں مختلف مقامات پر دیگر مذاہب پر اسلام کی حقانیت ثابت
کرنے کیلئے مختلف موضوع کے ماتحت "اسلام" پر پڑھے تھے۔ اور مسلم بُک سوسائٹی نے کمال محنت و
جانفشانی سے ترجمہ کرا کر شائع کیا۔ یہ دس چوٹی کے لیکچر دراصل بہت سی علمی، ادبی، اخلاقی، تمدنی،
معاشرتی اور مذہبی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے مذہبی لٹریچر کا اگر اسے نچوڑ
کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس بے بہا موتیوں کی لڑی میں اسلام کے قریباً تمام اہم مسائل حل ہو جاتے
ہیں۔ ارکانِ اسلام کا فلسفہ نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ تمام ادیانِ باطلہ کی تردید کیلئے
یہ نسخہ کافی مصالحہ موجود ہے۔ اور جن مسلم احباب کو مخالفین و دشمنانِ اسلام سے واسطہ پڑتا ہو ان کے
پاس ایسے دُر نایاب کا ایک نسخہ ہونا از بس ضروری ہے۔ عیسائیت کے زہر کیلئے تو یہ نسخہ تریاق کا حکم رکھتا
یہ سلکِ مروارید اسلام اور قرآن کریم کے حُسن و جمال کا آئینہ ہے۔ اس روشن آئینہ میں اسلام کا حُسن
دلربائی جلوہ گر ہے۔ اور اسلام کی اس مذہبی رواداری کا اسمیں تذکرہ ہے جو دیگر مذاہب کے متعلق اسلام کا
ہے۔ اس بے بہا نسخہ میں عملی زندگی، عبادت کی حقیقت، زندگی کا مکمل ہدایت نامہ، اسلام کی اخلاقی تعلیم،
عورتوں کی حالت، علوم جدیدہ، احیاء علوم، بہشت و دوزخ اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشرح
بحث کی گئی ہے۔ اور دلائل سے مذہب اسلام کو ایک سچا مذہب ثابت کیا ہے۔

اب ذیل میں ان دس لیکچروں کے عنوان مع مقام سن و تقریب لیکچر کی تفصیل شائع کی جاتی ہے جن پر یہ
ضخیم کتاب تین صد صفحات کے قریب مشتمل ہے۔ اور جس کا سائز ۲۰ × ۳۰ کی چھوٹی تقطیع ۱۶ صفحات کی
ہے۔ قیمت بلاجلد ۱۲؍ مجلد ۱؍

نمبر شمار	مضمون	تقریب	مقام	سنہ
۱	اسلام ...	جلسۂ مذاہب	الہ آباد	۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء
۲	اسلام اور اصول اسلام اور ان کا مقابلہ عیسائیت سے	دہریہ سوسائٹی	کیمبرج لندن	۲۷ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء
۳	خصوصیات اسلام ...	مذہبی کانفرنس	پیرس (فرانس)	جولائی سنہ ۱۹۱۳ء
۴	اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب	۔	اڈنبرا (لندن)	سنہ ۱۹۱۴ء
۵	عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں ضرورت اسلام		لندن	۱۹ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء
۶	اسلام اور علوم جدیدہ ...	محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس	دہلی	۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء
۷	عالمگیر اخوت اور عالمگیر ملت قائم کرنے کی غرض سے ایک آزادانہ مذہبی تحریک ...	۔	لندن	سنہ ۱۹۱۸ء
۸	لیگ بین المذاہب ...	تبلیغی دورہ	مدراس	۲۵ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء
۹	فلسفۂ اسلام ...	"	رنگون	سنہ ۱۹۲۱ء
۱۰	اسلام اور مفہوم اسلام ...	"	سنگاپور	سنہ ۱۹۲۱ء

تمام درخواستیں بنام مینیجر مسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۰) بابت ماہ جون ۱۹۲۴ء نمبر (۶)

شذرات

ہماری دلی آرزو تھی۔ کہ قارئین کرام کو مسجد ووکنگ انگلستان کی گذشتہ عید الفطر کی روئداد و دیگر حالاتِ مشن سے آگاہ کرتے۔ لیکن ۲۷ مئی ۱۹۲۴ء تک یورپ میں ہماری تبلیغی خبروں کا سرچشمہ یعنی اسلامک ریویو ہم تک نہیں پہنچا۔ لہٰذا اُن تمام حالات کو ہم بصد حسرت آیندہ کیلئے ملتوی رکھتے ہیں۔ کیونکہ تاریخ اشاعت رسالہ مزید انتظار کی متحمل نہیں +

ناظرین رسالہ کی توجہ خصوصیت سے رسالہ ہٰذا کی توسیع اشاعت اسلام کیطرف مبذول کیجاتی ہے رسالوں اور اخباروں کی ہستی و قیام کا حصر بہت حد تک اس کے قدر دانوں و ناظرین پر ہی ہوتا ہے امید واثق ہے کہ قارئین عظام رسالہ ہٰذا کی گذشتہ دس سالہ اسلامی خدمات کو ملحوظ خاطر رکھ کر توسیع اشاعت کیطرف توجہ فرمائیں گے +

ناظرین رسالہ میں سے اکثروں کے خویش و اقارب بھی ہوں گے۔ پھر تعلیمیافتہ دوست احباب کا بھی حلقہ ہوگا۔ پھر کسی بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے کسی اسٹیشن پر بھی متمکن کیا ہوگا۔ اور ضروری ہے کہ ان کے زیر اثر بھی کچھ اُٹھتے بیٹھتے مسلم احباب ہوں۔ لہٰذا ان حالات کے ماتحت

ناظرین رسالہ کیلئے کوئی بھی مشکل امر نہیں ۔ کہ اگر وہ ہمت و کوشش کر کے اپنے اپنے متذکرہ حلقوں میں سے ایک ایک دو دو جدید خریدار فراہم کر کے دفتر رسالہ کو مطلع فرمادیں ۔ تو قارئین کرام کی قلیل کوشش سے اگلے ہی ماہ رسالہ کی اشاعت دوگنی ہو سکتی ہے ۔ ان چند سطور بالا کا مخاطب ہر ایک معزز خریدار رسالہ ہے جنہوں نے ازراہِ لطف اسکی سرپرستی قبول فرما کر ہمارا ہاتھ بٹایا ہے +

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

اِس ہفتہ کی تازہ ولایتی ڈاک حضرت خواجہ صاحب کی شہرہ آفاق و سنسنی خیز اُردو کتاب "ینابیع المسیحیت" کا انگریزی ترجمہ The sources of christianity کی ایک کاپی لئے ہوئے لاہور پہنچی ہے ۔ جو ہمارے از حد مسرت کا موجب ہوئی ہے ۔ جن احباب نے اردو کتاب "ینابیع المسیحیت" کا مطالعہ فرمایا ہے ۔ ان پر غیر مسلم عیسائی دنیا میں اس انگریزی کتاب کی مفت تقسیم کی اہمیت واضح ہو گئی ہوگی ۔ اسلئے ضرورت ہے ۔ کہ ہر ایک خواندہ مسلم ان ہر دو کتب کو خود بھی خرید کرے ۔ اور اپنی وسعت کے مطابق مفت تقسیم میں بھی حصہ لے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب آجکل سرینگر ملک کشمیر میں ہیں ۔ اور تصنیفات کے مشاغل میں منہمک ہیں ۔ ینابیع المسیحیت کی اردو و انگریزی تصنیف کے بعد آپ نے "حیات بعد الموت" پر ایک ضخیم کتاب اردو میں لکھی ہے ۔ جسمیں تناسخ ۔ بہشت و دوزخ جیسے نازک و ادق مسائل کو نہایت ہی عام فہم اور سلیس پیرایہ میں ادا کر دیا ہے ۔ کتاب مذکور انشاء اللہ تعالیٰ جولائی میں شائع ہو جاویگی +

ناظرین کرام کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری چٹ ضرور لکھدیا کریں

اپیل بنامِ محبانِ اسلام!

مسلم برادرانِ وطن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشاعت اسلام کا مُہتم بالشان کام جو گذشتہ بارہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی بانیٔ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی زیر نگرانی یُورپ میں ہو رہا ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ اس اسلامی کام کے کارہائے نُمایاں کی رپورٹیں وقتاً فوقتاً برادرانِ قوم تک پہنچتی رہی ہیں۔ مشن بفضلہٖ تعالیٰ کارکنانِ مشن کی شبانہ روز تبلیغی جدوجہد کے باعث قیاسی و وہمی حالت سے گذر کر یُورپ میں اب ایک حقیقت ہو چکا ہے۔ اسکی اسلامی عظمت و شان۔ جاہ وجلال یُورپ میں قائم ہو چکا ہے۔ اور ان عیسائی ممالک میں اب گویا یہ مشن اسلام کا مشارٌ الیہ ہے۔ اسکی بارہ سالہ تبلیغی جدوجہد سے یُورپ میں کلیسائی بُت گر چکا ہے عیسائیّت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ لوگ عیسائیّت سے مُتنفر ہیں۔ اور نئے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ بڑے بڑے اُسقف وڈین جنابِ مسیح کو محض ایک انسان تسلیم کرتے ہیں۔ اُلوہیتِ مسیح سے انکاری ہیں۔ یورپ کی موجودہ مذہبی کیفیت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ ہم اپنی تبلیغی جدوجہد کو وسیع پیمانہ پر کریں کیونکہ یورپ اسوقت ایک جدید مذہب کا مُتلاشی ہے۔ اور اسکی مذہبی تشنگی صرف اسلامی تعلیمات ہی بجھا سکتی ہیں۔ یُورپ کے مذہبی حلقہ میں انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ اور وہ دن قریب ہے۔ کہ ہم طلوع الشمس من المغرب والی پیشگوئی کو پوری آب وتاب سے پورا ہوتا دیکھیں۔ اور یُورپین احباب وخواتین جوق درجوق دین اسلام میں داخل ہوں۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا خوش کن و دلفریب منظر دیکھیں۔

مشن بفضلہٖ تعالیٰ یورپین احباب کو اسلامی تعلیمات کے سنوانے میں بہت حد تک کامیاب ہو رہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک جلیل القدر انسان بیرن سر آرچی بولڈ عبداللہ ہملٹن کی قبولیتِ اسلام کا مژدۂ جانفزا بزرگان قوم کے کانوں تک پہنچ چکا ہے مشن کی

تبلیغی جدوجہد نے بفضلہ تعالیٰ متوسط طبقہ سے نکلکر اعلےٰ طبقہ میں رسائی حاصل کر لی ہے۔ اور غیر مسلم احباب اسلامی برادری میں منسلک ہونا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اب جبکہ یورپ کی مذہبی کیفیت یہ ہو۔ تو کسقدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلم برادران وطن ان تشنگان اسلام کی روحانی پیاس کو بجھانے کا کوئی تردد نہ کریں +

یورپ میں اشاعت اسلام کا بہترین ذریعہ مفت تقسیم اسلامی لٹریچر ہے۔ اور یہی بہت حد تک غیر مسلموں کو اسلام کیطرف رجوع کرنے کا بہترین و مفید ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اس فریضہ کو با حسن وجوہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی گذشتہ بارہ سال سے سرانجام دے رہا ہے۔ اور یہی رسالہ بہت حد تک نومسلمین کے قبول اسلام کا موجب ہوتا ہے۔ اس اسلامی مجلہ کو غیر مسلم احباب یورپ اپنے فرصت کے اوقات میں بغور پڑھتے ہیں اور کچھ عرصہ کے مسلسل مطالعہ سے دین فطرت کو قبول کر لیتے ہیں۔ اسلئے اسبات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ اسلامک ریویو کثیر تعداد میں بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اس سے بہت احسن نتائج مترتب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے بالمقابل عیسائی مال کو پانی کیطرح بہا کر اپنے لٹریچر کو پھیلا رہے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں انجیل کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرا کر مختلف ممالک میں مفت تقسیم کر چکے ہیں اسوقت تک انجیل پانچ سو پچاس زبانوں سے زاید میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اسلئے اس سیل رواں کی روک تھام کیلئے ضروری ہے۔ کہ مسلم برادران وطن کارکنان مشن کو کم از کم دس ہزار اسلامک ریویو بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کرنے کیلئے قابل کردیں۔ یورپ اسلام قبول کرنیکو تیار ہے بشرطیکہ اسلامی تعلیمات ان تک پہنچائی جائیں۔ اسلئے برادران قوم ہمیں اس قابل کریں کہ ہم اپنی تبلیغی جدوجہد کو اور بھی وسیع پیمانہ پر کر سکیں۔ یہاں اس مسئلہ پر ہمیں روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم دنیا میں کیوں مبعوث ہوئے؟ اور آپؐ نے دین حقہ کی اشاعت کیلئے کیا کیا تکالیف آزار و آلام مصائب و دکھ جھیلے۔ پھر آپؐ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیسی کیسی اذیتیں اس پاک دین متین کے پھیلانے میں برداشت

گیں۔ ان تاریخی واقعات سے ہر ایک خواندہ مسلم آگاہ ہے۔ تاریخ اسلامی کی ورق گردانی ہم پر روز روشن کی طرح اس فرض اسلامی کی اہمیت کو واضح کر دیتی ہے +
یورپ میں اشاعت اسلام کی اہمیت کو ملحوظ رکھ ہر مستطیع مسلم بھائی سے ہماری درخواست ہے۔ کہ کچھ مستقل طور پر ماہوار امداد مسلم مشن ووکنگ کے لئے مقرر کرے! اور کم از کم ایک روپیہ ماہوار سے امداد کرے۔ کیونکہ انگلستان میں مشن مذکورہ کے اخراجات کثیر ہیں اور ان اخراجات کا تہیہ مسلم برادران وطن نے ہی کرنا ہے۔ کیونکہ یہ نخل اسلام انگلستان میں انہیں کا لگایا ہوا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اس شجر اسلام کو جس نے کفرستان کی سنگلاخ زمین میں اپنی بنیادیں بفضل خدا اور آپ کی پیہم کوششوں سے قائم کرلی ہیں کبھی مالی اضطراری کی وجہ سے اکھیڑنا پڑا۔ تو مسلمانان عالم کیلئے خصوصاً اور مسلمانان ہند کیلئے عموماً وہ دن بڑی پریشانی کا ہوگا۔
ان احباب کی ذات سے جو اشاعت اسلام کے کام کے دل سے متمنی ہیں! اور جو کہ یورپ کو اسلام سے بہرہ اندوز ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ ہماری اس اپیل پر لبیک کہکر اس بار گراں کے اٹھانے میں ہمارا ہاتھ بٹا کر داخل حسنات ہوں۔ اور اسلام کی حمایت کیلئے کمر ہمت باندھ لیں اگر ایک روپیہ ماہوار دینے والوں کی تعداد ایکہزار تک پہنچ جائے۔ تو اسی مشن کی ماہواری امداد بہت بڑھ سکتی ہے۔ اور امید ہے کہ یہ طریق امداد کنندگان کو بھی گراں نہ گذریگا۔ **دو پیسے یومیہ** اپنے روزانہ اخراجات میں سے دین پاک کی خدمت کیلئے الگ کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے بالمقابل ان اسلامی مفاد کو ملحوظ رکھا جاوے۔ جو اس قلیل امداد سے ووکنگ مسلم مشن انگلستان کو پہنچینگے۔ اور ہمیں اس طرح کی ماہواری امداد سے انگلستان کے مشن کے ماہواری اخراجات کے برداشت کرنے میں بہت سہولت ہوگی۔ جو مخلص احباب اس قسم کی ماہواری امداد مشن کو دینی قبول فرمائیں۔ وہ از راہ کرم ہر ماہ کی شروع تاریخوں میں اپنا ماہواری عطیہ دفتر مشن لاہور میں بذریعہ منی آڈر ارسال فرما دیا کریں یا انکی

خدمت میں یہی رسالہ اشاعت اسلام جسمیں اپیل ہذا چھپی ہے۔ اور کہ جسمیں ہمیشہ حساب آمد و خرچ مشن و رپورٹ مشن ووکنگ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بذریعہ وی۔ پی اس ماہواری عطیہ کی وصولی کے لئے حاضر خدمت ہو جایا کریگا۔ ان ہر دو طریقوں میں سے جسمیں معطی صاحبان کو سہولت ہو۔ اس سے دفتر مشن کو مطلع فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقوں سے بھی آپ مشن کیخدمت کر سکتے ہیں:۔

(۱) اگر آپ انگریزی دان ہیں تو رسالہ اسلامک ریویو کی خود خریداری منظور فرمائیں وگرنہ اپنے حلقہ اثر میں توسیع اشاعت فرماکر داخل حسنات ہوں۔ اس کا سالانہ چندہ ۸عہ ہے +

(۲) اسلامک ریویو کو بلاد غربیہ کے غیر مسلم طبقہ میں مفت تقسیم فرمائیں۔ اس صورت میں سالانہ چندہ ۶عہ ہے +

(۳) اپنے حلقہ اثر میں یکمشت امداد مشن کی تحریک فرمائیں +

(۴) مشن کی امداد کیلئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مشن نے کچھ انگریزی اُردو کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ جن کا منافع مشن کو جاتا ہے۔ انکی توسیع اشاعت فرمائیں۔ مفصل فہرست کتب درخواست آنے پر ملسکتی ہے +

آخر میں ہماری التماس ہے۔ کہ ناظرین اس اپیل کو طاق نسیان پر نہ رکھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ اور اس سکیم کو عملی جامہ پہنا کر دین کے ناصر بنیں اور اس پاک اسلامی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل کریں +

مسلمانان ہند نے ہی یورپ میں علم اسلام نصب کیا ہے۔ اور یہ سعادت کسی اسلامیہ سلطنت یا ملک کو نصیب نہیں ہوئی۔ آج تک ہندوستانی مسلم برادران قوم کی ہی توجہ سے مشن مذکورہ پھولتا پھلتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد ہمیں اپنے ہندوستانی بھائیوں پر ہی بھروسہ ہے۔ اغیار کے مشنوں کی طرح انکی

پُشت پناہ کوئی زبردست طاقت نہیں۔ اگر خدانخواستہ مشن کو کبھی مالی اضطرار
ہو۔ تو بھی آپ برادران وطن نے ہی اس کا تہیہ کرنا ہے۔ اسلئے ہر ناظرین رپورٹ سے
ہماری مُودبانہ درخواست ہے۔ کہ از راہ کرم اس اللہ کے کام کیلئے ضرور کچھ نہ کچھ ماہوار
رقم بطور امداد اس کام کیلئے مقرر فرمائیں۔ اب ہم ذیل میں ان محبان اسلام کی فہرست
بصد شکریہ اسماء ارشائع کرتے ہیں۔ جنہوں نے یورپ میں اشاعت اسلام کی اہمیت
کو محسوس کرکے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی مستقل طور پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق
عمر۔ عاہ ر۔ سے۔ للعہ ر۔ صہ۔ عنہ روپیہ ماہوار تک بشرط زندگی امداد کرنے کا بیڑا
اُٹھالیا ہے۔ اور ان ماہواری و سالانہ امداد کنندگان کی تعداد یکصد تک مستقل پہنچ چکی ہے۔
مسلم والیان ریاست کی امداد ان امداد کنندگان کے علاوہ ہے۔

اسمائے گرامی ماہواری امداد کنندگان مسلم مشن ووکنگ

۱۔ نواب زادہ میجر حاجی عبید اللہ خان صاحب بھوپال
۲۔ جناب منہاج الدین صاحب بھٹنڈا
۳۔ ؍؍ ایم تاج الدین صاحب کالی کرچ
۴۔ ؍؍ محمد انور غنی صاحب امروکہ
۵۔ ؍؍ محمد ابراہیم صاحب بھوانی
۶۔ ؍؍ کے انور علی صاحب نگر کنڈا
۷۔ ؍؍ فضل صاحب جیت پور
۸۔ ؍؍ احسان الحق صاحب ڈیرہ نماز یخان
۹۔ ؍؍ فضل کریم صاحب آبازئی
۱۰۔ ؍؍ خادم حسین صاحب بارہ بنکی
۱۱۔ ؍؍ سید عظمت اللہ صاحب اڈولی
۱۲۔ ؍؍ ایم عباد اللہ خانصاحب اراوتی
۱۳۔ جناب فاطمہ بی بی۔ لاہور
۱۴۔ جناب مسیح الملک حکیم اجملخانصاحب دہلی
۱۵۔ معرفت جناب عبدالباسط صاحب مدراس
۱۶۔ جناب زبیالدین صاحب اندور
۱۷۔ جناب عبدالکریم صاحب کانکی
۱۸۔ جنابہ اہلیہ صاحبہ میاں محمد خانصاحب اُکاڑہ
۱۹۔ جناب سید محبوب علی صاحب گوالیار
۲۰۔ ؍؍ ایم عبداللہ شریف صاحب میسور
۲۱۔ شیخ عبدالغنی صاحب مینادر (جموں)
۲۲۔ جنابہ والدہ خلیل احمد صاحب۔ لاہور
۲۳۔ صاحبزادہ عبدالواحد خانصاحب۔ اجمیر
۲۴۔ جناب نواب معزالدین خان صاحب لاہور
۲۵۔ ؍؍ محمد امیر حسن معز صاحب کاکوری
۲۶۔ ؍؍ مصدق الدین احمد صاحب۔ دہلی
۲۷۔ ؍؍ خلیفہ عبدالحکیم صاحب جڑانوالہ
۲۸۔ ؍؍ صبغتہ اللہ صاحب کوٹہ
۲۹۔ ؍؍ اسد اللہ صاحب گورداسپور
۳۰۔ ؍؍ محمد فاروق صاحب ؍؍

۳۱- ایک بزرگ - از سندھ مدرسہ کراچی
۳۲- جناب سید محمد اشرف صاحب - کوہاٹ
۳۳- " ایم - اے - نان بنکی
۳۴ " الیس فتح محمد صاحب - راجندری
۳۵ " عبدالجبار صاحب - کراچی
۳۶ - " شیخ ہدایت اللہ صاحب - پشاور
۳۷ - " غلام علیشاہ صاحب - شیر شاہ
۳۸ - " سید احمد شاہ صاحب - چارسدہ
۳۹ " سید فردوس شاہ صاحب - کیمبل پور چھاونی
۴۰ " ایم عبدالرحیم صاحب - کلسی
۴۱ " شیخ حسن صاحب - حیدرآباد دکن
۴۲ " سلطان علی صاحب پھلڑیاں سندھ
" شیخ محمد یوسف صاحب - قلات
" محمد اصغر علی صاحب اندری - کرنال
" منشی خیرایت اللہ صاحب - لمردکہ (بہاولپور)
" سید مقبول احمد صاحب الہ آباد

۴۷ - جناب بابو نواب الدین خان صاحب منی جیون (کشمیر)
۴۸ - " بابو طفیل محمد صاحب - پیچ پہاڑ (کشمیر)
۴۹ " محمد شفیع خان صاحب " "
۵۰ " عبدالمعبود " جیت پور
۵۱ " محمد صدیق " دھامن گاؤں
۵۲ " محمد مستان خان صاحب گلگاؤں
۵۳ " غلام دستگیر خان صاحب - کولاپور امراوتی
۵۴ " اصغر حسن صاحب دھامن گاؤں
۵۵ " رحیم بیگ صاحب - امراوتی
۵۶ " محمد تصدق حسن صاحب دھامن گاؤں
۵۷ " الہ بخش صاحب پھلڑیاں سندھ
۵۸ " مرزا غلام حسین صاحب جیل فیورٹ سنڈیمن بلوچستان
۵۹ " شیخ یاور حسین صاحب - سنڈیمن "
۶۰ " سید محمد رقیب " " "
۶۱ " محمد یمین صاحب " "
۶۲ " قاضی احمد خان صاحب - پشاور

اسمائے گرامی سالانہ امداد کنندگان مسلم مشن گنگ

۱- جناب کرنل الطاف علی صاحب - لدھیانہ
۲- " قاضی اسمٰعیل ٹرسٹ بمبئی
۳- " سید امیر شاہ صاحب - میانوالی
۴- " سید احمد بادشاہ صاحب - ارکاٹ
۵- " سید علی شاہ صاحب شیرکوٹ
۶- " محمد اسلم خان صاحب - مردان
۷- " محمد اسحاق صاحب - شاہ آباد - دکن
۸- " سید محمد مسعود خان صاحب - کوٹھ شاہ آباد
۹- " انجمن اسلامیہ بلگام - دھارواڑ
۱۰- " سید عبدالرؤف صاحب - امراوتی -
۱۱- " خالد خالق صاحب - لدھا کیمپ

۱۲- جناب عبدالحکیم صاحب چٹاگانگ
۱۳- " سید فضل الرحمن صاحب کانپور
۱۴- " عبدالرشید خان صاحب - سوات
۱۵- " ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات
۱۶- " شیخ محمد بخش صاحب مردان
۱۷- " احمد حسین صاحب مظفر نگر
۱۸- " بابو حاجی احمد صاحب - رنگون
۱۹- " حاجی عبداللہ ہارون صاحب - کراچی
۲۰- " عبدالسلام صاحب - گنج مدراس
۲۱- " منشی محمد حسین صاحب لدھیانہ
۲۲- " حضور نواب محمد اکبر خان صاحب نواب آف ہوتی مردان

انگلستان میں اسلام کی اشاعت

جنوب مغربی اضلاع کے مسافر انگلستان میں سرے کی مخصوص سینبری کے اندر لندن کی جانب ووکنگ کے سٹیشن سے ایک مسلم مسجد کو دیکھ کر حیرانی سے چونک پڑتے ہیں۔ یہ مسجد ایک ہوائی جہاز کے کارخانے اور ریلوے یتیم خانے کے درمیان اپنے مینار بلند کئے کھڑی ہے۔ اسی طرح ایک اوسط درجہ کا انگریز کسی مشہور و معروف ہموطن کے اسلام قبول کرنے پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اسلام اور رسول مقبول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی علم نہیں رکھتے۔ اسلئے ہم ووکنگ کی مسجد کو ایک نہایت پُراسرار مقام سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا یہ خیال ہے۔ کہ جو انگریز اسلام میں داخل ہوتا ہے اُسے ہمیشہ کے لئے اپنے لباس کی جگہ دو چادروں سے اپنا جسم ڈھانکنا پڑتا ہے۔ ایک چادر جسم کے بالائی حصہ پر اوڑھی جاتی ہے۔ اور دوسری نچلے حصہ کے لئے ہوتی ہے۔ انہی چادروں میں انگلستان کے مشہور مسلمان لارڈ ہیڈلے نے حال ہی مکہ معظمہ کا حج کیا۔ حق بات تو یہ ہے۔ کہ سرے کی اس مسجد میں کوئی پُراسرار بات نہیں۔ تمام دیگر مذاہب کے لوگ اتوار کے مباحثوں میں آزادی سے آسکتے ہیں۔ اور دیگر اوقات میں بھی مسجد کے اندرونی حصہ کو دیکھنے میں جو نہایت ہی سادہ ہے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ اسلام میں اور کوئی ورد وظائف فرض نہیں کیئے گئے۔ مسجد ووکنگ میں ایک منبر ایک اُونچا سا منبر جس پر قرآن کریم کی ایک جلد رکھی ہے۔ اور چند کرسیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ گرجا کی طرح وہاں کوئی مذبح نہیں۔ اور کسی قسم کی آرائش نظر نہیں آتی۔ بلکہ سادگی میں یہ مسجد پُرانے زمانہ کے انگلفار مسٹ گرجا سے مقابلہ کرتی ہے۔ یہ کن لوگوں کی عبادتگاہ ہے۔ اور ان کی کیا تاریخ ہے

پہلے سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی خاص تقریب کے علاوہ اس مسجد کی جماعت تیس تک محدود رہتی ہے۔ چونکہ یہ انگلستان میں اسلام کا مرکز ہے۔ اسلئے ظاہر ہے۔ کہ انگریز مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل ہوگی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ان کی تعداد ایکہزار کے قریب ہے۔ جو برطانیہ کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے علاوہ لندن میں ناٹنگ ہل گیٹ کے مقام پر ایک ہیڈ کوارٹر ہے جہاں اتوار کی شام کو مباحثات ہوا کرتے ہیں جنمیں چالیس سے ساٹھ کی تعداد تک لوگ شامل ہوتے ہیں اب لندن میں بھی ایک مسجد تعمیر کرنے کی تجویز ہے لیکن ابھی تک کوئی قطعہ زمین حاصل نہیں کیا گیا جزائر برطانیہ میں مسلمانوں کی کل آبادی ایکہزار سے بہت زائد ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ برطانیہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان رہتے ہیں۔ جن میں سے ایک بڑا حصہ ہندوستانی طلباء کا ہے۔ لیکن عملۂ ووکنگ کے لئے یہ کوئی اہم بات نہیں۔ وہ یہاں اپنی مرضی سے عیسائیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سسکس کے بیرونٹ اور سلسے کانزرویٹیو ایسوسی ایشن کے پریزیڈنٹ سر آر چیبالڈ ہملٹن کے مشرف بہ اسلام ہونے پر اس مذہب کیطرف بہت توجہ مبذول ہوئی ہے۔ آپ کے تبدیل مذہب سے اور بہت سے انگریزوں کو اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ مسجد ووکنگ کے امام خواجہ نذیر احمد صاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ جب سے سر آرچیبالڈ کی قبولیت اسلام کا اعلان ہوا ہے۔ لوگ معلومات حاصل کرنے کے لئے خطوط کی ایسی بھرمار کر رہے ہیں۔ کہ عملۂ ووکنگ کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے دو ماہ پہلے بیس اور انگریز دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور امام کو یقین ہے کہ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ایک رو ملک میں پیدا ہوگئی ہے۔ میں خواجہ نذیر احمد سے جو ایک ہندوستانی بیرسٹر اور انجینئر ہیں دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ آپ ایک نہایت مہذب بالنسان ہیں۔ اور خوب انگریزی بول سکتے ہیں۔

ووکنگ کا کام آجکل آپ ہی کے سپرد ہے۔ اسلام میں کوئی مولویوں کا فرقہ نہیں مسجد کے امام اور عملہ نے اپنی مرضی سے اسلام کے لئے اپنی خدمات کو پیش کیا ہے۔ اس جگہ یہ کہہ دینا ضروری ہے۔ کہ اہل اسلام ہرگز یہ پسند نہیں کرتے۔ کہ انہیں محمڈن کا لقب دیا جائے۔ مسجد کے امام نے کہا۔ کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم نبی کریم صلعم کی پرستش نہیں کرتے کیونکہ ہم آپؐ کو انسان سے بڑھ کر رتبہ نہیں دیتے۔ جس طرح دیگر انبیا حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام انسان تھے۔ اسلئے اہل اسلام ان معنوں میں محمدؐ کے پیرو نہیں جس طرح حضرت مسیحؑ کے پیرو عیسائی کہلاتے ہیں +

مسجد ووکنگ کی تاریخ دلچسپ ہے۔ تیس سال ہوئے کہ ایک مشرقی انسٹیٹیوشن کے ساتھ اس کا ظہور ہوا۔ اور سنہ ۱۹۱۱ء تک یہ مسجد اور اس کی ملحقہ زمین استعمال میں نہیں آئی۔ جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جو ایک ہندوستانی وکیل ہیں اس ملک میں تشریف لائے۔ اور اس مسجد کا افتتاح کیا اور ساتھ ہی اسلامک ریویو کے نام سے ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جو اوائل میں نیم سیاسی اور مذہبی رنگ کا تھا لیکن بعد میں وہ صرف مذہبی امور کی اشاعت کا ایک ذریعہ بن گیا۔ اسلامک ریویو اب بھی قائم ہے۔ اور ہر ماہ دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچتا ہے۔ انگلستان اور دیگر نوآبادیوں کیلئے جہاں انگریزی خواں لوگ آباد ہیں۔ یہ رسالہ انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے ہندوستان کی ضروریات کیلئے اس کا ترجمہ اردو میں ہوتا ہے۔ جاوا اور ملایا کیلئے اسے عربی کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ کی تمام پبلک لائبریریوں میں یہ بھیجا جاتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی سرپرستی میں ہندوستان کے اندر ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ قائم ہے۔ اور بشیر مسلم لائبریری غیر مسلموں میں لٹریچر کی

مفت تقسیم کے لئے کھولی گئی ہے۔ اس جدوجہد کی غرض ان تمام ممالک میں اسلام کی اشاعت ہے جہاں انگریزی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ صرف انگلستان میں ہی لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ امریکہ کینیڈا۔ جنوبی افریقہ اور جزائر غرب الہند میں بھی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ اسلام میں مشنریوں کا کوئی پیشہ نہیں۔ اپنے مذہب کی اشاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہیڈلے کے قبولیت اسلام نے اس مذہب کو ایک نمایاں رنگ میں ظاہر کر دیا۔ اس سے پہلے بھی بہت سے انگریز مسلمان مختلف مقامات میں موجود تھے۔ سب نے پبلک میں تبدیل مذہب کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس وقت بارہ مکمل خاندان دائرہ اسلام میں آچکے ہیں۔ ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا ہے۔ جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں! امام نے مجھے انگریز نومسلموں کے فوٹو دکھائے۔ جن میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور کریجوایٹ فوج کے افسر اور سپاہی اور تجارت کرنے والے لوگ شامل تھے میرے سوال پر امام نے اس ملک میں اپنی ترقی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا ہی ایک مذہب ہے جو ادراک انسانی کے مطابق ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان بغیر عمل کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہماری نماز کا طریق مقرر ہے تاکہ اسمیں یگانگت قائم رہے۔ لیکن ہمارا مذہب جو نہایت ہی سادہ ہے۔ ہمیشہ شاہراہ ترقی کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں جو سب کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔ تمام مسلمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کے آخری نبی تھے۔ اسلام میں کوئی وسیلہ نہیں۔ اور ہر ایک شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ وار ہے۔ اسلام دو راستے بتاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کیطرف لیجاتا ہے وہ نیک ہے۔ اور جو راہ ہمیں خدا سے دور لیجاتی ہے وہ بد ہے اسلام ہر قسم کی بدی سے روکتا ہے۔ اور منشیات خنزیر اور جوئے کو حرام قرار دیتا ہے۔

اس مذہب میں نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض ہیں۔ ماں باپ سے نیک سلوک کرنے اور مخلوقات سے جس میں جانور اور پرند شامل ہیں مہربانی سے پیش آنے کا حکم ہے۔ یہاں عیسائیت اور دیگر مذاہب سے اسلام کے تعلقات کو بیان کر دینا ضروری ہے۔ مسلمان حضرت مسیح کو خدا کا ایک نبی سمجھتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ ایک راسخ الاعتقاد عیسائی کو دیگر مذاہب سے تعصب کے بغیر چارہ نہیں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کا مذہب تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ اور حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء جو دنیا کے مختلف حصوں میں نازل ہوتے رہے۔ ان سب کا مذہب اسلام ہی تھا۔ پیدائش کے وقت ہر انسان کا بچہ اسی مذہب کا پیرو ہوتا ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے مطابق (جو آجکل ہندوستان میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور درحقیقت ووکنگ مشن تحریک کے بانی ہیں) ایک مسلم تمام مذاہب کی خوبیوں کو لے لیتا ہے۔ لیکن اس حصہ کو تسلیم نہیں کرتا جو انسان کی طرف سے خداوند تعالیٰ کے مذہب میں شامل کیا گیا۔ اس مذہبی بحث کو چھوڑ کر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انگلستان میں عیسائی کلیسیا کے اراکین ووکنگ کے اس چیلنج کو نظر انداز نہیں کریں گے (یارکشائر اوبزرور)

سر آرچیبالڈ ہملٹن کے مشرف بہ اسلام ہونے سے لوگوں کی توجہ نومسلموں کی تعداد کی طرف مبذول ہونے لگی ہے۔ جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور جن میں سے اکثر امراء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ہزار کے قریب عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ آجکل ووکنگ میں ایک مسجد اور ناٹنگ ہل گیٹ لنڈن میں ایک پریئر ہوس ہے۔ انگلستان میں دین اسلام کی اس تحریک اور مشن کے بانی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں۔ آپ اسلامک ریویو کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ انگلستان میں نومسلمین کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ مسجد ووکنگ میں اتوار کے مجمع میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ حال ہی میں سر آرچیبالڈ ہملٹن کے مشرف بہ اسلام ہونے سے ووکنگ کی جماعت میں

ایک قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ آپ ایک مدت سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے بہت سے انگریز جو قرآن کریم کی حکومت تلے آ گئے ہیں۔ جب مشرقی ممالک سے رخصت ہو آتے ہیں۔ تو اکثر مسجد میں آتے رہتے ہیں۔ اس ملک میں اسلام کی ترقی ان مبلغین کی وجہ سے حاصل ہوئی جو محض تبلیغ کی غرض سے اس ملک میں آئے۔ ان میں خواجہ نذیر احمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو اپنے اوقات ووکنگ کی مسجد اور لندن پریشیر ہوس میں صرف کرتے ہیں۔ آپ تصوف کے بہت دلدادہ ہیں۔ انگریز نومسلموں میں سے ایک اور بزرگ مسٹر لوگرو ہیں۔ آپ نہایت صدق دل سے اسلام پر ایمان لائے ہیں اسلام اور نومسلموں کی تعداد میں ترقی کے متعلق جب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی سب نے قبولیت اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ لیکن وہ پوشیدہ طور پر ایمان لے آئے ہیں۔ اسی طرح سوسائٹی کی بہت سی خواتین اور مرد ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ نویں صدی میں ایران سے تصوف کا آغاز ہوا۔ یہ دراصل مذہبی پابندیوں کے خلاف ایک آواز تھی۔ اس عقیدہ ایسی عبادت کو رائج جو انسان پر کشف کی حالت طاری کر دیتی ہیں۔ جس کے دوران میں روح خداوند تعالیٰ سے تعلق قائم کر سکتی ہے۔ تصوف کے عقائد سوسائٹی کی خواتین کے لئے بڑی دلچسپی کا موجب ہیں۔ اور وہ اس کے مطالعہ میں مشغول ہو گئی ہیں۔ اور بسا اوقات وہ اسلام قبول کر لیتی ہیں۔

اب بہت سے مقامات پر تصوف کا مطالعہ ہوتا ہے۔ مسجد ووکنگ کی تاریخ دلچسپ ہے۔ نیم سال ہوئے۔ کہ ہز ہائنس والئے بھوپال کی فیاضی سے یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اور ملحقہ مکانات ایک ہندوستان کے مشہور بزرگ نواب سالار جنگ بہادر کی یادگار ہیں۔ چند سال تک یہ مسجد ویران رہی۔ آخر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب یہاں تشریف لائے! ورا سے اسلام کی اشاعت کا مرکز بنایا۔ ووکنگ میں ایک مسلم لائبریری بھی ہے۔ اسلام سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب یہاں سے مطالعہ کیلئے کتب لے سکتے ہیں (منٹے سن)

اسلام کا الہامی مذہب ہونا

(از قلم ڈاکٹر خالد بینگ پی ایچ۔ ڈی)

اسلام اور عیسائیت میں ہمیشہ سے یہی نمایاں فرق چلا آیا ہے۔ کہ ان دونو مذاہب کے پیرو تحقیق اور تنقید کے متعلق بالکل مختلف خیالات رکھتے رہے ہیں۔ عیسائیت کی تاریخ متعصبانہ ایذارسانیوں انکوزیشن کی ابتلاؤں اور آگ کے ان شعلوں سے پُر ہے۔ جن کے اندر لوگوں کو کافر قرار دیکر زندہ جلوادیا جاتا تھا۔ اسلام اوائل سے ہی فراخ دلی اور تحقیق کا حامی رہا ہے۔ اگر شخصی تعصب کی اِکا دُکا مثالیں ملتی ہیں۔ تو وہ اس امر کی سچائی کو اور بھی روشن کردیتی ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث کے ایک ایک لفظ کو شروع زمانہ سے ہی تحقیق اور تنقید کی محک پر پرکھا گیا۔ اور چھوٹے چھوٹے امور کو بھی روز روشن کیطرح ظاہر کیا گیا۔ اس کے برعکس انجیل کے متعلق حال ہی میں کچھ تحقیق کیگئی ہے۔ جو عیسائیت کی ترقی پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ اس مذہب میں اختلاف اور تنزل کو ظاہر کرتی ہے۔ اس زمانہ میں بھی کیتھولک کلیسیا اور بعض پروٹسٹنٹ لوگوں سے اندھادھند تقلید کی توقع رکھتے ہیں۔ ان کے مقابل اسلام کی بنیاد ادراک صداقت اور فطرت پر ہے۔ وہ سائنٹیفک تحقیق اور تنقید سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ اس کے ایک ایک پہلو پر جس قدر چاہو غور کرلو۔ اس لئے اس مذہب کے خدا کی طرف سے بذریعۂ الہام نازل ہونے کو معرض بحث میں لانا بیجا نہ ہوگا۔ میرے قبولیت اسلام سے پہلے اور بعد کئی سال تک تعلیمیافتہ عیسائیوں اور آزاد خیال لوگوں سے میرے جو مباحثات ہوئے ان سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ایک مدت سے عیسائیت کو الہامی مذہب نہیں مانتے۔ بلکہ انسانی دماغ کی اختراع تصور کرتے ہیں لیکن

بظاہر وہ اس مذہب کی پیروی بھی کرتے ہیں۔ اور ان کا ایمان ہے کہ مذہب یا عیسائیت بنی نوع انسان کی بہتری اور ترقی کے لئے ضروری تھا۔ انہیں یہ بھی یقین ہے کہ عالمگیر دہریت انفرادی اور سوشل اخلاق کو درہم برہم کردیگی جس سے یوروپین یا عیسائی تہذیب بالکل تباہ ہو جائیگی۔ ایک دوسرا گروہ ہے جو عیسائیت کا علمی نکتہ نگاہ سے خواہشمند ہے۔ اور اپنے بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ تمام مذاہب کو انسان کا بنایا ہوا مانتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ان مذاہب کو دانا لوگوں نے بنی نوع انسان کی بہتری کی غرض سے رواج دیا۔ بہت سے لوگ عقاید پر ایمان لاکر عیسائی مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کیلئے ایک مثال قائم کرنے کی غرض سے اس مذہب میں شامل ہیں۔ اس روشنی کے زمانہ میں فراغ دل انسان عیسائیت کو اس نکتۂ نگاہ سے زیادہ ماننے لگ گئے ہیں۔ ایسے خیالات رکھنے والے عیسائیوں سے میں نے بارہا سُنا ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہایت ہی بلند خیالات کے انسان تھے۔ آپ کو اپنے ہموطنوں کی ابتر حالت دیکھ کر رحم آیا۔ اور ان کی بہتری اور ترقی کی آپ کو خواہش پیدا ہوئی۔ ان امور کو ہمتے غور سے دیکھنا ہے کیونکہ ہم صرف اسلام ہی کو ایک سچا اور الہامی مذہب سمجھتے ہیں۔ ہمارا ہرگز یہ ایمان نہیں کہ محض عرب قوم یا بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے اس مذہب کو رائج کیا گیا ہے۔ اس سوال کے ہر پہلو پر ہم نے پوری تحقیق کر لی ہے۔ اس معاملہ پر بحث کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلعم کی صداقت کو درمیاں میں نہ لاؤں۔ کیونکہ میں نے فرض کر لیا ہے۔ کہ قارئین نبی کریم صلعم کی زندگی سے واقف ہیں۔ کوئی متعصب انسان جو واقعات سے بالکل لاعلم اور فطرت انسانی سے کلی ناواقف ہے۔ وہی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ایک شخص ایسی مشکلات کے ہوتے ہوئے محض کسی خود غرضی کے خیال سے عرب اقوام میں اسلام پھیلانے کا بیڑا اٹھا سکتا ہے۔ جبکہ تیرہ برس سے زیادہ عرصہ تک اُسے طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی جاتی ہیں۔ اور اس پر مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔

اگر ہماری بعض مستند لغت کی کتابوں اور انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں ان خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ تو اسکی وجہ واقعات سے لاعلمی اور مسلمانوں کی سستی ہے جو یورپ میں وہ اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کرتے۔ اسلئے ہم ان خیالات کو حرم اور تقدیر جیسے امور کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلعم کی صداقت کو تسلیم کر لیا جائے تو صداقت کے مختلف مدارج ہیں۔ جو میں یہاں بیان کرونگا اب یہ سوال ہمارے سامنے ہے۔ کہ کیا واقعی اسلام ہی بنی نوع انسان کا مذہب ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بذریعۂ الہام نازل ہؤا۔ یا اس مذہب کی ایک علمی حیثیت ہے۔ جس کو کسی انسان نے نیک نیتی اور ہمدردی کے خیال سے عرب کی اقوام یا تمام انسانوں کی بہتری اور ترقی کے لئے ایجاد کیا۔ ان تمام سوالات کا جواب دینے کیلئے تو کئی جلدیں درکار ہیں۔ اسلئے ہم چند اہم امور پر ہی غور کرینگے۔ نبی کریم صلعم ایک عملی انسان اور کامیاب تجار تھے۔ آپ دنیا کے تمام معاملات کا عملی رنگ میں علم رکھتے تھے۔ آپ محض خیالی پلاؤ پکانے کے عادی نہ تھے۔ نہ آپ پروفیسر تھے۔ اور آپ کا تعلق کسی حکمران طبقہ سے نہ تھا بچپن ہی سے آپ لوگوں میں حق پسند صدیق اور معتبر گنے جاتے تھے۔ اسی لئے آپ کو امین کا لقب ملا۔ آپ کی اوائل زندگی سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ حرص وہوا کے پیرو تھے۔ حضرت خدیجہ کے ساتھ آپ کی خانگی زندگی نہایت خاموشی اور عمدہ طریق سے بسر ہوئی۔ جو اوروں کیلئے ایک مثال ہے زندگی کے آخری حصہ میں جب آپ کو پورا غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ تو اسوقت بھی آپ اسی سادہ زندگی پر قائم رہے۔ اور اسی طرح گھر کے معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ ہر ایک سے آپ نہایت مہربانی کا سلوک کرتے اور کمزور اور محتاجوں۔ بیواؤں اور یتیموں سے بہت شفقت کرتے۔ اپنی طاقت سے آپ نے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آپ کے پاس تھا۔ وہ غربا کے لئے چھوڑ گئے۔ جب پہلی مرتبہ الہام نازل ہؤا۔ تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی

اس عمر میں آپ پورے ترقی یافتہ انسان تھے۔ آپ نہ تو جوشیلے نوجوان تھے اور نہ ہی اس بوڑھے انسان کی طرح تھے جسکے قوی بالکل کمزور ہو گئے ہوں۔ حضرت خدیجہؓ عمر میں آپ سے چودہ سال بڑی تھیں۔ اور اس وقت نکاح کئے ہوئے پندرہ برس گزر چکے تھے فوراً آپ پر ایمان لے آئیں یہ ایک عجیب بات ہے۔ حضرت خدیجہ ایک اعلےٰ طبقہ کی امیر اور نہایت کامیابی سے تجارت کرنیوالی خاتون تھیں۔ لازماً فطرت انسانی کا آپ کو خوب علم ہوگا۔ اگر حضرت خدیجہؓ کو آپ کی صداقت کا یقین نہ ہوتا۔ اور اس الہام پر ایمان نہ لاتیں۔ جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تو آپ ہرگز اس جرأت اور وفاداری سے نبی کریم صلعم کا ساتھ نہ دیتیں کیونکہ اس وقت کے حالات کو دیکھ کر آپ کبھی یقین نہ کر سکتی تھیں کہ نبی کریم صلعم کی یہ تحریک کامیاب ہوگی۔ خداوند تعالیٰ کے اس الہام کی عدم موجودگی میں عرب کے اندر اسلام کی کامیابی کا وہم وگمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ ہمارے مخالف بلا شبہ کہینگے۔ کہ یہ سب باتیں عیسائیت کے متعلق بھی صحیح ہیں۔ اور اس مذہب کی اشاعت خداوند تعالےٰ کی امداد کے بغیر نہ ہو سکتی تھی۔ جس زمانہ میں عیسائیت نے ترقی کی اس وقت بالکل مختلف حالات تھے۔ جنہیں توہم پرستی کے عقائد خوب نشوونما پا سکتے تھے۔ ہومر کے عہد سے ورجل کے زمانہ تک جو لاطینی اور یونانی شعرا گزرے ہیں۔ اگر ان کا مطالعہ کیا جائے۔ اور پرانے عہد نامہ کے نبیوں کی تعلیم کو دیکھا جائے۔ تو یہ حقیقت واضح طور سے ظاہر ہو جائیگی۔ حضرت مسیح سے اسی برس پہلے اوو ڈ کی کتاب میں جولیس سیزر کی وفات کے متعلق چند واقعات تحریر کیئے گئے جو بعینہٖ صلیب کے واقعہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ میری مراد زلزلے تاریکی اور قبروں کے کھلجانے سے ہے۔ جن میں سے مردے باہر نکلکر

بازاروں میں پھرنے لگے۔ یا بالفاظ دیگر عیسائیت کی بنیاد اس زمانہ کے عقائد اور توہم پرستیوں پر ہے ‡

لیکن اسلام میں یہ بات نہیں۔ اس زمانہ میں جو رسومات اور توہم پرستیاں رائج تھیں۔ انکی قطعاً کوئی رعایت نہیں کی گئی۔ اسلام کو دریا کی رو کے مخالف جانا تھا۔ اور اس راستہ کو اختیار کرنا تھا۔ جو سیدھا ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھتا ہے۔ ان امور کو مفصل بیان کرنے کیلئے کافی جگہ نہیں۔ دنیاوی نکتۂ نگاہ سے قریش کو جو کعبہ کے محافظ تھے اسلام سے مخالفت کی بڑی یہ وجہ تھی کہ روئے زمین پر اس وقت کوئی قوم عربوں سے بڑھ کر لا مذہب نہ تھی۔ اور کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جہاں اسقدر باہمی نفاق اور جنگ ہوں۔ تمام عرب میں کسی کو وحدانیت کی خواہش نہ تھی۔ اور اس بت پرستی میں کسی کو وحدانیت کا خیال بھی نہ آسکتا تھا۔ اور اس خدا کی پرستش کا کون خواہاں تھا جو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور علیم و خبیر کی صفات رکھتا ہے۔ ایکدوسرے پہلو سے اس امر پر غور کرتے ہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ایک انسان نیک نیتی یا خود غرضی سے بنی نوع انسان کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی ترقی کے لئے ایک مذہب ایجاد کرتا ہے۔ جو قارئین پر جو سمتھ۔ برگھم ینگ جیسے لوگوں کی مثال سے ظاہر ہو جائیگا۔ کوئی شخص چاہے وہ کس قدر با اخلاق اور عالی دماغ کیوں نہ ہو۔ گرد و پیش کے حالات اور ان امور کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو اس وقت لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوں۔ موجودہ زمانہ میں اگر کوئی اس قسم کا نبی پیدا ہو جائے۔ تو وہ یقیناً ایک عالمگیر اخوت امن اور سوشلزم کے اصولوں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھیگا۔ ہم مُسَلّمہ طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک انسانی مذہب اپنے وقت میں لوگوں کی مخالفت اور اُنکے عقائد کے عین برعکس رہ کر نہیں چل سکتا اور کوئی شخص اس ایسے موہوم فعل کو سرانجام دینے کی کوشش نہیں کریگا۔

اور نہ ہی اس مقصد کے حصول میں تیرہ سال تک مختلف قسم کی ایذاؤنکو برداشت کریگا۔ ہاں بعض لوگ جو عملی زندگی سے محض لاعلم ہیں۔ سو ہی اسکے خلاف آواز اٹھا سکتے ہیں انہیں فطرت انسانی اور زندگی کے عملی پہلو سے ذرہ بھر بھی واقفیت نہیں ہوتی +

غیبت اور بدگوئی

ادفع بالتی ھی احسن ط

ترجمہ۔ بُرائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو۔ کہ وہ بہت ہی اچھا ہو۔

واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ ط

ترجمہ۔ اور اگر تم کو کسی طرح کا شیطانی وسوسہ گدگدائے۔ تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو (حٰم السجدہ ۵) +

(قرآن کریم کے ۱۰۴ سورہ کی افتتاحی آیات ویل لکل ھمزۃ لمزۃ (ترجمہ۔ ہر شخص لوگوں کی عیب چینی کرتا۔ اور ان پر آوازے کستا ہے اسکی تباہی ہے) سے شروع ہوتی ہے) بعض لوگوں میں ایکدوسرے کو بُرا ظاہر کرنے کی بدعادت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ حسد ہوتا ہے۔ ایک انسان دوسرے کو دولت رتبہ اور علم سے زیادہ بہرہ ور دیکھتا ہے۔ اور اس کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلعم نے اسی پر ذیل کے الفاظ میں نصیحت کی۔ جب تم کسی انسان کو دیکھو جسے تمہارے مقابل دولت اور خوبصورتی سے زیادہ حصہ ملا ہے۔ تو ان لوگوں پر نگاہ ڈالو جو ان نعمتوں سے کم متمتع ہوئے ہیں۔ ہم اکثر ایک ایسے شخص سے حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے پاس ہماری نسبت دنیا کے اموال کی افراط ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں

کہ ایسا کیوں ہؤا ۔ زید کیوں لکھ پتی بن گیا ۔ جبکہ بکر کے لئے افلاس کے سبب بسر اوقات کرنا بھی دشوار ہے ۔ جب ہم اپنے ہمسایہ کو بعض امور میں اپنی نسبت زیادہ آسودہ حالت میں دیکھتے ہیں ۔ تو ہمارے دل میں غضب کی آگ مشتعل ہوتی ہے ۔ اور شکایت کے الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں افسوس کا مقام ہے ۔ کہ ہم اس پر بدنیتی اور بد دیانتی کا الزام لگا کر اپنی کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں ۔ اور ایکدوسرے سے مبالغہ آمیز باتیں کر کے اس شخص کے چالچلن پر دھبہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ گو اس کا کوئی قصور نہیں ہوتا ۔ ایک انسان کے حسد کی وجہ سے لوگ اسے ایک بڑا گنہگار سمجھنے لگتے ہیں ۔ اور اس سے ملنا جلنا بھی پسند نہیں کرتے ۔ نبی کریم صلعم نے ہمیں آگاہ کیا ہے ۔ کہ اگر ہم بعض لوگوں کو اپنی نسبت زیادہ آسودہ پاتے ہیں ۔ تو ان لوگوں کی تعداد پر بھی غور کرنا چاہیئے ۔ جنہیں دنیاوی مال و دولت میں ہم سے کم حصہ ملا ہے اکثر گردو پیش کے حالات ہماری تعلیم و تربیت دولت اور رتبہ کی کمی کا باعث ہوتے ہیں ۔ اور ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیئے ۔ کہ خداوند تعالےٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ۔ اس سے سب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اور اسکی نظر میں امیر و غریب بڑا اور چھوٹا سیاہ و سفید سب ایک ہیں ۔ سب وہی پانی پیتے ہیں ۔ اور اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں ۔ اور چاند سورج ستاروں اور کائنات قدرت سے یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں خداوند تعالیٰ نے بغیر کسی تمیز کے سب کو یکساں نعمتوں سے متمتع کیا لیکن انسان نے بہت سی چیزوں پر بیجا قبضہ کر لیا ہے ۔ اور یہ دنیاوی تمیز خدا کی طرف سے نہیں ۔ بلکہ انسان کی پیدا کردہ ہے ۔ خداوند تعالےٰ نے ہر انسان کو ایک جیسے بدن اور قوےٰ عطا کئے ۔ اور جو ایک شخص کر سکتا ہے وہ دوسرے کے لئے بھی ممکن ہے ۔ اس امر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ

صدیوں کے معاملات کو ہم گھنٹوں میں تہ و بالا نہیں کر سکتے! انسان اب محسوس کرنے لگا ہے۔ کہ دوسرے انسان بھی اسی کی طرح ہیں۔ اور قوم و ملت اور رنگ محض اتفاقی امور ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا وہ مذہب جو اخوت نبی نوع انسان کو پیش کرتا ہے۔ وہ ساتھ ہی اس امر پر بھی بہت زور دیتا ہے مسجد میں ہم کسے اپنا امام بناتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا مولوی نہیں ہوتا جو تنخواہ پاتا ہو یا اسمیں امرا کی صفات پائی جاتی ہوں۔ ہم اپنے میں سے ہی کسی کو امام بنا لیتے ہیں۔ جو فضیلت میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ ہماری عبادت کا کیا طریق ہے۔ کیا ہم گدیلے والی کرسیوں پر بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں۔ جبکہ اور لوگوں کے لئے لکڑی کی نشستیں مقرر ہیں۔ نہیں ہم سب امیر و غریب آقا و غلام استاد و شاگرد یکساں خداوند تعالیٰ کے حضور میں دوش بدوش کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ہم سب برابر ہیں۔ بعض اتفاقی امور ایک انسان کی بڑائی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم بھی کوشش سے اس رتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن صرف مال و دولت کو ہی ہمیں ایسی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ جس شخص نے دولت رتبہ اور علم سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ اسکی ذمہ واری بھی اس شخص سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جو ان سے محروم ہے۔ اسے ان تمام فوائد کا صحیح استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اسکی سزا بھی زیادہ ہے۔ اگر ان کے حصول میں اس نے دغابازی سے کام لیا ہے۔ تو اس کا ضمیر اسے کس قدر ملامت کرتا ہوگا۔ ان لوگوں کو دیکھو جو لاکھوں کے مالک ہیں۔ لیکن کھاتے میں ان کے لئے کوئی لطف نہیں رہا جو ضمیر کی ملامت کو دور کرنے کے لئے ہمیں خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ ہم پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہماری ذمہ واریاں کم ہیں۔ اور حرص و تمنا کم ہونے کے سبب ہمارے لئے گناہوں میں مبتلا ہونے کا بھی کم اندیشہ ہے علاوہ ازیں

ہمارے دوست و احباب کا حلقہ ہوتا ہے۔ اور اسمیں اکثر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور نئے تعلق کے سبب ہمارے دوست اسکی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہماری عدم موجودگی میں اس سے زیادہ راہ ورسم پیدا کر لیتے ہیں یہ صرف اس لئے ہوتا ہے۔ کہ نئے دوست سے رفاقت بڑھے اور اجنبیت دُور ہو ورنہ پُرانے دوستوں سے ویسے ہی تعلقات رہتے ہیں۔ ان کے اس فعل سے ہماری توہین مُتصوّر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ہم دل و جان سے اس طرف توجہ دیں۔ اور یہ خیال کرنے لگیں۔ کہ دوست اب ہماری پرواہ نہیں کرتے اور انھوں نے ایک نیا تعلق پیدا کر لیا ہے۔ اور پُرانے دوستوں کی کوئی قدر باقی نہیں رہی۔ ان خیالات سے ہم اپنے لئے ایک جہنّم پیدا کر لیتے ہیں۔ اور زندگی میں سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ اب کسی کو ہماری ضرورت نہیں۔ ہم ہر ایک لفظ اور نگاہ اور ادنےٰ ادنےٰ باتوں سے غلط مفہوم نکال لیتے ہیں۔ اور اپنے لئے خود تکالیف پیدا کرتے ہیں۔ اس کے بعد نہایت کمینہ پن سے اِنتقام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے دوست کو بدنام کرنا چاہتے ہیں یا اس کے سامنے اور دوستوں کی بُرائیاں ظاہر کر کے اسے آگاہ کرتے ہیں۔ تاکہ وہ ان سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اس طریق سے ہم اپنے تئیں خدا اور انسان کی نگاہوں میں حقیر بناتے ہیں۔ شیکسپیر نے ہماری فطرت کو خوب سمجھ کر کہا۔ کہ اگر تم برف کی مانند بھی پاکیزہ ہو۔ لیکن بدنامی سے نہیں بچ سکتے۔ وہ ہماری کمزوریوں سے خوب واقف تھا۔ کیونکہ ہم اپنے اس دوست کو بدنام کرنے سے نہیں رُکتے جو ہر طرح بیگناہ ہے۔ اس طرزِ عمل سے ہم اپنے لئے ایک عذاب پیدا کر لیتے ہیں۔ ایک حاسد ادنےٰ سے ادنےٰ امور کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اسلام پہلے اپنے نفس پر غور کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ جو بُرائیاں اوروں میں ہم دیکھتے ہیں۔ انہیں میں ہم خود مُبتلا تو نہیں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ لوگوں کی ان بُرائیوں کو مت دیکھو۔ اور ان کا ذکر نہ کرو

جو تم میں موجود ہیں۔ ہمارے لئے یہ بھی حکم ہے۔ کہ جو ایک خدا اور آخرت پر ایمان لاتا ہے اُسے ہمیشہ نیک بات کہنی چاہیئے یا خاموش رہنا چاہیئے۔ یہ بھی نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے۔ کہ ایک مسلم کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے پس ہمارے لئے حکم ہے کہ ہم اپنی زبان پر پورا قابو رکھیں۔ ہمیشہ نیک بات کہیں اور باطل اور غلو سے اجتناب کریں۔ جب ہم خداوند تعالیٰ کے حضور میں جائیں گے تو وہ ہمیں اس وقت تک نہیں بخشیگا۔ جب تک کہ ہم ان لوگوں سے معافی حاصل نہ کر لینگے۔ جو ہمارے ہاتھوں ستائے گئے۔ دیگر مذاہب کے مقابل پر اسلام زیادہ عملی مذہب ہے۔ اسکی یہ تعلیم نہیں کہ پہلے ہم ایک بدی کا ارتکاب کرلیں۔ اور بعد میں خدا سے معافی مانگ لیں۔ بلکہ اول ہمیں اس شخص سے معافی طلب کرنے کو کہا ہے۔ جسے ہماری وجہ سے تکلیف پہنچی۔ اس تلافی کے بعد ہم خداوند تعالیٰ سے استعانت چاہتے ہیں۔ تاکہ دوبارہ ہم سے ایسی خطا سرزد نہ ہو۔ اس طرح ہم بلند مراتب کو حاصل کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس گناہ کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ جو ہم نے بنی نوع انسان کے خلاف کیا۔ اگر ہم خداوند تعالیٰ سے محض معافی کیلئے التجا کریں۔ تو جو شخص ہماری وجہ سے مشکلات میں پڑا ہے ہم اسکی رہائی کے لئے کوئی سعی نہیں کرتے۔ ان معاملات پر غور کرکے ہمیں اپنے دوستوں کو دیکھنا چاہیئے۔ کیا ہماری یہ خواہش ہے۔ کہ ہم اِن کی طرح ہو جائیں۔ جو خود غرضی اور حرص کے سبب تنہا رہجاتا ہے۔ اور کوئی اس سے محبت نہیں کرتا +

ہمیں لوگوں سے نیک سلوک کرنا چاہیئے۔ اور اپنے ہمسایہ کے متعلق حسن ظنی سے کام لینا چاہیئے۔ اگر ان میں نقائص موجود ہیں۔ تو ہمیں صرف نقائص سے ہی متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ان کی نیکیوں پر بھی تحسین کرنی چاہیئے ہم بھی نقائص سے پاک نہیں۔ اسلئے اگر ہم دوسروں کے متعلق بدگوئی نہ کریں تو

ہم زیادہ خوش رہ سکتے ہیں۔ اور اخوت انسانی زیادہ قریب آسکتی ہے
اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد ہم ان لوگوں کی ملاقات سے خائف نہ ہونگے
جن سے یہاں ہمارے تعلقات تھے۔ اور اس دن ہمیں کوئی خدشہ نہ ہوگا
جبکہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمارے تمام افعال ظاہر ہونگے۔ اور
منافق اپنے حقیقی رنگ میں نظر آئیگا +

ہمیں اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ تمام بدظنیاں اور شکوک
جو ہم یہاں کرتے ہیں۔ وہ موت کے بعد ہمارے سامنے ہونگے۔ وہاں ہم
اپنے اعمال کا انکار نہیں کر سکتے۔ اگر ہم لوگوں سے نیک سلوک کرتے رہتے
ہیں۔ تو ہم خوشی سے اُن کی ملاقات کا انتظار کرینگے۔ اور ہمیں اس خیال
سے مسرت حاصل ہوگی۔ کہ جو لوگ آگے چلے گئے ہیں۔ وہ بھی ہم سے
ملنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اس طرح آخری وقت ہمیں ایک اطمینان
نصیب ہوگا۔ اور ہم خوف وخطر سے محفوظ رہینگے لیکن اگر ہم یہ محسوس
کریں۔ کہ جن لوگوں کو ہمارے ہاتھ سے تکلیف پہنچی ہے۔ اور جو ہماری
وجہ سے رسوا ہوئے۔ وہ ہمارے انتظار میں نہیں۔ تو اس خیال سے ہم پر
کس قدر خوف طاری ہوگا۔ اور موت کے وقت ہماری یہی آرزو ہوگی کہ
کسی طرح ہم اس دنیا پر رہ جائیں۔ اور ہم خداوند تعالیٰ کے حضور میں جانے
سے ڈرینگے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بستر مرگ پر وہ ہولناک نظارے دیکھنے میں
آتے ہیں۔ جبکہ انسان پر ایک دہشت چھا جاتی ہے۔ اور وہ سہارا لینے
کے لئے ہاتھ مارتا ہے۔ اور خواہش کرتا ہے۔ کہ ہم اُسے کسی چیز سے بچالیں
جسے وہ دیکھتا ہے۔ لیکن جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ ہمیں ہر وقت
نیکی اور حق کی راہ پر گامزن ہونا چاہئے۔ اور حقوق العباد کی نگہداشت
کرنی چاہئے۔ اور ہر گھڑی اس امر میں کوشاں رہنا چاہئے۔ کہ کسی انسان
کو ہمارے اقوال و افعال سے تکلیف نہ پہنچے۔ یہی ایک صورت ہے جس سے

زندگی کے آخری لمحوں میں ہمیں اطمینان اور امن حاصل ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیات غور کے قابل ہیں۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ج واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ہ یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ج ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب ط بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ج ومن لم یتب فاولئک ھم الظلمون ہ یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ز ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ط ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ ط واتقوا اللہ ط ان اللہ تواب الرحیم ہ

ترجمہ: مسلمان تو بس (آپس میں بھائی) بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا۔ اور خدا (کے غضب) سے ڈرتے رہو۔ تاکہ (خدا کی طرف سے) تم پر رحم کیا جائے۔ مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں۔ عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہیں۔ اور آپس میں ایکدوسرے کو طعنے نہ دو۔ اور نہ ایکدوسرے کو نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بدتہذیبی کا نام ہی بُرا ہے۔ اور جو (ان حرکات سے) باز نہ آئیں۔ تو وہی (خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔ مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو۔ کیونکہ بعض شک (داخل) گناہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو۔ اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے بُرا کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی بھی (اس بات کو) گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو (یقیناً) تم کو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو۔ کہ یہ بھی تو ایک قسم کا مُردار کھانا ہے) اور اللہ (کے غضب سے) ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

(سورۃ الحجرات رکوع ۱)

قرآن کریم نے ان الفاظ میں ایکدوسرے کی بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ اگر تمام انسان ان نصائح پر عمل کریں تو دنیا ایک خوشگوار مقام بن سکتا ہے۔ تمام لڑائی جھگڑے غلط فہمیاں اور ہر قسم کا عناد مٹ سکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان رضائے الٰہی کے ماتحت حلقہ بگوش اسلام ہو کر امن کی زندگی بسر کر سکتے ہیں +

قرآن کریم اور انسانی قوانین کے بنیادی اصول

خوشی کو کامل طور سے حاصل کرنا اور مصائب میں کمی پیدا کرنا انسانی جدوجہد کا مقصد ہے۔ اور دنیا کے تمام مذاہب اسی مقصد کے حصول میں کوشاں رہے ہیں۔ مذہب نے زندگی کیلئے چند قوانین وضوابط قائم کئے۔ اور انہی کی پابندی میں وہ اپنے پیروؤں کی خوشی سمجھتا ہے۔ اس کے بغیر مذہب مذہب کہلانے کا حقدار نہیں۔ کیونکہ مذہب کے مقابل پر دنیا میں کوئی اور طاقت ایسی نہیں جو انسان پر پابندی عائد کر سکے ہمیں ایک ایسے مجموعہ قوانین کی حاجت ہے جو ہر طرح سے مکمل ہو۔ انسان غلطی کر سکتا ہے۔ اور اس کے قوانین ناقص ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اعلےٰ قوانین مرتب کرنے میں ایسے اصولوں کی ضرورت محسوس کرتا رہا ہے۔ جو اسکی ہدایت کا موجب بن سکیں۔ کیا خداوند تعالیٰ ہمارے لئے چند ایسے عظیم الشان اصول بذریعہ الہام نازل نہیں کر سکتا جو ہماری تمام ضروریات پر حاوی ہوں۔ جن کی روشنی میں ہم قوانین بنا سکیں جو موجودہ حالات کے مطابق ہوں۔ اور آئندہ آنیوالی ضروریات کو بھی پورا کر سکیں۔ اور جو ہماری ترقی میں سدراہ نہ ہوں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ایسا کرنا خداوند تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں ہے اگر خداوند تعالیٰ کا منشا ہے۔ کہ ہم ایک خاص راہ پر گامزن ہوں تو اس کیلئے ایک ایسا الہام نازل کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے۔ جو ایسے

بنیادی اصولوں کو بیان کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ قرآن کریم ایسے قوانین پیش کرتا ہے جو زندگی کی مختلف ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ یہ ایسے احکام کا مجموعہ نہیں جو قابل عمل نہ ہوں۔ اور نہ ہی اس کتاب میں چند ایسے کلمات ہیں۔ جن کا دوہرا لینا کافی ہے۔ قرآن کریم اگر ایک طرف ذات باریتعالیٰ کا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور ملائکہ الہام نبوت قیامت اور جنت دوزخ جیسے اہم امور پر روشنی ڈالتا ہے۔ تو دوسری طرف وہ اصول بیان کرتا ہے جو ہماری سیاسی سوشل اقتصادی اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ زندگی کیلئے یہ ایک مکمل قوانین کا مجموعہ ہے۔ اگر حکومت کے متعلق ایک بادشاہ کے لئے قوانین ہیں۔ تو رعایا کیلئے بھی احکام موجود ہیں۔ تاکہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت کریں۔ چاہے وہ کسی بیرونی ملک کا ہی کیوں نہ ہو۔ اسیطرح ایک مقنن سیاست دان جج فوجی افسر تجار دستکار ایک باپ بیٹا بھائی خاوند اور بیوی ایک ہمسایہ اور امیر و غریب غرضیکہ زندگی کے مختلف شعبوں میں یہ کتاب انسان کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ اور ایسے سوسائٹی کیلئے مفید بنا سکتی ہے۔ ایسی مکمل تعلیم صرف قرآن کریم میں ہی سکتی ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا آخری الہام ہے۔ قرآن کریم نے فرائض اور حقوق قائم کئے ہیں۔ انسانی قوانین بہت ناقص ہیں۔ ہمارا یہ روزانہ مشاہدہ ہے کہ بوڑھے والدین نہایت غربت کی حالت میں ہیں۔ اور بیٹے عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ نہایت افسوسناک امر ہے۔ لیکن قانون اس کا کوئی تدارک نہیں کرسکتا +

دُعا

ہر فرد بشر کیلئے دُعا کی ضرورت اور اس کا مفاد

از

(شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء۔ گدیہ ضلع بارہ بنکی)

دُعا ایمان کا ستون اور رُوح کی غذا ہے۔ رُوح کو چین اور آرام نہیں مل سکتا۔ جب تک کہ اس کا تعلق اس کے اصلی سرچشمہ سے نہ ہو۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنے ہی عنصر میں خوشی حاصل کر سکتی ہے رُوح بھی اس قاعدے سے باہر نہیں۔ خدا کے تعلق سے وہ اپنی مناسب و صحیح عنصر میں جا ملتی ہے۔ اور اصلی مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ اور بہترین طریق اس رابطہ کے حصول کا دُعا ہی ہے۔ نماز یا دعا کا اثر ہماری رُوح پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ Protoplasm کا ہمارے جسم پر۔ دعا سے رُوح کی پرورش ہوتی ہے۔ اسلئے بعض مذاہب نے اسلام کی طرح دن میں پانچ دفعہ دُعا کو لازمی قرار دیا ہے۔ جسم بھی پانچ دفعہ غذا مانگتا ہے۔ لہذا رُوح کیلئے بھی اتنی ہی دفعہ چاہیئے۔ اور بات تو یہ ہے کہ ہمیں روح کی بمقابلہ جسم کے زیادہ پرواہ کرنی چاہیئے۔ جسم فانی ہے۔ اختلاط اس کے ساتھ پیوستہ ہے۔ اور اگر ہر ممکن طریق سے بھی اسکی حفاظت کی جائے۔ تو بھی زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اور غیر فانی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے جو سُکھ یا دُکھ اُسے پہنچتا ہے۔ وہ عارضی ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی رُوح ہی غیر فانی ہے۔ جسقدر اسکی نگہداشت ہوگی۔ اسی قدر زیادہ اس سے آرام ملیگا یہ خوشی و آرام چونکہ مستقل ہے۔ لہذا رُوح کی قدر بھی زیادہ کی جانی چاہیئے۔ انسان کو اپنے جسم سے زیادہ اسکی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور کسی صورت میں بھی اسے پس پشت نہ ڈالنا چاہیئے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے۔ جبکہ وہ خدا سے رابطہ قائم کرے۔ اور دعاؤں میں مصروف رہے۔ صرف خوراک پر ہی

زندگی کا دار و مدار نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ دُعا و عبادت پر بھی جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے بھی فرمایا ہے۔ عبادت انسان کے روزانہ کاروبار کا ایک حصہ ہونا چاہیئے۔ دُعا کے لئے جو دل سے نکلتی ہے کسی خاص زبان کی قید نہیں۔ جیسا کہ مشہور فارسی کے شاعر حضرت حافظ شیراز فرماتے ہیں :-

گر تو افسانۂ محبت کو جو بھی زبان تو جانتا ہے اسی میں بیان کر۔

اور اسی طرح ایک دوسرے ایرانی شاعر جناب حکیم ثنائی نے بھی اسی بات کا ذیل کے شعر میں اظہار فرمایا ہے

سخن کز بہرِ دیں گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکاں کز بہرِ حق جوئی چہ جابلسا چہ جابلقا

ترجمہ۔ جب تو دین کا ذکر کرے۔ تو اسی زبان میں ذکر کر جس کو تو جانتا ہے۔ خواہ وہ عبرانی ہو یا سریانی۔ اور جب تو مکانِ حق کا متلاشی ہو۔ تو اسکو کسی ملک میں تلاش کر خواہ وہ ملک جابلقا ہو یا جابلسا۔

دعا الفاظ کے استعمال کے بغیر بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ہونی ضرور چاہیئے کیونکہ انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے۔ ہم طبعاً کبھی بھی دعا کی طرف جھکتے ہیں۔ مثلاً مصیبت و خطرہ کے وقت۔ اور خصوصاً جبکہ ہم جہاز میں سوار عین وسط سمندر میں ہوں۔ اور طوفان وہاں بپا ہو جاوے۔ ایسے موقعہ پر وہ لوگ بھی دُعائیں کرتے ہیں۔ جنہوں نے کبھی اللہ کا نام بھول کر بھی نہیں لیا۔ دہریہ بھی سخت مصیبت و آفت کے وقت خدا کی ہستی پر ایمان لاتے ہوئے دیکھے گئے ہیں +

اِنسان مصیبت کے وقت گویا طبعاً خدا کی طرف مدد کیلئے دیکھتا ہے۔ اور جبکہ تمام طرف سے مایوسی نظر آتی ہے۔ اور کوئی ذریعہ تسکین کا نظر نہیں آتا۔ تو اسوقت

قلب کو راحت اور آرام دعا سے ہی ملتا ہے۔ اور اسی کی بدولت وہ مایوسی اور ناامیدی کی تکالیف سے بچ جاتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ وہ خطرات بلکہ موت کا مقابلہ بھی کر لیتا ہے۔ دعا ہی اسے مشکل سے مشکل کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور اس سے ہی وہ اپنے اندر چستی اور چالاکی پاتا ہے۔ اسبات کا بھی اسے علم ہے۔ کہ ہر امر کا ایک سبب ہوتا ہے۔ اور ہر مقصد کے حاصل کرنے کیلئے کوشش ضروری ہے۔ اور تجربہ نے اسے یہ بھی سکھلا دیا ہے۔ کہ دنیا میں وہ تمام حالات پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ بعض اوقات باوجود سعی بلیغ کے بھی انسان اپنا دلی مدعا کسی مخالف امر کے پیدا ہونیسے حاصل نہیں کر سکتا پھر کسی وقت کامیابی حاصل کرنے کیلئے اسے بار بار کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ بعض اوقات بار بار کی ناکامی کے بعد اسے کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ کامیابی کے ذرائع ہاتھ میں لانے کیلئے بشر ہر ممکن طریق سے کوشش کرتا ہے لیکن ان حالات پر قابو پاتا جو نظر سے غائب ہیں۔ ایک امر محال ہے۔ کیونکہ انسان دنیا کا مالک نہیں۔ اور اسے آیندہ واقعات کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ البتہ یہ وہ جانتا ہے کہ خدا تمام موجودات کا مالک ہے۔ اور اسی کی مدد سے وہ ان تمام تکلیف دہ حالات سے بچ سکتا ہے۔ جس پر اس کا کوئی اختیار نہیں۔ اور تمام ممکن ذرائع سے اپنا مدعا حاصل کرتے وقت بھی اُسے طبعاً خیال آتا ہے۔ کہ وہ ان تمام راہوں سے جسمیں خطرات و تکالیف ہیں پرہیز کرے۔ اور سچی دلی دعاؤں اور نمازوں سے وہ اپنے قادر مطلق خدا کے حضور مدد کے لئے پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ترجمہ۔ میں دعا کرنیوالے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں انسان جبکہ اپنی سعی و کوشش کے ساتھ دعا و نماز کو بھی ملا دیتا ہے۔ تو اسے کامیابی کی دوگنی امید ہو جاتی ہے۔ اور جسقدر ہمیں کامیابی کی زیادہ امید ہوگی۔

اتنی ہی ہم زیادہ ہمت و کوشش کرینگے۔ چونکہ دعا ہم میں زیادہ توقع اور امید پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا ہم کام بھی زیادہ سرگرمی سے کرتے ہیں +

دُعا نا امیدی و مایوسی کے لئے ڈھال کا کام دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہستی کے حضور پہنچاتی ہے۔ جو سب پر غالب ہے۔ اور جس پر کسی قسم کے قوانین اور قیود حاوی نہیں۔ لہٰذا انسان ناکامیوں کا مقابلہ دلیری سے کرتا ہے۔ انسان کا اپنی کوششوں میں ناکام رہنا ممکن تو ہے۔ لیکن نا اُمیدی کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ اگر دُعا سے خدا کی امداد و تحریک میں آئے۔ اور اس صورت اگر وہ ایک دو بلکہ سینکڑوں دفعہ بھی ناکام رہے۔ تو وہ دلی دعاؤں کے ساتھ کوشش کرتا ہی رہتا ہے۔ اگر دُعاؤں میں اِنسان کا اعتقاد ہو تو ناکامیوں سے وہ تھکتا نہیں +

خود ہر ایک انسان پر دُعا کا خاص اخلاقی اثر ہوتا ہے۔ مثلاً خدا مکمل ہے۔ اور تمام راہوں سے پاک و منزہ۔ جبکہ انسان دُعا کے ذریعہ اسکے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اس امر کی احتیاط رکھتا ہے۔ کہ کہیں وہ فاسد خیالات اور ناپاک دل کو لئے ہوئے اس کے حضور میں پیش نہ ہو۔ اسی امر کی طرف قرآن مجید کی ذیل کی آیات اشارہ کرتی ہیں +

اتل ما اوحی الیك من الکتٰب و اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر (ترجمہ) (اے پیغمبر یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اسکی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ نماز بیحیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی (رہتی) ہے۔ اور یاد خدا البتہ بڑی (چیز) ہے۔ العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵

جس کا ضمیر خود مجرم ہو۔ وہ کبھی خدا تعالیٰ کے حضور جو سب کچھ جانتا ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ اور ہر بُرائی سے پاک و صاف ہے۔ پیش ہونے کی جُرأت نہیں کر سکتا۔ ہر روز پانچ وقت نماز پڑھنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ

اس سے انسان کا ضمیر چوکنّا رہتا ہے۔ نماز میں اس کی خدا کے سامنے پیشی ہوتی ہے۔ اور اسے اپنے افعال و اقوال کا موازنہ کرنا پڑتا ہے تاکہ خدا کو وہ جواب دے سکے۔ اور یہ امر فطرتاً اس کے اخلاق پر نہایت اچھا اثر ڈالتا ہے۔ روحانی نکتہ نگاہ سے بھی دُعا کا رُتبہ اعلےٰ ترین ہے۔ بار بار اس کے حضور پیش ہونے اور اس سے تعلق پیدا کرنے سے ہمارا دل اور ہماری رُوح صاف ہوتی ہے۔ اور اسے ہم اس قابل بناتے ہیں۔ کہ خدا سے ہمارا رابطہ قائم ہو سکے +

انسان کیلئے دُعا ایک گرانقدر چیز ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ اس سے وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ اور اپنی کمزوریوں سے [illegible] اور اپنی خوبیوں سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔ نیز اس سے علم ہو جاتا ہے۔ کہ اسکے اندر خالی کونسی چیز ہے۔ اور غیر خالی کونسی۔ شکسپیر شاعر نے خوب لکھا ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو جانچتا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی جانچ سکتا ہے لیکن اس سے بھی اعلےٰ تر ایک اور مقولہ ہے۔ کہ جو شخص اپنی معرفت حاصل کرتا ہے۔ وہ خدا کی معرفت بھی پالیتا ہے۔ اور دُعا ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان اپنی ذات کا علم پاکر خدا کی معرفت حاصل کرسکتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب لوہے کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ تو اس میں آگ کی بہت حد تک خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی حال لکڑی کا بھی ہے۔ لیکن لکڑی جلکر فوراً راکھ ہو جاتی ہے۔ مگر لوہے کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ انسان کی رُوح بھی خدا کے ساتھ ملنے سے [illegible] حاصل کرلیتی ہے لیکن اگر رُوح پہلے سے تیار اور صاف نہ ہو۔ تو اسکی حالت لوہے کی طرح سے نہیں۔ بلکہ لکڑی کی مانند ہوگی۔ اخلاقی صفائی اور بعض حالات میں جسمانی صفائی بھی۔ رُوحانی صفائی کی مدد ہے۔ اسلیئے جب انسان جسمانی اخلاقی اور رُوحانی پاکیزگی پیدا کرکے دُعا میں مصروف ہو۔ تو اسکی رُوح

کی کیفیت خدا کے ساتھ ملکر لوہے کی مانند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دُعا اخلاقی اور رُوحانی ہر دو رنگوں میں ایک انسان کیلئے نعمت عظمےٰ ہے۔ اس سے اخلاق اعلےٰ قسم کا بنتا ہے۔ اس کے ذریعہ مایوسی کافور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی بدولت کام کرنے کی ہمت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے +

اگر دُعا نیک نیتی سے کی جائے۔ اور اسمیں تڑپ اور سچی ارادتمندی ہو۔ اور اگر اس کی غرض قوم اور افراد قوم کی بہبُودی ہو۔ تو وہ ضرور ویسی مقبُول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ دُعا فوراً ہی درجہ اجابت تک نہ پہنچے۔ تو وہ ضائع نہیں ہوتی۔ کم از کم اس سے اخلاقی رنگ میں فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ انسان کا ویسے بھی فرض ہے۔ کہ وہ عبادت و دُعا میں مشغول رہے۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے نہایت لطیف طور پر فرمایا ہے کہ ؎

حافظ وظیفہ تو دُعا گفتن است و بس

دربندِ آں مباش کہ بشنید یا شنید

ترجمہ۔ اے حافظ! تیرا فرض صرف دُعا کرنا ہے۔ اسبات کو خیال میں نہ لا کہ وہ تیری دُعا سنتا ہے یا نہیں +

انجیل کتاب یسعیا باب اوّل آیات ۱۳ - ۱۷ میں بھی ذیل کی شرائط قبُولیت دُعا کیلئے لکھی گئی ہیں +

نئے چاند اور سبت اور میری جماعت سے بھی کہ میں عید اور بیدینی دونوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔ میرا جی تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری عیدوں سے بیزار ہے۔ وہ مجھ پر ایک بوجھ ہیں۔ میں انکے اُٹھانے سے تھک گیا۔ جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے۔ تو میں تم سے چشم پوشی کروں گا۔ ہاں جب تم دعا پر دُعا مانگو گے۔ تو میں نہ سنونگا۔ تمہارے ہاتھ تو لہُو سے بھرے ہیں۔ اپنے تئیں دھوؤ۔ آپ کو پاک کرو۔ اپنے بڑے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دُور کر دو۔ بدفعلی سے باز آؤ۔

نیکوکاری سیکھو - انصاف کے پیرو ہو - مظلوموں کی مدد کرو - یتیموں کی فریادرسی کرو - بیوہ عورتوں کے حامی ہونا +

انسان کو یہ حق حاصل ہے - کہ وہ اپنے خالق اور رب کی طرف ہر ایک بات کیلئے رجوع کرے - خواہ دنیاوی مفاد کیلئے خواہ خوردنی اشیاء یا بارش وغیرہ کیلئے ہو - اسکی دعا خواہ کتنی ہی ادنےٰ چیز کے لئے ہو لیکن اس کا خدا کی طرف جھکنا ہی اخلاقی طور پر فائدہ بخش ہے - اس امر کی بھی کوئی پرواہ نہیں کہ ایک ہی وقت میں مختلف اشخاص ایک ہی خدا سے متضاد دعائیں مانگتے ہیں - کیونکہ یہ انسان کا کام نہیں کہ وہ ان مشکلات کا اندازہ لگائے - جو دعا کے قبول کرنے میں ہیں - خدا کے نزدیک کوئی چیز بھی ناممکن نہیں - وہ خوب جانتا ہے - کہ کونسی دعا قبول ہونی چاہئے - اور کونسی رد - اس نے یہ قانون باندھ دیا ہے - کہ جو کچھ انسان حاصل کرسکتا ہے - اس کے لئے وہ خود کوشش کرے - اور اسمیں کامیابی کیلئے وہ صدق دل سے دعا بھی مانگے - پھر اللہ تعالےٰ جو اس جہاں کا مالک ہے - اپنی مدد بھیجتا ہے +

(باقی دارد)

جوئے پر ٹیکس

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ ترجمہ۔ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں کہو ان دونوں میں بڑائی ہے۔ اور لوگوں کیلئے فائدے (بھی) ہیں۔ اور ان کی بُرائی ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔ البقرہ آیت ۲۱۹

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ٥ ترجمہ مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ +

جوا اور چند دیگر بُرائیاں عیسائی ممالک میں کیوں جائز سمجھی جاتی ہیں زنا کیوں خلاف قانون نہیں۔ اس کا جواب کلیسیا کے قوانین سے ملیگا جو انسان کو فطرتاً گنہگار تصوّر کرتے ہیں۔ انسان کو گناہ کے بغیر چارہ نہیں۔ پس گناہ کو خلاف قانون قرار دینا رضائے الٰہی کے خلاف ہوگا۔ اسکی عدم موجودگی میں گنہگار شفاعت کے لئے کس طرح آئیں گے علاوہ ازیں ایسے گناہ سے قوانین الٰہی کے خلاف جرم ہوتا ہے۔ سلطنت کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اسلئے انکی سزا آخرت میں خدا ہی دیگا۔ اس دُنیا میں ان کا مواخذہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ حکومت ایسے جرائم کو روک سکتی ہے یہ دلائل کلیسیا کی حمایت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن پر حکومت نے بھی مہر موافقت لگائی ہے۔ اور جوئے کو جائز قرار دیا ہے۔ پارلیمنٹ کے پچھلے اجلاس میں دار العوام نے ایک خاص کمیٹی جوئے کے ٹیکس پر غور کرنے کیلئے مقرر کی۔ پہلے اسی مضمون کے تحت میں بیان ہوچکا ہے کہ انگلستان

میں ہر سال جوئے پر ۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۱۰۰ پونڈ صرف ہوتے ہیں۔ کمیٹی کی رائے میں یہ رقم اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور اگر اس پر ۱۰ فیصدی کے حساب سے ٹیکس لگایا جائے۔ تو اس سے ۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۱۰ پونڈ کی آمدنی ہوگی۔ رپورٹ میں جوئے کو قانونی طور پر جائز سمجھنے کیلئے بھی زور دیا گیا۔ انگلستان کے قانون کی رُو سے جوا خلاف قانون نہیں۔ کمیٹی نے چالیس گواہوں کی شہادت درج کی اور اُن سے دس ہزار سے زیادہ سوال پُوچھے۔ اور اپنی رپورٹ میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ یہ کمیٹی اس امر میں متفق الرّائے ہے۔ کہ جُوا ایک غیر مفید شئے ہے۔ بعض لوگوں کے لئے یہ خوشی اور جوش کا موجب ہے اور بعض اپنے روزانہ کاروبار کے بعد اس میں بطورِ شغل حصہ۔ لیتے ہیں۔ اس سے درحقیقت کوئی فائدہ نہیں۔ اور یہ غیر ضروری چیز ہے۔ جس پر ضرور ٹیکس لگانا چاہئیے۔ اور جب تک کوئی خاص وجوہات نہ ہوں اُسے ٹیکس سے بری نہیں کرنا چاہئیے +

کمیٹی نے کثرت رائے سے اس خیال کی تصدیق کی ہے یا نہیں ہم اُنکی رپورٹ سے اسکے متعلق ٹھیک فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ اسمیں جُوئے کے متعلق تاریخی واقعات کو بیان کر کے یہ بتایا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ یہ کس طریق پر رائج ہے۔ جو لوگ جُوئے کے نقصانات کو محسوس کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کمیٹی کی شہادت نہایت افسوسناک ہے۔ جسمیں جوئے کی ترقی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مزدور پیشہ عورتیں بھی اسمیں شریک ہوتی ہیں۔ اور یہ وبا پادریوں میں بھی پھیل گئی ہے +

گرجا کے وعظ پر جُوئے کی شرط

ریورنڈ جے گلاس نے چیمسفورڈ کانفرنس میں جوئے کے متعلق اپنے افتتاحی خُطبہ میں کہا۔ اس کانفرنس کے ایک ممبر نے میرے کمرہ میں داخل ہوتے ہی شرط لگائی کہ میری قرارداد پاس نہ ہوسکیگی۔ گھوڑ دوڑ سے گرجا کے

منبر تک لوگ ہر چیز پر جوئے کی شرط لگانے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایکدفعہ اسبات پر شرط لگی۔ کہ میں نئے عہدنامہ سے وعظ کہونگا یا پرانے عہدنامے میں نے عبادت کی کتاب سے متعلق وعظ کیا۔ جس پر مجھے کہا گیا کہ میں نے خود ہی شرط جیت لی۔ لیکن مجھے کچھ وصول نہیں ہؤا۔ برنڈ ووڈ کے پادری ریورنڈ لٹر لیز نے کہا۔ کہ ایک شخص جو کسی گھوڑے پر دو آنے بطور شرط لگاتا ہے۔ اور دوسرا جو اپنے دلال سے تیل کی تجارت میں پانچسو پونڈ کے حصے خریدنے کیلئے کہتا ہے میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں دیکھتا۔ دونوں بغیر صرف کئے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تمام کلیسیا کے اراکین یہی کر رہے ہیں۔ جوا کھیلنا گناہ نہیں لیکن یہ ایک احمقانہ فعل ہے۔ اب یہ اہم سوال در پیش ہے۔ کہ کلیسیا کا طرز عمل اس کے متعلق کیا ہوگا۔ فری چرچ کے دو گواہ ڈاکٹر گلی اور لٹر بنسن پر کنز جوئے پر ٹیکس لگانے کے مخالف ہیں +

ڈاکٹر ویلڈن اور ڈاکٹر لٹلٹن نے شہادت میں بیان کیا کہ جوا کوئی بداخلاقی نہیں لیکن اگر یہ حد سے بڑھ جائے تو اسکے بدی ہو جانے کا احتمال ہے۔ چرچ ٹائمز نے اس پر یہ تحریر کیا ہے۔ کہ کلیسیا کے اراکین اور ایسے اعلٰے پایہ کے ڈاکٹر جو ذاتی طور پر چاہتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی سے جوا مٹ جائے۔ وہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اپنی حیثیت کے مطابق جوئے کی شرط لگا لینے میں کوئی اخلاقی عیب یا گناہ نہیں اس ٹیکس کی مخالفت کا مضحکہ اڑاتے ہوئے یہی اخبار لکھتا ہے۔ کوئی ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ جوا مٹ جائیگا۔ یہ خلاف قانون نہیں۔ لیکن یہ بالکل غیر ضروری ہے۔ یہ صرف خوشی اور جوش پیدا کرنے کے لئے کھیلا جاتا ہے ٹیکس لگنے سے اسمیں کوئی کمی نہیں ہو سکتی لیکن اس ٹیکس سے اتنا فائدہ ضرور ہوگا۔ کہ جوئے کے

شائقین ان لوگوں کا کچھ بوجھ ہلکا کر دینگے۔ جو محنت و مشقت میں خاموشی سے زندگی بسر کرتے ہیں +

قرعہ اندازی اور مستقبل کو معلوم کرنے کے دیگر طریق انجیل کے تاریخی حالات میں موجود ہیں۔ اور انہیں حضرت مسیح کی مرضی دریافت کرنے کے لئے جائز سمجھا گیا ہے۔ کسی نے بالکل حق کہا ہے کہ کلیسیا محض ایک دھوکہ بازی ہے۔ اور اس کے اراکین لوگوں کی رُوحوں سے کھیل کر رہے ہیں +

گرجوں میں تھیٹر کے تماشے

بارنٹ کا ایک گرجا موٹر گاڑیوں کی آمد و رفت کے بڑھ جاتے سے تبدیل کیا جائیگا۔ تاکہ سڑک اور فراخ ہو جائے۔ کئی اور گرجے اسلئے بند ہونگے۔ کہ ان میں کوئی شخص نہیں آتا۔ باقی گرجے اپنے پروگرام میں زندگی کے فنون لطیفہ کو شامل کرینگے۔ جن کا مقصد کوئی مذہبی مباحثات نہ ہوگا۔ بلکہ جذبات کو اپیل کرنے کی پوری کوشش کیجائیگی۔ یا بالفاظ دیگر گرجوں میں مذہب کی بجائے فنون لطیفہ کا دور دورہ ہوگا۔ پادریوں کی جگہ اب ایکٹر وعظ کیا کرینگے۔ ان تماشوں کے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے نشستوں کے لئے ٹکٹ مقرر ہوتے ہیں جنہیں پہلے ہی فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اور خانۂ خدا میں بغیر ٹکٹ خریدے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ مغرب میں لوگ مذہب کو بھی ایک ٹکٹ سمجھنے لگ گئے ہیں جسے آسمانی دروازے پر دکھا کر وہ جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ چرچ ٹائمز ان تماشوں کے ذریعہ زمانۂ وسطیٰ کی رسُومات کو پھر تازہ کرنے پر بہت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ حضرت مسیح کی زندگی کے واقعات کو ڈرامے کے رنگ میں پیش کرنے سے ان کے اندر ایک نئی رُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ ڈرامے کے فن میں ایک بڑی طاقت ہے۔ یہ آنکھ اور کان

کو اپیل کرتا ہے۔ اور متحرک ہے۔ اس کے مقابل مصوری اور شاعری ساکن ہیں۔ اسمیں توجہ کو کھینچ لینے اور جذبات میں ہیجان پیدا کرنے کی طاقت موجود ہے۔ کلیسیا اگر حضرت مسیح کے حالات کو پیش کرنے میں اس فن کی مدد حاصل کرتا ہے تو وہ حق بجانب ہے۔ کلیسیا جو روحانیت میں لوگوں کی رہبری کرنے کے نا قابل ہو گیا ہے۔ اب انہیں صرف اس قسم کے لالچ دیتا ہے۔

قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ہ الذین ضل سعیهم فی الحیٰوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ہ ترجمہ (اے پیغمبر ان کافروں سے) کہہ دو۔ کہ اگر تو ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں (ہاں تو یہ لوگ (ہیں) جن کو دنیاوی زندگی کی کوشش (سب اکٹھی گذری ہوئی۔ اور وہ (اپنی غلط فہمی سے) اسی خیال میں ہیں۔ کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں (سورہ کہف آیت ۱۰۳ و ۱۰۴) +

ناٹنگھم کے گرجا میں تجربہ کے لئے تھیٹر کے تماشے کئے گئے جنمیں بہت سے لوگ شامل ہوئے۔ تماشے کے دوران میں ریورنڈ سائمن جونز نے ڈرامے کے رنگ میں تقریر کی جسمیں بتایا کہ ٹینہاؤزر کس طرح وینز برگ میں آیا اور گناہوں کا بوجھ لئے کر کس طرح واپس گیا۔ پھر الزبتھ نے کس طریق سے دوبارہ اُسے اپنی پہلی اعلیٰ اخلاقی حالت پر قائم کیا۔ انجیل کے سبق کی بجائے اس قسم کی تقریریں ہوتی رہیں۔ مسٹر جونز نے ایک ملاقات میں کہا۔ کہ انکے اس طرز عمل کو چرچ کونسل نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اس تماشے میں موسیقی کو سُنا ہے۔ اور اس سے جو مذہبی کیفیت طاری ہوئی وہ نہایت مؤثر تھی۔ افسوس ہے۔ کہ گرجے رُوح کی ترقی میں اس آلہ سے کام نہیں لیتے۔ ہم اسے عبادت کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ اور ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اس زمانہ کے مرد عورتوں پر اثر پیدا کرنے کیلئے مذہب کو اور زیادہ دلچسپ رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہم پرانے زمانے

کی رسومات کو ترک کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے میں انجیل کے سبق کی بجائے رسکن ورڈزورتھ یا دیگر جدید مصنفین کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مذہب کو نہایت ہی محدود طریق سے پیش کیا جاتا ہے۔ علم ادب نظم اور موسیقی کی تمام خوبیوں کو میں خداوند تعالیٰ کی خدمت میں صرف کرنا چاہتا ہوں +

پرانی رسومات کو پھر زندہ کیا جاتا ہے۔ پرانے گھواروں میں اس زمانہ کے بچوں کو جھلانے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور حضرت مسیح کو نئے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے لیکن اس پر بھی بھیڑیں اپنے گڈریئے سے نفرت کا اظہار کرتی ہیں +

گرجے میں آسیرس دیوتا کی پوجا

نیویارک میں سینٹ مارک کے اپسکوپل گرجا میں ایک عجیب و غریب قسم کی عبادت ادا کی گئی جس کا مقصد مصر کے ایک دیوتا کی پرستش تھی۔ خاص قسم کی روشنی کے ذریعہ ایک مخفی فضا قائم کی گئی۔ گرجا کے پادری اور تمام جماعت نے ملکر اپنی دُعا کو اس طرح پڑھا۔ پادری۔ اے دن کے خوبصورت بادشاہ ہم تیرا خیر مقدم کرتے ہیں۔ آسمان پر تیرا طلوع نہایت خوشگوار ہے +

جماعت۔ اے زندہ دیوتا جو نُور اور زندگی کا سرچشمہ ہے تیرا طلوع بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ جب تیرا طلوع مشرقی سمت کی طرف ہوتا ہے تو دُنیا کا ہر ایک حصہ منوّر ہو جاتا ہے۔ اور زمین کے اوپر تو چمکتا رہتا ہے۔ تو سُورج کا دیوتا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی محبت میں قید کر لیتا ہے۔ اس کے بعد ریورنڈ ولیم گتھری نے دوزانوں ہو کر سُورج کے دیوتا سے یہ دُعا مانگی۔ اے دیوتا جو دُنیا کے تختوں پر حکمران اور شروع سے زمانوں کا مالک ہے تو ہی سب اشیاء کو قائم رکھتا ہے۔ اور تیرا رُتبہ سب دیوتاؤں سے بلند ہے۔ تو حق اور نیکی کا مالک ہے۔ اور دیوتاؤں انسانوں حیوانوں اور نباتات کا پیدا کرنیوالا ہے"۔ اس کے بعد دُعا ختم ہُوئی۔ اس سے مسٹر گتھری

کا مقصد یہ تھا۔ کہ تمام مذاہب کا مطالعہ کر کے ان کا عیسائیت سے مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ مختلف زمانوں میں لوگ عیسائیت کیطرف رجوع کر رہے تھے۔ اور ان کا مذہب بہت حد تک ہمارے عقائد کے مطابق تھا۔ ہم بھی اسی امر پر زور دیتے رہے ہیں۔ اب حالت برعکس ہو گئی ہے اور عیسائیت نے بت پرست اقوام کے عقائد اور رسومات کو اپنے اندر رائج کر لیا ہے۔

مقصد مذہب

ذیل کا اقتباس اس معرکۃ الآرا لیکچر سے لیا گیا ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر اہتمام مذہبی کانفرنس میں بمقام حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھ کر سنایا اس مذہبی کانفرنس میں برہمو سماج۔ آریہ دھرم۔ عیسائیت وغیرہ مذاہب کے نمائندگان شامل ہوئے۔ جنہوں نے باری باری اپنے لیکچر پڑھ کر سنائے۔ جو اکٹھے کتابی صورت میں الگ شائع ہونگے۔ اسلام کے نمائندگان میں سے ایک نمائندے حضرت خواجہ صاحب تھے جن کے لیکچر کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے۔ مکمل لیکچر ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تقطیع پر ۸۴ صفحات پر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور نے شائع کیا ہے۔ اور سرورق رنگین ہے لیکچر [illegible] سوسائٹی مذکور سے ملسکتا ہے۔ اس لیکچر میں اسلام کو نہایت ہی ارفع و اعلےٰ [illegible] بیان کیا گیا ہے۔ لیکچر واقعی قابل دید ہے ضرورت ہے کہ اس کی اہل ہنود و عیسائیوں میں مفت اشاعت ہو۔ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الٓمٓ ۝ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ۝ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والذین یؤمنون بما انزل

الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون ۔ اولئک علیٰ ھدیً من ربھم واولئک ھم المفلحون ۔ ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم ولھم عذابٌ عظیم ✤

قرآن کریم ان سات آیات سے شروع ہوتا ہے ۔ ان میں کانفرنس ہذا کے مجوزہ سوال کا جواب ہے ۔ ضرور تھا ۔ کہ خدا کی کتاب شروع میں ہی اس مقصد کو بیان کرتی جس کے لئے وہ نازل ہوئی ۔ جب ایک معمولی سے معمولی مصنف سے ہم متوقع ہیں ۔ کہ وہ اپنی کتاب کے آغاز میں ہمیں اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دے ۔ تو کیوں خدا کی کتاب سے ہم وہی توقع نہ رکھیں ✤

ان آیات میں نہ صرف مقصد الہام یا مذہب ہی بیان کیا گیا ہے بلکہ یہ آیتیں ایک طرف ہمیں ان راہوں کی اطلاع دیتی ہیں جن پر چلکر مقصد مذہب حاصل ہوسکتا ہے ۔ بلکہ دوسری طرف ان خطرات سے بھی واقف کرتی ہیں ۔ جو غرض مذہب کی روک ہوسکتے ہیں ۔ ان سب امور کے بیان کرنے کا تو یہ موقع نہیں ۔ ایسا کرنا ہدایات کانفرنس کے خلاف ہوگا ۔ یہاں تو ہم اپنی اپنی کتاب کی رُو سے مقصد مذہب کو بتلاتے آئے ہیں ۔ ہاں بعض امور متعلقہ کا بھی ذکر ہوسکتا ہے ۔ لہٰذا میں اس تحریر میں نہ اصول اسلام پر میں کچھ بحث کرونگا ۔ نہ قرآن کی کسی تعلیم کو پیش کرونگا ۔ نہ یہ بیان کرونگا کہ وہ مقصد کس طرح حاصل ہوتا ہے ۔ نہ ان تعلیمات کا ذکر کرونگا ۔ نہ میں خدا کی ہستی اور نہ اسکی صفات پر بالتفصیل بحث کرونگا ۔ ہاں اگر اشارہ کے طور پر چند صفات کا ذکر کیا جائیگا ۔ جسے مضمون ہذا سے خاص تعلق ہے ۔ ایسا ہی نہ مجھے اسبات کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت ہے ۔ کہ انسانی سوسائٹی کا نظام مذہب اسلام نے کیا تجویز کیا ہے

کیونکہ میں یہاں اسلئے کھڑا نہیں ہوا۔ کہ قرآن کی تعلیم کیا ہے۔ اور اس نے مختلف شعبہ جات زندگی کے متعلق کیا تعلیم دی ہے۔ کانفرنس کا ہم سے یہ مطالبہ نہیں۔ مجھے صرف یہ ہی بتلانا ہے۔ کہ الہام فی نفسہٖ یا قرآن کریم یا اسلام کس مقصد کے لئے دنیا میں آیا +

اِنسان کائنات کا خلاصہ اور اسکی ایک جزو اعظم ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ میں سوال زیر بحث کے لئے کلام الٰہی کی طرف توجہ کروں۔ کیوں نہ صحیفۂ فطرت میں جو خدا کے فعل کیلئے بالفاظ قرآن حمید کتاب مبین ہے اس سوال کے جواب کی تلاش کروں +

صحیفۂ فطرت کے جس ورق کو ہم پلٹیں وہاں ایک ہی داستان ہر جگہ روشن ترین الفاظ میں لکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک ذرہ سے چلکر اسکی ہر ایک مستقبل شکل تک شاہراہ ترقی پر قدم زن نظر آتی ہے۔ ہر ایک چیز میں بیشمار جوہر مُضمر ہوتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا بیج ایک درخت بن جاتا ہے جسمیں شاخیں برگ و ثمر۔ پھل پھول آہستہ آہستہ نکلتے آتے ہیں۔ جدھر دیکھو ترقی اور بلوغیّت ہی شان کائنات نظر آتی ہے۔ مٹّی کے ذرّات ہی ایک عالیشان عمارت بن جاتی ہے جگنو کی چمک ایک زبردست برقی روشنی ہو جاتی ہے۔ ارغنوں کی دلربا آواز میں اس جھینگر کی آواز کی ایک بالغ شکل ہے۔ جو گھر کے کسی تاریک گوشہ سے آیا کرتی ہے۔ بڑ اور شاہ بلوط یا دیودار جیسے تناور درخت ایک کونپل کی انتہائی شکل ہوتے ہیں۔ دُور کیوں جاؤ خود انسان کو ہی دیکھ لو یہ اُس غیر مرئی جرم کا کامل ہیولیٰ ہے۔ جو ایک قطرۂ خاصہ کا ہزارواں حصّہ ہوتا ہے۔ الغرض قوّت و مادہ کا قدم مختلف شکلوں اور ہیولوں میں ہر لمحہ آگے کو ہے۔ اسمیں رجعت یعنی پیچھے ہٹنا یا واپس آنا نظر نہیں آتا +

یہ بصائر کائنات ہماری آنکھ کھول دینے کیلئے کافی ہیں۔ ہمارا قدم تو

آگے کو ہونا چاہئیے لیکن پھر بھی ہم میں سے بعض کو یہ ارضی زندگی کچھ ایسی پسند آگئی ہے ۔ کہ وہ ایکدفعہ اس دُنیا کو چھوڑ کر پھر اسی طرف آنا پسند کرتے ہیں +

یہ سچ ہے ۔ کہ ہر ایک چیز اپنے زوال پر پہنچ کر اپنے افراد میں منفرد ہو جاتی ہے ۔ اس کے جسم کی ترتیب دینے والے ذرات اصلی شکل کی طرف لوٹ آتے ہیں ۔ یہ وہ حقیقت ہے ۔ جس کی طرف قرآن کریم نے والیہ یرجعون کہکر اشارہ کیا ۔ لیکن یہ ذرّات ترکیب پاکر جس جوہر کو پیدا کر دیتے ہیں ۔ وہ تو واپس نہیں ہوتا ۔ نخل گلاب سے گلاب کا پھول ۔ پھول سے عرق گلاب ۔ عرق سے آگے عطر ۔ عطر سے آگے رُوح ۔ رُوح گلاب سے خوشبو ۔ خوشبو کا دماغ کی راہ سے قوائے دماغی اور دل کے پردوں میں قوت دینا ۔ دیکھو ہر منزل میں فالتو چیزیں اور فضلے پیچھے رہکر اور پھر ذرّات میں منفرد ہو کر عالم ذرّات کو لوٹ آتے ہیں ۔ لیکن جوہر گلاب جو گلاب کے بیج میں تھا ۔ وہ یکے بعد دیگر قالب بدلتا ۔ اور ہر ایک قالب میں نئے ذرات کو بطور جسم لیتا ۔ آگے کو جا رہا ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۴ء در ہندوستان

دفتر ووکنگ مسلم مشن لاہور

تفصیل آمد	نقشہ نمبر	رقم آمد ہندوستان			تفصیل خرچ	نقشہ نمبر	رقم خرچ ہندوستان		
		پائی	آنہ	روپیہ			پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نمبر ۱	۳	۰	۶۵۳	خرچ مشن	نمبر ۳	۹	۱۳	۸۰۶
اسلامک ریویو	نمبر ۲	۰	۷	۳۰۷۱	خرچ ریویو	نمبر ۴	۰	۶	۱۱۳۸
میزان		۳	۷	۳۷۲۴	میزان		۹	۳	۱۹۴۵

دستخط ۔ ڈاکٹر غلام محمد
آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب نواب سراج الدین خان صاحب لاہور	۰	۰	۱
" والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
" سید محبوب خان صاحب ہوری دھاروار	۰	۰	۲
" احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۵
" چوہدری سلطان علی صاحب ہربار کرسندھ	۰	۰	۱۰
" محمد ابراہیم صاحب "	-	۰	۱
" منہاج الدین صاحب ٹھٹھہ	۰	۰	۵
" واپسی قرضہ ووکنگ از جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نمائندہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور	۳	۱۴	۱۷
" صدق الدین احمد صاحب دہلی	۰	۰	۲
" بابو محمد ... اللہ صاحب گورداسپور	۰	۰	۱
" محمد فاروق صاحب "	۰	۰	۱
" ایم تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵
" فریدالدین صاحب اندور	۰	۰	۱
" ایس عبدالواحد خانصاحب اجمیر	-	۸	۲۲
" مسیح الملک حکیم اجملخان صاحب	۰	۰	۵
" بابو فضل الدین صاحب ہمیرپور	۰	۰	۵
" ایم اے غنی صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
" بابو عبدالکریم صاحب کانگی مراپجی	۰	۰	۳۰
" فضل کریم صاحب بازئی پشاور	۰	۰	۶
منہا جناب مسلم شاہ پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	-	۲	۸
جناب ایم عطاء اللہ صاحب منٹگمری	۰	۰	۴۰
" محمد امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
منہا ہیں عہ قیمت کتاب Towards Islam ہے			

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب منشی بابو محمد ابراہیم بھوانی	۰	۰	۱
" میاں محمد خان صاحب اکاڑہ	۰	-	۴۰
" علی محمد خان صاحب جگدیشپور (زکوٰۃ)	۰	۰	۱۵
" مرزا محمد سلطان صاحب پشاور	۰	۰	۴
" فضل الدین صاحب " "	۰	۰	۱
" منہاج الدین صاحب ٹھٹھہ	-	۰	۵
ایک مسلم	۰	۰	۱
" عبدالجبار صاحب "	-	۰	۲
" محمد فاروق صاحب گورداسپور	-	۰	۱
" الف اسداللہ صاحب "	-	۰	۱
واپسی قرضہ جناب عبداللہ جان صاحب	-	-	۵۰
جناب شیخ فضل کریم صاحب آبازئی پشاور	۰	۰	۳
" نواب سراج الدین خانصاحب لاہور	۰	۰	۱
جناب فرید بخش صاحب لدھیانہ زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
" حاجی امیر بخش صاحب " "	۰	۰	۲۰
" عبدالواحد خانصاحب گوالیار	۰	۰	۱
" سید محبوب علی صاحب گوالیار	۰	۰	۲۴
" مسیح الملک حکیم اجملخان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" ایس فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۵
" فضل الدین صاحب جبیت پور	۰	۰	۵
" ایم اے خانصاحب بمبئی	۰	۰	۱
" سید فضل الرحمان صاحب کانپور	۰	۰	۱۰
" عباداللہ خانصاحب امراوتی (اشاعت اسلام)	۰	-	۱۲
" محمد اسحاق صاحب دکن [illegible]	۰	۰	۱۰۰

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب تاج الدین صاحب کالی کراچی	۰	۰	۵	جناب بابو منہاج الدین صاحب بھٹنڈہ	۰	۰	۵
" محمد شفیع خان صاحب سری نگر (کشمیر)	۰	۰	۳۰	" شیخ ہدایت اللہ صاحب پشاور (زکوۃ)	۰	۰	۴۵
" والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۴	جنابہ نورجہاں صاحبہ بھٹنڈا	۰	۰	۵
" سید احمد حسین صاحب کیمبل پور	۰	۰	۹	جناب محمد سلیم الدین صاحب جگدلپشور	۰	۰	۱۰
" سید فردوس شاہ صاحب "	۰	۰	۶	" محمد اسمعیل صاحب پھلڈیاں سندھ	۰	۰	۲۵
" عبدالرحیم صاحب کمسی (میسور)	۰	۰	۴۴				
" محمد امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱	" بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۱
" حکیم ناظر الحسن صاحب بڑونہ	-	۸	۵	" بوہاجی احمد صاحب رنگون (زکوۃ)	۰	۰	۲۰
" فضل کریم صاحب ابا... پشاور	۰	۰	۳	میزان	۳	۰	۶۵۳

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۴ء در ہندوستان

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم ریویو جناب میجر حاجی حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال	۰	۰	۱۰۰
" بی بی نور النساء کیاسال ضلع بیربھو	۰	۰	۱۰
" تاج الدین صاحب کالی کراچی	۰	۰	۵
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۰	۲۹۵۶
میزان	۰	۴	۳۰۷۱

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان مارچ و اپریل سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
۳ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء کو جناب اُو دشاہ صاحب کی معرفت مبلغ ووکنگ کو روپیہ روانہ کی گئی۔ یہ رقم بابت سفر خرچ واپسی از ووکنگ انگلستان ہے جو بذمہ دفتر مشن ووکنگ انگلستان تھی دفتر لاہور شاخ ووکنگ نے ادا کی	۳	۱۲	۳۲۷
بقایا تنخواہ ماسٹر یعقوب خان صاحب بہاولپور مشنری یہ رقم ترقی تنخواہ کی ہے۔	۰	۰	۵۰
تنخواہ عملہ مشن دو ماہ	۰	۰	۲۹۳
کاغذ فلسکیپ ۲ ار۔ کوپن جسٹر دفتر محاسب ۔ قیمت ایک عدد قرآن کریم ۵ ۔ کاغذ برائے اپیل زکوۃ ... سیاہی پریس ۱۲ ار۔ کوار سٹیشنیس نیبر پریس کیلئے ۔ فائل تار وپن ۵ ر ۔ ٹکٹ لفافہ للہ ... لفافہ انگیزی ... جلد بندھوائی راز حیات محل ... میزان	۶	۹	۶۲
کرایہ دفتر مکتوب بابت فروری سنہ ۱۹۲۴ء ۵ ماہ		۰	۲۵
رقم کتابوں کی تھی جو کہ دفتر میں جمع ہو گئی برآمد کرا کر کتابیں روانہ کیں	۰	۰	۹
محصول ۵ عدد جلدوں کے واسطے ... بلٹی ... کرایہ ٹانگہ گرفتنی منڈی ... کرایہ ... خدمت خواجہ صاحب بوقت روانگی بہاولپور ... ۱ میسور ... سیاحی ... ۱۲ عدد لفافہ ... زر صرف اجرت ریویو ... پوسٹل کارڈ ... عدد ... کاغذ ...	۰	۸	۱۴
میزان رقم معطی در مشن ... جو کہ ۲۲ اپریل کو لائف ... میں منتقل کی گئی ۔	[illegible]	[illegible]	۳۰[illegible]
میزان	۹	۱۳	[illegible]

نقشہ عـہ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان بابت مارچ تا اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

تنخواہ دو ماہ عملہ ریویو	۰	۰	۹۰۳
کرایہ دفتر اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء لغایت فروری سنہ ۱۹۲۳ء ۵ ماہ	۰	۰	۲۵
یہ رقم غلطی سے جمع ہوئی رسالہ اشاعت اسلام میں منتقل کرائی گئی	۰	۸	۴
ٹکٹ ما ﷲ ۵ - ایک عدد ریم فلسکیپ برائے توسیع اشاعت ہے - چھپائی ایکہزار اطلاعی کارڈ للعہ کاغذ فلسکیپ برائے تحریک اذر سیاہی پریس ۱۲ ر نصف کار سٹینسل پیپر پریس کیلئے عہ - بن اور قلم وغیرہ چھپائی پریس اپیل ٹائپ شدہ للعہ ۵ نمبر اسلامک ریویو عہ ۵ - ایک عدد رجسٹر نمبر کاغذ فلسکیپ عہ ۱۲ ر	۰	۴	۱۹۲
یہ رقم رسالہ اشاعت اسلام میں منتقل کرائی گئی	۰	۴	۴
۹ عدد اسلامک ریویو جلد بند ھوائی ہیں - لیوی ۲ - بُک ۴ ر - پوسٹل گائڈ نصف قیمت مفقود - تاگہ ۴ ر . . . . . جلد بندی اسلامک ریویو عہ ۔ مکمل جلدیں ۴ ر			
۹ عدد رجسٹر جلد بندی عہ	۰	۶	۹
میزان	۰	۶	۱۱۳۸

ینابیع المسیحیت

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یہ درحقیقت عیسائیوں کا ایک پرانا قرضہ ہمارے ذمہ تھا۔ پچیس سال ہوئے - جب عیسائیوں نے عربی زبان میں ایک کتاب ینابیع الاسلام لکھی تھی - اور اسمیں یہ دکھلانے کی ایک غلط کوشش کی - کہ معاذ اللہ قرآن کریم بعض مضامین انجیل اور توریت سے سرقہ کئے ہوئے ہیں - انہوں نے اس کتاب کو اردو اور فارسی میں بھی چھاپا اور شائع کیا - اور اس کا نام انہار شیریں رکھا - اور کئی ہزار کاپیوں میں چھاپ کر بلاد اسلامیہ میں شائع کیا - خدا کا شکر ہے کہ پرانا قرضہ اس کتاب کے ذریعہ آج اتر گیا - ایک بات بھی الف سے لے کر ے تک عیسائی مذہب میں ایسی نہیں جس کو حضرت خواجہ صاحب نے قدیم مذاہب بت پرستی و سورج پرستی سے لیا ہوا ثابت نہیں کر دیا - انشاءاللہ تعالیٰ انگلیزی - عربی - فارسی میں بھی ترجمہ ہوگی - اور اس کی ہزاروں کاپیاں تمام عیسائی دنیا میں جائینگی - اسلئے اشاعت اسلام کے کام سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اس کتاب کی مد میں امداد فرما کر داخل حسنات ہوں +

قیمت فی جلد قسم اول ۱۲ ر - قسم دوم ۸ ر مجلد عہ ۱ ر و عہ ۱۲ ر علی الترتیب +

تمام درخواستیں بنام مینیجر مسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

مسلم بک سوسائٹی کی مطبوعات

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
راز حیات یا انجیل عمل ۸/	مجلد ۱۰/ ار	خطبات غزبیہ بلا جلد ۱۲ ار	مجلد ۸/	ضرورت الہام ۱۲ ر	مجلد ۸/
اسلام اور علوم جدیدہ	۴ ر	" مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	۲ ر	سلک مروارید ۸/	مجلد ۸/ ار
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ ر	مجلد ۸/	" توحید۔ دعا۔ تصوف	۲ ر	مکالمات ملتیہ ۱۳ ار	مجلد ۸/
ذرات عالم کا مذہب ۔۔ ۔۔	۸ ر	" خطبات عیدین ۔۔	۲ ر	مسیح کی الوہیت اور اس کی نصرانیت پر ایک نظر	۴ ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۴ ار	مجلد ۸/	" دہریوں اور ملحدین کو خطاب	۲ ر	مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول ۱ار	
بزمین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام ۱۲	مجلد ۸/	" اسلام اور دیگر مذاہب	۲ ر	حصہ دوم ار حصہ سوم الصحیفہ آصفیہ ۲ ار	
ام الالسنہ معروف بہ زندہ کامل زبان ۱۲ ار	مجلد ۸/	" حقوق النسوان	۲ ر		
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ کامل نبی ۸ ر	مجلد ۴ ار	مطالعہ اسلام ۱۲ ار	مجلد عہ ر	تصاویر نو مسلمانان انگلستان فی فوٹو ۱۰/	فی درجن عہ

تصنیفات دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
لمعات انوار محمدیہ ۶ ر	مجلد ۱۰ ار	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول		ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۸ ر
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب	۵ ر	قسم اول ولائتی کاغذ مجلد عیکر	مجلد سے ر	الوصیت ۔۔ ۔۔ ۔۔	۲ ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳ ر	قسم دوم ولیسی کاغذ مجلد ۸ ر	مجلد عیکر	عصمت انبیاء ۔۔ ۔۔	۷ ر
تفسیر سورۂ فاتحہ ۔۔ ۔۔	۴ ر	سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم ۸ ر	مجلد سے ر	غلامی ۔۔ ۔۔	۴ ر
اسرار سلیمانی ۔۔ ۔۔	مجلد ۸ ر	" جلد سوم عیکر	مجلد ۴ ر	دُرِّ ثمین اردو مجلد ۸ مجلد ۹ ر	
قرآن اور جنگ ۔۔ ۔۔	۴ ر	" جلد چہارم عیکر	مجلد ۴ ر	" فارسی ۸ ر مجلد انگریزی ۱ ار	مجلد عہ ر
سیرت نبوی ۔۔ ۔۔	۵ ر	ملفوظات احمدیہ ۱۲ ار	مجلد ۱۲ ار	جمع قرآن ۔۔ ۔۔ ۱۲ ار	مجلد ۸ ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ (مسیح حسین سقراط)	۷ ر	اسلامی اصول کی فلاسفی ۱۲ ار	مجلد ۸ ر	سیرۃ خیر البشر مجلد عکر	مجلد عیکر
	مجلد ۱ ار	توضیح مرام ۔۔ ۔۔	۵ ر	مقام حدیث ۸ ر	مجلد ۸ ر
تاریخ اسلام مصنفہ سید امیر علی صاحب	سے ر	فتح اسلام ۔۔ ۔۔	۵ ر	النبوۃ فی الاسلام عکر	مجلد عیکر
تاریخ اسلام مصنفہ مفتی غلام قادر فصیح	سے ر	ازالہ اوہام ۔ عکر	مجلد عیکر	مسیح موعود ۔۔ ۔۔	۸ ر
سرمہ چشم آریہ ۔۔ ۔۔	۸ ر	تحفۂ حق	۸ ر		

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہییں

بیان القرآن

یعنی

اُردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم-اے-ایل ایل-بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی مع تفسیر

اس تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے متمیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:-

۱- قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے۔

۲- قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر۔ تفسیر ابن جریر و تفسیر کبیر کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

۳- لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے۔ جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لیگئی ہے

۴- قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق۔ سوم سورتوں کا ایکدوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے +

۵- ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے +

۶- قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بکلی ترک کیا گیا ہے +

۷- قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتب حوالہ بھی دیا گیا ہے +

۸- اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اُردو پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں۔ اسلئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے

۹- ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے +

۱۰- ان باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم متن اعلیٰ درجہ کا خوشخط۔ بین السطور ترجمہ۔ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرے +

۱۱- تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۲۹/۸ کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ پہلی جلد کی قیمت نو روپے (للعہ/) محصولڈاک خرچ وی۔پی وغیرہ (۱۲؍) دوسری جلد کی قیمت آٹھ روپے (للعہ) محصولڈاک وغیرہ ۱۲؍ تیسری جلد کی قیمت نو روپے (للعہ/) محصولڈاک وغیرہ ۱۲؍۔ وی۔پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہیئے +

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ اسٹیم پریس بکی دروازہ لاہور میں بابو عبدالرشید کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

۳۴۰
۳

ممالک غیر کیلئے عہ
پیشگی قیمت سالانہ چار روپے آٹھ آنے ۹۰۳۶

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۱۰) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء | نمبر (۷)

فہرست مضامین

بیان القرآن

یعنی

اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی بمعہ تفسیر

اس تفسیر بے نظیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں :-

۱ - قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے +

۲ - قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہیں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے اس غرض کیلئے امام بخاری کی کتاب التفسیر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کبیر کو سامنے رکھا گیا ہے +

۳ - لغات قرآنی کی پوری تشریح کی گئی ہے - جس کے لئے مفردات امام راغب - تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے +

۴ - قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے - اول آیات کا باہمی ربط - دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایکدوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے +

۵ - ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے - اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اُسے ظاہر کیا گیا ہے +

۶ - قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے - اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو ترک کیا گیا ہے +

۷ - قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا کیونکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے - اور کتب کا حوالہ بھی دیا ہے +

۸ - اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو - اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے -

۹ - ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے +

۱۰ - ان باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا - ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلےٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ، نیچے تفسیر - کاغذ نہایت اعلےٰ قسم کا، جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط - پشت پر سُنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرے +

۱۱ - تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے - ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲ × ۲۹ کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے پہلی جلد کی قیمت نو روپیہ (لو) محصولڈاک و فیرج وی - پی وغیرہ عہ - دوسری جلد کی قیمت آٹھ روپے (سے) محصولڈاک وغیرہ عہ - تیسری جلد کی قیمت نو روپے (لو) محصولڈاک وغیرہ عہ - وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا ضروری ہے +

تمام درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۰ — بابت ماہ جولائی ۱۹۲۴ء — نمبر ۷

عید الفطر انگلستان میں

انگلستان سے بہت سے انگریزی اخبارات کے کٹنگ ہمیں موصول ہوئے ہیں جنمیں ووکنگ کی عید الفطر کا مفصل حال ہے۔ ان میں سے ایک کا ترجمہ ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔ جو امید ہے۔ کہ موجب دلچسپی ہوگا۔

عید الفطر کا اسلامی تیوہار جو ماہ رمضان کے اختتام پر آتا ہے۔ اتوار کی صبح کو مسجد ووکنگ میں منایا گیا۔ اس موقعہ پر مجمع پانچ چھ سو ورمیان تھا۔ اور بیس سے زیادہ اقوام کے افراد شامل تھے۔ جن میں برطانیہ۔ فرانس جرمنی شام ترکی۔ عرب۔ عراق۔ ایران ہندوستان۔ افریقہ اور امریکہ اور چین کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ ایک نہایت خوبصورت اور دلچسپ مجمع تھا جو مسجد کے سامنے گھاس کے فرش پر خدائے واحد کے آگے سربسجود ہوا۔ حاضرین میں ہزہائینس آغا خاں۔ ہرہائنس بیگم صاحبہ ماما واڑ۔ شاہزادہ عبدالخالق آف منگرول

شاہزادہ عبدالعزیز۔ شاہزادہ محمد صادق [illegible] س علی بیگ سرعلی امام لیڈی علی امام
ہز ایکسیلنسی سفیر مصر مع عملہ وسٹاف ہز ایکسیلنسی سفیر ایران مع عملہ وسٹاف
ہز ایکسیلنسی یوسف کمال بے نمائندہ ترکی۔ ہز ایکسیلنسی سفیر استھونیا۔ قونصل
جنرل افغانستان مع سٹاف۔ رائٹ آنریبل لارڈ ہیدلے۔ سرعبداللہ آرچیبالڈ
ہملٹن بارٹ۔ وائی کونٹس ڈی بوئیلین۔ سرکرسشناگپتا۔ اور ہز ایکسیلنسی جلال الدین
عارف سفیر ترکی متعینہ روما۔

ساڑھے گیارہ بجے نماز کیلئے آواز دیگئی۔ امام مسجد نے جماعت کرائی اور مجمع
نے مکہ کی طرف منہ کرکے دریوں پر رکوع وسجدے کئے۔ بہت سے لوگوں نے اپنی جوتیاں پہلے
سے اتار دی تھیں۔

امام کا معرکتہ الآرا خطبہ

قریبًا پندرہ منٹ میں نماز ختم ہوگئی امام نے جو اس وقت مارننگ کورٹ (صبح کا
لباس) اور بھورے رنگ کی پتلون پہنے ہوئے تھے "مذہب اور صلح" کے مضمون پر ایک زبردست خطبہ دیا
انہوں نے فرمایا۔ کہ زمین پر صلح اور امن کے قیام کا مسئلہ آجکل سب کی توجہات کو کھینچ رہا ہے۔
اس نے لوگوں کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیا ہے جس سے وہ حالات حاضرہ پر
سختی کے ساتھ نکتہ چینی کر رہے ہیں! ور اس مسئلہ کو حل کرنیکیلئے سخت جد وجہد سے کام لے رہے ہیں
اللہ تعالےٰ کی فطرت کیا ہے اور اس دنیا کے بنانے سے اسکی کیا غرض ہے! س سوال نے شروع سے بڑے
بڑے دماغوں کو حیران [illegible] کر رکھا ہے لیکن کوئی کام ایسا مشکل اور اسقدر بیقدر واقعہ
نہیں ہوا۔ جیساکہ ایک بگڑی ہوئی چیز کو درست کرنیکا کام ہے۔ اس کام میں لوگوں کے
معتقدات اور ایمانیات کو بدلنا۔ ان کی آرا اور خیالات کو از سر نو درست کرنا اور نہ صرف
نصب العین بلکہ نقطہ خیال کو قطعی طور پر تبدیل کر دینا ضروری ہے انہوں نے بتایا۔ کہ
صرف وہی لوگ جنہیں مغربی ممالک میں رہتے ہوئے میری طرح زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔
یہاں متقیانہ مناقب کو پورے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔
مسیحی سیاسیات کی کانفرنس میں جیساکہ پرنسپل گریوی نے بتایا ہے اقتصادیات اور شہریت

پر غور و فکر کے ارادے بیشک قابل تحسین تھے لیکن زمین و آسمان کے ہر مضمون پر اس نے جو خیالات آفرینی کی ہے۔ وہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک دمڑی کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے امام نے مسیحیت اور جنگ کے مضمون پر بالخصوص اظہار خیالات کیا۔ اور بتایا۔ کہ انگریزوں کی قوم میں ایک عجیب و غریب خاصیت پائی جاتی ہے۔ وہ جنگ اور امن ہر دو زمانوں میں اپنے افعال پر خود نکتہ چینی کرنے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ اس قوم کی ایک خصوصیت اور فطرت ثانیہ ہے۔ اور ایک ایسی قوم جو امور سلطنت کو جمہوری طریق پر مخفیہ خفیہ سرانجام نہیں دیتی۔ بلکہ اس کی ہر بات ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ایک جزو نیغک ہے۔ ایک ایسے وقت میں صلح اور امن کیلئے پکارنا جب کوئی امن دنیا میں ہی نہیں۔ ایک بے فائدہ بات ہے۔ خیالات جو دماغوں کے اندر جاگزین ہیں بالکل متضاد اور ناقابل تطبیق ہیں اور جب تک کہ تمام دنیا کی دماغی کیفیت بدل نہ جائے صلح اور امن حاصل نہیں ہو سکتا

کلیسیا اور سلطنت کا اتحاد

مسیحی اصولوں پر شیخی اور فخر کا اظہار کرنا بہت آسان اور عمدہ بات ہے لیکن جب تک کہ اُن سے کوئی عملی اور مادی فائدہ حاصل نہ ہو اور ایک بڑی مسیحی جماعت اس قسم کی نہ پائی جائے جو اپنے اصولوں کو عملی جامہ پہنانے والی ہو۔ اسوقت تک وہ ناممکنات کا درجہ رکھتے ہیں۔ فقیہی اور فریسی اور منافق لوگ تو اس زمانہ میں بھی ایسی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جیسے کہ یروشلم میں جناب مسیح کے وقت موجود تھے۔ اور جو شخص آج بھی انکی تردید اور مخالفت کی جرات کریگا۔ اس کے ساتھ وہ وہی سلوک روا رکھیں گے۔ جو انہوں نے جناب مسیح موعود کے ساتھ کیا تھا۔ یہ فقیہی اور فریسی ہمیں تلقین کرتے ہیں۔ کہ جنگ جناب مسیح کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اور کہ مسیحی مذہب بادشاہت کے مخالف ہے۔ مغربی ممالک میں کلیسیا اور سلطنت کا اتحاد بہت برے طور پر ہوا ہے کلیسیا کے اراکین محض اس پارٹی کے ہم آواز ہو رہے ہیں۔ جو قوت اور طاقت میں بڑھی ہوئی ہیں۔ جناب مسیح کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے امام نے فرمایا۔ کہ میں مسیح کا سچا پیرو ہونے کی حیثیت سے ان برائے نام مسیحیوں کو متنبہ کرتا ہوں۔ کہ وہ پہاڑی وعظ کے اکثر حصص کو بھی اپنے سامنے رکھیں۔ جہاں نصیحت کی گئی ہے۔ کہ جو تجھ سے کچھ مانگے اسکو دیدے اور جو تجھ سے قرض لے اس سے واپس نہ لے اپنے لئے زمین پر خزانے نہ جمع کرو!

ان آیات کا لفظی ترجمہ اگر کیا جائے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو کچھ لوگ مانگیں۔ وہ انکو ملنا چاہیئے اور جو قرض مانگیں انکو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ باختصار یہ کہ روپیہ جمع نہیں ہونا چاہیئے۔

روپیہ کی بچت ممنوع ہے

اس سلسلہ میں امام نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جتنا روپیہ کسی شخص کے پاس ہے مسیح کی اس تعلیم کے مطابق وہ اسے دوسرے کے حوالے کر دے۔ جو روپیہ کا متلاشی ہے۔ خواہ وہ ہمیشہ کیلئے اس روپیہ کو لیجائے۔ یا اسے بطور قرض لے۔ روپیہ کو بچا کر رکھنا اور آئندہ کیلئے خزانے جمع کرنا سخت ممنوع ہے آپ نے پیشگوئی کی۔ کہ حزب العمال کو اگر سرمایہ کیلئے محصول لگانے میں بھی کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو اسی وقت اور اس سے پہلے نہیں، کلیسیا کے اراکین تمام روپے جمع کرنے کی صورتوں کو بائبل کے اسی ارشاد کے ماتحت برا قرار دینگے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس وقت دنیا میں کوئی ایسا ایک عیسائی بھی مجھے نظر آئے گا۔ جو اپنا روپیہ اس شخص کے حوالے کر دے جو اس سے مانگے۔ تو میں اس سے ان الفاظ کے معنے بھی پوچھ لونگا جن میں جناب مسیح نے بدی کا مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کلیسیا کی بے اصولیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ وہ ان تمام باتوں کو جن کا ذکر بائبل میں ہے صداقت قرار دیتے ہیں اگر وہی باتیں آج واقعہ ہوں تو سطح ارض پر ایک متنفس بھی ان پر ایمان نہ لائیگا۔ کیا وہ مذہب مذہب کہلانے کے لائق ہے۔ جو امریکہ سے لیکر جاپان تک اور قطب شمالی سے لیکر قطب جنوبی تک ایک بھی ایسا آدمی پیش نہ کر سکے جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ تمام انگلستان کا بڑا پادری یورپ سے جو سمندر پار بیٹھا ہے۔ امداد حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ دونوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے محلات سے باہر آئیں اپنی اپنی جگہ کو چھوڑیں۔ اور سمندر پار درمیانی جگہ پر ایک دوسرے سے ملیں۔ تو اسکے خوشگوار نتائج ہمیں فی الفور نظر آسکتے ہیں۔

روحانی پہلو سے جناب مسیح کی تعلیمات ایسی نہیں۔ کہ ان پر حاشیہ افزائی کی ضرورت ہو۔ لیکن جسمانی پہلو سے وہ بالکل غیر مکمل ہیں۔ آخر میں امام نے کہا کہ میں اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ایک مساوات کے درجہ پر آکھڑے ہوں اور ایسے ہی فراخ دل ہو جائیں جیسے کہ ہم ہیں ہم ان کے نبی جناب مسیح پر ایمان رکھتے ہیں کیا وہ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم پر ایمان لائینگے؟ مسلمانوں سے میں کہتا ہوں کہ تم ایک دفعہ پھر دنیا کے حاکم بنجاؤ گے بشرطیکہ تم آنحضرت صلعم کی نصیحت "اعقل و توکل" پر عمل کرو یعنی اسباب کی پوری رعایت اور اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرنا سیکھو"

عورت

اسکی مغلوبیت مظلومیت اور آزادی

عورت قدیم رُوم میں

از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب مینیجر ووکنگ (انگلستان)

روما میں عورت کی اصل حیثیت کیا تھی؟ اس کے متعلق بہت سے مصنفین کے حوالہ جات مل سکتے ہیں۔ لیکن میں محض چند ایک ایسے مصنفین کے حوالجات پر اکتفا کرتا ہوں۔ جن کی ثقاہت سب کے نزدیک مسلم اور جن کی تحریر کی صداقت پر کسی کو شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔ پروفیسر سیمول ڈل اپنی عجیب و غریب تصنیف مسمّی بہ رومن سوسائٹی اِن دی لاسٹ سینچری آف دی ویسٹرن ایمپائر میں اس موضوع پر بہت کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ عورت کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں۔ کہ:-

روما میں شادی شدہ عورت کو گو قدیم الایام سے ہی اپنے خاندانی مذہب کی رو سے بہت عزت و توقیر حاصل تھی۔ لیکن ابتدا سے ایام سلطنت میں اس کی حیثیت لفظاً و معناً بہت بلند ہوگئی تھی۔ اور لاریب یک اعلےٰ پایہ کی خاتون بغیر اس کے کہ اسکی عصمت و عزت میں کوئی نقص واقع ہو سوسائٹی کی زیب و زینت سمجھی جانے لگی تھی۔ حتےٰ کہ یوماً فیوماً وہ اپنے شوہر کے پہلو بہ پہلو چلنے لگی۔ اور اس کا ایسا دست راست بن گئی۔ کہ معاملات ملکی میں اسکی مداخلت مسلم قرار دیگئی ہے۔

ولیم لیکی جو ایک ثقہ اور مشہور مؤرخ ہے لکھتے ہیں۔ کہ دوران سلطنت میں عورت کو پوری پوری آزادی اور اس قدر بلند مرتبہ حاصل تھا جو بعد میں مفقود ہوگیا۔ اور پھر وہ بات کبھی نصیب نہ ہوئی ہے روما کی شاہنشاہیت کے زوالِ عروج

لہ صفحہ ۱۲۷ ۔ سلہ دیکھو رومن سوسائٹی فرام نیرو ٹو مارکس اریلیس صفحہ

سلہ ہسٹری آف یورپین مورلز جلد دوم صفحہ ۱۲۸ +

عیوب پر تبصرہ کرتے ہوئے پھر ایک جگہ صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں کہ :-
گو اس زمانہ کے لوگ بیاہ شادی کے معاملہ میں بہت آزاد خیال ہو چکے تھے اور اخلاقی حالت عام طور پر نا قابل رشک تھی۔ تاہم خاوند اور بیوی میں جذبات محبت و ایثار کی مثالیں جیسی کہ اس زمانہ میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ اور کسی زمانہ میں نظر نہیں آتیں ۔ گو اکثر لوگ تعیش میں منہمک تھے ۔ لیکن انمیں اکثر ایسے بھی تھے جو اپنے عادات و اخلاق میں بہت صاف اور سادہ تھے۔ چنانچہ آگسٹس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ وہ اپنی لڑکیوں اور پوتیوں سے روئی کتواتا اور کپڑا بنواتا تھا۔ اور جو پوشاک وہ زیب تن کرتا عموماً اسکی بیوی اور اسکی بہن کی بنی ہوتی تھی۔ امور خانہ داری میں مستورات کی اہلیت اور بالخصوص ان کے کاتنے کی قابلیت کا ذکر عموماً اُن کی قبروں پر کتبوں میں ثبت کیا جاتا تھا۔ دماغی اور ذہنی قویٰ کی تربیت اور علمی قابلیت ان میں عام طور پر پائی جاتی تھی ۔ اور اس زمانہ میں کئی ایک ایسی اعلےٰ پایہ کی مستورات بھی ملتی تھیں ۔ کہ کمال علمی اور قابلیت دماغی ۔ کے ساتھ ان تمام اوصاف سے متصف تھیں ۔ جو ایک عورت کیلئے مایہ ناز ہیں ۔ اور ان کے اندر اس سچی اور جانبازانہ محبت کا جذبہ موجود تھا ۔ جو ایک عورت کے شایان شان ہے[۱] بہتنداقدیم روم کے افسانوں اور دوسری تواریخ سے اس امر کی شہادت بکثرت ملتی ہے ۔ کہ اس زمانہ میں جہاں ایکطرف عورت کو اعلےٰ اخلاقی عزت اور منزلت حاصل تھی ۔ دوسری طرف عام کاروبار زندگی میں اسکو بہت بڑا مرتبہ حاصل تھا لیوکریشیا اور ورجینیا کی حسرتناک داستانیں اس حقیقت پر شاہد ناطق ہیں کہ ان کے دل میں کس قدر جذبہ عزت مرکوز اور ان کو اپنی پاکدامنی اور عفت کا پاس کسقدر ملحوظ تھا ۔ کہ جس سے کوئی عیسائی قوم لگا نہیں کھا سکتی سیبائن مستورات کے افسانے کو کس طرح انہوں نے اپنے والدین اور اپنے

[۱] ہسٹری آف یوروپین مورلز جلد دوم صفحہ ۱۳۰ +

خاوندوں کے درمیان بیچ بچاؤ ڈالکر جمہوریت کو بچالیا۔ علے ہذا القیاس کیریولینس کی والدہ اور اسکی بیوی کا واقعہ کہ کس طرح انہوں نے اپنے ملک کو اس تباہی کے گڑھے سے بچالیا جسمیں وہ گرنیوالا تھا۔ یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ روما کی حب الوطنی کی شاندار روایات محض مردوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ ان میں عورتیں بھی برابر کی حصہ دار ہونے کی مستحق ہیں +

وینس کالوا کا مندر ان رومی خاتونوں کی داستان سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے ایک خطرہ کے وقت میں اپنے سر کے لمبے لمبے بال سپاہیوں کی کمندیں بنانے کیلئے کاٹ ڈالے تھے۔ اسی طرح ایک دوسرا مندر جو تمام آیندہ نسلوں کیلئے بطور نشان قائم رہیگا۔ اس رومی خاتون کی سعادت فرزندانہ کی یادگار ہے۔ جس کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب اسکی والدہ کے لئے فاقوں کے ذریعہ سزاے موت کا حکم نافذ کیا گیا۔ وہ محبت فرزندانہ کے جذبہ سے جیلخانہ میں پہنچی۔ اور اپنی بھوکی ماں کو اپنی چھاتی سے دودھ پلاتی دیکھی گئی ہے

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ایک لڑکی کا بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے اپنے بھوکے باپ کو اسی طرح خوراک بہم پہنچائی تھی۔ اسی قبیل کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے خاوند کی بیوی سے بیوی کی خاوند سے والدین کی اولاد اور اولاد کی والدین سے محبت کا پتہ لگتا ہے۔ گریکی کے والد ٹائی بیریس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ اس نے اپنے بستر میں سانپوں کا ایک جوڑا جسمیں ایک نر اور دوسرا مادہ تھا پکڑا۔ قیافہ دانوں کو پوچھنے پر اسکو بتایا گیا۔ کہ نہ تو وہ ان دونوں کو ہلاک کرے۔ اور نہ ہی چھوڑے۔ کیونکہ اگر وہ نر کو مار ڈالیگا۔ خود ہلاک ہو جائیگا۔ اور اگر وہ مادہ کو ماریگا تو اسکی بیوی کارنیلیا مرجائیگی۔ ٹائی بیریس کو اس کے متعلق فیصلہ کرنے میں ذرہ بھی تامل نہ ہوا۔

لہ کیپی ٹولی نی ایس میکسیمی نس جونیر ۵۲ پلائی دی ہسٹری جلد ہفتم صفحہ ۱۰۶

کورنیلیا اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ اسلئے مادہ کو تو اس نے صحیح سلامت رہنے دیا۔ اور نر کو مار ڈالا۔ اور اس سے تھوڑے عرصہ کے بعد خود ہی سلسبیئے ملکِ عدم ہوا[۱]

کیٹو کی بیٹی اور بروٹس کی بیوی پورشیا کی محبت اور جانبازانہ بہادری کی دلچسپ داستان کس نے شوق سے نہیں پڑھی ہوگی کس طرح وہ اس غم واندوہ میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ جس نے اسکے خاوند کو تباہ حال بنا رکھا تھا۔ اور جب کہ اسکو اپنی قوت برداشت کی نسبت شک پیدا ہوا۔ اس نے بروٹس سے اس کی مصیبت کے متعلق دریافت کرنے کی جرأت نہ کی جب تک کہ اپنی ران کے اندر اپنے ہاتھوں سے چھری چبھو کر اپنی قوت برداشت کا امتحان نہ کر لیا۔ اور پھر ایک دفعہ اور محض ایکدفعہ ہی خاوند کی موجودگی میں اس کے وصلہ نے اسکو جواب دیدیا۔ اس وقت جبکہ وہ اس سے ہمیشہ کیلئے جُدا ہونیوالی تھی اس کی آنکھیں ہیکٹر اور انڈرومیک کی آخری ملاقات کے نظارہ پر پڑیں۔ اس کا خاوند ڈرتا ہوا اس کے قریب آیا تب وہ اس سے اس طرح مخاطب ہوئی:۔

بروٹس! میں کیٹو کی بیٹی تیرے گھر میں لونڈیوں کی مانند خادمہ بن کر نہیں آئی تھی۔ کہ میں صرف تیری ہمبستری اور تیرے دسترخوان سے بہرہ اندوز ہو سکوں۔ بلکہ اس لئے آئی تھی کہ میں تیری خوشی میں شریک اور تیرے رنج میں حصہ دار بنوں۔ جہانتک میری اور تیری زوجیت کا سوال ہے تیرا دامن ہر ایک الزام سے پاک ہے۔ مگر میں اپنے متعلق یہ کہتی ہوں کہ اگر میں غم نہاں میں شریک نہیں ہو سکتی۔ اور تیرے اس فکر میں حصہ دار نہیں ہو سکتی جو سوائے معتبر شخص کے کسی سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تو میرے بری الذمہ ہونے کی کیا شہادت اور میری محبت کی کیا شناخت ہو سکتی ہے۔

[۱] بلوطارک ثانی پیرس گریکیس اول۔

میں مانتی ہوں کہ عورت اسقدر ضعیف الخلقت ہوتی ہے۔ کہ وہ رازداری کے قابل نہیں ہو سکتی۔ لیکن پرورش و نیک فطرت بگڑ آتی ہیں۔ اور جن کی زندگی خیانت کے عیب سے پاک ہوتی ہے۔ ان میں ایک زبردست روحانی طاقت ہوتی ہے میں کیٹوسی کی بیٹی اور پروٹس کی بیوی ہوں جس پر آج تک میں نے اس قدر اعتماد نہیں کیا۔ لیکن اب میں جانتی ہوں۔ کہ دکھ اور تکلیف مجھ پر غالب نہیں آ سکتے +

اور بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ کہ عورتوں نے اپنے خاوندوں کی مصائب و آلام میں بڑے کڑے دل سے حصہ لیا۔ ان کے ساتھ ہو کر انکی تکالیف کو برداشت کیا۔ اور ان کے بعد زندہ رہنے کی نسبت مرنا قبول کیا میں ان میں سے محض دو کا ذکر کرتا ہوں :-

سینیکا کی بیوی پالینا نے اپنی رگوں کو خود کھول دیا تھا۔ تاکہ اپنے خاوند کے ساتھ ہی راہئے ملک عدم ہو۔ جب بہت سا خون نکل چکا اس کے ملازموں اور غلاموں نے اس کے زخموں کو باندھ دیا۔ اور اس طرح سے اسکو زندہ رہنے پر مجبور کیا لیکن اہل روما ہمیشہ اس کے چہرہ کی زردی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہ اس کے کارنامہ کی یادگار ہے +

پے ٹس کی بیوی اریا اس معاملہ میں اپنے تمام ہمچشموں پر گوے سبقت لیگئی پلائنی نے اس کے متعلق مفصلہ ذیل حکایت بیان کی ہے۔ جو اس نے اریا کی پوتی سے سُنی تھی +

اس کا خاوند سیسینا پے ٹس بیمار ہو گیا۔ اس کا لڑکا بھی بستر علالت پر پڑا تھا۔ اور دونوں کا جانبر ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ لڑکا جو اپنے والدین کا چشم و چراغ تھا۔ اور حسن ظاہری کے ساتھ حسن باطنی سے بھی آراستہ تھا۔ داغ مفارقت دیگیا۔ بدنصیب ماں نے تجہیز و تکفین کا تمام سامان کیا اور تمام رسوم کو اس طرح ادا کیا۔ کہ خاوند کو خبر تک نہ ہونے دی۔ جب کبھی وہ خاوند کے کمرہ میں داخل ہوتی۔ وہ یہی ظاہر کرتی کہ لڑکا صحیح و سلامت ہے۔ بلکہ

رُو بصحت ہے۔ اور جب خاوند بار بار لڑکے کی خیریت پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتی۔ کہ وہ اب تندرست ہے۔ رات اسکو آرام رہا۔ بلکہ اس نے کچھ کھایا بھی ہے۔ لیکن جب آنسوؤں کا سیلاب جسکو وہ زیادہ دیر تک روکنے سے مجبور تھی اسکی آنکھوں سے بہ نکلتا وہ منہ چھپا کر باہر نکلجاتی جی کھول کر غم کا دُکھڑا روتی اور پھر آنسو پونچھ کر بشاش چہرہ کے ساتھ واپس آجاتی +

یہی وہ بہادر خاتون تھی جس نے اپنے شوہر کو جان پر کھیل جانا سکھایا تھا جسکی تفصیل یُوں ہے۔ کہ شہنشاہ کلاڈیس نے پیٹس کے متعلق اپنے ہاتھ بِن مرنے کا حکم صادر کیا تھا۔ وہ جو ایریا کی محبت سے جو اسکو اپنے شوہر سے تھی واقف تھے اور اسکی اخلاقی شجاعت کو جانتے تھے یقین رکھتے تھے کہ وہ بھی اپنے خاوند کے ساتھ راہیئے ملک عدم ہوگی۔ ایریا کے داماد تھریسیا نے اسکو یہ کہکر خودکشی سے روکنا چاہا۔ کہ بالفرض اگر مجھے مرنا پڑے تو کیا آپ پسند کرینگے کہ آپ کی بیٹی بھی میرے ساتھ اپنی جان دیدے۔ ساس نے جوابدیا کہ ہاں اسکو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ بھی اتنی مدّت تک تمہارے ساتھ خوش و خرّم زندگی بسر کر چکی ہو جتنی مدت کہ میں پیٹس کے ساتھ بسر کر چکی ہوں۔ گو اس کے ہوا خواہ اسکی پوری پوری نگہداشت کرتے تھے۔ اور اسکی جان کی سلامتی کیلئے کوشاں رہے۔ لیکن بایں ہمہ اس نے اپنا سر دیوار کے ساتھ ایسے زور سے ٹکا کر زمین پر گر پڑی اور پھر اُٹھ کر کہنے لگی۔ کہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم مجھے آسان طور پر مرنے نہیں دوگے۔ تو میں کوئی سخت طریقہ اختیار کرونگی۔ بالآخر اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔ پیٹس نے تو اپنا کام تمام کرنے میں کچھ توقف کیا ہی تھا لیکن ایریا نے فوراً خنجر اسکے ہاتھ سے چھین کر اپنے سینہ میں کھبولیا۔ اور پھر باہر کھینچ کر کانپتے ہاتھوں اور لڑکھڑاتے جسم کے ساتھ وہی خنجر اپنے شوہر کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور مرتے مرتے چیخ کر بولی "پیارے پیٹس یہ کچھ تکلیف نہیں دیتا" +

بیوی کی محبت اور وفا کیشی کا یہ دردناک واقعہ جو رومی عورت کے استقلال اور بہادری کا ایک نمونہ ہے۔ اور جو نسلاً بعد نسلاً زبان زد عام چلا آتا ہے اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ فی الجملہ عیسائیت کے دور دورے کی ابتدا کے وقت تک جنس اناث کو وہ آزادی اور امتیازی حیثیت حاصل تھی جو اب تک مغرب میں اسکو کماحقہٗ حاصل نہیں ہوئی بغیر نمائندگی کے کوئی ٹیکس نہیں پیشتر اس کے کہ انگلستان کے کان اس سے آشنا ہوں روما میں لوگوں کی زبان پر جاری و ساری تھا۔ اور اگر یہ ملک غیر عیسائی بھی رہتا تو بھی یہ بطور اصول مسلمہ کے تسلیم کر لیا جاتا۔ اسلئے یہ دعویٰ کہ عیسائیت نے عورت کو استبدادیت کی قید سے رہا کرایا ہے واقعات پر پردہ ڈالنا ہے +

اب اس سوال کو دوسرے واقعات کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے اس امر کا بار ثبوت عیسائیت کے ذمہ ہے۔ کہ جب رُوم میں اٹھارہ صدیاں پیشتر عورت کامل آزادی کے شاہراہ پر گامزن ہو چکی تھی۔ کیا سبب ہے کہ درمیانی اٹھارہ صدیوں کے عرصہ میں اور بالخصوص اس زمانہ مُدت میں جبکہ کلیسیا کی طاقت پورے اقتدار پر تھی یعنے ازمنہ وسطیٰ میں عورت کی حیثیت کیا بلحاظ تمدن اور کیا بلحاظ سیاست اور اخلاق کے ایسی گر گئی تھی کہ یونانی اور رومی زمانہ تہذیب کے دور دورہ میں یہ کیفیت کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔ سر ہنری مین نے جو کہ ایک مشہور و معروف مقنن ہیں۔ اس سوال کا جواب اپنی تصنیف اینشنٹ لا میں دیا ہے۔ چنانچہ رومی قانون پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہُوئے آپ لکھتے ہیں کہ:۔

نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ رومی عورت کو خواہ وہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ ایک ذاتی اور قانونی خودمختاری حاصل ہو گئی۔ کیونکہ قانون مابعد کا منشا سرپرستوں کی طاقت کو زائل کرنا تھا۔ اس طرح کی شادی کی رُو سے خاوند کو بیوی پر کوئی ایسی فوقیت نہیں نہیں تھی جو اس آزادی کا بدل کہلا سکے جو عورت کو حاصل تھی۔ لیکن عیسائیت

کا رجحان ابتدا سے ہی کسی قدر اس طرف تھا - کہ عورت کی اس شاندار آزادی کے دائرہ کو تنگ کیا جائے"۔

عیسائیت کا عورت کی اس آزادی کو غصب کرنے کی طرف قدم بڑھانا سینٹ پال کی تعلیم اور جناب مسیح کے مفروضہ مذہب اور ہدایات کی بنا پر تھا اسی جبر عیسائیت نے رہبانیت کے شوق میں بہت سی خطرناک اور ہلاک کر دینے والی سختیوں کو روا رکھا + میں پھر فاضل موصوف (سر ہنری مین) کے ایک اور حوالہ سے اس مضمون کو زیادہ واضح کرتا ہوں - چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "تازہ ترین رومی قوانین کا وہ حصہ جو عیسائی سلطنتوں کے زیر نظر ہے اس قدر آزادی اور حریت کا حامی نہیں جس قدر کہ انطونائن کے مقننوں کے وضع کئے ہوئے قوانین۔ مذہبی حسیات کی موجودہ لہر خود اس امر کی توجیہ کر دیگی - کہ کیا وجہ ہے کہ حال کا قانون جو کہ وحشیانہ رنگ کی فتوحات کا نتیجہ اور جو رومی قوانین اور سر گھر میں ایک سردار کی قدیم طریق حکومت کی باہم آمیزش سے بنایا گیا ہے - اس کے اندر عین ابتدا ہی میں معمول سے زیادہ وہ قوانین منضبط کئے گئے ہیں جو خاص عورت کی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں - اور جن کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایسے ملک اور ایسی قوم کے مناسب حال ہیں جس کا معیار تمدن ابھی غیر مکمل اور ناقص ہو" +

جسٹی نی نین نے انسٹیٹیوٹس میں بعض موجودہ عیسائی خیالات کو جو تعصب اور تنگدلی پر مبنی ہیں مستحسن ثابت کرنے اور "کافر روم" کے خیالات کے ساتھ تطابقت کرنے کی کوشش کی ہے - اس "ضابطۂ قانون" کے بنانے میں اُسنے بہت مکاری لیکن نہایت بہادری اور جرأت سے رومی قوانین نسبت اور معیارات زندگی کو در پردہ بدنام کیا ہے - جس سے اس کا مقصد محض انکی تشریح اور تفصیل ہی تھا - بالآخر :-

قانون کا وہ باب جو منکوحہ عورتوں سے تعلق رکھتا ہے رومی روشنی سے نہیں بلکہ کلیسیا کی روشنی میں پڑھا گیا تھا۔ اور اپنی کسی شق میں بھی اور بالخصوص شادی کے بعد پیدا ہوئے ہوئے رشتوں کے بارہ میں دنیوی قانون کی حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔ یہ کسی قدر لابدی تھا۔ کیونکہ کسی ایسی سوسائٹی سے کہ جس کے اندر عیسائیت کا رنگ موجود ہو توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ شادی شدہ عورتوں کے حقوق آزادی کو اسی فیاضی سے روا رکھیگی۔ جس سے وہ رومی قانون کے تحت میں بہرہ اندوز ہوتی تھیں۔ لیکن شادی شدہ عورتوں کے متعلق قانونی نقائص ان کے ذاتی نقائص سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اور مقدم الذکر کو زندہ اور مستحکم رکھنے کیلئے کلیسیا کے مقننوں نے جو اصول قائم کئے ہیں اُن سے تہذیب و تمدن کو بہت ضرر پہنچا ہے +

سر ہنری مین آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ دنیوی اور کلیسیائی قوانین کے درمیان بہت کشمکش رہی ہے۔ لیکن کلیسیا کے قانون ہی اکثر جگہ دائر و سائر رہے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ وہ مجموعۂ قوانین جو شادی شدہ عورتوں کے بارہ میں اس قدر تنگ نظری روا رکھتا ہے وہ محض کلیسیا کے قوانین کے تتبع میں بنایا گیا ہے۔ اور یا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ اس پر یوروپین تہذیب و تمدن کا سایہ پڑنے میں بہت مدت تک التوا ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ پرانی خرابیوں سے جو قابل ترک تھیں پاک و صاف نہ ہو سکا۔ صاحب موصوف نے اپنے بیان کی تائید میں بہت سے یورپین ممالک کے رائج شدہ قانون کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اور انگلستان کے کامن لا (قانون عام) کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

قانونی نقائص کی رُو سے اس سے زیادہ سخت انگلستان کا کامن لا ہے۔ جس کے ابتدائی اور بنیادی اصولوں کا حصہ کثیر کلیسیا کے قوانین سے لیا گیا ہے

بیشک "کامن لا" کا وہ حصہ جو شادی شدہ عورتوں کی حیثیت کے متعلق ہے وہ اس بڑی ورسگاہ (یعنی کلیسیا) کے احساسات اور خیالات کی صحیح صحیح ترجمانی کر سکتا ہے ۔ میں خیال نہیں کر سکتا ۔ کہ قدیم پیٹر یا پوسٹا کا عمل درآمد اور اسکی حقیقت کسی اور طریقہ سے ایسی بین طور پر سمجھ میں آسکتی ہو جیسی کہ وہ یا تو ان حقوق پر غور کرنے سے واضح ہو سکتی ہے ۔ جو کامن لا کی رُو سے خاوند کو حاصل ہیں ۔ اور یا اس تو اتر اور تاکید پر نظر ڈالنے سے واضح ہو سکتی ہے ۔ جو عورت کے مطیع و مغلوب ہونے کے متعلق اسمیں پائے جاتے ہیں ۔ اور جسمیں حقوق و فرائض اور ضروریات پیش شدہ کے بارہ میں کوئی قانون واضح اور کوئی امر فیصلہ کن موجود نہیں ہے" +

ایک مستند قانونی عالم کی طرف سے کلیسیا کی اس کارروائی پر یہ ایک بہت بڑا الزام ہے ۔ یہ حقیقت نفس الامری کا سیدھے سادے الفاظ میں اظہار ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری ایسی کتابیں جو بطور تاویل یا بطور اعتذار لکھی گئی ہوں ۔ اور جو خواہ تعداد میں کتنی ہی ہوں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں ۔ یہ خیال بھی کہ کلیسیائی قانون جناب مسیح کی حقیقی تعلیمات کے خلاف وضع کئے گئے سوئے الزام کو ہلکا نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ جیسا کہ میں ظاہر کرونگا ۔ یہ بڑے بڑے مقدسین کلیسیا کی صاف اور صریح تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ عورت ایسی مکروہ قسم کی غلامی میں دھکیل دی گئی ۔ جس سے وہ اب بصد وقت باہر نکل رہی ہے +

لیکن اس امر پر قلم اٹھانے سے پیشتر کہ عورت اور اس کے جذبات کے متعلق عیسائیت نے کیا کیا ۔ تدریجی مراحل طے کئے ۔ میں تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھا دینا ضروری سمجھتا ہوں جس سے میری مراد عورت کی وہ اخلاقی پستی ہے ۔ جس سے کہا جاتا ہے ۔ کہ عیسائیت نے اس کو نکالا ۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک محض جھوٹا الزام ہے ۔ جس کے پیچھے کوئی حقیقت یا دلیل نہیں ہے بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ عیسائیت ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جبکہ روما کی سلطنت

ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔ اور جبکہ اسکی اخلاقی حالت بہت پست اور سوسائٹی کے اندر بہت سی خرابیاں بداخلاقیاں اور بدچلنیاں پھیلی ہوئی تھیں لیکن یہ خیال بھی کسی صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے۔ اولاً یہ کہ لفظ روم کو ساری سلطنت روما پر اور ایک خاص اور ایک متعینہ زمانہ مدت کو رومی سلطنت کی ساری تاریخ پر چسپاں کر دیا گیا ہے۔ آخری زمانہ کے رومی ارباب سیر نے رومیوں کی جن برائیوں کا خاکہ اڑایا ہے۔ وہ محض کورٹ اس کے ارد گرد سے تعلق رکھتی ہیں انکو سارے رومی تمدن پر چسپاں کر کے ایک امر فیصل قرار دیدینا ایسا ہی ہے کہ جیسا کوئی شخص زمانہ ریسٹوریشن کی عدالتہائے انگلستان کو اور زمانہ رجینسی کی عدالتہائے فرانس کو ان ہر دو ممالک کے تمدن کا معیار قرار دیدیں۔ یہ خیال کسی زمانہ میں عام طور پر قابل قبول سمجھا جاتا تھا۔ کہ تمام کا تمام روما اخلاقی حالت میں گرا ہوا تھا۔ لیکن اب یہ عموماً تسلیم نہیں کیا جاتا۔ گو بعض لوگ اب بھی اس قسم کے خیالات کے پابند ہیں جن کی تشہیر کا اصل سبب ایک بوہمیں مؤرخ ہے۔ جو معاملات کا نہایت تاریک پہلو لینے والا سخت ہجو نگار اور بیہودہ سرا واقعہ نگار رہا ہے +

جمہوریت کے آخری ایام اور سلطنت کے ابتدائی سالوں کی کوئی تصویر ایسی بری نہیں کھینچی گئی۔ جیسی کہ امیانس مارسی لینس نے کھینچی ہے لیکن اسکی آراء بھی واقعات پر مبنی نہیں۔ اور اسکی نسبت ہم سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ایک متعصب دماغ کو مطلب کے موافق بہت کچھ مسالہ ملجاتا ہے +

ورومن جس نے نہایت جانفشانی اور محنت سے تاریخ کو چھ ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ اس سے بھی تاریخی حالات اور واقعات ہم تک پہنچے ہیں وہ بیان کرتا ہی کہ اہل روما اپنی بیویوں کے سامنے کانپتے تھے۔ اور ایسی مثالیں بھی اس نے بیان کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتیں خاوندوں کو دھوکہ دیے لیتی تھیں۔ اس قسم کی دھوکہ دہی کی محض تین مثالیں اس نے بیان کی ہیں جو اسکو

اس زمانہ کے متعلق مل سکی ہیں۔ امید نہیں کہ اگر ان کے علاوہ کوئی اور مثال ہوتی تو ایسی محجسس نظروں سے اوجھل رہجاتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ آٹھ ایسی مثالیں بھی بیان کرتا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیویوں نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے خاوندوں کی جانوں کو بچا لیا تھا۔ اور یا ان کے ساتھ جلاوطنی اختیار کی تھی۔ اگر اس قسم کی متضاد مثالوں کا مقابلہ بھی کیا جائے تو بھی یہی ثابت ہوگا کہ اس خرابی اور بدنظمی کے زمانہ میں بھی عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ سچی وفادار تھیں۔ اور ان کے ہر ایک قسم کے خطرات میں حصہ دار اور شریک ہونے کیلئے تیار رہتی تھیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوگا کہ درحقیقت کوئی اخلاقی تنزل انمیں نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ برعکس اسکے خاوند بیوی کے درمیان ایک نہایت زبردست جذبۂ محبت و ایثار موجود تھا۔

بعض اوقات طلاق کی کثرت کو بھی روم والوں کے اخلاقی تنزل اور پستی کی دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن واقعات یہ ہیں کہ ابتدائی ایام میں اہل روما اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دیتے تھے۔ مل بیڈر جو ایک رومن کیتھولک لیڈی ہیں۔ اسکی اس طرح تاویل کرتی ہیں۔ کہ اہل روما اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دیتے تھے بلکہ جان سے مار ڈالتے تھے۔"

یہ عجیب و غریب خیال ایسا بے بنیاد اور بے حقیقت ہے کہ کوئی شخص اسکی طرف توجہ بھی نہیں کریگا۔ جمہوریت سے بہت عرصہ پہلے خاوندوں کی مطلق العنانہ اختیارات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ بلکہ رومی تاریخ کے ابتدائی مراحل میں بھی عورت کبھی قتل نہیں کیجا سکتی تھی جب تک کمیٹی یا جیسا کہ بعد ہوتا تھا مجسٹریٹ اس کے لئے موت کا حکم صادر نہ کر دے۔ لیکن جب یہ صورت حالات جاتی رہی تو آسان طریقہ جو اختیار کیا گیا تھا سوائے ایسی صورتوں کے عورت کسی بہت بڑے جرم کی مرتکب ہوئی ہو وہ نکاح کا فسخ کر دینا تھا۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ عورتیں کبھی قتل کو طلاق پر ترجیح نہیں دے سکتیں

غرض معاملات کی یہ تبدیل شدہ حالت عادات و اخلاق کی نفاست اور تمدن کی ترقی ظاہر کرتی ہے نہ کہ اخلاقی پستی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عورتوں کو آزادی ملجانے پر آدمیوں میں طلاق کا رواج عام ہو گیا تھا لیکن اس معاملہ میں بہت کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے +

پھر کثیر الازدواجی کو بھی اخلاقی تنزل کی دلیل سمجھا گیا ہے یارکوڈاٹ نے چند ایک مثالیں کثرت ازدواجی کی بیان کی ہیں۔ لیکن یہ امر بھی کوئی تعجب انگیز یا مضحک نہیں ہے۔ زمانۂ حال میں بھی بہت سے مرد اور عورتیں ہیں۔ جو چار چار دفعہ شادی کرتے ہیں۔ میڈمنٹ۔ ریورنڈ ویوڈ ولیمسن کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اس نے ۷۰ سال کی عمر کے بعد ساتویں شادی کی تھی اور کرکٹن کی چرچ ہسٹری کا حوالہ دیتے ہوئے۔ اور بہت سی ایسی مثالیں مقدسین کلیسیا کی بیان کی ہیں +

ہجو نگار شاعر اور دوسرے ارباب سیر عورتوں کے متعلق بہت مبالغہ آمیز زبان استعمال کرتے تھے۔ اور یہی امر کہ انہوں نے بات کو بہت مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ تمام الزامات کی تردید کر دیتا ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر انکو صحیح تسلیم کیا جائے تو زندگی ایک تھوڑے عرصہ کے لئے بھی ممکن نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں لٹور نے نے لکھا ہے۔ کہ "نہ تو شاعروں کی ہجویں اور نہ واقعہ نگاروں کے بیانات یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی عورت اپنے خاوند سے بہت کم اور حقیر سمجھی جاتی تھی۔ چند ایک زیادہ متمول عورتوں کی بد اخلاقی تمام طبقۂ نسوان کے کیرکٹر کی دلیل قطعی نہیں ہو سکتی اس سے کم درجہ کی متمول عورتوں کی جماعت کثیر کا پایۂ اخلاق اس قدر بلند تھا کہ کبھی نہیں دیکھا گیا +

جس غیر محققانہ رنگ میں ان امور پر بحث کی گئی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ بیہودہ مبالغے ہیں۔ سوٹونیس اور لمپریڈیس کی تحریریں اور جوونیل کی ساتویں ہجو

کو رُومی بد اخلاقیوں کی دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن ان میں کیا ہے - جوونیل ایک ایسی عورت کے متعلق بیان کرتا ہے - جس نے پانچسال کے عرصہ میں آٹھ خاوندوں سے شادی کی تھی - مارشل ایک ایسی عورت کا ذکر کرتا ہے - جس نے دسویں خاوند سے شادی کی تھی - دفعۃً ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے - کہ تمام رومی عورتوں کی یہی حالت تھی - سینیکا نے بعض شریف رومی خاتونوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ سال کو نسلز کے عزل ونصب سے (جو ایکسال میں واقع ہوتا تھا) شمار نہیں کرتی تھیں - بلکہ اپنے خاوندوں سے شمار کرتی تھیں - اس واقعہ کو بھی عام رُومی کیفیت کی دلیل قرار دیا گیا ہے - ٹرٹولین شاکی ہے کہ وہ ایک شریف اور بد اخلاق عورت کے درمیان کوئی تمیز نہیں پاتا - اور اس بیان سے بھی عام بد اخلاقی کا ثبوت لیا گیا ہے - لیکن ٹرٹولین کی ایک کتاب اپولوجی (باب ششم) کے ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ان کے تعیش پر اظہار افسوس کرتا ہے - اور اس امر کا شاکی ہے کہ تمام عورتیں ایک ہی قسم کا لباس پہنتی ہیں -

عقل و انصاف کی مقتضیات ایسے مکروہ بیانات پر یقین کرنے سے مانع ہیں - ڈین انگ کہتا ہے - کہ ہمیں مطمئن رہنا چاہیئے کہ بدتر سے بدتر زمانہ کے اندر بھی نیکی صفحہ ہستی سے معدوم نہیں ہو جاتی - اور اپنے وسیع اور عالمگیر خط و خال میں انسانی فطرت نیکی اور بدی کے معاملہ میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ دو ہزار برس اس سے وہ پیشتر تھی - اور خواہ کوئی زمانہ ہو اسکی شہادت اس کے برخلاف ہمیشہ مبالغہ آمیز ہوتی ہے +

لوگ محض اسلئے برائیوں کا اظہار نہیں کرتے - کہ وہ اُن کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں - بلکہ اسلئے کہ دوسرے لوگ اس قسم کے اظہار کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں - پس برائیوں کا وجود بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جائے اس امر کی شہادت دیتا ہے - کہ ایسے لوگوں کا ایک طبقہ بھی موجود ہے جسکو اس قسم کی تحریروں سے بہت دلچسپی ہے - اور سوسائٹی کبھی ایسی بُری نہیں ہوتی

جیسی کہ اس زمانہ کے نکتہ چین اسکو بنا دیتے ہیں۔ اب مضمون کے اس پہلو پر
چند ایک ایسے مستند مصنفوں کے حوالجات سپرد قلم کرتا ہوں۔ کہ جنکی رائے نہایت
وقیع اور سلیم سمجھی جاتی ہے +

ریورنڈ پرنسپل ڈولن سن اپنی کتاب میں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے لکھتے
ہیں کہ:-

تب تاریخ کی جانچ پڑتال سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ شادی کے
متعلق اہل روما کے خیالات ان کی خوشحالی یا ان کے اخلاق پر کچھ بُرا اثر نہیں
ڈالتے تھے۔ اگر ہم رومی تاریخ کا زمانہ مدت ۲۰۰ قبل مسیح سے ۲۰۰ بعد مسیح تک
نکالیں۔ ہم اس کے اندر عورتوں کی ایک ایسی تعداد دیکھ کر حیران رہجائیں گے جنکی
نسبت یہ لکھا ہے کہ ان کے خاوند ان سے سخت محبت رکھتے تھے۔ وہ ان پر اپنا نہایت مفید
اثر رکھتی تھیں۔ اور ملکی اور علمی کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ ان میں سے بہت سی
نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نہایت قابل اور زیرک تھیں۔ اور ملک و قوم کی فلاح و
بہبودی میں سرگرم دلچسپی لیتی تھیں +

علٰے ہذا القیاس سموئل ڈِل بھی نہایت پرزور الفاظ میں لکھتے ہیں کہ:-

اگر سوسائٹی میں نصف بھی ایسی خراب ہوتی جیسی کہ جووینل نے بیان کیا ہے
تو وہ اس قابل رحم حالت کی وجہ سے جلدی تباہ و برباد ہو جاتی +

کتبے۔ پلائنی کے خطوط اور خود ٹےسی ٹس کے صفحات جو نقشہ پیش
کرتے ہیں۔ وہ جووینل کے پیش کردہ نقشہ سے بہت متفاوت اور متبائن ہے
بیشمار کتبوں کی تحریروں سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ رومیوں کی متاہل زندگی
سنجیدگی دیانتدارانہ محنت اور خالص محبت کی بولتی تصویر تھی +

لمبارڈی اور ٹسکنی کی رہائشگاہوں میں جبکہ دارالحکومت نشہ عشرت میں
مخمور اور سازشوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ اور قتل و غارت سے تباہ و برباد ہو رہا
تھا۔ بہت سے خاندان نہایت پُر امن پاک صاف زندگی بسر کر رہے تھے۔ جن کی

اخلاقی حالت کا پایہ کئی پہلوؤں سے ایسا ہی بلند تھا جیسا کہ ہمارا ہے یہ رومی تاریخ کا بدترین عہد نامہ گویا عملی طور پر شہوانزم کا زمانہ تھا - کہ لوگ عیش و عشرت سے چنداں غرض نہیں رکھتے تھے - اس طبقہ کے لوگ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ایک اخلاقی جرم کا مقابلہ کرنے کیلئے ہمہ تن مستعد رہتے تھے - اور ان کی بیویاں انکے ساتھ جلاوطن ہونے یا انکے ساتھ مر جانے کی مشتاق رہتی تھیں -

اس بحث سے مجھے اس بیہودہ اور ناپاک لیکن مقبول تصویر کی اصلاح مد نظر ہے جسمیں رومی سلطنت کو ہمہ تن خرابیوں کا بتلانا ظاہر کیا گیا ہے اور خیال کیا جاتا ہے - کہ عیسائیت نے ان خرابیوں کو رفع کرکے پاکیزگی اور پرہیزگاری کی بنیاد قائم کی - رومی اخلاقی پستی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے - اسکے خلاف ہم گبن کی ناقابل تردید رائے ذیل میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں :-

"اگر کسی شخص سے دنیا کی تاریخ میں کسی ایسے زمانہ کی تعیین کے متعلق دریافت کیا جائے جسمیں بنی نوع انسان کی حالت سب سے زیادہ فارغ البال ہو وہ بلا تامل اس زمانہ کا نام لیگا - جو ڈومی شین کی وفات سے کوموڈیس کی آمد تک گذرا ہے -

رومی سلطنت جو اپنے طول و عرض میں بہت وسیع تھی - اس پر پورے پورے تحکم اور اقتدار کے ساتھ نیکی اور دانائی کی رہنمائی کے ماتحت حکومت کیجاتی تھی - فوجوں پر ایسے چار یکے بعد دیگرے آنیوالے شاہنشاہوں کا زبردست لیکن پر شفقت ہاتھ تھا - جو اپنے اخلاقی اثر اور اختیارات کی وجہ سے عالمگیر عزت و عظمت کے مالک تھے - دیوانی اختیارات کے تمام صیغوں کی نگہداشت - نروا - ٹراجن - ہیڈرین - انٹونائنز سے کی جاتی تھی - جو آزادی کے نمائندہ ہونے پر خوش اور قانون کا ذمہ وار عامل ہونا اپنی خوش قسمتی کی دلیل سمجھتے تھے"۔

ممکن ہے۔ کہ چند ایک عورتیں بد چلن ہوں - یہ بھی سچ ہے۔ کہ بعض عورتیں جو ملکی معاملات میں مصروف رہتی تھیں مستغنی المزاج اور تند خو تھیں ایک مشہور عورت نے لیبٹی کی نری سازش میں بہت بڑا اور دلیرانہ حصہ لیا تھا۔ اور یہ ایک عورت ہی تھی - جس کے ذریعہ تمام سازش کا انکشاف ہو گیا تھا۔ سسرو کی بیوی یقیناً گھر کے انتظامات میں اس قدر قابل نہیں تھی۔ جس قدر کہ ملکی معاملات میں - جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ اگسٹس اور ٹائی بیریس کی والدہ لیویا اپنے بیٹے اور خاوند کے زمانہ حکومت میں بہت سے قومی اور ملکی کاموں کی محرک اولین تھی۔ لیکن کیا اس وجہ سے کہ وہ پوری پوری آزادی سے بہرہ اندوز تھیں۔ اور اس وجہ سے اگر بعض اوقات وہ کسی موقعہ پر غلطی بھی کر بیٹھیں - ہم انکو بد اخلاق عورتوں کے زمرہ میں شمار کر سکتے ہیں بالخصوص جبکہ ان کی بد اخلاقی کی بھی کوئی شہادت نہیں ملتی +

میں پھر ریوینڈ پرنسپل ڈالن سن کی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں - چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:-

اسبات سے انکار کرنا لغو امر ہے کہ جس طرح تمام سوسائٹیوں میں برے بھلے دونوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس طرح رومی سوسائٹیوں میں بھی بعض بری عورتیں تھیں لیکن ہم عورتوں کے چال چلن کی حد سے زیادہ مکروہ تصویر کھینچنے کے عادی ہیں - کیونکہ مؤرخین کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ عیسائیت کی فوقیت اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے رومی عورتوں کی مفروضہ ذلت و حقارت کو خوب حاشیہ آرائیوں سے بیان کیا جائے +

میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ روم میں بد چلن عورتیں بھی تھیں جو سرتا پا بدی میں مستغرق تھیں - مجھے اس سے بھی انکار نہیں۔ کہ ان الزامات کی بھی کچھ بنیاد ہوگی جنکو جوینل نے مبالغہ سے کام لیکر بیان کیا ہے۔ میرا مقصد تو عیسائی پاکبازی کی اس تصویر کو جو کفر کی بد اخلاقی کے مقابلہ میں دکھائی جاتی ہے غلط

اور صریح غلط ثابت کرتا ہے - اگر تمام کی تمام سوسائٹی ایسی ہی ناپاک اور پلید ہوتی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے - وہ کچھ عرصہ بھی زندہ نہیں رہ سکتی تھی +

حقیقت یہ ہے - کہ سٹوئک فلاسفی اور نیز دوسرے مشرقی علوم مذہب نے دوسری صدی کے وسط سے بیشتر ہی رومی سوسائٹی کی کیفیت کو بالکل تبدیل کر دیا تھا - زمانۂ آگسٹس کا عیش عشرت اور آزاد عورتوں کی بدچلنی اور دنیائے کفر کی دوسری بدعنوانیاں کفر کے تاثرات سے ہی علاج پذیر ہوئی ہیں - اور جہاں تک کہ عورتوں کا سوال ہے اس امر کی ضرورت نہیں تھی کہ اس نئی آزادی کو تباہ کر دیا جائے - بلکہ ضرورت اس امر کی تھی - کہ اسکو زیادہ پاک صاف اور زیادہ مستحکم بنایا جائے - اور اس کی بنیاد زیادہ صحیح اصول پر رکھی جائے اور یہ وہ بات تھی جس کو کلیسیا انجام دینا نہیں چاہتا تھا - لیکن زمانہ کفر کے مصلح ایشیائی علوم مذہب کے فلسفیانہ خیالات سے مدد پاکر بہت کچھ کر بیٹھے تھے اور کر رہے تھے - تاریخ سے ظاہر ہے کہ عیسائی اخلاق کی پاکیزگی اور عیسائی زندگی کے تورع کا روم والوں پر کبھی اثر نہیں ہوا - جس بات کا انکے دل پر نقش ہوا - وہ عیسائیت کی تنگدلی - تعصب اور اشد درجہ کی توہم پرستی تھی - اور عیسائیت کے اس قسم کے تمام دعاوی کے خلاف کہ اس نے رومی سوسائٹی کو دوبارہ زندہ کیا سب سے اہم اور سب سے عظیم الشان اور ناقابل تردید یہ امر ہے کہ فی الحقیقت یہ رومی سوسائٹی نہیں تھی جو بالآخر تباہ و برباد ہوئی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ عیسائی شدہ رومی سوسائٹی تھی +

رومی تہذیب عیسائی اثر کی وجہ سے آہستہ آہستہ مٹتی گئی - سائنس لٹریچر اور رومی قوانین کا تمام ساختہ پرداختہ حتیٰ کہ رومی اخلاق بھی بتدریج زوال پذیر ہوتے گئے - اور جوں جوں عیسائیت ترقی کرتی گئی - اس زوال و تنزل میں بھی ترقی ہوتی گئی - اور یہ بذات خود عیسائیت کے خلاف بہت بڑا الزام ہے +

بد قسمتی سے رومی تہذیب کی جگہ نہایت وحشت افزا بربریت نے لے لی اور یورپ حیرتناک سُرعت کے ساتھ زمانہ وسطیٰ کی دلدلوں میں جاگرا۔ اور تمام براعظم پر عورت ایسے قعرِ مذلت میں گر گئی۔ کہ جس سے اب تک وہ پُورے طور سے باہر نہیں نکل سکی۔ یہ کس طرح وقوع پذیر ہوا۔ اور عورت کو اس قعرِ مذلت میں اتنی دیر تک کیوں رہنا پڑا۔ اس پر ہم کسی اشاعت آیندہ میں روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

دُعا

دُعا کی وقعت اور اُس کا اثر بلحاظ مذہب کے

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ گدیہ یار ابنکی

(بسلسلہ صفحہ جلد ۱۰ نمبر ۶)

کسی مذہب کے نظام اور اسکی طرز دُعا کے مطابق اس پر دعا کا اثر پہنچتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان کام اس ذلیل و مردہ قوم کو اُٹھانے اور زندہ کرنے کا کیا تھا۔ جو اخلاقی نکتہ خیال سے نہایت ہی ذلیل اور گری ہوئی تھی۔ اور سیاسی رنگ میں غلام بھی تھی۔ اگر اس قوم کی اخلاقی اور باطنی حالت کو تازہ کرنے کے ساتھ انکی روحانی ترقی کا کام بھی موسیٰ علیہ السلام کرتے تو یہ امر اس قوم کی طاقت سے بہت باہر ہوتا۔ اسلئے انہوں نے پہلے ہی کافی خیال کیا کہ اس قوم کو غلامی سے نکالا جائے۔ اور انکی اخلاقی حالت کو سخت قوانین اور پابندیوں سے درست کیا جاوے۔ آپنے قانون کی پابندی کرانے اور قوم سے اسکی اپنی آزادی کے حصول کیلئے کام کرانے میں کسی قدر زیادہ سختی اور استقلال سے کام لیا۔ اور دعاؤں میں اور آیندہ زندگی کے متعلق خیالات میں ترقی حاصل کرنے کا کام اپنے بعد کے آنے والے پیغمبروں اور مصلحین کیلئے چھوڑا +

قریباً ہر ایک مذہب نے دُعا کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اسے مفید بھی سمجھا ہے۔ قدیم زمانہ میں ہندوؤں کے مندروں میں خلقت کا ہجوم ہؤا کرتا تھا۔ جو نذر و نیاز وہاں پیش کرتے۔ منتر پڑھتے عبادت اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسوقت تک بھگوت گیتا کی جو ہندوؤں کے نزدیک رُوح کو تازگی دینے والی کتاب ہے۔ اور جس کی اب تک ہندوؤں میں عزت اور قدر ہے۔ لیکن پجاری جماعت یعنی برہمنوں نے دیگر ہندو اقوام کے افراد کو کوشش اور دُعاؤں سے محروم کر دیا ہے۔ انکے سوا کوئی اس کام کے کرنے کا اہل نہیں سمجھا جاتا۔ ہندو دھرم کے نمایندونکی ایک طرح سے طاقت وحیثیت مضبوط ہو گئی ہے۔ لیکن دعاؤں اور قربانیوں سے جو لوگوں کو اخلاقی اور روحانی فائدہ پہنچتا تھا۔ وہ مفقود ہو گیا ہے۔ مگر اب ہندوؤں کا رجحان اس طرف ہے۔ کہ پجاریوں کا اثر اور ان کی طاقت کم کیجائے۔

قوم زرتشت بھی بڑی بہت دُعائیں کرنیوالی رہی ہے۔ اور اسی طرح مجوسی بھی لیکن انمیں بھی روحانی زندگی کا ٹھیکہ ان کے مذہبی پیشیروں نے لے رکھا تھا۔ بڑے بڑے مذاہب میں سے ایک بدھ مذہب ہی ہے۔ اس کا خیال خدا کے متعلق بہت ہی نرالا ہے۔ وہاں دعا کا تو ذکر تک نہیں۔ اسکی جگہ توجہ یا دھیان نے لی ہے۔ گو دھیان اور دعا میں کچھ زیادہ فرق دکھائی نہیں دیتا +

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیندہ زندگی کے متعلق نہایت اعلےٰ خیالات کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ اور دعا کی اصلیت و غرض کی تشریح کی۔ مگر اسے بھی ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ کے بعد ہی لوگوں میں دعا کا خیال اور اسمیں باقاعدگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن مسیح کے وقت میں دُعا نے اعلےٰ رُوحانی رنگ پکڑا۔ عیسائیت کیلئے دعا ایک بہت بڑی قیمتی چیز ہے۔ دُنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جن کا نظام ایسا اعلےٰ ہو جیسا عیسائیت کا اور اسکی وجہ زیادہ تر دُعا ہی ہے +

کونسلیں۔ انجمنیں اور مجلسیں ایمانیات اور انسانی ضمیر کے متعلق معاملات کے طے کرنے کیلئے کیگئیں۔ لیکن کلیسیا کو خداوند (مسیح) کا دن مقرر کرنے سے جسقدر فائدہ پہنچا ہے

اتنا کسی چیز سے نہیں ۔ چونکہ خداوند (مسیح) کی وجاہت شاندار ہے اسلئے اس کا دن بھی جو عبادت کیلئے مخصوص کیا گیا ہے مسیحی نکتۂ خیال سے شاندار ہے ۔ اور اس سے مسیحیت کو فائدہ پہنچتا ہے ۔ اس الحاد اور دہریت کے زمانہ میں اگر دعا کیلئے اتوار کا دن مقرر نہ کیا ہوتا تو کبھی لوگ اکٹھے ہوکر دعا نہ کرتے اور نظام کلیسیا کو سخت نقصان پہنچتا ۔ دعائیں جو ایک مجمع کی زیر نگرانی کلیسیا کرتا ہے ۔ وہ خدا کے نزدیک زیادہ مقبول ہیں ۔ خواہ بہت ہی کم لوگ اس غرض کے لئے جمع ہوں ۔ چنانچہ متی باب ۱۹ آیت ۲۰ و ۲۰ میں یوں لکھا ہے :-

" پھر میں تم سے کہتا ہوں ۔ کہ اگر تم میں سے دو شخص زمین پر کسی بات کیلئے جسے وہ مانگتے ہوں اتفاق کریں تو وہ میرے باپ کی طرف سے جو آسمان پر ہے ۔ انکے لئے ہو جائیگی کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہیں ۔ وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں " ۔

تمام مختلف قسم کے موقعوں کی دعائیں کلیسیا کیلئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہیں ۔ اس عبادت سے جو کلیسیا کے زیر اہتمام با جماعت کیجاتی ہے لوگوں کے دلوں پر کلیسیا کا قابو ہو جاتا ہے ۔ اور اس طرح دعا کے ذریعہ کلیسیا کی حکومت لوگوں پر ہوتی ہے لیکن کلیسیا نے اپنی کسی خاص غرض کے لئے عبادت کو رسم رواج کا رنگ دیا ہے جسکی وجہ سے دعا کا خاص اثر زائل ہو گیا ہے ۔ نہ صرف انسان بلکہ خدا کی تمام مخلوق کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کس طرح خدا سے دعا کرے ۔ ہر فرد بشر کو موقعہ ملنا چاہیئے کہ وہ اپنی دلی محبت پر فکریہ عبودیت اور انکساری کا اظہار اپنے خالق اور رب کے سامنے جو رحیم و رحمان اور مالک یوم الدین ہے کرے ۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے باوجود یکہ اکٹھے ہوکر نماز ادا کرنے کی بہت تاکید کی ہے ۔ مگر دیگر مذاہب سے کہیں بڑھ چڑھ کر اس امر کا لحاظ بھی رکھا ہے کہ ہر مسلمان پر دعا کا خاص اثر ہوتا رہے ۔ اور اسکی وقعت اس کی نظروں میں قائم رہے ۔ اسلام میں صد درجہ کی جمہوریت ہے ۔ اور اس نے جائز نہیں سمجھا کہ اسلام میں مسیحی طرز کا نظام قائم ہو ۔ اس نے پادری مقرر نہیں کئے ۔ اور اگر پادریوں کی ہستی نہیں تو نظام کلیسیا بھی نہیں ۔ اسی امر کے متعلق ایک انگریز مصنف مسٹر ہنٹر نامی لکھتا ہے کہ اسلام

کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے پرستش کے لئے ہاتھ سے تیار کردہ عبادتخانوں کو ضروری نہیں سمجھا۔ اور اسکی مقرر کردہ طرز عبادت آسمان کے نیچے خدا کی زمین پر ہر جگہ سرانجام پا سکتی ہے +

اسلام نے اکٹھے ہو کر نماز ادا کرنے کا بھی انتظام کیا ہے۔ دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھنے کا حکم ہے جنکا باجماعت مسجد میں ادا کیا جانا افضل ہے۔ پھر جمعہ کے دن سب کا اکٹھے ہو کر مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ایک فرض قرار دیا گیا ہے۔ نیز سال میں دو دفعہ عید کے موقعہ پر بڑی بڑی جماعتوں میں لوگ نماز کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام نمازوں کا فائدہ زیادہ تر حکومت اور قوم کو پہنچتا ہے۔ کہ اسلامی نظام مذہب کو ہر ایک مسلمان کا دل ہی اس کا گرجا یا عبادت خانہ ہے۔ ہر ایک مسلمان نماز کے وقت امامت کا کام کر سکتا ہے۔ اور ہر ایک مسلمان اپنے بھائی بندوں کا جنازہ بھی پڑھا سکتا ہے۔ اور ہر ایک مسلم ہر مرد و زن کو جو اپنی رضا و رغبت سے میاں بیوی بننا چاہیں رشتہ نکاح سے باندھ سکتا ہے +

اس لحاظ سے اسلامی نظام کے مقابلہ مسیحی نظام اچھا نہیں۔ اور اسی طرح دیگر مذاہب سے بڑھ کر کلیسیا کیلئے دعا کا اہتمام کیا جانا زیادہ تر مفید ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام مسیحی دعائیں سوائے خداوند کی دعا کے سب کی سب کلیسیا کی تجویز کردہ ہیں اسلئے مسیحی دعائیں اور مسیحی نظام مذہب ایکدوسرے کے لئے یکساں مفید نہیں لیکن اسلام میں تمام عبادت ایسی طرز پر ہوتی ہے جو خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی الغرض عبادت مذہب کے لئے خواہ وہ کوئی مذہب ہو ایک ستون کا کام دیتی ہے

حکومت کو دعا کی احتیاج اور اس کا فائدہ

بدھ اور عیسائی سلطنتوں میں دعا کی قدر اور اسکی حقیقت اور تنزل ہو۔ کیونکہ مذہب کو سلطنت سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ انگلستان میں البتہ مذہب و حکومت ایکدوسرے سے اسقدر دور نہیں جس قدر کہ دیگر عیسائی ممالک میں۔ کیونکہ انگریزوں نے حکومت کی طرف سے ایک کلیسیا قائم کر رکھی ہے جس نے لوگوں کی اخلاقی اور مذہبی حفاظت کا اہتمام بھی حکومت

ہی کے سپرد کر دیا ہے۔ حکومت کلیسا ہی کی بدولت لوگوں کے دلوں پر قابو پا سکتی ہے۔ اور چونکہ دعا و عبادت ہی کے ذریعہ کلیسا لوگوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اسلئے حکومت کیلئے دعا بہت ہی بیش قیمت چیز ہے۔ اور جسقدر دعا کی قدر اور اسکی اہمیت اخلاقی نکتہ نگاہ سے زیادہ ہوگی اسی قدر حکومت کے لئے زیادہ تر مفید ہوگی۔ جو انسان خدا کا سچا تابعدار ہے وہ بالضرور خود اور اپنے دیگر ہمجنسوں کو بھی دھوکہ نہ دیگا اور حکومت کو ہر وقت اس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے مصائب اور مشکلات کے وقت جیسا کہ جنگوں کے موقعہ پر اکھٹے ملکر دعائیں کرنا حکومت کے لئے از بس مفید ہوا ہے۔ کیونکہ دعاؤں ہی کے ذریعہ حکومت لوگوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ سب خلوص دل سے اکٹھے ہو کر صلح اور فتح حاصل کرنے کیلئے کوشش کریں۔ اس طرح حکومت دعاؤں کے نظام کے باعث تمام قوم کی اخلاقی امداد اور استعانت حاصل کر کے انکی رضامندی ہی سے فتح حاصل کر لیتی ہے +

چونکہ مصیبت اور تکلیف کے وقت کی دعائیں خلوص دل سے ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آتا ہے۔ اور اس طرح حکومت کو قومی مصیبت کے وقت ایک روحانی مدد بھی مل جاتی ہے +

عبادت اور دعاؤں سے حکومت کو ایک اور فائدہ بھی پہنچتا ہے مثلاً جب قوم کے بہت سے افراد کی زندگی معرض خطر میں ہو تو وہ اپنی حفاظت کے لئے دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ اور دعا کے وقت فطرتاً لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کی دعائیں اکارت اور بیکار جائیں گی۔ اگر ان کا دل پاک صاف نہیں۔ اسلئے وہ تمام برائیوں سے اپنے آپ کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس طرح سلطنت میں ایک بہترین نمونہ رعایا کا پیدا ہو جاتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں فرانس کو بہت کچھ نقصانات کے بعد تجربہ حاصل ہوا کہ مذہب کو حکومت سے علیحدہ کرنے کی پالیسی بالکل غلط تھی۔ اس علم و تجربہ کے بعد

فرانس میں مذہب کا چرچا شروع ہوا۔ گرجوں کی طرف لوگوں کی توجہ ہوئی۔ اور نمازوں میں لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اور حکومت کو اس طرح ریڈ کراس (سُرخ صلیبی) کمیٹی کے قائم ہونے سے فائدہ پہنچا +

اسلامی سلطنتوں کے لئے عام طور پر دُعا نہایت ہی گراں قیمت چیز ہے۔ اور مسلمان قوم کیلئے بھی اسی قدر مفید و بیش بہا ہے۔ مسلمانوں کی باجماعت نمازیں اور ملکر دعائیں مساوات۔ اخوت اور جمہوریت کی روح پھونکتی ہیں چونکہ دن میں کئی بار اس غرض سے اجتماع ہوتا ہے۔ اسلئے ایک مفید اور دیرپا اثر لوگوں کے دلوں پر ہوتا ہے مسلمانوں کی مقرر کردہ نمازیں ہی قوم اور حکومت سے فائدہ بخش ہیں۔ کیونکہ علی الصبح خواب سے بیدار ہونے اور صفائی پابندی وقت و کالحاظ رکھنے کا سبق برادر مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ اخلاقی نکتۂ نگاہ سے نمازیں بہت بھاری وقعت رکھتی ہیں۔ اور ان سے ضبط و ربط قائم رکھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور نہایت عاجزی سے خدا کے حضور کھڑا ہونے کا سبق سکھا جاتا ہے۔ اور جبکہ ایک نمازی پانچ وقت اپنے آپ کو عالم الغیب و قادر مطلق خدا کے حضور دیکھتا ہے۔ تو اس کے تمام چال وچلن پر نہایت ہی عمدہ اثر پڑتا ہے + جب بار بار اس احکم الحاکمین کے سامنے حاضر ہونے سے ایک انسان کو جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے فائدہ پہنچتا ہے۔ تو گویا اس قوم یا حکومت کا فائدہ ہے۔ جس کا وہ ایک فرد ہے۔ لہٰذا قوم و حکومت کے لئے بھی دُعا اسی قدر سود مند ہے۔ جس قدر کہ ایک فردِ انسان کے لئے نماز و دُعا سے انسان اپنے فرائض ادا کرنا سیکھتا ہے۔ اور حکومت بھی اسی بات کا تقاضا کرتی ہے کوئی سلطنت آرام و امن سے کام نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کی رعایا اپنے فرائض ادا کرنا نہ جانتی ہو۔ لہٰذا دعا و عبادت حکومت کیلئے از بس مفید ہے +

سیرِ افکار

روحانیاتِ یا فے الاسلام

تکمیلِ نفس کے منازلِ مختلفہ

الحمد للہ رب العٰلمین

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

قرآن کریم آیت الحمد للہ ربّ العٰلمین سے شروع ہوتا ہے۔ لفظ ربّ کے معنے نہ صرف۔ خالق۔ رازق اور قیّوم کے ہی ہیں۔ بلکہ یہ لفظ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ جس پر اس زمانہ کے مسئلہ ایولیوشن (مسئلہ ارتقا) نے روشنی ڈالی ہے۔ ہر ایک چیز میں طرح طرح کے جوہر مضمر ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت یا ایک ہی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر چیز مختلف حالتوں میں سے گذرتی ہوئی آہستہ آہستہ اپنے جوہر کو ظاہر کرتی جاتی ہے۔ اور آخر کار اس چیز کے کل جوہروں کا خلاصہ اسکے آخری حالت پر پہنچنے سے ظاہر ہو جاتا ہے وہی در اصل اس چیز کی پیدائش کی علّت غائی ہوتی ہے۔ ایک پھلدار درخت کو ہی دیکھ لو۔ اس کی پیدائش کی علّت غائی تو اسکے وہ جوہر و خواص ہیں۔ جو اسکے پھل میں آکر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ سب کے سب استعداداً اس کے تخم میں ہی موجود ہوتے ہیں۔ یہ تخم زمین میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر اسمیں سے ایک کونپل نکلتی ہے۔ کونپل ایک مضبوط تنا بن جاتی ہے۔ جسمیں سے شاخیں پھر شاخوں میں سے پتے پھر پتوں میں سے پھول اور پھول میں سے پھل اور پھر پھل میں اس چیز کے جوہر و خواص مختلفہ آ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک چیز کے تخم کو اپنے خواص مختصہ کے ظہور تک پہنچنے کیلئے سات عالموں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک عالم کی

کیفیت ایکدوسرے سے جُدا گانہ ہے۔ اور اسکی تربیت کے سامان بھی لامحالہ جُدا گانہ ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ہر عالم میں وہ اسباب پہلے سے ہی مُہیّا ہوتے ہیں اسلئے ذات باری کا نام ربّ العٰلمین ہے۔ لفظ ربّ کو لفظ عالمین گویا کل کائنات کی حقیقت کو ہمارے سامنے لے آتے ہیں۔ لفظ ربّ اپنے معنوں کے رُو سے جیسے کہ امام راغب نے مفردات قرآنی میں لکھا ہے۔ اور ایسا ہی تاج العروس میں بھی لکھا ہے وہ ہستی ہے۔ جو پہلے چیزوں میں بعض استعدادیں رکھ دے۔ پھر ان استعدادوں کو بتدریج حدِّ کمال تک پہنچا دے۔ اور اس غرض کے لئے جن جن مدارج یا عالموں میں سے وہ چیزیں ہو کر گذریں۔ وہاں ان کی تربیت کا سامان بھی مہیّا کردے۔ ایسی ہستی کو ربّ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہر ایک چیز کمال تک پہنچنے کیلئے مختلف عالموں میں سے ہو کر گذرتی ہے۔ اسلئے وہ ہستی ربّ العٰلمین کہلائی۔

انسان اس عالمِ زمین پر آنے سے پہلے کئی عالموں میں سے ہو گذرا ہے اور ہر عالم میں خدا تعالیٰ نے اسکی ربوُبیت کے لئے اسے صحیح راہ پر چلایا لیکن منزل آخری تک ابھی بہت سے عالم اسکے آگے ہیں۔ جن میں یہ محتاج ہدایت ہے لیکن جن عالموں میں اس نے آئندہ گذرنا ہے۔ ان کا تعلّق زیادہ تر جسم سے نہیں۔ بلکہ اِدراک سے ہے۔ اور اسکی آئندہ کی تربیت بھی دراصل اس کے ادراک کی ہی تربیت ہے۔ جس کے لئے اگر وہ کسی ہدایت کا محتاج ہے۔ تو اس ہدایت کا رنگ بھی ایسا ہونا چاہئے جو ذہنیات سے تعلق رکھے۔ اس لئے قرآن کریم کو جو اس آیت سے شروع کیا گیا تو اسمیں قرآن کریم کے نزول میں کے متلو ہونے کی ضرورت ظاہر کردی گئی یعنے قرآن کریم ان ہدایات کو لایا ہے۔ جن کے ماتحت انسان کی آئندہ عالموں میں تربیت ہونی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ربّ العٰلمین ہونا ہی اس امر کا متقاضی ہے کہ ربّ انسان کی ربوُبیّت کے سامان اس زمینی عالم میں حسب ضرورت پیدا کئے جائیں۔ اور اسمیں اللہ تعالیٰ ان اسباب کو مہیا کرے۔ جو انسان کو آئندہ

عالموں میں جو ذہنی اور ادراک سے تعلق رکھتے ہیں گزرنے اور وہاں کے متعلقہ جوہر ترقی انہیں پیدا کرنے کیلئے امداد دیں۔ الہام کی ضرورت پر بھی امر ایک مضبوط دلیل ہے۔ جب جسم کی تربیت کیلئے کل کے کل سامان کائنات میں خدا تعالیٰ نے جسمی رنگ میں پیدا کر رکھے ہیں۔ تو پھر ادراک کی پرورش اور ترقی کیلئے کیوں کوئی ذہنی اور ادراکی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ آئے۔ یعنے اب ہدایت ملفوظ رنگ میں قرآن کریم کے اشارات سے نظر آتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز کے سامنے ایک لمبا سفر ہے۔ وہ اپنے کمال تک پہنچنے کیلئے مختلف عالموں میں سے گذرتی ہے۔ لیکن ہر ایک عالم میں پھر چھوٹے چھوٹے سات منازل اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ ہر عالم میں اس چیز کی ابتدائی حالت میں باقی چھ حالتیں استعداداً موجود ہوتی ہیں۔ ساتویں حالت میں وہ چیز کامل ہو کر پھر کسی اور عالم میں از سر نو ترقی کرنے کیلئے جا داخل ہوتی ہے۔ ہر عالم میں ہر چیز کی پہلی حالت کا نام عربی زبان میں بلغہ رکھا گیا ہے۔ یعنے کسی چیز کی وہ حالت جس میں اسکی کل کی کل استعدادیں بغرض نشوونما موجود ہوتی ہیں۔ پھر وہ استعدادیں جب ظہور میں آئیں۔ تو اس حالت کا نام حالت بلوغت ہوتا ہے ثمردار درخت کا تخم اسکی حالت بلغہ ہے۔ اور جب ثمر پختگی کو پہنچتا ہے۔ تو وہ اسکی حالت بلوغت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم سے یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ جب کسی عالم میں ایک بلغہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے۔ تو بلوغت یافتہ حالت آیندہ عالم میں از سر نو بطور بلغہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر اسکے آگے سات اور منزلیں اس نئے عالم کی بلوغت کی ہوتی ہیں۔ پچھلی فصل میں ہم نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے نطفہ انسانی کا ذکر کیا ہے۔ جسم انسانی کل ارضی چیزوں کی کشید ہوتی ہے۔ اور اس کشید سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ جسے قرآن کریم نے سلالہ طین کہا ہے۔ یہ سلالہ طین جسم انسانی کا بلغہ ہے جو بصورت نطفہ اس کی دوسری منزل ہے رحم میں جاکر اور پانچ منزلیں طے کرتا ہوا ساتویں منزل

پر اس حالت کو پیدا کرتا ہے۔ جیسے قرآن کریم نے خلقتاً آخر کے پکارا ہے
وہ سات حالتیں یہ ہیں۔ سلالہ۔ نطفہ۔ علقہ مضغہ۔ استخواں۔ گوشت خلق جدید
یعنے مدرکہ۔ الغرض ہر ایک عالم میں کسی چیز کی آخری منزل پر ایک نئی چیز پیدا
ہو جاتی ہے۔ وہ نئی چیز پرانے عالم کی بالغ حالتوں کو تو اپنے ساتھ نئے عالم
میں سے لے آتی ہے۔ کیونکہ اسکی زیست ان حالتوں کے قیام پر ہی منحصر تی
ہے۔ لیکن جس چیز نے آیندہ ترقی کرتی ہوتی ہے۔ وہ وہ چیز ہے جس کا
ظہور گذشتہ عالم کی ساتویں منزل پر ہوتا ہے۔ انسان رحم میں ہی جسم کی کل
ترقی کے سامان پیدا کر لیتا ہے۔ اور رحم سے باہر تھوڑے عرصہ میں جسم
کی تکمیل بھی کر لیتا ہے۔ اور حق الامر بھی یہی ہے۔ کہ اس زمین پر جسم کی ترقی صرف
اسی لئے جسم انسانی میں کمال تک پہنچ جائے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات
کی اقسام مختلفہ سب کی سب جسم کی مختلف بلوغت یافتہ شکلیں تو ہیں
لیکن جسم اگر اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو یہ امر انسان کی شکل میں آکر ہوتا ہے گویا
جسم کی ترقی کامل طور پر انسان کی شکل میں ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے جسم
کی ترقی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب اس آخری ترقی پر جو نئی چیز پیدا ہوتی
ہے۔ وہ انسان کا نفس مدرکہ ہے۔ جو رحم میں ہی پیدا ہو جاتا ہے
یہی نئی خلقت عالم ادراک کا بلغہ ہوتی ہے۔ یعنے جسنے آگے ترقی کرنی ہے۔
لہذا انسان اس دنیا میں جسم کی خدمت کیلئے نہیں۔ اس کی آیندہ ترقی
تو اس کے ادراک کی ترقی ہے +

مدرکۂ انسانی کی ابتدائی کیفیت مدرکۂ حیوانی سے ملتی جلتی
ہوتی ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں نفس امارہ کے نام سے تعبیر
کیا گیا۔ میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ ہر عالم میں ایک چیز بلوغت کے
سات منازل کو طے کرتی ہے۔ اور ساتویں منزل پر جا کر اس عالم کی متعلقہ ترقی
کو حاصل کر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے مدرکہ نے بھی نفس امارہ سے چل کر

ساتویں منزل پر تکمیل پاتی ہے۔ ان سات منزلوں کے نام قرآن کریم نے حسب ذیل تجویز کئے ہیں:۔

نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس ملہمہ۔ نفس مطمئنہ۔ نفس راضیہ۔ نفس مرضیہ۔ نفس کاملہ قرآن کریم نے ہر ایک نفس کے خط و خال بھی بیان کئے۔ اور پھر ہر ایک منزل پر اس منزل کی تربیت کے سامان بھی تجویز کئے۔ لیکن پیشتر ازیں کہ ہم ان امور پر زیادہ لکھیں۔ اس جگہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس چیز پر روشنی ڈالدیں جس کو عامۃ الناس کی اصطلاح میں روح کہتے ہیں۔ از روئے تعلیم قرآن روح جسم سے الگ نہیں۔ نہ یہ کوئی خالق چیز ہے۔ نہ کسی اور عالم سے آکر جسم میں آملی ہے۔ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے۔ ہاں یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ اصل جوہر جو جسم میں سے نکلتا ہے بھی مدرکہ اپنی کسی بالغ حالت میں وہ کیفیت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے جس سے اس کا نام عام اصطلاح میں روح ہو جاتا ہے + اس کائنات میں جو روح خداوندی کا پہلا عکس و ظل ہے۔ اور جو دن بدن مختلف حجابوں میں مستور ہوتا ہوا زمین میں آجاتا ہے۔ جہاں یہ حجابوں سے پھر الگ ہونا شروع ہوتا ہے۔ وہ آخر کار جسم انسانی میں آکر اس حالت کے قریب ہو جاتا ہے۔ جس سے اسکی ابتدائی صورت تھی۔ یعنی جسم انسانی میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جو روح خداوندی کے بہت قریب ہے، یا یہ کہو کہ روح خداوندی یہاں آکر بہت سے حجابوں سے باہر ہو جاتی ہے۔ اور اپنی اصل شکل کے قریب آجاتی ہے۔ روحوں کا الست کے دن ہونا اسی حقیقت کا اظہار ہے جسم انسانی اس روح کی پہلی شکل ہے۔ ادراک انسانی ہے جسے قرآن نے خلق آخر کہا۔ قرآن نے مدرکہ کا نام نفس بھی رکھا ہے۔ نفس کے معنے کسی چیز کی اصلیت یا جوہر کے ہیں۔ کسی چیز کی ان صفات خاصہ کو نفس کہا جا سکتا ہے۔ کہ جن کے ہونے پر ہی وہ چیز اپنا خاص نام پاتی ہیں۔ دراصل اس کے ظہور تامہ کیلئے وہ چیز مخلوق ہوئی ہے۔ اب اگر انسان کی کسی چیز کا نام روح ہے۔ تو وہ انسان کی ہر حالت میں اسمیں موجود ہونی چاہئے۔ وہی مختلف منازل طے کرتی ہوئی آخر کار اس منزل کو بھی پہنچ جاتی ہے۔ اور انہیں وہ خواص بھی پیدا ہو جاتے

ہیں۔ جس کے رُو سے اُسے عامہ اصطلاح میں رُوح کہتے ہیں۔ روح دراصل نفس انسانی کی ایک بالغ کیفیت کا نام ہے لیکن وہ اس شکل میں بھی موجود ہوتی ہے جسے نفس امارہ کہتے ہیں۔ ہاں جس چیز کا نام عامۂ اصطلاح میں روح ہوتا ہے۔ یعنے نفس انسانی کی وہ حالت جب اس کے کل جذبات نفس ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات تہذیب و تعدیل پالیتی ہیں۔ انسان اس حالت میں اضطرار اً نیکیوں کی طرف جھکتا ہے۔ اور بدیوں سے رک جاتا ہے۔ وہ دنیا کی لذات سے اسی قدر حصہ لیتا ہے۔ جو جسم میں بقائے رُوح کیلئے ضروری ہے۔ اور باقی چیزوں سے کوئی تعلق اسے نہیں ہوتا۔ اگر ایسی حالت کا نام روح ہے۔ جیسے عام لوگ سمجھے ہوئے ہیں۔ تو یہ نفس انسانی کی بلوغت کی چوتھی حالت ہے۔ جسے قرآن نے نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا ہے اور ابھی تو اس کے آگے تین منزلیں اور ہیں۔ جن کے خاتمے پر نفس انسانی کامل ہو کر انسان کو مسجود ملائکہ بنا دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں نفخت فیہ من روحی کے منطوق کا صحیح نقشہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جیسے قرآن کریم نے فرمایا

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعولہ ساجدین +

قصہ آدم دراصل انسانی ترقیات کا اور اس کے تنزل کا ایک نقشہ ہے۔ جو ہر ایک انسان کے سامنے موجود ہے یسویتہ، سے مراد تکمیل جسمانی ہے۔ یعنے رُوح خداوندی اس وقت انسان کے جسم میں اپنے ابتدائی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب جسم ہر صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اور جب رُوح اپنا کامل جلوہ دکھانے لگتی ہے۔ تو ملکوت السموات والارض اس روح کے آگے جھکتے ہیں۔ اگر قرآن نے تہذیب تکمیل نفس کی ابتدائی تعلیمات میں جسمانیات پر زور دیا۔ اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ تو وہ بھی اسی آیت کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک صالح جسم میں ہی اعلیٰ اور روحانی ترقیات ہو سکتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کمالات نفس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر انسانی دائرے کی بلند سے بلند قوس دائرہ الوہیت کی نچلی قوس سے جا مماس کرتی ہے۔ صوفیائے کرام نے اس حقیقت کو

حقیقت محمدیہ سے تعبیر کیا ہے۔ قاب قوسین میں جن دو قوسوں کا ذکر ہے وہ یہی انسانی اور ربانی دائروں کی قوسیں ہیں۔ اس مقام پر پہنچکر قلب انسانی کل جذبات سے پاک ہو کر تخت الوہیت بنجاتا ہے۔ انسان خدا کے اخلاق سے متخلق ہو کر صبغۃ اللہ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ کرامت معجزے اس جان کے ہمقرین ہوتے ہیں +

پیغمبر صلعم

(رسول عربی)

اگرچہ مدینہ سے ایک نیا عہد شروع ہو گیا تھا۔ تاہم یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس سے ان تکالیف اور مصائب کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اب مشکلات اور تفکرات کی بالکل بیخکنی ہو گئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہاں رسول عربی کو ایک مکان اور جائے پناہ ملگئی۔ اور آپکے پاس بہت سے رفقاء اور پیرو بھی موجود ہو گئے۔ مدینہ میں جہاں آپ کے دوست تھے وہاں بہت سے دشمن بھی تھے شہر کے لوگ تین حصہ میں منقسم تھے جنمیں کہ بہت جلد تصادم ہونیوالا تھا یعنی پہلے گفتگو اور بات چیت کے اکھاڑے میں اور بعد اصلی میدان جنگ میں تین فریق یہ تھے۔ اول مسلمان جنمیں مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ شامل تھے۔ دوسرا فریق جو نام کے مسلمان تھے عبداللہ بن عباس کے گروہ میں تھے یہ لوگ بعد میں منافقین کے نام سے موسوم ہوئے۔ انہوں نے اپنا عہد تو نہیں توڑا۔ لیکن درپردہ مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تیسرا فریق یہودیوں کا تھا۔ یہودیوں کے بہت سے قبیلے شہر اور اسکے مضافات میں رہتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں ثابت ہوتا ہے یہودی ملکی انتظام اور نظم ونسق سلطنت میں نہایت خطرناک عنصر تھے۔ مدینہ اور قرب وجوار کے دیہات وغیرہ ملا کر تقریباً ایک ریاست بنگئی۔ اور رسول عربی دینی اور دنیوی دونوں طرح کی حکومت کرنے لگے۔ عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد رسول عربی نے ایک عہدنامہ تیار کیا۔ جسکو اسوقت متذکرہ بالا قبیلوں اور فریقین نے قبول ومنظور کیا۔ اس عہدنامہ میں

تمام لوگوں کے حقوق درج تھے۔ یہیں انصاف اور رواداری اور آزادی اور مساوات کی کامل روح پائی جاتی تھی۔ عرب میں قبل اس کے جو عہدنامے تیار ہوتے تھے۔ ان سے یہ عہدنامہ کہیں برتر اور افضل تھا۔ اور بعد از اسلام اور عیسائی قوم میں جو عہدنامے ہوئے انکی بنیاد یہی عہدنامہ کے اصول پر رکھی گئی۔ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ کہ کیونکر یہ عہدنامہ فسخ ہوگیا۔ اور شرائط کیسے ٹوٹ گئے۔ دراصل اس عہدنامہ کے مکمل ہونے کے بہت جلد بعد ہی وہ اپنے اصلی معنوں میں ٹوٹ گیا۔ یہودیوں نے اپنی سخت زبانی اور سخت کلامی سے مسلمانوں کو زیر کرلیا اگرچہ ہاتھ سے نہیں +

شاعری کو جس کا عرب میں بہت اثر تھا بقول ان کے اس جدید مذہب کو توڑنے کا ایک ذریعہ بنایا گیا علاوہ اس کے مسلمانوں کے تمام تر حالات اور ملکی امورات کی کیفیت مکہ پہنچائی جانے لگی۔ اب حالات اتنے خراب ہوگئے۔ اور ایسی ضرورت پڑی کہ کوئی قوی ہاتھ استعمال کیا جاوے۔ یا پھر رسول عربی اور آپکے پیرو قناعت کرکے اپنے کو ہلاکت تک پہنچادیں۔ رسول عربی پر یہ فرض تھا۔ کہ ملک کی بہبودی اور سیاسیات کی رو سے ملک کی حفاظت کے واسطے عملی کارروائی کریں چنانچہ بسا اوقات فوجی دستے بغرض دریافت حال اور جاسوسی باہر جانے لگے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ خانہ جنگیوں کے وقت وہ چھوٹے چھاپے مار کر حملے کردیا کرتے تھے۔ یہ اغلب ہے کہ چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئی ہوں۔ لیکن کوئی اہم اور مشہور جنگ جنوری سنہ ۶۲۴ء تک نہیں ہوئی۔ جب تین سو مسلمان رسول عربی کی سپہ سالاری میں قریش کے نوسو سپاہیوں سے مقابل ہوئے۔ جو ابوجہل۔ عتبہ بن ربیع اور دوسرے سرداروں کی ماتحتی میں تھے جنکے ہمراہ سات سو اونٹ اور ایکسو سوار تھے اور موخر الذکر جنگی زرق برق پوشاک پہنے اور اسلحہ جات سے آراستہ تھے۔ اس وقت ان کی صف آرائی اسلام کی چھوٹی اور معمولی فوج کے مقابل میں کہیں زیادہ عظیم الشان معلوم ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مصعب مہاجرین کا جھنڈا لئے ہوئے فوج کے آگے تھے۔ حضرت خباب۔ بنو خزرج کا اور سعد بن معاذ بنو عاص کا علم لئے ہوئے فوج کے بازو میں تھے۔ مسلمان مدافعت کیلئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ ایک صف میں کھڑے ہوگئے جسطرح نماز کے وقت اپنے مولا کے حضور عبادت کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں۔ قریش تین صف میں آگے بڑھے۔ عبدالدار کے قبیلے کے سردار جو اس قبیلے کے موروثی علمبردار تھے وسطا اور بازو کے جھنڈے لئے ہوئے تھے حسب دستور کفار کے تین بہادر سوار اپنی صف سے آگے بڑھ آئے

اور انہوں نے دشمن کے تین آدمیوں کو جنگ کیلئے للکارا۔ یہ تینوں عبدالدار کے قبیلے کے تھے یعنی شیبہ اور اس کا بھائی عتبہ اور ولید بن عتبہ۔ اس مقابلہ کے للکار کا فوراً جواب دیا گیا۔ عبیدہؓ اور حمزہؓ یعنی آنحضرت صلعم کے چچا اور نوجوان حضرت علیؓ یعنی آپ کے چچا زاد بھائی جو بہت جلد آپ کے داماد ہو گئے۔ یہ تینوں اصحاب دشمن کے مقابلہ کے واسطے آگے بڑھے۔ عتبہ نے گرج کر کہا۔ کہ تم لوگ زبان سے بولو تاکہ ہم تمہیں پہچان سکیں۔ اور اگر تم ہمارے مقابل کے ہو گے تو ہم تم سے جنگ کرینگے حضرت حمزہؓ نے جواب دیا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا حمزہ ہوں یعنی خدا کا شیر اور اس کے نبی کا شیر۔ عتبہ نے کہا۔ ہاں بیشک تم مقابل کے دشمن ہو۔ مگر یہ دو اور تمہارے ساتھ کون ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے ان کا بھی نام بتلایا۔ عتبہ نے کہا۔ بیشک تم میں سے ہر ایک مرد مقابل کے ہو۔ اور اس نے مڑ کر اپنے بیٹے ولید کو پکارا کہ اٹھ اور مقابلہ کر۔ حضرت علیؓ اس کے مقابلہ کو گئے۔ یہ دونوں بہادر اس جھتے کی جماعت میں سب سے کم عمر تھے۔ تلواریں فضا میں چلنے اور چمکنے لگیں۔ اور ولید حضرت علیؓ کی تلوار کے نیچے آ گیا۔ پھر شمشیر نہایت تیزی کے ساتھ چلنے لگیں۔ اور دھوپ میں انکی تڑپ اور چمک دوبالا ہو گئی۔ آخرکار عتبہ مسلمانوں کے شیر کے ہاتھ سے مغلوب ہوا۔ ضعیف عبیدہ زخمی ہو کر شیبہ کی تلوار کے نیچے آ گئے لیکن وہ بہادر چند منٹ بعد حضرت حمزہؓ کی تلوار سے موت کے گھاٹ لگ گیا۔ اس طرح اس پرانے مذہب کے بہادر اسلام کے بہادروں سے مغلوب ہو گئے۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں طرف سے جنگ کے جوہر۔ کمال بہادری ہستی دلیری کا اظہار ہونے لگا۔ مسلمانوں کے نعرہ کی آواز وادئے بدر میں گونجنے لگی یعنی یا منصور امیت اے فتحمند و مارو۔ دشمنوں کی صف شکستہ ہو گئی۔ نوجوان عمیرؓ نے اپنے چھوہارے جو وہ کھا رہے تھے پھینک دیئے۔ اور چلائے کہ کیا یہ کھجوریں مجھے جنت میں جانے سے روک دینگی۔ میں اب ہرگز انکو نہ کھاؤنگا۔ جبتک کہ اپنے مولا سے نہ مل لوں۔ پس آپ گھمسان لڑائی میں گھس گئے۔ اور جس چیز کے طالب تھے اسے حاصل کر لیا۔ یعنی شہادت پا گئے۔ یہ ایسی روح تھی جس نے اپنے اپنے ساتھیوں کو جوش و خروش دلایا۔ جسے ہزارہا انسان بھی نہیں روک سکتے تھے۔ آخرکار مکی فوج منتشر ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ جوں جوں آفتاب ڈھلتا جاتا تھا۔ فتح و نصرت مسلمانوں کے ساتھ ہوتی جاتی تھی۔ اہل قریش کیلئے یہ شکست بہت ہی سخت تھی۔ ان کے زعم اور غرور کا

ستیاناس ہوگیا لیکن ابھی انکے پاس ایک فوج ریزرو میں موجود تھی جسکی تعداد بہت زیادہ تھی اور اسلحہ جنگ بھی بہت کثرت سے تھا جس کا مقابلہ بظاہر رسول عربی صلعم کیلئے ناممکن تھا۔ رسول عربی کو بہت جلد دوسرے قبیلوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا پڑا۔ ان قبیلوں کو بعض مکی دشمنوں نے اور بعض مدینہ کے دشمنوں نے ابھار دیا۔ الغرض بہت جلد رسول اللہ صلعم نے بنی قینقاع کا محاصرہ کر دیا۔ یہ ایک یہودی قبیلہ تھا جو مدینہ کے ایک حصہ میں آباد تھا۔ دو ہفتہ کے محاصرہ کے بعد انہوں نے امان مانگ لی۔ اور وہ جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی غطفان اور بنی سلیم سے جنگ ہوئی۔ یہ قبیلے شہر کے شمالی حصہ میں آباد تھے۔ لیکن وہ بھی مقابلہ میں پیچھے ہٹ گئے

پھر ابوسفیان کی ماتحتی میں قریش سے جنگ ہوئی۔ ان سے دو سو سوار لیکر بنی سلیم اور بنی غطفان کے راستہ سے مدینہ کو گھیر لیا۔ اور کھجور کے نخلستان اور غلہ کی فصل کو برباد کر دیا۔ اور جتنے مکان وغیرہ حملے کے راستہ میں روک ہوئے۔ ان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جونہی مسلمانوں کے پاس کافی تعداد میں فوج ہوگئی۔ وہ بھی نکل پڑے۔ انکو دیکھتے ہی مکہ کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ بھاگتے وقت سپاہیوں نے اپنے چھوٹے پھینک دیئے جن میں خوراک بھری ہوئی تھی تاکہ بھاگنے میں گھوڑوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ تواریخ میں اس جنگ کا نام جنگ حنین ہے۔ کیونکہ یہ نام اسی چھوٹے کے واقعہ سے لیا گیا ہے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اہل قریش اب اس خیال کو چھوڑ دینگے جنگ حنین محض ایک معمولی حملہ تھا۔ مفتوحین کے دماغ میں بدر کا واقعہ پھر رہا تھا۔ اور وہ ایک بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ ہر قبیلے سے امداد طلب کی گئی۔ اور جنوری ۶۲۵ء میں ابوسفیان ایک لشکر جرار لیکر روانہ ہوا۔ اس لشکر میں تین ہزار جوان تھے جنہیں سات سو سوار زرہ بکتر پہنے ہوئے مشہور و معروف شاعر عمر ابن العاص کی سپہ سالاری میں تھے۔ عمر ابن العاص بعد میں فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے جبل احد کے نیچے وادی میں قبضہ جما لیا اور مدینہ کی سرحد کو تخت و تاراج کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ رسول عربی سات سو صحاب اور دو گھوڑے لے کر مقابلہ کو نکلے۔ مسلم فوج نے دشمنوں کو تقریباً دائرہ میں کر کے پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ نبی کریم نے اپنے تیر اندازوں کو پہاڑ کے اوپر مقیم کر دیا۔ تاکہ دشمن کے سواروں پر رعب غالب رہے۔ اور یہ فرمایا کہ جب تک حکم نہ دیا جاوے کسی حالت میں یہاں سے نہ ہٹنا۔

فوجوں نے ایکدوسرے پر تین حصوں میں حملہ کیا مسلمانوں کا لشکر جیسا بدر میں تھا مہاجرین سے معمور تھا۔ اور حضرت مصعب علمبردار تھے طلحہ عبدالدار کے قبیلہ کا مکی فوج کے وسط میں علم لئے کھڑے تھا جہاں ابوسفیان کمان کر رہا تھا۔ خالد بن ولید جنہوں نے بعد میں اسلامی لشکر کو شہرت دی قریش کی دھنی طرف کمان کرتے تھے اور عکرمہ بن ابوجہل بائیں جانب تھا +

لڑائی فرداً فرداً شروع ہوئی۔ ایک جوان دوسرے کا مقابلہ کرتا تھا۔ مکہ والوں کے ساتھ بہت عورتیں آئی تھیں جو مردنگ بجاتی تھیں۔ دشمنوں پر لعن طعن کرتی اور اپنے ساتھیوں کی ہمت بڑھاتی تھیں "ہمت اے عبدالدار کے بیٹو! دلیری اے عورتوں کے محافظو!" یہ الفاظ ان عورتوں نے چلا کر کہے۔ جب طلحہ دشمن پر حملہ کرنیکے لئے آگے بڑھا۔ نوجوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ صف سے باہر آئے۔ اور دشمن کا مقابلہ کرنے کو جھپٹ کر آگے بڑھے۔ نہایت تیزی کے ساتھ حملہ ہوا اور دشمن بُری طرح سے زخمی ہو کر گر گیا۔ جب طلحہ زمین پر گرا تو اس نے چلا کر کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے رحم۔ حضرت علیؓ نے جوابدیا۔ اچھا رحم۔ تو اُس کا مستحق نہیں ہے۔ عبدالدار کے قبیلے کا دوسرا دشمن جو یہ الٰہی حق رکھتا تھا اس علم کو لینے کیلئے آگے بڑھا۔ وہ بھی زمین پر آگیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت حمزہؓ جناب علیؓ کے پاس کھڑے ہوگئے تھے۔ الغرض اس قبیلے کے سات علمبردار یا نوتہ تیغ ہوگئے یا بُری طرح سے زخمی ہوئے پس اسکے بعد بہت جلد عام جنگ چھڑ گئی۔ اسمٰعیلیوں کی تیزی نے مکہ کے بہادروں کو مار بھگایا اگرچہ انکی تعداد کہیں زیادہ تھی +

اگلی صفوں میں جو لوگ نمایاں تھے اور جو اپنی بہادری کا جوہر دکھلا رہے تھے انمیں ابو دُجانہ رسول اللہ کی تلوار لئے ہوئے تھے اور ایک سُرخ رومال خود کے اوپر لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہؓ شتر مرغ کا ایک پر اپنے سینے کے اوپر لگائے ہوئے تھے اور زبیر زرد دستار باندھے ہوئے تھے بیشک سب کے سب نیک لوگ تھے جب لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی۔ اور دشمن نہایت قریب ہو کر لڑ رہے تھے حضرت علیؓ کی لاثانی تلوار خوب چمک رہی تھی۔ اور آپ کی برف سے زیادہ سفید کلغی میدان جنگ میں اچھل رہی تھی تیراندازوں نے یہ دیکھ کر کہ جنگ کی لہر مسلمانوں کے موافق ہے رسول اللہ صلعم کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے چلے آئے دشمنوں میں سے ایک نے اس فاش غلطی کو تاڑ لیا۔ اور سیاسیانہ چستی کے ساتھ اس موقعہ کو اپنے موافق کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا۔ قریش کے سیاہ عقاب یعنی خالد بن ولید نے اس غلطی کو دیکھ کر مکی سواروں کو

جمع کرلیا۔ اور قسمت کی بجلی کی طرح زرہ بکتر پہنے ہوئے اپنے سواروں کو مسلمانوں کے غیر محفوظ عقب پر کھڑا کردیا۔ اس پر بڑی گھبراہٹ اور گڑبڑ مچ گئی۔ صفیں منتشر ہو گئیں قطاریں ٹوٹ گئیں۔ اور سپاہی اپنے سرداروں سے جدا ہو گئے۔ سردار پھر جمع ہوئے۔ کچھ سپاہیوں کی ٹولیاں بھی ادھر ادھر اکٹھا ہو گئیں۔ اور جی توڑ کر حملے کرنے لگیں لیکن صفیں شکستہ ہو گئی تھیں۔ اور مسلم سپاہی دشمن کے جرار لشکر سے گھر گئے تھے۔ اب فوج کو دوبارہ ترتیب دینا غیر ممکن تھا۔ رسول عربی خود بھی دشمنوں کے نرغے میں آگئے اور زخمی بھی ہو گئے۔ کیونکہ آپ کو اس وقت تلوار سے اپنی جان بچانا پڑا +

ہاں یہ مشہور ہو گیا۔ کہ رسول اللہ شہید ہو گئے لیکن چند جانباز اور جاں نثار اصحاب نے آپ کو اپنے پیچھے کرلیا۔ جو لوگ بھاگ گئے ان کیلئے یہی چارہ تھا کہ لڑتے بھڑتے جبل احد تک پہنچ جائیں۔ بہادر سپاہی دشمنوں کی روک تھام کئے ہوئے تھے۔ تاکہ امن مل جائے۔ خونخوار لڑائی کے دوران میں وحشی یعنی ہندہ کے غلام کا نیزہ ہوا میں گھوم رہا تھا۔ اور اس نے ٹھیک نشانہ لگا دیا۔ کیونکہ چشم زدن میں حضرت حمزہ کے سینہ کا سفید شتر مرغ کا پر سرخ رنگ میں رنگین ہو گیا۔ قریشیوں کا زبردست شکاری اپنی آخری جنگ لڑ چکا۔ اور اسلام کیلئے اسکی آخری ضرب لگ چکی۔ لیکن اس کے جسم کے اوپر حضرت علی کی غیر مغلوب تلوار نے سر اور بازو۔ ڈھال اور خود کا ڈھیر لگا دیا +

مسلمانوں کے بقیہ لوگ بالآخر جبل احد پر جا کر محفوظ ہو گئے۔ بہت سے جری اور بہادر اس وادی میں رسول اللہ صلعم کے چچا کے ساتھ ٹھنڈے پڑے ہوئے تھے۔ بہتیروں نے جنمیں علیؓ عمرؓ ابوبکرؓ شامل تھے اس جنگ میں بہت تکلیف اٹھائی اور زخمی بھی ہوئے۔

اس شام کے واقعہ کو دیکھ کر ایک شخص کسی منصر کے نقطۂ نگاہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوگا اب مسلمانوں کا آخری وقت ہے اور اسلام کا خاتمہ قریب ہے۔ لیکن باوجود ظاہری اسباب ہلاکت اور تباہی کے در اصل واقعات کی صورت کچھ اور ہی تھی۔ کیونکہ وہاں ایک در پردہ طاقت کام کر رہی تھی۔ جو انمیں ایک اعلیٰ قوت بخش کر انکو ایک نہایت طاقتور فوج بنا رہی تھی۔ جس کی طاقت کا دنیا نے کبھی اندازہ نہیں کیا ہے اور نہ کبھی اسکو مشاہدہ کیا ہے۔ ہاں وہ اسقدر قوی اور پرزور طاقت ہے کہ عرب سے لیکر ہمالیہ اور پرینیز تک اس کا نام اور اس کے رسول کی تعلیم کو پھیلا دیا۔ اور بعد میں کل دنیا میں وہ تعلیم پھیل گئی + ان آدمیوں کے نزدیک جو یہ یقین رکھتے تھے کہ ہم صداقت کیلئے لڑتے ہیں۔ اور خدا ہمارے ساتھ ہے احد کی شکست لاعلاج یا تباہ کر دینے والی نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک تازیانہ تھا۔ تاکہ مسلمان اور زیادہ کوشش کریں۔ اور

اس سے زیادہ شان اور عزت حاصل کریں۔ پس جب تاریکی چھاگئی مسلمان لین سے شہر میں واپس چلے آئے وادی میں قریش کی عورتوں نے شہیدوں اور مرنے والوں کے ساتھ نہایت بُرا اور وحشیانہ سلوک کیا اور انکی نعش کو بدشکل اور بگاڑ ڈالا۔ دشمن کو مکہ کیطرف واپس جاتے دیکھ کر رسول کریم نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ آپ نے مسلمانوں کی چند ٹولیاں روانہ کردیں۔ تاکہ راستہ میں قریشیوں کو زیر بار کریں۔ الغرض دشمن لوگ خواہ لذت جنگ سے تھک کر خواہ اس خیال سے کہ مسلمان دوبارہ فوج جمع کرکے پھر حملہ آور ہوئے ہیں نہایت تیزی کے ساتھ مکہ کیطرف بڑھتے چلے گئے۔ اور اپنی فتح کو بیکار اور مسلمانوں کو ہزیمت خوردہ لیکن غیر مفتوح چھوڑ گئے +

یہ فقرہ کہ تاریخ اپنے کو دُہراتی ہے بالکل عام ہے۔ اور بعض معنوں میں یہ صحیح بھی ہے۔ جب کوئی طاقت یا سلطنت یا قوم یا قبیلہ مجبور اور معذور ہو جاتے ہیں تو ادنےٰ دشمن بھی اس سے برسر پیکار ہو جاتے ہیں۔ ابھی ہم کو اسکی مثال مل چکی ہے۔ جنگ احد کے بعد پڑوس کے قبیلے بھی مسلم فوج سے نبرد آزمائی کے واسطے تیار ہو گئے۔ یہودی قبیلوں کی دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو اپنی بقا کے لئے اور مدینہ کے لوگونکی حفاظت کے واسطے یہ لازم ہوا کہ یہودیوں کی دوامی چالاکی اور عیاری کا خاتمہ کیا جاوے۔ اور بدوؤں کے آئے دن کے حملے اور چھاپے روک دیئے جائیں۔ چنانچہ تین سال ان دشمنوں کے مغلوب کرنے اور سرکوبی میں صرف ہو گئے۔ ایک بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے دشمنوں نے احد کے فتح کے نتائج کے اندازہ کرنے میں غلطی کھائی تھی۔ جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان لوگ اب بھی اپنی حفاظت کرنے کے قابل تھے۔ اور چونکہ مسلمین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسلئے وہ بہت جلد ایسی حالت میں ہو گئے کہ اپنے حملہ آوروں پر اب خود ہی حملہ کریں + مسلمانوں کی تعداد گھٹانے کیلئے اس وقت ایک اور نئی ترکیب کی جانے لگی۔ چند ایک قبیلہ کے لوگوں نے مثلاً بنی عمیر وغیرہ نے مسلم مشنریوں کو ترغیب دے کر اپنے ملک میں بُلایا اور کہا کہ ہم لوگونکو اسلام کی تلقین کی جاوے۔ اس طرح سے مسلم مشنریوں کو دھوکہ سے بُلا کر انکو شہید کر ڈالا۔ کونی قوم یا کوئی مشہور لیڈر اسقدر تکالیف اور مصیبت کو صبر کے ساتھ ہی برداشت کر سکتا ہے۔ مدینہ اور قرب وجوار کے چند اشخاص پر جن کی دشمنی اور سازش کھلی کھلی تھی مسلمانوں نے مقدمہ چلایا۔ اور چونکہ اس وقت کوئی باقاعدہ عدالت نہیں تھی۔ اسلئے مسلمانوں نے اسمعاملہ کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ چونکہ بنی نضیر نے اس عہدنامہ کو جو یہودیوں نے مجموعی قومی لحاظ سے قبول کیا تھا نہیں مانا۔ اسلئے ان سے لڑائی چھڑ گئی۔ ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور تقریباً دو ہفتہ یا اس سے کچھ زائد دنوں میں انہوں نے اطاعت قبول کر لی رسول عربی

نے انکو جلاوطنی کی سزا دی لیکن یہ اجازت دیدی کہ سوائے اسلحہ جات کے تمام منقولہ چیزیں لیجا سکتے ہیں یہ نہایت ہی فیاضی اور دریا دلی کا نمونہ تھا جو رسول عربی نے ظاہر کیا۔ کیونکہ دشمنوں کی شرارت بہت بڑھ گئی تھی۔ انہوں نے نوآبادی میں جاکر اپنی شرارت اور فتنہ انگیزی کو قائم رکھا۔ دوسرے یہودی قبیلے کے لوگ جو خیبر میں رہتے تھے۔ انہوں نے ان یہودیوں کو فوجی امداد تو نہیں دی لیکن عربوں کو بھڑکانے میں اپنی سعی و کوشش دوبالا کر دی۔ تاکہ سب ملکر مجموعی طاقت سے مدینہ پر قبضہ کرلیں۔ یہ تحریک بار آور ہوئی۔ اور ۶۲۷ء میں ان کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ قریش ابوسفیان کی ماتحتی میں ایک جرار لشکر کے ساتھ مدینہ کے باہر خیمہ زن ہوئے قریش اور ان کے تمام ساتھیوں کی تعداد چار ہزار تھی جن کی امداد بنی سلیم نے ۷۰۰ آدمیوں سے۔ بنی فزع نے ایکہزار آدمیوں سے۔ بنی اشجع چار سو آدمیوں سے کی۔ بنی اسد اور دوسرے قبائل نے بھی جنگی دستے روانہ کئے۔ دشمنوں کی کل تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ رسالہ خالد بن ولید کے ماتحتی میں تھا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اور یہ تعداد اتنی نہیں تھی۔ کہ انکو میدان جنگ میں لیجاکر دشمنوں کا مقابلہ کیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اس سے یہ مراد تھی کہ شکست فاش کے علاوہ مسلم قوم کو نیست و نابود کر دیا جاتا اور شہر مدینہ اور مسلمان عورتوں اور بچوں کو مکہ والوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کیلئے چھوڑ دیا جاتا۔ پس سلامتی اپنے بچاؤ کرنے پر مبنی تھی۔ عورتیں مضبوط مکانوں میں کر دی گئیں۔ شہر کے اس جانب جہاں مکانات گھنے نہیں تھے محفوظ جنگ کرنے کیلئے رسول اللہؐ نے ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے ایک پھاوڑا لیکر اپنے دست مبارک سے نشان لگا دیا۔ مسلمانوں نے محنت شاقہ سے خندق تیار کر لیا۔ رسول اللہ معہ اصحاب کے محنت کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے جاتے تھے۔ جب آپؐ کے ساتھی کام میں مشغول ہوئے۔ اور آپؐ خود بھی اپنے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے +

عربوں کیلئے خندق ایک نئی شئے تھی۔ اور محاصرہ کرنیوالوں کیلئے یہ خندق بڑی مشکل کا باعث تھی باوجود ہر ممکن کوشش کے مکے والے مسلمانوں کو زیر نہ کر سکے۔ دشمنوں کی رسد گھٹ گئی۔ اور گھوڑے مرنے لگے اور حملہ آثار بھی ان کے خلاف ظاہر ہونے لگے۔ اتفاقاً ایک طوفان برپا ہوا۔ ہوا نے ان کے خیمے اکھیڑ ڈالے اور بارش سے تمام کیمپ سیلاب ہو گئے۔ مایوسی اور ناامیدی چھا گئی تین ہفتہ سے زیادہ محاصرہ کرنے کے بعد محاصرین نے جنگ بند کر دی۔ بہت سے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔ اور کچھ لوگ یہودیوں کے یہاں پناہ گزین ہوئے +

یہودیوں میں بنی قریظہ نے محاصرے کے وقت سخت دشمنی ظاہر کی اور مکے والوں کو بھڑکا کر ان کو

مدد بھی دی۔ رسول اللہؐ نے انھیں سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور جب قریش واپس چلے گئے تو آپ نے ایک فوج روانہ کر دی۔ اسکی اسوقت سخت ضرورت تھی۔ انکو مدینہ یا عرب میں رہنے دینا سخت خطرناک تھا۔ اور ان کے وجود اور حاضری سے اسلامی مشن کو نقصان کا خدشہ تھا۔ چند یوم کی جنگ کے بعد اس قبیلہ نے امان مانگ لی لیکن انہوں نے اطاعت اس شرط پر قبول کی کہ انکو اس فعل کی سزا سعد ابن معاذ دیں جو قبیلہ بنو عاص کے سردار تھے۔ اس خونخوار جنگجو سردار نے جو اس لڑائی میں بہت زخمی ہو گیا تھا۔ یہ فیصلہ کیا۔ کہ لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں۔ اور بقیہ لوگ غلام بنائے جائیں۔ اس فیصلہ پر عملدرآمد ہو گیا۔ بیسویں صدی کے نقطۂ نگاہ سے یہ سزا بہت زیادہ سخت تھی اگرچہ حال ہی میں طرپیولی اور بلقان میں اس سے کہیں زیادہ سخت سزائیں دیگئی ہیں۔ اس زمانہ کے لحاظ سے جس زمانہ میں یہ سزا دیگئی زیادہ سخت نہیں تھی۔ یہودیوں نے جج خود بھی مقرر کیا تھا فیصلہ آجکل کے کورٹ مارشل کے فیصلے کی طرح تھا۔ اور الزام سخت ترین بغاوت کا تھا۔ آجکل بھی بغاوت کی سزا موت ہے۔ ہاں اگر الزام بہت شدید ہے۔ اور جرم اس وقت سرزد ہوا ہے جبکہ جنگ چھڑی ہوئی ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو سزائے موت منسوخ ہو جاتی ہے۔ اور بجائے اسکے لمبی سزائے قید دیجاتی ہے۔ واقعہ مذکورہ بالا میں جتنے لوگ سزایاب ہوئے انکی تعداد دو سو تھی۔ دوسرے سال بہت سے واقعات پیش آئے۔ کبھی لوٹیروں کی ٹولی مدینہ میں اتر آتی کبھی مسلمان لوگ دشمن کے حملے کا جواب ان کے ملک میں دیتے تھے۔ اسی طرح بہتیرے قبیلوں سے جنگ جاری تھی +

اب حج اور صلح حدیبیہ کا زمانہ آگیا۔ اگرچہ قریش کعبہ کے متولی تھے لیکن یہ معبد قومی تھا حج کے مہینہ میں ہر ایک عربی شخص کو خواہ وہ کسی قبیلہ کا ہو کعبہ میں عبادت کیلئے آنے کی اجازت تھی بشرطیکہ وہ صلح اور امن کے ساتھ داخل ہو۔ اور سفری ہتھیار یعنی شمشیر در نیام کے سوا اس کے پاس دوسرا ہتھیار نہ ہو۔ چونکہ ہجرت کے بعد چھ سال گذر گئے۔ اب رسول اللہ صلعم نے حج کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہ ہر ایک عرب پر فرض تھا۔ تقریباً ۷۰۰ صحاب نے آپؐ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ اور سفر کی تیاری شروع ہو گئی۔ شہر کے باہر مکہ والوں نے رکاوٹ پیدا کر دی اگرچہ آپ کا مشن صلح اور امن پر مبنی تھا۔ چونکہ ایسے موقع پر جنگ کرنا مناسب نہیں تھا اسلئے صلح کے نامہ و پیام ہونے لگے۔ اور بالآخر ایک صلحنامہ تیار کیا گیا۔ ایک مدت معینہ کیلئے

صلح قائم کی گئی۔ اور آیندہ حج کے موقعہ پر مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت دیگئی۔ اور مسلمانوں کو تین یوم تک وہاں رہنے اور عبادت کرنے کی اجازت ملی بعض اور شرائط بھی اسمیں داخل تھیں۔ چونکہ اس مرتبہ مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ اس لئے شہر کے باہر تنبو میں حج و قربانی کی رسوم ادا کرکے رسول اللہ واپس مدینہ چلے آئے۔ مدینہ کے شمالی جنوبی سمت تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر یہودی خیبر میں آباد تھے۔ اور ان کی آبادی وادئی زیدیک اور جنوب کی جانب وادئے القرے تک چلی گئی تھی۔ اپنے دوسرے یہودی بھائیوں کی طرح یہ بھی عربوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارتے رہتے تھے۔ خصوصاً قبیلہ غطفان کے لوگوں کو ہتھیار وغیرہ سے مدد بھی دیتے تھے جو اُنکے قریب آباد تھے۔ ان میں ان قبیلہ کے لوگوں نے بھی آکر شمولیت کرلی جو جلاوطن کردیئے گئے تھے پندرہ سو سپاہیوں کا ایک اسلامی لشکر اُن کے خلاف روانہ ہوا اور رسول اللہ بھی اس فوج کے ہمراہ تھے۔ شرائط پیش کئے گئے لیکن وہ قبول نہیں ہوئے۔ قلعے بہت مضبوط تھے۔ اور اُن کے زیر کرنے کا کام بہت دشوار اور طویل تھا۔ اسلیئے جنگ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہی حسب معمول جنگ کا سہرا حضرت علیؓ کے سر پر بندھا جو ہمیشہ اپنے دشمن کو ایک ہی وار میں ختم کردیتے تھے۔ یکے بعد دیگرے تمام قلعے حوالے کردیئے گئے۔ اور بالآخر وادئی زیدیک نہایت مضبوط القاموس پر حملہ کیا گیا۔ حضرت علیؓ سیاہ عقاب کا پھریرا لئے ہوئے جو اُن کی سفید کلغی کے اُوپر لہلہا رہا تھا۔ آگے بڑھے۔ اس قلعہ پر قبضہ ہونے کے بعد قرب وجوار کے تمام یہودی آبادی نے امان مانگ لی۔ ان کی زمین اور جائداد غیر منقولہ انکو واپس دیدیئے گئے۔ اور ان کا قبضہ اور زیادہ مضبوط کردیا گیا۔ اور اُن کی جائداد منقولہ بطور تاوان ضبط کرلی گئی۔ یہودی آیندہ مدنی حکومت کے ماتحت رہینگے۔ اور حفاظت کے معاوضہ میں اُن کو زمین کی پیداوار کا نصف حصہ دینا پڑیگا۔

قیام خیبر میں رسول اللہ کو تقریباً زہر سے ہلاک کردیا گیا تھا۔ ایک یہودی عورت زینب نے کھانے میں زہر ملاکر آپؐ کو دیا۔ رسُولِ عربی نے ذائقہ سے پہچان لیا اور آپؐ نے کہدیا کہ اسمیں زہر ہے۔ حضرت بشر بن براء جو آپؐ کے بغل میں بیٹھے تھے وہ کھاتے ہی چند منٹ

میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ رسول اللہ کو بھی بہت ہی تکلیف ہوئی۔ اگرچہ آپ نے کھانا بہت کم کھایا تھا۔ آپ کی صحت پر اس زہر کا بہت ہی اثر ہوا۔ حتٰے کہ اس زہر کی وجہ سے آپ کی زندگی بہت کم ہو گئی۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے خلق عفو سے جو آپ اکثر ایسے موقعوں پر ظاہر کرتے تھے۔ اس عورت کو بھی معاف کر دیا۔

اگرچہ میں نے یہاں پر غزوات نبوی پر روشنی ڈالی۔ جس میں کہ آپ مدنی زندگی میں سات سال مشغول تھے۔ تاہم یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ آپ نے اس اہم فریضہ کو نظرانداز کر دیا۔ جس کے لئے آپ اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی زندگی میں یہ آپ کا پہلا اور مقدم فرض تھا۔

مدینہ میں آپ کے ورود کے بعد ہی ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جہاں مسلمان نماز کیلئے برابر جمع ہوتے تھے۔ آپ ان کو دین کی تلقین کرتے۔ خطبے سناتے اسلام کی خوبیوں کا اظہار کرتے تھے۔ اور خدا تعالےٰ سے اپنی قوم کے لئے مدد طلب کرتے تھے۔ تاکہ وہ صراط مستقیم پر قدم رکھیں۔ آپ خدا تعالےٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتا کہ اصحاب اس کی شان رحیمی اور کریمی کو پہچانیں۔ اور اس کی حسن وخوبی کو تمام چیزوں میں مشاہدہ کریں۔ نجات اس سے حاصل نہیں ہوتی۔ کہ ایک معصوم کو کسی گناہ گار مجرم کے واسطے قربان کر دیا جاوے۔ بلکہ نیکی اور تقوے کی زندگی بسر کرنے اور قانون قدرت کی پیروی کرنے سے نجات ملتی ہے۔

سلہ ہجری کا ساتواں سال خاتمہ پر تھا حج کا زمانہ قریب تھا بموجب شرائط صلحنامہ رسول اللہ صلعم دو ہزار ہمراہیوں کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے وہاں پہنچنے پر باشندگان نے شہر خالی کر دیا۔ اور وادی یا پہاڑ ویکے دامن میں خیمہ زن ہو گئے۔ مسلمان تین دن تک شہر میں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے طواف کعبہ کیا۔ اور حج کے کل رسومات ادا کئے۔ جب وقت معینہ پورا ہو گیا۔ مسلمان مدینہ واپس چلے گئے اس جماعت کا لوگوں پر اتنا اثر طاری ہوا۔ کہ بہت سے آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ان نو مسلمین میں دو بہادر جنگی اشخاص بھی تھے جنہوں نے گذشتہ لڑائیوں میں نام پیدا کیا تھا اور جنکا اسلام میں نام اور بھی دوبالا ہو گیا

وہ خالد بن ولید اور عمرو ابن عاص تھے۔ انکے ساتھ عثمان ابن طلحہ بھی شریک ہوگئے۔ سنہ ہجری کا آٹھواں سال
دو واقعات کی وجہ سے زیادہ اہم شمار کیا جاتا ہے۔ پہلا واقعہ جنگ موتہ ہے۔ جسمیں کہ اسلامی فوج پہلی مرتبہ آذر
بائیجان کی باقاعدہ سکھائی ہوئی فوج سے نبرد آزما ہوئی۔ دوسرا واقعہ اہل قریش کی عہد شکنی کا نتیجہ اور مکہ کی فتح کا ہے۔
سالگذشتہ میں رسول عربی صلعم نے ایران کے بادشاہ ہرقل اور مصر کے بادشاہ مقوقس کے دربار میں قاصد روانہ کئے تھے
مثلاً وسط ایشیا ایک قاصد حاکم بصرہ کے پاس بھیجا گیا تھا۔ جسکو شرجیل بن عمرو نے شہید کردیا۔ سنہ ۲۹ میں ایک
فوج مدینہ سے برائے انتقام روانہ کی گئی۔ یہ فوج زید ابو ہریرہ کی کمان میں تھی۔ اس کے ساتھ جعفر ابن ابی طالب
اور شاعر عبداللہ بن رواحہ بھی تھے موتہ میں اس فوج کا مقابلہ ہوا۔ دشمن کی فوجیں سامان حرب بہت زیادہ تھا اور
لشکر کی تعداد بھی کثیر تھی ایک جنگ شروع ہوگئی۔ اور یکے بعد دیگرے اسلام کے علمبردار شیر کی طرح لڑکر
شہید ہوگئے۔ پہلے زید بعدہٗ جعفر پھر عبداللہ کام آئے۔ فوج شکست کھانے ہی والی تھی کہ ایسے نازک وقت پر مسلمانوں
کی درخواست پر خالد بن ولید نے فوج کی سپہ سالاری لی تاکہ یہ غیبی اور اپنی عقلمندی سے انہوں نے فوج کو
جمع کرلیا۔ اور آذربائیجان کی بڑھتی ہوئی فوج کو روکدیا اور اپنے لشکر کو باقاعدہ کامیابی کے ساتھ ہٹا
لیا اور عمر کی ماتحتی میں نئی فوج کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ اس سپہ سالار نے آتے ہی شام کی سرحد
پر اسلام کے دبدبہ اور جلال کو پھر قائم کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے
خالد کی نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور بہادری کی وجہ سے رسول عربی نے انکو سیف اللہ کا خطاب عطا
فرمایا۔ دوسرے موقعوں پر چند اور لوگوں کو بھی اعزاز بخشا گیا لیکن تواریخ میں خالد بن ولید کا نام ہمیشہ
سیف اللہ کے معزز لقب سے قائم رہیگا۔

یحییٰ النصر پارکنس

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء در ہندوستان دفتر ووکنگ مسلم مشن لاہور

تفصیل آمد	انگلستان	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	انگلستان	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	[illegible]	۰	۱۴	۱۹۵۸	مشن	[illegible]	۶	۱۰	۴۴۴
اسلامک ریویو	[illegible]	۰	۹	۶۱۶	اسلامک ریویو	[illegible]	۶	۱۴	۵۲۱
میزان		۰	۷	۲۵۷۵	میزان		۰	۹	۹۶۶

دستخط ڈاکٹر غلام محمد۔ آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ما تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عبدالرشید خانصاحب سوات	۰	۰	۱۰۰
” عبدالحافظ صاحب باونگرس	۰	۰	۲۵
” غلام قادر صاحب معرفت غلام محمد صاحب زرگر جموں	۰	۰	۱
” لفٹنٹ عبدالحمید صاحب ”	۰	۰	۱
” ” عبدالمجید ”	۰	۰	۱
” ” شیخ ظہورالدین ” ”	۰	۰	۱
” محمد شریف ”	۰	۰	۱
” غلام محمد صاحب جموں	۰	۰	۱
از اسٹاف پنشل آوٹ مدارس	۰	۰	۴
ریاست رام پور	۰	۰	۱۲۰۰
متفرق	۰	۸	۳۱
جناب فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳
واپسی قرضہ عبداللہ جان صاحب	۰	۰	۵۰
جناب مرزا محمد بیگ صاحب	۰	۰	۲
واپسی مشن از مسلم بک سوسائٹی	۰	۱۴	۱۴۲
جناب نور غنی صاحب امروکہ	۰	۰	۱۰
میاں محمد خانصاحب اوکاڑہ	۰	۰	۲۰
” والدہ خلیل احمد صاحب	۰	۰	۴
جناب مسٹر سلطان علی صاحب پھلیاں	۰	۰	۱۰
جناب تاج الدین صاحب کالی کراچی	۰	۰	۵
اہلیہ صاحبہ حسین علی محمد خانصاحب جگدیشپور	۰	۴	۴
جناب محمد وحید خانصاحب معرفت علی محمد خانصاحب	۰	۰	۱۰
” عبدالواحد خانصاحب جگدیشپور	۰	۰	۲
” محمد شریف خانصاحب	۰	۰	۵
” عبدالواحد خانصاحب ”	۰	۰	۲
” محمد شعیب خانصاحب	۰	۰	۵
” امیر علی خانصاحب	۰	۰	۱۰
جناب علی محمد خانصاحب ”	۰	۰	۵
....	۰	۰	۰

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵
” قاضی خادم حسین صاحب بارابنکی	۰	۰	۶
” عبداللہ خانصاحب کابل	۰	۰	۳۹
مستری خان محمد صاحب معرفت جناب عبداللہ خانصاحب کابل			
اسی روپیہ کابلی زکوٰۃ			
محمد اسمٰعیل صاحب ایک انجنیئر صاحب	۰	۰	۵۰
کابلی عـہ ½۱۷ کابلی			
جناب ڈاکٹر غلام حیدر خانصاحب	۰	۰	۱۰
معلوم الاسم صاحب	۰	۰	۱
جناب محمد شاہ صاحب شاہ کراچی	۰	۰	۱
” عبدالجبار ”	۰	۰	۲
” شیخ حسن صاحب ”	۰	۰	۱
” عبدالقیوم صاحب ”	۰	۰	۱
” نواب محمد تاج الدین خانصاحب لاہور	۰	۰	۲
” قاضی صلاح الدین صاحب چنی پور ضلع اناؤ	۰	۸	۳۷
فطرہ و زکوٰۃ			
جناب سلطان علی پھلیاں	۰	۰	۵
” پیر بخش صاحب ”	۰	۰	۴۰
” فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۵
” فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۵
” ایم محمد فاروق صاحب گورداسپور	۰	۰	۱
” ایف اسداللہ صاحب ”	۰	۰	۱
” ایم مدائی خاں صاحب بمبئی	۰	۱۲	۱
” بابو فضل دین صاحب جیت پور	۰	۰	۵
” احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۱۵
” بابو محمد ابراہیم صاحب حصار	۰	۰	۱
” محمد امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
اہلیہ صاحبہ جناب محمد وارث علی خانصاحب مرحوم جگدیشپور	۰	۰	۲۵
جناب قاسم خانصاحب ”	۰	۰	۵

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب علی محمد خاں صاحب جگدلپور	۰	۰	۲	جناب مرزا غلام حسین صاحب سنڈیمن	۰	۸	۳
" عبدالحق صاحب "	۰	۰	۵				
" شفیع اللہ صاحب "	۰	۰	۱	" یاور حسین صاحب سنڈیمن	۰	۰	۱
" محمد صدیق صاحب برار "	۰	۰	۶	" سید محمد رتیب صاحب "	۰	۰	۱
" نور غنی صاحب امردکہ	۰	۰	۵	" محمد امین صاحب - -	۰	۰	۱
" محمد اختر علی صاحب امردکہ	۰	۰	۱	" عبدالمعبود صاحب جبت پور	۰	۰	۱
" حیات خیرات اللہ صاحب "	۰	۰	۳	مرزا محمد سلطان خاں صاحب پشاور	۰	۰	۴
" شیخ محمد یوسف صاحب بلوچستان	۰	۰	۱	" حکیم اجمل خاں صاحب دہلی	۰	۰	۵
اسٹاف پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	۰	۸	۴	میزان کل	۰	۱۴	۱۹۵۸

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت اسلامک ریویو	۰	۳	۴۰۲
واپسی رقوم از سوسائٹی	۰	۱۴	۱۴۲
مفت تقسیم رسالہ عبدالخالق صاحب منڈل -	۰	۰	۴
" ایم - اے - راب - چاپرہ	۰	۸	۷
" گوہر خاں صاحب برہانپور	۰	۸	۲
" حاجی میجر حضور نواب محمد حمید اللہ خاں صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
" شیخ خدا بخش صاحب سنڈیمن	۰	۸	۷
میزان -	۰	۹	۶۱۶

نقشہ ۳ خرچ مشن بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ مشن بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء	۰	۸	۱۴۶
سفر خرچ سیفر موقعہ ۲۹ جون سنہ ۲۳ لغایت اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء	۰	۷	۶۵
کمیشن سیفر دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء لغایت اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء	۰	۰	۲۱۳
چھپائی اشتہار حقیقت انکشاف لیکچر حضرت خواجہ صاحب و ایام جلسہ سالانہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء	۰	۸	۱۰
چھپائی بتعداد ... حضرت خواجہ صاحب و لارڈ ہیڈلے	۰	۱۲	۳
۳۰ دورے میں سیفر نے خرچ کیا ٹکٹ لفافہ سٹیشنری	۶	۱۵	۴
میزان کل	۶	۱۰	۴۴۴

نقشہ ۴ خرچ اسلامک ریویو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء	۰	۸	۱۴۵۱
سفر خرچ سیفر ۲۹ جون سنہ ۱۹۲۳ لغایت ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء	۰	۷	۶۵
یہ سیفر نے دورے میں خرچ کیا ٹکٹ لفافہ سٹیشنری	۶	۱۵	۴
میزان	۶	۱۴	۵۲۱

عجیب نسخہ

ینابیع المسیحیّت

مدت ہوئی عیسائیوں نے ایک کتاب موسوم بہ ینابیع الاسلام عربی زبان میں شائع کی تھی جس کا ترجمہ اُردو زبان میں اشعار شیریں کے نام سے چھاپا گیا۔ عیسائی کیمپ میں یہ کتاب اسلام کے خلاف کاری حربہ سمجھی گئی ہے۔ غالباً دوسری زبانوں میں بھی اس کے ترجمے کئے گئے اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ان کو تقسیم کیا گیا۔ اس میں باتیں تو وہی تھیں جو پادری عماد الدین وغیرہ نے لکھیں۔ بعض قصص انبیاء مندرجہ قرآن مجید کی بناء پر انجیل و توریت وغیرہ کو قرآن مجید کا ماخذ ٹھیرایا۔ بعض باتوں کو کسی ثبوت کے بغیر ژندوستا کی طرف منسوب کیا گیا بہر حال یہ قرضہ ہمارے ذمہ تھا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مذکورہ بالا نام پر ایک کتاب اپنے ایام حج میں بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اس میں نہ صرف یہی دکھایا گیا ہے۔ کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے اکتشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے اکثر مضامین کسی زبان کی کسی کتاب میں بحیثیت مجموعی نہیں پائے جاتے منکشف شدہ واقعات ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر کسی طرح قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائمقام ہے حضرت خواجہ صاحب کی خواہش ہے۔ کہ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو۔ اس کتاب کی آمد کل کی کل اسی کتاب کی مفت اشاعت پر خرچ ہو گی احباب سے توقع ہے کہ اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ کتاب چھپ کر تیار ہے۔ قیمت غیر مجلد قسم اول عہ قسم دوم عہ مجلد عہ و عہ علی الترتیب +

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

سیالکوٹی پریس کشمیری دروازہ لاہور میں بابو عبد الرشید صاحب کے اہتمام میں چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

۲/۳

دسمبر ۱۹۰۸ نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اِسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجدِ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلّغِ اسلام

درخواستہائے خریداری نام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ
عزیز منزل ۔ لاہور
ممالک غیر سے ...

شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ
اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ


SIMO

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد ۱۰ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ مطابق اگست ۱۹۲۴ء | نمبر ۸

نعت سرورِ کائنات صلعم

فنائے الرسول امام کے قلم سے

عجب نوریست در جانِ محمدؐ — عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف — کہ گردد از محبّانِ محمدؐ

عجب دارم دلِ آں ناکساں را — کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار — کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را — کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستئ نفس — بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ — دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسُول اللہ کہ ہستم — نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ

بکارِ دیں نترسم از جہانے — کہ دارم رنگ و ایمانِ محمدؐ

بسے سہل است از دنیا بُریدن — بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من — کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ

دگر اُستاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کردی از عشق — فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء

شذرات

تشریح تصویر۔ اس ماہ کے رسالہ کو عید الفطر کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ یہ تہوار ۱۴ مئی ۱۹۲۶ء بروز اتوار شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں منایا گیا۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب پسر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام اس فوٹو میں خطبہ عید فرما رہے ہیں۔ اس موقعہ پر مجمع پانچ چھ سو کے درمیان تھا۔ اور بیس سے زیادہ اقوام کے افراد شامل تھے۔ اس عید کی مجمل سی رپورٹ سابقہ رسالہ میں ہدیہ ناظرین کرام کی جاچکی ہے۔ اسی رسالہ میں دوسری جگہ معزز امام کا خطبہ " عید الفطر" کے عنوان کے نیچے درج کیا جاتا ہے +

ولایت میں زندہ مذاہب کی کانفرنس۔ انگلستان میں ویمبلے کے مقام پر ایک عظیم الشان نمائش آئندہ ستمبر میں ہونیوالی ہے جسمیں بہت سے مختلف معاملات پر متعدد کانفرنسیں بھی منعقد ہونگی۔ انمیں سب سے زیادہ دلچسپ

زندہ مذاہب کی کانفرنس ہے۔ جس کا اہتمام سر ایڈورڈ ڈینیسن راس کے سپرد ہے برطانیہ عظمیٰ کے اندر قریباً تمام بڑے بڑے مذاہب کے نمایندے موجود ہیں اور بہت سے قدیم زمانہ کے مذاہب بھی ہیں۔ اس کانفرنس کے منتظمین نے بہت سے زندہ مذاہب کے قابل ترین نمایندگان کو جو برطانوی حکومت کے اندر پائے جاتے ہیں دعوت دی ہے کہ وہ اپنے خاص معتقدات کو خود آکر پیش کریں۔ اور ان کے اصل مطالب سے حاضرین کو آگاہ کریں۔ تاکہ ان کی اصلیت کا لوگوں کو پتہ لگ جائے۔ اور ان مذاہب کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کا ازالہ ہو جائے۔

مقام مسرت ہے۔ کہ اس قافلہ سالار نے جو مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد علمبردار ہے۔ یعنے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلام کی نیابت کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے۔ وہ کانفرنس کی شرائط کے مطابق ایک زبردست فلسفیانہ مضمون لکھ کر ارسال کر چکے ہیں۔ اور خود بھی ماہ اگست کے وسط میں انگلستان روانہ ہو جائینگے۔ تاکہ خود اپنے مضمون کو وہاں سنائیں۔ اور اسلام کی نیابت کا حق ادا کر سکیں +

صرف خواجہ صاحب ہی نہیں بلکہ ان کے لائق فرزند خواجہ نذیر احمد صاحب بھی جو صرف بلحاظ ظاہری تن و توش بلکہ اپنی قابلیت اور فصیح البیانی کے لحاظ سے بھی الولد سر لابیہ کے صحیح طور پر مصداق ہیں "اسلام میں تصوف" کے عنوان سے ایک زبردست خطبہ اسی کانفرنس میں دینگے +

کانفرنس کے پہلے چھ ایام میں جن بڑے بڑے مذاہب کو زیر غور لایا جائیگا انمیں اسلام۔ بدھ مذہب اور ہندو مذہب۔ سکھ۔ جینی۔ پارسی۔ تاؤ مذہب والے اور کنفیوشش مذہب والے بھی شامل ہونگے۔ اور بعض ابتدائی زمانہ کے مذہبی خیالات کو پیش کرنے کا بھی موقعہ دیا جائیگا۔ ساتواں اور آٹھواں دن بعض موجودہ زمانہ کی مذہبی تحریکات کے لئے وقف ہونگے۔ جو آجکل مشرق اور مغرب دونوں جگہ ترقی پکڑ رہی ہیں۔ اور نویں اور دسویں دن پرچے پڑھے جائینگے

جو بالعموم ان مذاہب کے تمدنی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہونگے +

مسیحیت زندہ مذہب نہیں - اس کے ساتھ ہی یہ حیرت انگیز امر ہے۔ کہ جہاں تقریباً تمام مذاہب کو اس کانفرنس میں شرف نمایندگی بخشا گیا ہے۔ وہاں مسیحیت کو عمداً اسمیں سے خارج کر دیا گیا ہے - یہ اس امر کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ کہ آج اور تو اور خود برطانیہ کے ارباب حل وعقد کے نزدیک بھی مسیحیت کوئی زندہ مذہب نہیں - یہ صرف ایک نظام تمدن کی حیثیت رکھتا ہے اس کے علاوہ اس امر کا طے ہونا بھی مشکل ہے - کہ کونسے مسیحی خیالات کے لوگونکو دعوت دیجائے کس فرقہ کو کانفرنس میں شرف نمایندگی بخشا جائے - کیونکہ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے اصولی اختلاف رکھتا ہے - اور کسی ایک کی نمایندگی دوسرے فرقوں کے لئے باعث تسکین نہیں ہوسکتی - بلکہ ہر فرقہ دوسرے کا مخالف ہوگا - اور اگر تمام فرقوں کو شامل کیا جائے - تو کانفرنس کبھی اختتام کو نہ پہنچیگی +

حضرت نبی کریم صلعم اور مسیحیت - تاریخ عالم میں کوئی ایسا انسان نہیں ہوا جو اسقدر بحث و مباحثات کا (جو یا تو سخت ترین نفرت وحقارت کی وجہ سے کئے جاتے ہیں یا بہت بڑی محبت کے باعث) موجب ہوا ہو - جیسے کہ آنحضرت صلعم ہیں - تاریخ میں آپ کو جو حیثیت حاصل ہے - اس کا بیان کرنا مشکل ہے بہت سے پہلوؤں سے آپ بینظیر شخصیت رکھتے ہیں - نسل انسانی کے ایک بڑے حصہ کیلئے آپ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مرکزی حیثیت کے مالک رہے ہیں - عرب کے بت پرست آپکے بڑے دشمن تھے لیکن مسیحیوں کے عناد کے بالمقابل ان کی دشمنی کوئی چیز نہیں +

قسمت کی ناہنجاری کو دیکھئے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو جنہوں نے مسیح علیہ السلام

کی اسقدر ملامیہ عزت کی ہو۔ ان کی تعلیمات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ ان کو اور ان کی والدہ مریم کو جھوٹے الزامات سے جو یہود نے ان پر لگا رکھے ہیں بری کیا ہے۔ پیروان مسیح کی طرف سے نہایت ناپاک بیانیوں اور گندے الزامات کا مورد ٹھیرایا گیا ہے۔ اس وقت سے جبکہ ابھی مسلمانوں کی اڑتی ہوئی خبریں یورپ میں پہنچی تھیں آنحضرت صلعم کو مسیحیت کا زبردست دشمن سمجھا جاتا ہے اور دلی اخلاص رکھنے والے مسیحیوں کا یہ مقدس فرض رہا ہے کہ آپ کو وہ (خاکش بدہن) "بہت بڑا دجال" قرار دیں۔ اور آپ کے نام نہاد "فریب اور دھوکا بازیوں" کو آشکارا کریں +

بہت سے مختلف پہلو ہیں۔ جو یورپ میں آنحضرت صلعم کی تاریخ پر گذری ہیں۔ پہلا خیال جو مسیحیوں نے آپ کے متعلق اپنے دماغوں میں قائم کیا۔ وہ یہ تھا کہ آپ کے پیرو آپ کو خدا سمجھتے اور آپ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ غالباً اس طریق عمل کی وجہ سے تھا جسمیں وہ خود مبتلا تھے۔ کیونکہ وہ اسبات کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ نہ اسکی کوئی قدر انکی نگاہوں میں تھی۔ کہ لوگوں کی ایک جماعت ایک اپنے جیسے انسان کی اطاعت وفاداری۔ ایثار اور اخلاص کے ساتھ کر سکتی ہے۔ اس طرح سے اپنے خود پسندیدہ خیالات کے اندھیرے میں جہاں ایک طرف مسیح کو "سچے خدا" کا خطاب انہوں نے دیا۔ وہیں دوسری طرف آنحضرت صلعم کو "جھوٹے خدا" کے نام سے پکارنا ضروری سمجھا +

کچھ عرصہ گذرنے پر ایک نیا خیال دماغوں کے اندر آیا۔ یہ جاننے پر کہ آنحضرت صلعم نے کبھی خدا ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ بلکہ آپ کا دعوے محض اسقدر تھا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ ازمنہ متوسط کے مسیحی کبھی اسبات کو نہیں مان سکتے تھے۔ کہ کوئی اعلےٰ درجہ کے اصول اور اخلاقی تعلیم کسی غیر مسیحی کی طرف سے مل سکتی ہو۔ اس وجہ سے آپ کو ایک مسیحی کارڈینل دنائب پوپ قرار دیا گیا۔ ایک ناہنجار مرید۔ اطمینان اور سرکشی سے معمور" آپ کو ٹھیرایا گیا۔ یہانتک

کہا گیا کہ آپؐ وہ ہیں جس نے اپنے آپ کو معاذ اللہ "نمک حرام" ثابت کیا۔ کیونکہ آپؐ کو پوپ کے منصب پر فائز نہیں کیا گیا۔ سکاٹلینڈ کے ایک شاعر نے اس فرضی گناہ کی پاداش میں آپ کو دوزخ کے اندر اترتے ہوئے دیکھا اور پلاطوس۔ یہوداا سکریوطی۔ شاہ ہیرڈ۔ بشپ مناس۔ سائمن میگیس اور دوسری مسیحی مرتدین میں آنحضرت صلعم کو بھی لائق لعنتی قرار دیا +

یہاں اسباب کا ذکر کرنا بھی خالی از فائدہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے اسم مبارک (محمدؐ) ہی ہے۔ جو گالی بننے سے بچا رہا ہے۔ صرف ایک موقعہ پر آپ کا ایک مناسب رفیق تجویز کیا گیا ہے۔ اور وہ علیحدہ ہی جس نے Tribus Impostoribus نام ایک کتاب لکھی۔ اور موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد صلعم تینوں کو مفتری قرار دیا ہے +

"دغاباز۔ جادوگر"۔ "مرگی زدہ جھوٹا نبی"۔ "اونٹ چرانیوالا اور کیا بیہودہ نام ہیں۔ جو مسیحیوں نے اپنی مسیحی عالی حوصلگی اور بلند خیالی کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیئے ہیں +

مسیحیوں کے لئے اب وقت ہے کہ وہ سوچیں اور اپنی واقفیت کو بڑھائیں۔ مگر ان کا اصول کہ جو شخص ایکدفعہ عیسائی ہو جاتے وہ ہمیشہ عیسائی ہے۔ گذشتہ ایام سے بڑھ کر ان پر صادق آتا ہے +

ایک تازہ مسیحی کانفرنس میں جو دنیائے اسلام کو مسیحی بنانے کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ ایک بہت بڑے رکن کلیسیا نے آنحضرت صلعم کو اسقدر گالیاں دیں۔ کہ انگریزی لغت میں کوئی برا الفاظ باقی نہ رہ گیا ہوگا۔ جو آپؐ کی طرف منسوب نہ کیا ہو۔ حاضرین مجلس نے اس کی پوری تائید کی انہوں نے غالباً مروجہ اناجیل یسوع کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ اناجیل کے مطابق اس کے اندر بھی یہ دوسروں کو گالیاں دینے کا مرض پایا جاتا ہے +

کیا سلطنت برطانیہ کے مسلمان اس بدتہذیبی کو بنظر اغماض دیکھینگے۔ اور اس طرح آنحضرت صلعم کی ذات پاک کو گالیوں اور بہتانات کا آماجگاہ بنانے دینگے؟

ہمارے فاضل مبلغ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی سابقہ مبلغ مسجد ووکنگ (انگلستان) آجکل برلن دارالسلطنت جرمنی میں تبلیغی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ جرمنی میں بہت سی معزز سعید روحیں ان کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ میں برکت ڈالے اور اس مشن کو بار آور فرمائے۔ آمین ثم آمین

مکرمی جناب داؤد شاہ صاحب بی۔ اے مدراس سابقہ مبلغ ووکنگ (انگلستان) نے قرآن کریم کا تامل زبان میں ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس کی پہلی قسط "جواہر القرآن" کے عنوان کے نیچے انہوں نے شائع کر دی ہے جس کا ہدیہ ۸عہ ہے۔ یہ تامل ترجمہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ تامل بولنے والے سماٹرا۔ جاوا۔ برما سیلون بلکہ چین تک لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برادرم داؤد شاہ صاحب کو اس نیک ارادہ کو تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ امید ہے۔ کہ اشاعت علوم قرآنی کے دلدادہ ہمارے فاضل دوست کی جن کو تامل لکھنے میں کمال حاصل ہے۔ مالی امداد فرما کر داخل حسنات ہونگے۔ جناب داؤد شاہ صاحب کا پتہ دفتر دارالسلام ۱۶۔ ۷ اسکینڈ لا این نیچ مدراس ہے۔

وفات حسرت آیات

نواب معج الدین خاں مرحوم!

پس از مرگ جواناں گل مماناد   پس از گل در چمن بلبل مخواناد

ہم دلی رنج و اندوہ کے ساتھ جناب نواب معج الدین خان صاحب کی وفات حسرت آیات کی منحوس خبر ناظرین کرام تک پہنچاتے ہیں۔ جناب نواب صاحب مرحوم کو مسلم مشن

ووکنگ (انگلستان) کی تبلیغی جد و جہد سے گہری دلچسپی تھی۔ آپ سرپرستان مشن میں سے تھے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری حسن عطا فرمایا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے اخلاق بھی ویسے ہی خوبصورت تھے۔ محبت و اخلاص آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

نواب صاحب مرحوم ۲ جولائی ۱۹۲۱ء کو بعارضہ ہیضہ جان بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر ۵۳ سال کے قریب تھی۔ ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں مرحوم کے پسماندگان اور دوستوں سے دلی ہمدردی ہے۔ خداوند تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دنیا کی بے ثباتی اور عبرت انگیزی

از

رباعیاتِ حکیم عمر خیام

این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست
آرام گہ ابلق صبح و شام ست
بزمے ست کہ وا ماندۂ صد جمشید ست
قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام ست

پیش از من و تو لیل و نہارے بودست
گردندہ فلک برائے کارے بودست
زنہار قدم بجاک آہستہ بنہ
کیں مردمکِ چشم نگارے بودست

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانیست
زلف صنمے و عارض جانانیست
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانیست
انگشتِ وزیرے سر سلطانیست

اقتباس از احادیث نبوی

خلق

۱- اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ (ترجمہ) لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آیا کرو +

۲- اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا احسنهم خلقاً و خيارکم خيارکم لاهله (ترجمہ) ایمان کے لحاظ سے وہی شخص بہت پکا مومن ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور بہت اچھا تم میں سے وہ شخص ہے جس کا برتاؤ اپنے متعلقین سے اچھا ہے +

۳- ما من شئ اثقل فی میزان المومن یوم القیمۃ من خلق حسن ان اللہ تعالی لیبغض الفاحش البذی (ترجمہ) قیامت کے دن مومن کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالے بدگو بدزبان کو بہت برا سمجھتا ہے +

۴- ان من احبکم الی واقربکم منی مجلساً یوم القیمۃ احاسنکم اخلاقاً و ان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلساً یوم القیمۃ الثرثارون و المتشدقون و المتفیہقون (ترجمہ) قیامت کے دن میرے بہت پیارے اور بہت نزدیک بیٹھنے والے وہ لوگ ہونگے جن کے اخلاق اچھے ہونگے۔ اور بہت زیادہ قابل نفرت اور مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہونگے۔ جو بہت بکواسی چکنی چپڑی باتیں کرنے والے اور متکبرانہ اور مبالغہ آمیز گفتگو کرنے والے ہونگے +

تنقید

ذیل کی کتب برائے تنقید دفتر ہذا میں موصول ہوئی ہیں۔ جو اپنی طباعت کتابت۔ اور عمدگی کاغذ کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ قارئین کرام کے مطالعہ کی میز کا سنگار بنیں +

۱۔ لمعات انوار محمدیہ طبع ثانی مطبوعہ مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور قیمت ۶ر

۲۔ مقصد مذہب مطبوعہ مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور قیمت ۳ر

۳۔ مذہب محبت ۷ر

۴۔ امہات الشرع کی منزل دویم۔ ضلع ہزارہ۔ ڈاکخانہ مصطفےٰ آباد
النظر فے الحدیث انجمن حزب الاسلام ۱۲ر

۵۔ صحابیاتؓ۔ مولفہ مولینا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتح پور۔ یہ کتاب ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو اپنی دیدہ زیب چھپائی کتابت و کاغذ کی وجہ سے قابل ستائش ہے۔ اسمیں ازواج النبی صلعم بنات النبی صلعم و دیگر مہاجرات انصاریات۔ تابعیات و غرائب النساء العرب کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ کتاب ہمارے زیر مطالعہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ بعد اختتام مطالعہ اس پر اظہار رائے کر دیا جاویگا۔ کتاب مذکور ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی پنڈی بہاء الدین گجرات پنجاب نے شائع کی ہے +

۶۔ بلاغ۔ یہ رسالہ ماہواری ہے جو جناب حکیم شہاب الدین کی زیر ادارت امرتسر سے شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ عہ ہے۔ جسکے مقاصد قرآن کی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت حکمت اور مواعظ حسنہ کے ذریعے صراط مستقیم کیطرف دعوت ہے۔

۷۔ ہلال صداقت۔ یہ ایک ماہواری رسالہ ہے۔ جو جناب عبدہ حام پوری دبیم مبارک حسین صاحب کی زیر ادارت دھامپور ضلع بجنور (یو۔پی) سے شائع ہوتا ہے۔ سالانہ چندہ عہ ہے۔ رسالہ ہذا میں تبلیغی تاریخی۔ ادبی و معاشری مضامین ہوتے ہیں ؛

صفاتِ ربّ العالمین

وہ دیکھتا ہے غیر سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ ہو تم نہیں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس پار سا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب آفت کا شکار رہیں اسکو فنا نہیں
سب غیر ہے سہی ہیں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو سہی کو یارو بتوں میں وفا نہیں
اس جائے پر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

مستقل امداد کنندگان مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی خدمت میں اپیل

جن معزز احباب نے اشاعت اسلام کے اس مہتم بالشان کام میں جو مسلم مشن ووکنگ انگلستان سے ذریعہ گذشتہ بارہ سال سے یورپ میں ہو رہا ہے مستقل طور پر امداد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہو ان سب کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ اور اس کا اجر جزیل اللہ تعالی ہی کے ہاں ہے۔ ان احباب سے ہماری درخواست ہے کہ از راہ کرم موعودہ ماہواری چندہ تاریخ معینہ پر جو انہوں نے خود ہی تجویز فرمائی ہے دفتر مشن میں ارسال فرما دیا کریں۔ وی۔پی کی بجائے منی آرڈر کرنے میں بہت سے اخراجات و کلرکوں کی محنت کی تخفیف ہو جاتی ہے۔ اسلئے ہر ایک بہی خواہ مشن کی خدمت میں دفتر سے ایک ایک درجن منی آرڈر فارم بذریعہ پیکٹ ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر تمام قسم کی خانہ پری کر دی گئی ہے۔ از راہ کرم ہر ماہ تکلیف گوارا فرما کر عطیہ ماہواری بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیا کریں۔ ورنہ ہر ایک بہی خواہ

مشن کی خدمت میں درخواست ہے کہ ہماری امداد کنندگان کی تعداد میں اضافہ کے لئے ہر وقت اپنے حلقۂ اثر میں سعی تبلیغ فرماتے رہا کریں جسقدر بھی ہماری معطی صاحبان کی تعداد وسیع ہوتی جاویگی مشن کی مالی تقویت کی موجب ہوگی +

تمام ترسیل زر بنام خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔ والسلام

خادم۔ خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

ناظرین رسالۂ اشاعت اسلام کی خدمت میں ضروری التماس

رسالۂ اشاعت اسلام کی باطنی خوبیاں ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں۔ جو اسلامی خدمت رسالہ ہذا گذشتہ دس سال سے سرانجام دے رہا ہے۔ وہ کوئی مخفی بات نہیں۔ باطنی دلربائی کے ساتھ اس ماہ ظاہری خوبصورتی میں بھی اضافہ کردیا ہے یعنی یہ کہ اس ماہ کا رسالہ بہترین کاغذ و سرورق کے ساتھ حاضر خدمت ہوتا ہے۔ جو مزید اخراجات کا موجب ہوا ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ اگر رسالہ کے فنڈس اجازت دیں۔ تو رسالہ ہر ماہ بہترین شکل وصورت میں ہم ناظرین عظام تک پہنچائیں لیکن قلت فنڈس مانع ہے۔ اگر ناظرین کرام قلیل توجہ بھی اسکی توسیع اشاعت کی طرف فرمائیں۔ تو رسالہ کی حالت بہت سدھر سکتی ہے۔ یورپ کے مذہبی رسالوں کی اشاعت لاکھوں تک ہوتی ہے۔ پادری ذویمر کے رسالۂ انگریزی "مسلم ورلڈ" (جس کا مقصد واحد اسلام اور آنحضرت صلعم کو بھونڈی سے بھونڈی شکل میں یورپین پبلک کے سامنے پیش کرنا اور دریدہ دہنی سے اسلام اور اسکے بانی صلعم پر سب وشتم کرنا ہے۔ اسکی اشاعت دو لاکھ کے قریب ہے +

لیکن قابل افسوس امر یہ ہے کہ رسالۂ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان اور اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور جو اس موذی دشمن اسلام کے خطرناک زہر کا اپنے اندر تریاق لیئے ہوئے ہر ماہ اس کے مقابل اسلام کی حفاظت ونیابت

ہوتے ہوئے نہایت آب و تاب سے شائع ہوتے ہیں۔ اور کہ جن کی ہستی سے پادری مذکور اور اسکے حالی موالی سب تھراتے رہتے ہیں۔ ان کی اشاعت کا حلقہ دن بدن قلیل ہو رہا ہے اس لئے ہر ایک بہی خواہ مفت و ہر ایک سرپرست و ناظرین رسالہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اسلام کی عزت کی خاطر ان ہر دو رسالوں کی اپنے اپنے حلقہ اثر میں تحریک خریداری فرما کر داخل حسنات ہوں۔ والسلام

خادم مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ضروری نوٹ: ۔ بعض احباب کی خدمت میں رسالہ ہذا بطور نمونہ ارسال کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ وہ بزرگ رسالہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر خریداری قبول فرما کر اس خدمت اسلامی میں ہمارا ہاتھ بٹائینگے۔ رنیز دفتر ہذا سے فارم خریداری بعض بہی خواہان رسالہ کی خدمت میں ارسال کئے گئے ہیں تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے انکی خانہ پری کرا کر دفتر ہذا میں واپس ارسال فرما کر ہمیں مشکور فرمائیں + خادم مینیجر

روحانیات فی الاسلام

تکمیل نفس کے منازل مختلفہ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(بہ تسلسل صفحہ ۳۳۱ - اشاعت اسلام جلد ۱۰ نمبر ۷)

یہاں ہم بر عایت اختصار مندرجہ بالا منازل نفس کی کچھ کیفیت بھی بیان کر دیتے ہیں۔ ان سب منازل میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مشکل منزل مقام امارہ ہے۔ جو نسل انسانی کے بہت سے حصے کو آگے جانے سے روک لیتی ہے اور مجھے تو اس منزل میں اس وقت کل کی کل دنیا پھنسی ہوئی نظر آتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ دنیا پر تمدنی اور اقتصادی اثر اس قوم کا ہے جن کا مذہب ہی یہ تعلیم کرتا ہے۔ کہ انسان اپنی سعی سے نفس امارہ کے حدود سے باہر نہیں نکل سکتا یعنی مذہب کلیسیا جیسے کہ میں آگے چلکر بتلاؤں گا۔ یہ منزل وہی منزل ہے۔ جب حیوانی جذبات جوش و خروش میں ہوتے ہیں۔ اس وقت

نفس ہر ایک ردی خواہش کے پورا کرنے کیلئے انسان پر جابرانہ حکومت کرتا ہے اسی لئے اس کا نام قرآن نے نفس امارہ رکھا ہے۔ یعنے بہت حکومت کرنیوالا۔ نیکی بدی کی اُسے تمیز نہیں ہوتی کسی طرح سے ہو۔ یہ اپنی خواہشیں پوری کرا کر رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا۔ ان النفس لامارۃ بالسوء خواہشات نفس یا طبعی تقاضے بالاصل تو بُری چیز نہیں ہوتے یہی تقاضے تو ہر قسم کے علم و عمل کا موجب اور محرک ہوتے ہیں۔ تمدن و تہذیب نے آج جو کچھ پیدا کر رکھا ہے۔ اسکی تہ میں یہی تقاضائے نفس مضمر ہیں انسان کی دستکاری و صنعت اور سائنس کے آئے دن کے کرشمے ان سب کو یہی ہماری جبلی اشتہائیں وجود میں لے آتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ لیکن ضرورت انسانی کا سرچشمہ یہی ہمارے طبعی تقاضے ہیں + اسمیں شک نہیں کہ یہی طبعی تقاضے ہر قسم کے جرائم کے بھی ذمہ وار ہیں بات یہ ہے۔ کہ یہ ہمارے تقاضے جب ہمیں اسباب رفع تقاضا کے حصول پر مجبور کرتے ہیں۔ تو اگر اس غرض کیلئے ہمنے اپنے دل و دماغ کو اور خداداد قوتوں کو صحیح اور مناسب طریق پر استعمال کیا۔ تو دنیا اعلےٰ درجے کی متمدن زندگی دیکھ لیتی ہے۔ لیکن اگر حصول اسباب مذکورہ بالا کے لئے انسان نے محنت سے دل چرایا۔ اور اپنی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے اس نے دوسروں کے مکسوبات پر نگاہ رکھی۔ اور ناجائز طریق سے ان پر قبضہ کرنا چاہا تو دنیا کا تمدن تباہ ہو جاتا ہے۔ بدی اور جرائم پھیلنے لگتے ہیں۔ کسی کی کوئی چیز خریدنا یا چیز مذکورہ کو اس سے پرا لینا بیشک دو مختلف و متضاد چیزیں ہیں لیکن ان کا نتیجہ ایک ہے۔ صرف اسباب حصول نتیجہ نے ان میں فرق پیدا کر دیا ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ چیز ایک کے قبضے سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں چلی آئی ہے۔ لیکن ایک صحیح طریق پر دوسری مذموم طریق پر۔ والا انتقال قبضہ تو ہر حالت میں واقع ہوا ہے۔ اور

اگر اعلیٰ تمدن کی کل مسئلہ بیع و شرع سے ہی چلتی ہے۔ تو بیع و شرع میں انتقال قبضہ کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا طبعی تقاضوں یا فطرتی جذبات کو مارنا نہ صرف ایک غیر طبعی امر ہی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فعل پر نکتہ چینی ہی کرنا نہیں۔ بلکہ ان کے صحیح استعمال سے جو مفاد دنیا کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا بھی استیصال ہو جاتا ہے۔ تمدن و تہذیب کی سب راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ جذبات کو مارنے کی تعلیم قریب قریب کل قدیمی مذاہب نے دی۔ صرف اسلام نے ہی دنیا کو انکی تعدیل و تہذیب کی طرف متوجہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسوی مذہب کی یہ رہبانی صورت یورپ پر کئی صدیوں تک حکومت کرتی رہی۔ پھر چودھویں پندرھویں صدی تک کونسا تمدن وہاں تھا۔ بلکہ یورپ نے اسوقت ترقی کی صورت دیکھی جب کلیسیا کی اس تعلیم سے اپنے آپ کو آزاد کیا۔ ہمارے جذبات نہ تو فی نفسہٖ ردی ہیں اور نہ ادنےٰ۔ ہمارا اپنا فعل اور ارادہ ہی ان کو ردی یا ادنےٰ بنا دیتا ہے۔ ان جذبات کا نام جذبات حیوانیہ رکھنا ان معنوں میں تو صحیح ہیں۔ کہ یہ جذبات ہم میں اور حیوانوں میں مشترک ہیں۔ لیکن اور ابھی بہت سی باتیں ہم میں اور حیوانوں میں مشترک ہوتی ہیں۔ یہ اشتراک تو ہمیں حیوان نہیں بنا دیتا۔ ہاں جب ان جذبات کی تسکین کے لئے ہم وہ راہ اختیار کریں۔ جو حیوان اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ تو ہمارا اپنا فعل ہے۔ کہ جو ان جذبات کو جذبات حیوانی بناتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی چیز بذات خود بری نہیں۔ خدا کی طرف سے جو چیز آئی وہ خیر محض ہے قرآن نے یہی تعلیم کی ہے۔ آگ کو رحمت یا لعنت بنا لینا انسان کے اپنے فعل کا نتیجہ ہے۔ آگ کا اسمیں کیا قصور ہے۔ اس سے خواہ کسی کا گھر پھونک دو۔ یا اس سے کھانا پکالو۔ ان جذبات شہویہ کے علاوہ جو دراصل عیسائی مذہب کے ان راہبانہ تعلیمات کا موجب ہوئے۔ ہمارے

اور بہت سے علمی ۔ عملی ۔ اور اکی ۔ ذوقی جذبات بھی ہیں ۔ وہ سب کے سب اپنے کسی رنگ میں ہمارے لئے لعنت ہو سکتے ہیں ۔ لیکن در اصل وہ رحمت ہی رحمت ہیں ۔ وہ کسی مقصد اعلیٰ کیلئے ہماری طبیعت میں رکھ دیئے گئے ہیں ۔ مثلاً انسان طبعاً چاہتا ہے ۔ کہ لوگ اسے اچھی نگاہوں سے دیکھیں ۔ اور تو اور انسان خود اپنی نگاہ میں اپنے آپ کو اچھا دیکھنا چاہتا ہے ۔ اسے اپنی ہر ایک بات محبوب نظر آتی ہے ۔ آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر ایک بدصورت سے بدصورت آدمی بھی اپنے چہرہ میں کوئی نہ کوئی خوبصورتی دیکھ لیتا ہے ۔ یہ جذبہ جو خودداری یا خودعزتی جیسے شریف تقاضا کی روح ہے انسان میں اسلئے رکھا گیا ۔ کہ وہ اعمال حسنہ اور کسب وکمال کی طرف متوجہ ہو ۔ اور اس طرح اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہ میں عزیز ممدوح اور قابل تعریف بنالے جس سے اس کا وجود اس کے لئے اور دوسروں کے لئے باعث رحمت ہو جائے ۔ لیکن یہی وہ تقاضا ہے جو انسان کو خودبین خودنما اور خودپسند بنا دیتا ہے جس پر وہ ہر قسم کے اکتسابات کمال سے رک جاتا ہے یہی خودپسندی اور خودنمائی اسمیں عیب چینی پیدا کر دیتی ہے ۔ نکتہ چینی کا جذبہ بھی مذکورہ بالا جذبہ کی طرح ایک محمدہ مقصد کے لئے ہی فطرت انسانی میں رکھا گیا تھا ۔ اس کا مقصد یہ تھا ۔ کہ انسان ایکطرف تو اپنے عیبوں کو بغرض اصلاح دیکھے کیونکہ اپنے عیب سے ناواقف رہنا انسان کو مدارج عالیہ کے حصول سے روک لیتا ہے ۔ دوسری طرف چونکہ جذبہ خودعزتی کا غلط استعمال یا اسکی کریہہ شکل یعنے خود بینی انسان کو اپنے عیوب سے ناواقف رکھتی ہے ۔ اسلئے ہماری اصلاح اسی طرح ہو سکتی تھی ۔ کہ کوئی دوسرا ہمیں ہمارے عیب سے اطلاع دے ۔ لیکن ان جذبات کا صحیح استعمال اعلےٰ درجہ کی حکمت وفطنت اور پاکیزگی نفس چاہتا ہے ۔ اس پر ایک نہایت ہی لطیف بحث حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں درج فرمائی ہے ۔

علی العموم یہ دونوں جذبے بد استعمالی میں آکر انسان کو عیب چین اور معائب شمار بنا دیتے ہیں۔ نیک نگاہ سے دوسروں کے عیب دیکھ کر انہیں بغرض اصلاح اطلاع دینا تو انسانوں کو اعلیٰ درجہ کے اخلاقوں سے آراستہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہی باتیں انسانوں میں زیادہ تر فساد اور تکلیف کا موجب ہو رہی ہیں مثلاً ہنسی مذاق کا جذبہ۔ اس کا استعمال اسی حد تک جائز ہے۔ جس حد تک کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ جذبہ مذاق تو اس لئے پیدا ہوا کہ ہموم و غموم کے وقت انسان کے اندر خوش مزاجی پیدا کر دے۔ اور انسان کو اس افسردگی سے بچالے جو ہم میں آنسوں بھر کی سنجیدہ مزاجی پیدا کر دیتی ہے لیکن یہی جذبہ مذاق حدود اعتدال سے باہر ہو کر انسان کو پرلے درجہ کا خود بین اور دوسروں کا عیب جو بنا دیتا ہے۔ مذاق کی بدنما شکل کسی دوسرے کو اُلّو بنانا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ سننے والے یا دیکھنے والے دوسروں پر ہنسیں کسی کا مذاق اُڑانا دراصل اس کی کمزوری کی طرف دوسروں کو متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ کمزوریاں ہی دراصل کہیں غصے اور کہیں ہنسی کا موجب ہوتی ہیں۔ تمسخر کرنے والے کی نگاہ ہمیشہ دوسروں کے عیب اور کمزوری پر ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف اس میں عیب شماری اور نکتہ چینی ہی آجاتی ہے۔ بلکہ اس کے اپنے عیب اس کی آنکھوں سے چھپ جاتے ہیں۔ اور وہ خود نما خود پسند اور خود بین ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایسا انسان اپنی زندگی میں اتفاقاً کسی کامیابی کا منہ بھی دیکھ لے۔ تو اس میں نخوت۔ غرور اور خود رائی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان سارے عیوب کو ایک ہی جگہ اسی لئے جمع کر دیا ہے۔ کہ یہ سب ایکدوسرے کے مؤید اور مولد ہوتے ہیں +

باقی آئندہ

ابتدائی عربی شاعری

نظم اگرچہ ایک اعلےٰ قسم کی نہ ہو۔ پھر بھی اس سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ ایک بڑی عجوبہ بات ہے۔ اس کی جملہ خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے۔ کہ اس کا ایک چسکا پڑجاتا ہے۔ اور یہ استقامت اور استقلال سے پیدا ہوتا ہے۔ استقامت ایک عظیم الشان خاصیت ہے۔ فی الحقیقت انسانی جد وجہد کے میدان کارزار میں استقامت ایک بڑا جوہر ہے استقامت کی ہی بدولت حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے دشمنوں کی مخالفت پر فتحمندی اور نصرت حاصل کی۔ اور تمام سرزمین عرب پر اسلام کا جھنڈا گاڑکر تسلط جمالیا۔ مجھے معلوم ہے کہ کم ازکم برطانیہ میں یہ ایک عام فیشن ہوگیا ہے۔ کہ اپنی میز یا کتابوں کی الماری کو بڑے بڑے اور نامی گرامی شعراء کے کلام سے مزین کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہ دیوان اور کلام پڑھے نہیں جاتے ہیں یا اگر پڑھے گئے تو سمجھ میں نہیں آتے صرف ایک سرسری نظر سے دیکھ لئے جاتے ہیں۔ اس سے ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ دوست احباب سے بالگفتگو کے موقعہ پر اس کا تذکرہ کریں۔ یہاں پر میں آپ کی توجہ ان علماء فضلا اور دانشمندوں کی طرف مبذول نہیں کراتا ہوں۔ جنہوں نے علم کلام میں نہایت منقفہ وشستہ عبارات ومختصر اور حسنت محاورات کی ترویج کی ہے بلکہ میں ابتدائی شاعری کا ذکر کرنا چاہتا ہوں یعنی اس قوم کی شاعری جس کا تاریخی مطلع صبح اس وقت نمودار ہورہا تھا۔ اور جبکہ اس علم کا بچپن تھا۔ وزن اور قوافی آسان اور معمولی تھے۔ تجربہ نہ تو زیادہ وسیع اور پیچیدہ تھا۔ اور نہ زبان ایسی دقیق اور مشکل تھی۔ یہ ابتدائی شاعری ہمیں ایک شاعر کے حالات اور اس کے جد وجہد کا علم دیتی ہے۔ اور یہ بھی بتلاتی ہے۔ کہ شاعر کو کس کس چیز

کی معلومات ہے۔ اور اسے کون کونسی چیزیں پیاری اور مرغوب ہیں یعنی سیف قوس یا علم خنجر یا اسپ حسن معشوق عشق بادہ و عشق معشوق غرضیکہ ایسی چیزیں تھیں جو پشتہا پشت سے شاعری کے موضوع کلام چلی آرہی تھیں سوائے عرب کے کسی اور جگہ اس پودے کا بہترین نشوونما اور وسیع رواج نہیں ہوا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ مکہ بتوں کا گھر تھا اور قبائل کے سردار خود ہی محتسبہ قانون تھے۔ اور اسلام کی شعاع غار حرا کی تاریکی میں نمودار نہیں ہوئی تھی۔ اور ابھی عرب لوگ دریائے Oxus اور دریائے گنگ سے میدان اسپین کی جانب رونما نہیں ہوئے تھے۔ اس ابتدائی عربی شاعری میں ہمکو علم اور برچھی اور یمن کی تیز چمکدار شمشیر کا کثرت سے ذکر ملتا ہے کبھی نسیم سحری کی طرح نرم اور ملائم کبھی باد سموم کی مانند جھلسنے والی۔ ریگستان کی آزاد اور خود مختار سی زندگی اور نیم مہذب زندگی کی بہادری کا احوال پایا جاتا ہے۔ باوجود اس سادگی کے دل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ اور روح کو تر و تازہ کرتی ہے + وہ شخص جو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اور غور و خوض کر سکتا ہے۔ وہ ان جنگلی۔ خانہ بدوش جنگجو۔ چرب زبان اور عقلمند ریگستان کے ترانہ سنج لوگوں کے ہمراہ رہنا پسند کریگا۔ جبکہ خونی جنگ شروع ہوتی تھی تو میدان جنگ موت کا مقام ہو جایا کرتا تھا۔ مورہ ابوالعاص کے کلام کو ملاحظہ کیجئے

"اگر تو نے میرے ساتھ جنگ چھیڑ دی ہے تو اپنے ہتھیار کے ساتھ میں بھی پیچھے رہنے والا نہیں ہوں جو کچھ بھی ہو میں علی الصباح موت کا مہلک پیالہ چکھادوں گا۔ جب علم کے سرے ایکدوسرے سے ٹکر کھاتے ہیں تو میرا زخمی آدمی اس علم کو کھینچنے کیلئے مجبور ہوتا ہے۔ اگر لڑائی شروع ہو جائے تو جو کچھ قسمت میں لکھا گیا ہے اس سے گھبراتا نہیں ہوں۔ جنگ کی زرہ بکتر پہن کر میں اپنے اور سے ناپاک قدم کو دور کرنے کی کوشش کروں گا میں سنان کے مقابلہ میں سوار کے ضرب کی خواہش کرتا ہوں"۔

الغرض قبیلہ بنو بکر کی رزمیہ شاعری حسب ذیل ہے :-

"ہمنے بنو ہند کو چھوڑ دیا اور کہا کہ یہ ہمارے بھائی کی طرح رہیں۔ کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی وقت ہم پھر ایک قوم بنجائیں۔ لیکن جب اُن کی برائیاں آشکار ہو گئیں۔ اور ان کی بدیاں صاف صاف ہویدا ہو گئیں۔ اور سوائے سنگدلی و نفرت کے کچھ باقی نہ رہ گیا۔ تو پھر ہم نے انکو ہلاکت پر ہلاکت دی۔ شیر کی طرح غضبناک ہو کر نفرت کے ساتھ ہم جنگ کے لئے جھپٹ پڑے۔ ہماری تلوار عل نے

ہوگی یا تم اور کہرام برپا کر دیا۔ ہماری برچھیوں نے گہرا زخم کر دیا۔ اور خون مثل پانی کے فوارے کے منہ نکلا۔ اور کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک طاقت دوسری طاقت کو کمزور کر دیگی۔ اور صلح فتح حاصل ہوگی۔ وحشیانہ فعل کا بدلہ مہربانی کے ساتھ دینا محبت بیجا کا اظہار کرنا ہے یہ بھی کہ تم صلح کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہو نیکی کا برتاؤ بالکل فضول ہے"

یہ ایسے انسان کی نظمیں ہیں جو جنگ کی گود میں تربیت یافتہ ہوا ہے۔ برچھی کی نوک آفتاب کی روشنی میں سفید معلوم ہوتی ہے۔ اور چمکدار آفتاب کی شعاع میں تیز اور چمکدار نظر آتی ہے۔ بنو بکر نیام ہیں اور بنو ہند کے سینے ہیں۔ تلوار کے پھل سے سرخ خون ٹپک کر دستہ پر آتا ہے۔ اور برچھیاں سرخ ہو رہی ہیں +

اسمیں شک نہیں کہ وہ بہت اچھے شاعر تھے ساتھ ہی اس کے بڑے شیخی باز مدمغ اور عیش پسند یعنی ایام جاہلیت کے عرب جنہوں نے عکاظ کے میلہ میں انعام اور نیکنامی کا تاج حاصل کیا تھا۔ وہ لوگ یہ تھے امرؤالقیس۔ طرفہ۔ عمرو بن کلثوم انطارہ۔ زہیر۔ لبید اور حارث لنگ + ہر ایک اپنی نسل و کارگذاری و بہادری۔ اپنے خاندان اور قبیلہ۔ اپنے اسپ یا شتر یا معشوق کے حسن کی تعریف میں رطب اللسان تھا یا اسی جوش و خروش کے ساتھ اپنے دشمنوں کی تحقیر کرتا تھا +

جب ہمارے خیمے اُن کی وادیوں میں استادہ ہوتے ہیں۔ پس جس قبیلہ کا آدمی ہم پر حملہ کی کوشش کرتا ہے۔ ہم اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں کو جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے عنایت کرتے ہیں۔ جس بات کو ہم چاہتے ہیں۔ اس کی پوری طرح سے تائید اور پچداری کرتے ہیں۔ جس لشکرگاہ میں ہم چاہتے ہیں وہاں سوار ہوتے ہیں۔ جب ہم غصہ میں ہوتے ہیں تو صلح کا نام نہیں لیتے ہیں۔ جب تک کہ ہمارا غصہ فرو نہ ہو جائے۔ ہم اپنی رعایا کو امن و امان میں رکھتے ہیں لیکن باغیوں کو ہم بہت جلد نیچا دکھلاتے ہیں۔ اگر ہم کسی کنوئیں پر جاتے ہیں تو صاف پانی پیتے ہیں۔ اور دوسرے میلا تلچھٹ پیتے ہیں۔ دنیا اور ما فیہا میں جو کچھ بھی ہے وہ ہمارا ہے۔ جب ہم وار کرتے ہیں تو دوسرے ضرب کی ضرورت نہیں رہتی ہے بادشاہ لوگ تغلب کے ایک بچے کے سامنے تسلیم خم کرتے ہیں۔ ہمکو ظالم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن ہم

ایسے نہیں ہیں۔ اور جلد اصلی نام سے ہم مشہور ہونگے۔ ہم نے زمین کو بھر دیا ہے اور وہ ہمارے لئے کشادہ نہیں ہے۔ اور اپنے جہازوں سے سمندر کو معمور کر دیا ہے" +

عمر بن کلثوم نے بھی ایسی نظم لکھی ہے۔ ایک شاعر نے جو کلام میں افطارہ کا ثانی ہے وہ کہتا ہے کہ:-

"میں ایک نہایت عظیم الشان اور شریف نسل سے ہوں یعنی قبیلہ عبد سے میرا تعلق ہے میری شمشیر باغی کو پورا کرتی ہے"

افطارہ جنگ کے پر جوش واقعات رزمیہ نظم میں بیان کرتا تھا۔ اور بوقت ضرورت اس میں شریک بھی ہوتا تھا۔ وہ ایک لمبی عمر تک زندہ رہا۔ اور ایک ہمسایہ قبیلہ کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا۔ ان لوگوں کی شاعری میں بہت زیادہ فخریہ باتیں درج ہیں اور ان باتوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے قومی گیت پر غور کریں تو انہیں بھی وہی رُوح پائی جاتی ہے۔ خواہ وہ قومی مناجات ہو یا کسی ایک خاص فرقہ کا قصیدہ ہو۔ ایک قوم کے لوگ اپنے کو دوسری قوم سے زیادہ بہتر اور بہادر تصوّر کرتے ہیں یہ بات صرف پرانے زمانہ کے عربوں ہی میں پائی نہیں جاتی ہے۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں بھی یہ رُوح ابھی مفقود نہیں ہوئی ہے۔ ہاں ایک بات میں ابھی ہم میں حجاب باقی ہے یعنی ایک شخص اپنی قوم کی جسقدر چاہے تعریف اور مدح کرے لیکن اپنے ذاتی واقعات اور کمالات کو معرض تحریر میں نہیں لاتا ہے۔ یا کم از کم ایسا علانیہ نہیں کرتا ہے۔ اور یہ ایک قسم کی خوبی ہے +

وہ لوگ بھی بہادر تھے۔ رسم و رواج کے پابند اور اپنے خاندان اور قبیلے اور ملک سے جہاں ان کی پیدائش اور پرورش ہوئی تھی۔ ان کو اُنس اور محبت تھی یہ لوگ ان اشخاص کے مورث اعلیٰ اور سفر مینا تھے جنھوں نے بعد میں اسلام کے جھنڈوں کے نیچے فوجی شان و شوکت کے ساتھ تین بڑا عظموں میں سفر کیا۔ اور ایسی تہذیب اور شائستگی کی بُنیاد ڈالی کہ موجودہ تہذیب اس کی ممنون احسان ہے۔ اور اس احسان کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے۔ اسکی شان و شوکت ہمیشہ قائم اور برقرار رہیگی

وہ ریگستان کے عرب ایام مابعد میں نصرت اور فتحمندی کے ساتھ زرخیز اور متمول ممالک یعنی شام - فارس اور شمالی افریقہ کے شہروں میں پہنچ گئے لیکن باوجود اس کے وہ اپنی ریتلی زمین اور تند ہوا کو جو عرب کے پہاڑوں میں گونجتی تھی انہیں بھولے معاویہ کی بیوی یزید کی ماں دمشق کے عیش و آرام کے زمانہ میں یہ گیت گاتی تھی +

ایک خیمہ جسمیں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آتا ہے - وہ مجھے ایک رفیع الشان محل سے زیادہ دلپسند ہے - اور سادہ اون کا لبادہ مجھے اس پوشاک سے کہیں بہتر ہے جسمیں میں نام کرتا رکھا ہے - وہ چھلکا جو میں اپنے خیمہ کی بغل میں بیٹھ کر کھاتی تھی - اس نفیس روٹی سے کہیں اچھا تھا پہاڑوں کے رستے میں ہوا کی آواز ایک ڈھول کی آواز سے کہیں زیادہ تھی پالتو بلی کی میوں میوں کی آواز سے نگہبان کتے کی بھونک زیادہ مرغوب اور خوشگوار ہے - ایک موٹے وحشی سے ایک بہادر اور لاغر بھائی کہیں پیارا ہے" +

یہ نہایت اچھی بات ہے - کہ ہمکو اُن اگلے مصنفین اور شعرا کے خیالات اطوار اور افعال کا کچھ پتہ لگ جائے - کیونکہ وہ موجودہ زمانے کے علم و ہنر اور علم ادب کے سفر مینا تھے یہ موجودہ گذشتہ کا ایک سلسلہ ہے پس نئے کو سمجھنے کیلئے پُرانے کے جاننے کی ضرورت ہے انہوں نے بنیاد رکھی - اور انکی اولاد نے اس پر عمارت کھڑی کی اور آج ہم بھی اسی بنیاد پر عمارت تعمیر کر رہے ہیں - تخئیلات ایک عظیم الشان سمندر کی مانند ہے - جو ہمیشہ گذشتہ سے مستقبل کی طرف موج زن ہے - اس میں تمام قوموں اور لوگوں نے اضافہ کیا ہے - اور کرتے بھی ہیں - کوئی کم اور کوئی زیادہ - موجودہ خیالات نئے خیالات پیدا کرتے ہیں - اور ہمیشہ پیدا کرتے رہینگے - اور دماغ کا اولوالعزم سمندر دائمی موجزن رہیگا + (ہومنٹ ہل - انگلستان)

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان

اسلامک ریویو انگریزی جو مسجد ووکنگ انگلستان سے ہر ماہ شائع ہوتا ہے - وہ محتاج

تعارف نہیں۔ دنیا بھر کے مسلمان اس کی خدمات جلیلہ سے واقف ہیں۔ اس رسالہ نے انگریزی زبان میں اعلیٰ سے اعلیٰ اسلامی لٹریچر گذشتہ بارہ سال میں پیدا کر دیا ہے جس نے مسلم علم کلام میں ایک عمدہ اضافہ کیا ہے۔ اسلیئے مسلم بھائیوں سے ہر جگہ ہماری درخواست ہے۔ کہ اسکی خریداری بڑھائیں۔ جو انگریزی دان ہے۔ وہ انگریزی رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ اور جو انگریزی نہیں جانتے۔ وہ اردو رسالہ کو خریدیں۔ جس قدر بھی اسلامک ریویو کی خریداری بڑھیگی۔ اسی قدر مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی مالی تقویت ہوگی۔ کیونکہ ابتداء سے سنہ ۱۹۱۳ء سے اسی رسالہ کا منافع بہت حد تک مشن کے گرانبار اخراجات کا کفیل رہا ہے اس رسالہ کی کثیر خریداری سے قومی چندوں کی ضرورت نہیں رہتی یہ مسلم قوم کے سر سے بھاری بوجھ اس طرح اُتر سکتا ہے۔ کاش ہمارے مسلم برادران وطن اسباب کو سمجھیں اس وقت ایک عیسائی رسالہ موسومہ "مسلم ورلڈ" نیو یارک امریکہ سے نکلتا ہے دو لاکھ کے قریب اسکی خریداری ہے۔ اسی ایک رسالہ کی آمد سے اب پچاس سے اوپر پادری اسلامی بلاد شام و عراق وغیرہ میں تبلیغ عیسویت کیلیئے تیار ہو رہے ہیں۔ اور عنقریب وہاں جانیوالے ہیں۔ اگر مسلم بھائی بھی اسلامک ریویو کے متعلق یہی مسلک اختیار کریں تو ہم خرما و ہم ثواب۔ ذیل میں مسلم برادران وطن کی اطلاع کیلیئے انگلستان کے اجرائد کے اعداد و شمار شائع کرتے ہیں :۔

زندہ قوم کے اخبارات کی حالت

زندہ اقوام کے ہر شعبۂ زندگی میں ایک بیداری اور زندگی پائی جاتی ہے۔ ذیل کے اعداد و شمار جو جرائد انگلستان کی اشاعت کو ظاہر کرتے ہیں ہمارے لیئے سبق آموز ہونے چاہئیں

اخبار ٹائمز	۱۹۱۸۶۶	پکچر شو	۲۶۸۳۸۰	نیشن میگزین	۱۶۲۹۰۸
نیوز آف دی ورلڈ	۳۰ لاکھ	آنسر	۴۷۸۶۲۱	سنڈے } ایٹ ہوم	۲۰۰۰۰
ڈیلی ہیرلڈ	دو لاکھ	بوائے میگزین	۲۰۴۳۷۱	ولڈن ڈریس میگزین	۶۱۳۶۱۲
ڈیلی میر	۱۰۰۲۸۸۲	لیوائز اون پیپر	۳۶۰۰۰	لیڈیز جرنل	۴۴۲۶۳۱
ڈیلی کرانیکل	دس لاکھ	ٹکلر	۸۶۳۵	چرچ ٹائمز	۵۸۹۶۱
جان بل	۷۱۶۲۵۵	گڈ ہوس کیپنگ	۱۴۴۷۹	برٹش ویکلی	۸۰۰۰۰
آؤٹ لک	۴۱۳۵۴	مائی میگزین	۱۰۹۱۰۱		
		پنچ	ایک لاکھ		

خطبۂ عید الفطر

از خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران: ۶۴)

کہدے اے اہل کتاب ایک بات پر آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور ہمارے بعض بعض کو خدا کے سوائے ارباب نہ بنالیں۔ اگر وہ پھر جائیں تو پھر کہدو کہ ہم مسلمان ہیں +

زمین پر صلح و امن کا قیام ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو دور حاضرہ میں توجہات کی کشش کا موجب ہے۔ اس مسئلہ نے لوگوں کے قلوب میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ جس سے وہ حالات حاضرہ پر نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور ان کے اندر ایک جوش ہے۔ جس کی وجہ سے اس مسئلہ کے حل کرنے میں وہ سخت جد و جہد سے کام لے رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ماہیت کیا ہے؟ اور اس دنیا کے بنانے سے اس کا کیا مقصد ہے یہ وہ اہم سوالات ہیں۔ جنہوں نے ابتدا سے بڑے بڑے دماغوں کو چکرایا ہوا ہے۔ اپنے نزدیک ان اہم سوالات پر ایک ایسے مجمع کے سامنے جو معجون مرکب کا حکم رکھتا ہے۔ بحث کرنا بےفائدہ ہے۔ اگرچہ وہ بحث سابقہ معلومات اور پیشتر سے قائم شدہ نتائج ہی پر مبنی کیوں نہ ہو۔ مقصد الٰہی کی تکمیل کو اگر اللہ تعالیٰ کے اس طریق عمل کی طرف منسوب کیا جاوے جو تاریخ انسانی میں متواتر کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تو یہ ایک نہایت قدیم خیال کا دوہرانا ہوگا۔ جو عام طور پر اور غور اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ دکھوں اور تکلیفوں سے کلبلاتی ہوئی نسل انسانی پر جنگ کا وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا اس پر ایک قہری نظر ڈالنا ہے +

کوئی کام اسقدر مشکل اور ایسا ناقابل تشکر و امتنان نہیں جیسا کہ کسی بگڑی ہوئی چیز کو درست کرنے کا کام ہوتا ہے۔ اس کے لئے خیالات کو زیروزبر کرنا آراے کو دوبارہ مرتب کرنا اور نہ صرف نصب العین بلکہ نقطہ نظر کو بھی سرے سے بدل دینا ضروری ہے۔ اپنے لئے دشمن پیدا کرنے کا یہ ایک واحد اور یقینی طریق ہے اور عالم تعصب کا حقیقی معیار۔ تاہم اگر گذشتہ جنگ کے اسباق کسی وقعت کے قابل ہیں۔ تو یہ ایک کام ہے جو آج نسل انسانی کے سامنے رکھا گیا ہے۔ ان صاف بیانیوں کے لئے جو میں اس وقت آپ کے سامنے کرنیوالا ہوں میں معذرت کرنا یا معافی مانگنا نہیں چاہتا۔ بعض بیانات غالباً موجودہ زمانہ کی معمولی خیالی سے بھی بڑھ کر کھلے اور صاف ہونگے۔ یہ غالباً میری جوانی ہے۔ جو ایسے سخت اور مشکل کام پر مجھے آمادہ کئے ہوئے ہے ممکن ہے مجھے اس پر پشیمان ہونا پڑے۔ لیکن یہ صرف آپ ہی کے کہنے کی بات ہے ۔

صرف وہی لوگ جو میری طرح مغرب میں ایک طویل عرصہ تک رہ چکے ہیں۔ اس منافقت کو جانتے ہیں۔ جو آج مغرب میں رائج ہے۔ اسکی شکایت کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں۔ خواہ مجھے ہمیشہ تنہائی کی زندگی ہی کیوں نہ بسر کرنی پڑے۔ میں کسی رفیق کی خوشی و مسرت میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتا۔ بولنے کی نسبت سننا مجھے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ جب کوئی مخالف بات میرے ساتھ واقع ہوئی ہے تو وہ دن ہوتا ہے۔ جس سے ایک روز پیشتر میری کسی سے گفتگو ہو چکی ہوتی ہے۔ تاہم اپنے ان عیوب اور نقائص کے باوجود اچھی گفتگو بھی مجھے کچھ کم محبوب نہیں۔ اور میں اپنے دل کو اس خیال سے تسکین دے لیتا ہوں۔ کہ میں ایک دانا جج کے طور پر سننے کا کام کرتا ہوں۔ جو ہمیشہ ہی کوئی آسان کام نہیں ہوتا ۔

گذشتہ ماہ مجھے از حد مسرت ہوئی جب میں نے یہ سنا کہ مسیحی سیاسیات اقتصادیات اور شہریت کے مسائل پر غور و فکر کرنے کے لئے ایک کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے۔ اس کانفرنس کے مطامع نظر بقول پرنسپل گریوی بہت ہی بلند تھے۔ تجاویز جو تقاویز کے اندر پیش کیگئیں یا ریزولیوشن جو اس رضاکارانہ نظام کے سلسلہ میں پاس ہوئے بہت ہی اہمیت رکھتے تھے ۔

ایک شاہی اعلان کے اندر اس ملک (انگلستان) کے شہریوں کی طرف سے ان خیالات کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور مسٹر ریمزے میکڈانلڈ (وزیراعظم) نے خوشنودی کا پیغام بھیجا اور ظاہر کیا۔ کہ ان کا دل سیاسی پیشقدمیوں میں مسیح کی سپرٹ سے پورے طور پر لبریز ہے۔ تاہم یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ شاہی پیغام نے کوئی ہیجان پیدا نہیں کیا۔ ہاں مسٹر میکڈانلڈ کی خوشنودی کو جوش مسرت کے ساتھ قبول کیا گیا۔ اس اعلان کے اندر مسٹر موصوف فرماتے ہیں:۔

ہمارے اس زمانہ میں تصنع اور دل کی سراسیمگی کا یہ عالم ہے کہ زندگی اور اس کے متعلق ضروری معاملات کے اہم ترین مسائل زیرغور نہیں آسکتے۔ اور ہمارے تقسیم شدہ مقاصد کے اختلاف کی وجہ سے ان کا مٹ جانا ضروری ہے لیکن ایک چیز ہے جسکو ہمارے مطمع نظر کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ وہی ہمارے قوے اور طاقتوں کو تازہ اور ایک ہی کام پر لگا سکتی ہے۔ وہ مسیحی معتقدات پر زندہ ایمان اور وہ سادہ روح ہے۔ جو مسیحی ایمان کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے +

اس کانفرنس کے ڈیلیگیٹ جن کی تعداد بارہ سو تھی۔ کئی دن تک مباحثات اور گفت و شنید کرنے اور ریزولیوشن پاس کرنے کے بعد اپنے دلوں میں اس تسکین کو لے کر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے۔ کہ دنیا میں صلح و امن کا قیام اس شخص کی تعلیم کے عین مطابق ہے ۔۔۔ جو "زمین میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا تھا"۔

ان معلمین صلح نے رومن کیتھولک لوگوں اور دیگر چند مسیحی کلیسیاؤں کو جنہیں ان کے معتقدات سے اختلاف تھا کانفرنس سے خارج کر کے عجیب و غریب صلح و محبت اور رواداری کا ثبوت دیا۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس کانفرنس کے ارادے اور خیالات بہت ہی قابل ستائش تھے لیکن زمین و آسمان کے ہر مضمون پر اس کے غور و فکر اور نتائج کی وقعت اتنی بھی نہیں تھی جتنی اس کے نام کے حروف سی۔ او۔ پی۔ ای۔ سی سے ظاہر ہے۔ یعنے ایک روسی کوپیک (روس کی دمڑی) کے برابر بھی اُن کی قیمت نہیں +

میں ان تقاریر اور ریزولیوشنوں پر جو بیکاری کے مسئلہ سے لے کر "اسپرنٹلزم" تک تمام مختلف مضامین پر ہوئیں بحث کرنے سے قاصر ہوں۔ وہ طریق جو بعض مسائل کو حل کرنے میں اختیار

کیا گیا۔ اس قسم کا تھا۔ کہ بعض لوگوں کو اس سے خیال ہو سکتا ہے۔ کہ کانفرنس کی کارروائی اسبارہ میں بعض افراد اور جماعتوں کی طرف سے جنکو کسی روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا لیکن وہ اپنے خاص مقاصد کی تائید حاصل کرنے کے بڑے شوقین اور اسمیں بڑے ہوشیار ہیں نے سوچے سمجھے ہوئی ہے۔ میں صرف ایک ہی مضمون مسیحیت اور جنگ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کمیشن نے اسبارہ میں جو سفارشات کی ہیں۔ ان کو میں آپکے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں :-

"اس سے بڑھ کر نسل انسانی کیلئے کونسا خوشی اور اصلاح کا پیغام ہو سکتا ہے کہ تمام ان لوگوں نے جو ہر ملک میں مسیح کے نام لیوا ہیں۔ اسبات کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ جنگ یا اسکی تیاری میں کوئی حصہ نہ لینگے۔ بلکہ آج سے وہ متفقہ طور پر صلح و امن کیلئے محض صلح جو یا نہ طریقوں سے کام کرینگے۔ کیا ہم سب ملکر اس باہمی محبت پر ایمان لانے کی جرأت نہ کریں گے۔ جو تمام چیزوں کی متحمل ہے۔ تمام چیزوں کی برداشت کرتی ہے۔ اور کبھی زائل نہیں ہوتی۔ کیا روحانی بہادری کی مشعل کو زندہ مسیح کا کلیسیا اُٹھائیگا۔ یا جنگ کو قطعاً نیست و نابود کرنے میں رہنمائی کی باگ ہمارے ہاتھ سے نکلکر ان لوگوں کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ جو ہم سے زیادہ بہادر اور زیادہ سچی سپرٹ کے مالک ہیں؟ ہم جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں دنیا کے کس قسم کے سردار بننا چاہتے ہیں؟ آیا جنگ کے دیوتا ہم بنینگے یا صلح کے شہزادے؟"

برطانوی قوم کے اندر ایک عجیب و غریب خاصیت پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صلح اور جنگ تمام حالات میں وہ اپنے افعال پر خود تنقید کرنے کی عادی ہے۔ یہ اس قوم کی خاصیت ہے۔ اور یہ خاصیت کسی ایسی قوم سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ جو سلطنت کے معاملات کو جمہوری طریقوں پر علانیہ سرانجام دینے کی عادی ہے۔

میں کوئی مایوسانہ طریق سے بات نہیں کرتا لیکن اس شخص کی حیثیت رکھتا ہوں۔ جس کو حقائق کا سامنا کرنا ہو۔ ہم سب اس دن کے لئے دست بدعا ہیں۔ جب بقول شاعر نہ ہواؤں کے اندر جنگ کی گرج باقی رہے۔ اور نہ رونے اور غم و الم کی کوئی صدا بلند ہو۔

لیکن امن اور صلح کی آوازیں بلند کرنا بیفائدہ ہے۔ جب صلح و امن کا کوئی نام و نشان دنیا میں نہیں۔ اصول جو ہمارے سامنے ہیں وہ بالکل متخالف اور متضاد ہیں اور جب تک کہ تمام دنیا کی ذہنی کیفیت تبدیل نہ ہو جائے۔ صلح اور امن کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ محض ریزولیوشن پاس کرنے اور عہدناموں کے مرتب کرنے سے امن قائم ہو سکتا ہے۔ انگلستان عراق کی تیل کی کانوں کی نگہبانی کے لئے نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ فرانس شام کی زرخیز سرزمین پر قبضہ جمانے کیلئے فوراً تیار ہو جاتا ہے اٹلی نے ادالیہ کا مینڈیٹ قبول کر لیا ہے۔ اور یونان اس شوق میں مرا جاتا ہے۔ کہ سمرنا پر کسی طرح سے اس کا تسلط قائم ہو جائے۔ لیکن کوئی عیسائی ملک دیہاں تک کہ خود امریکہ بھی جس کو خدا کا اپنا ملک کہا جاتا ہے۔ سیادت کا خواہشمند نہیں۔ کہ آرمینیا کے جو ایک بنجر ملک ہے۔ دیرینہ مصیبت زدہ عیسائیوں کی حفاظت کا ذمہ لے۔ مسیحی اصولوں کی شیخی بگھارنا بہت آسان ہے۔ لیکن مسیحیوں کی کسی بڑی جماعت کا ان اصولوں پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ جب تک کسی مادی فائدہ کا امکان نہ ہو +

"فقیہی اور فریسی منافقوں" کے اوتار آج ہمارے زمانہ میں بھی اسی کثرت سے موجود ہیں جیسے یروشلم میں مسیح کے زمانہ میں تھے۔ اور وہ ہر اس شخص سے جو ان کی مذمت کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ وہی سلوک کرنے کیلئے تیار ہونگے۔ جو خدا کے اس نبی کے ساتھ انہوں نے کیا۔ وہ ہمیں کہتے ہیں۔ کہ جنگ یسوع مسیح کی سپرٹ کے خلاف ہے۔ اور کہ مسیحی مذہب شہنشاہیت کے اصولاً مخالف ہے +

مغرب میں کلیسیا اور سلطنت کا نہایت برا اتحاد ہوا ہے۔ اوپر کے حوالہ سے ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے پر بھی عیاں ہے کہ آج جو شخص لوگ برسر اقتدار ہیں اسلئے لوگ گویا قیصر کی چیز قیصر کے حوالہ کر رہے ہیں۔ کلیسیا کے اراکین صرف برسر اقتدار پارٹی کی ہمنوائی کرنا جانتے ہیں۔ جیسا کہ ۱۹۱۴ء میں انہوں نے کیا۔ کیا ایک بھی ایسا مسیحی فرقہ ہے۔ جس نے زمانہ جنگ میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہو۔ گذشتہ جنگ میں انہوں نے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ اور ان کے ساتھیوں کی امداد سے ہاتھ کیوں اُٹھالیا؟ اور اس موقعہ پر

کلیسا کے ارکین کن خیالات کا اظہار کرتے تھے؟ ہمارے مسیحی دوست عموماً واقعات کو بھول جاتے ہیں۔ لیکن تاریخ انہیں محفوظ رکھتی ہے۔ میں ان کیلئے انتقام کا دیوتا بننا نہیں چاہتا۔ اور صرف چند بزرگان کلیسا کے الفاظ پیش کرنا چاہتا ہوں +

ڈین ویس آنجہانی نے کنٹربری کیتھیڈرل میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا:۔

جنگ کرنا اسی طرح سے حق بجانب ہے جس طرح سے قتل اور سازش جیسے بڑے بڑے جرائم کیلئے لوگوں کو سزائے موت دینا جائز ہے۔ نسل انسانی اور مسیحی سلطنتیں عام طور پر اپنے ضمیر کے مطابق انصافاً تلوار چلاتی رہی ہیں۔ تاکہ ظلم وستم جیسے بڑے بڑے جرائم کا جو سوسائٹی کا تار و پود بکھیرنے کا موجب ہیں۔ سزائے موت کے ذریعہ استیصال کیا جائے۔ اور ان کا بدلا لیا جائے۔ اس انصافاً تلوار چلانے کی اناجیل سے کھلی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ پولوس رسول نے کہا ہے۔ کہ حکمران کے ہاتھ میں تلوار بے فائدہ نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے۔ وہ انتقام لینے والا ہے۔ اور اس کا غصہ اس پر ہوتا ہے جو برائی کا ارتکاب کرتا ہے پس اگر افراد پر انصافاً تلوار چلانا جائز ہے۔ تو اسی طرح سے افراد کی ایک جماعت (بالفاظ دیگر ایک سوسائٹی یا قوم کے خلاف جو ناحق دوسری سوسائٹی سے افراد کی ایک جماعت (بالفاظ دیگر ایک سوسائٹی یا قوم کے خلاف جو ناحق دوسری سوسائٹی یا قوم پر حملہ کرنا چاہتی اور اس کی ہستی کو معرض خطر میں ڈالتی ہے اس کا استعمال بالکل مبنی بر انصاف اور جائز ہے اور بقول مقدس پولوس خدا نے خود ہی انسانی حکومت کے ہاتھوں میں تلوار کو رکھا ہے تاکہ وہ سزا دیں اور گناہ کی آلودگیوں سے انسان کو پاک کریں جنگ وجدل میں مصروف ہونا ایک کھلی اجازت قرار دیا ہے۔ اس مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کینن موصوف رقمطراز ہیں:۔

ٹالسٹائی (ایک روسی مصنف) مقدس پولوس کے بیانات کو ہمارے خداوند کی تعلیمات کے ساتھ تطبیق دینے سے قاصر تھا۔ اور اس نے تمام ذمہ واری پولوس پر عائد کی ہے لیکن ایسا سخت طریق اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں +

آگے چلکر کینن موصوف فرماتے ہیں۔ کہ جناب مسیح کی تعلیمات کی جا بجا ان الفاظ کے اندر ہے جن میں انہوں نے دشمنوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے جنگ کو جائز قرار دیا۔ کیونکہ محبت کی وجہ سے مقابلہ اور جبر بھی کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ دوسروں کی جو مظلوم ہیں حفاظت

کی جائے۔ اور ظالموں کی اصلاح ہو +

ایک ایسی قوم کی جو جناب مسیح کے پہاڑی وعظ کی لفظی متابعت کرنا چاہتی ہے قطعی ناکامی کا نقشہ کیپٹن کردکشانک نے حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔ انہوں نے فرمایا :-

فرض کیجئے کہ انگریزی قوم کو اپنی اس خواہش ہے کہ جنگ کو موقوف کرنے کیلئے کچھ کوشش اور جد و جہد کی جائے۔ اور خالص مسیحی اصولوں کو دنیا میں رواج دیا جائے۔ ایک بیرونی حملہ آور کے جبر و استبداد کے آگے بغیر کسی مقابلہ کے سر جھکانا پڑے۔ تو کیا یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا نقشہ ہوگا؟

کیپٹن موصوف نے اس سوال کا جواب خود ہی نفی میں دیا۔

ایسا ہی آنریبل ڈیکن ویسٹ کورٹ نے فرمایا :-

قوموں کے ذمہ بعض مقدس فرائض ہیں۔ اور بزدلی جیسا کہ ہمیشہ سمجھی جاتی رہی ہے آج بھی ایک قوم کے چہرہ پر بدنما داغ ہے۔ پہاڑی وعظ کے قوانین افراد کیلئے ہیں۔ جہاں تک کہ ان کی اپنی ذات کا تعلق ہو لیکن جب دوسروں کے مفاد اور ان کی سلامتی کا سوال درپیش ہو۔ تو معاملہ ہی بدل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی قانون مجھے اس سے روک نہیں سکتا۔ کہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے وطن کی حفاظت نہ کروں +

میں اب اس شہزادہ امن (جناب مسیح) کے صرف دو نمائندوں کے الفاظ نقل کرنا چاہتا ہوں +

لارڈ بشپ آف لندن نے گذشتہ جنگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

یہ جنگ نہ صرف دنیا کی آزادی کیلئے ہے۔ بلکہ یہ دنیائے مسیحیت کیلئے بھی ہے۔ اب دو مجبوریاں ہمارے سامنے ہیں۔ عہد نامہ جدید کا خدا اور جنگ کا دیوتا۔ ان دو میں سے جسکو چاہیں اختیار کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کا مالک اور سردار کون ہوگا آیا مسیح یا اوڈن (دیوتائے جنگ)؟ آج مسلمان کے سامنے جو مسئلہ پیش ہے۔ اسکی اہمیت اس سے ہرگز کم نہیں۔ اور جنگ بھی اگر اس مسئلہ کو پیدا کرنے کا موجب ہے، تو ضرور ہے۔ کہ اسے آخر تک لڑا جائے۔ جب تک دنیا میں ایک بھی ایسا انسان ہے جو طاقت اور جبر و استبداد کے بالمقابل عہد نامہ جدید کو قائم کرنے کیلئے کھڑا ہے جبکہ ایک بھی متنفس دنیا میں ہے جو تہذیب و شائستگی کے نیچے مذہب کے بالمقابل مسیحیت کو منوانے کے درپے ہے اسوقت تک

اُسے لڑتے رہنا چاہیئے +

بشپ آف ٹرورو نے میدان جنگ میں عیسائیوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ خشوع و خضوع کے ساتھ دُعائیں کریں۔ اور خوب زور کے ساتھ دشمن کو کاری ضرب لگائیں "۔

یہ ہے۔ ان امن کے فرشتوں کا کچا چٹھا۔ جنہوں نے آج جبکہ ہوا موافق ہے۔ اپنی تلواروں کو نیام کے اندر کر کے نرمی کی تعلیم دینی شروع کر دی ہے جسکو زمانہ جنگ میں بالکل پس پشت ڈالدیا تھا +

جنگ کے متعلق جناب مسیح کی تعلیم کو معلوم کرنے کیلئے طبعاً ان کے پہاڑی وعظ کیطرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ اور فوراً ان کا ایک کھلا ارشاد آنکھوں کے سامنے آتا ہے :-

"میں تم سو کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ لیکن جو کوئی تمہاری دائیں گال پر طمانچہ مارے تو تُم بائیں بھی اسکی طرف پھیر دو"۔

اگر اس ارشاد کی لفظی متابعت کرنی ضروری ہے۔ تو بظاہر کوئی مسیحی ہتھیار اُٹھانے میں حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ اور تمام وہ لکھو کھا برطانوی جو میدان جنگ میں گئے یا انہوں نے اسکی تائید اور امداد کی۔ اور فوجی چیپلن بھی ان میں شامل ہیں۔ ایسے ہی مسیحی ہیں جیسے میں یا آپ + میں خود مسیح کا ایک سچا پیرو ہونے کی حیثیت سے ان نام نہاد عیسائیوں کو للکار کر کہتا ہوں۔ کہ وہ پہاڑی وعظ کے دوسرے حصوں کی بھی لفظی متابعت کریں۔ جناب مسیح کے ارشادات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس کو دو جو تم سے سوال کرے۔ جو تم سے قرض لے۔ اس سے واپس نہ لو۔ آگے چلکر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ اپنے لئے زمین پر خزانے مت جمع کرو +

ان احکام اور ارشادات کے لفظی معنے کرو۔ تو ان کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ وہ جو طلب کرتے ہیں۔ ان کو ملنا چاہیئے۔ جو قرض مانگتے ہیں۔ ان سے انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بالخصوص یہ کہ روپیہ قطعاً جمع نہ ہونا چاہیئے۔ نہ اسے کسی کاروبار میں لگانا چاہیئے جب تک ایک شخص کے پاس روپیہ ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کو وہ دے۔ جو مانگتے ہیں۔ خواہ وہ ہمیشہ کیلئے چاہیں۔ یا بطور قرض لیں۔ روپیہ کو بچانے اور آئندہ کے لئے

جمع کرنے کی رسم قطعاً ممنوع ہے +

اگر حزب العمال کی حکومت کبھی اور کسی وقت راس المال پر محصول Capital levy کے لگانے میں کامیاب ہوگئی ۔ تو میں پیشگوئی کرتا ہوں ۔ کہ اس وقت (اور اس سے پہلے ہرگز نہیں) کلیسیا کی قسمت کے مالک بائیبل کے اس حکم کے مطابق روپیہ کو ہر طرح سے جمع کرنا برا قرار دیدینگے +

بہت سے ایسے لوگ ہیں ۔ جو نہایت جوش و خروش کے ساتھ جنگ کے خلاف اصول رکھتے ہیں لیکن جب ان کو جناب مسیح کے یہ دوسرے احکام بتائے جاتے ہیں ۔ تو وہ فوراً نکلنے کی راہ ڈھونڈ لیتے ہیں ۔ ان کا اصول ہے ۔ کہ بیہودہ اور بے محل خیرات سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ نہیں ۔ اور کہ گداگری کو نہایت زور سے روکنا چاہئے ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روپیہ جمع کرنا چاہئے ۔ جب تک کہ اسے ایک خزانہ کی صورت میں نہ سمجھا جائے ۔ اور اسے آزادانہ استعمال کیا جا سکے ۔ یہ سب کچھ نہایت عمدہ اور صحیح ہے ۔ لیکن یہی وہ باتیں ہیں ۔ جو پہاڑی وعظ کو پورے طور پر رد کرتی ہیں +

جس وقت زمین پر مجھے ایک بھی ایسا عیسائی نظر آئیگا ۔ جو اس شخص کو روپیہ دے جو اس سے طلب کرے ۔ تو اس سے میں اس جملہ کے معنے بھی دریافت کرونگا جسمیں بدی کا مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے +

معجزات کے دن اب گئے ۔ کتنی مرتبہ ہم ان واقعات کو سنتے ہیں ۔ جو ہمیں بتائے گئے ہیں لیکن کلیسیا کی تعلیم کی بے ربطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے ۔ کہ ایکطرف تو وہ ان تمام باتوں کو جن کا بائیبل میں ذکر ہے ۔ صحیح قرار دیتا ہے ۔ اور دوسرے طرف اگر انہی واقعات کا ظہور آج ہو ۔ تو انہیں ناقابل اعتبار سمجھا جائیگا ۔ مثلاً اگر سے فی الحقیقت کوئی فرشتہ ... ظاہر ہو ۔ اگر ایک پاکدامن کنواری کسی معصوم بچہ کو جنے ۔ اگر کسی جسم کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ آسمان کو جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے ۔ اور اس جسم میں انسانی جسم کی تمام ضروریات پڑیاں خون اور کپڑے وغیرہ بھی ہوں ۔ تو سطح ارض پر ایک بھی ایسا متنفس پایا نہ جائیگا ۔ جو ان باتوں پر ایمان لے آئے ۔ ایسی صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ جو واقعات دو ہزار سال ہوئے ظہور پذیر

ہوئے تھے۔ اور انہیں محض اس وجہ سے مانا جاتا ہے۔ کہ وہ آج سے دو ہزار سال پہلے واقع ہوئے تھے۔ اگر وہی واقعات آج ظہور پذیر ہوں تو انہیں ہرگز نہ مانا جائیگا۔ نہ انہیں معجزات قرار دیا جائیگا +

ایسا ہی مسیح اگر آج اس زمین پر اتر آئیں۔ اور اسی طرح سے ہم میں بود و باش اختیار کریں جیسے وہ یہودیہ اور گلیل میں رہے۔ اور وہ ایک چھوٹی سی جماعت بھی بنالیں جو اپنے کام کاج کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہولے۔ اور دنیا کو وہ اسکی بدیوں اور شرارتوں کی وجہ سے مذموم ٹھیرائیں اور اس کی تباہی اور انصاف کی پیشگوئی کریں تو کیا ادھر تو آور خود کلیسیا ہی ان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ یقین و ایمان کی وہ کونسی رتی ہوگی۔ جو ان قدیم ایام سے (جب وہ پہلی مرتبہ دنیا میں آئے) بڑھ کر ان کے متعلق دلوں میں پیدا ہو جائیگی؟ وہ لوگوں کو ایمان لانے کی نصیحت کریں گے۔ لیکن لوگ پھر بھی ان سے انحراف کرینگے۔ ان سے منہ پھیریں گے۔ اور ان کے ساتھ دغابازی کا برتاؤ کرینگے۔ "تم تھوڑے ایمان والے لوگ" کے ملامت آمیز الفاظ اُن کو ان کو پھر استعمال کرنے پڑینگے۔ اور دوبارہ ان کے منہ سے وہی الفاظ نکلینگے جو پہلے انہوں نے کہے کہ:-

"اگر ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی تم میں ایمان ہو۔ تو تم اگر اس پہاڑ کو کہو کہ یہاں سے ہٹ کر وہاں چلا جا۔ تو وہ ہٹ جائیگا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی"+

میں اس پر بطور جملہ معترضہ صرف اس قدر کہونگا۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ حاضرین میں سے ہر ایک اس پر اپنے دل میں غور کرے۔ کہ کیا وہ مذہب مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔ جو جاپان سے لے کر امریکہ تک اور قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک ایک بھی ایسا انسان پیش نہ کر سکے۔ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ میں نے ایک بھی ایسا عیسائی نہیں دیکھا۔ جو پہاڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر ہٹا دے۔ اگر یہ ممکن تھا۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ایک دشمن ملک کے بہت سے عیسائیوں نے گذشتہ جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ کر کہ وہ اس چھوٹے سے عیسائی جزیرہ کو غرق کر دے۔ اپنے ایمانوں کو

آزمالیا ہوگا۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ ان کے اندر کوئی ایمان نہ تھا۔ آج تمام انگلستان کا بڑا پادری سمندر پار پوپ کی طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہے۔ ان دونوں کے دلوں میں بھی کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر ہی ایمان ہونا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اپنے محلات سے وہ باہر آئیں اور سمندر کے بیچوں بیچ آکر ملیں۔ تو جلدی ہی بڑے خوشگوار نتائج دیکھنے میں آئیں گے +

ایک لمحہ کے لئے بھی اسبات کا خیال نہ کیجیئے۔ کہ میں جناب مسیح کے مشن پر مذاق اُڑاتا یا اس کی خفت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے خود اپنے مشن کے آخری وقت یہ فرمایا۔ کہ ان کے پاس اتنا وقت نہ تھا۔ کہ وہ لوگوں کو وہ سب کچھ سکھاتے جس کی انہیں جاننے کی ضرورت تھی۔ جناب مسیح نے خود ایک اور نبی کی پیشگوئی کی جس کو ان کی تعلیم کی تکمیل کا کام سپرد ہونا تھا۔ مسیحی دو ہزار سال سے نہایت شدت کے ساتھ جناب مسیح کی انتظار میں مصروف ہیں۔ اور قیامت تک وہ اسی انتظار میں رہینگے لیکن وہ جو اصلی معنوں میں نجات دہندہ تھا۔ مسیح کا وہ فارقلیط اور وہ احمد جس کی تعریف کی گئی تیرہ سو سال ہوئے دُنیا میں آچکا ہے۔ وہ مذہب جو وہ دُنیا میں لے کر آیا۔ مغرب میں اس کا نام تلوار کا مذہب رکھا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام تمام ہمدردانہ جذبات اور شفقت علی خلق اللہ کے اصولوں سے عاری ہے۔ جو ایک محبت کے مذہب کے لئے اشد ضروری بات ہے۔ حالانکہ اسلام ہی دراصل محبت کو لے کر آیا ہے +

محض چند ایک متفرق اصولوں کا بنا دینا خواہ وہ کیسے ہی شاندار اور مشفقانہ کیوں نہ ہوں ایک مذہب کی ضرورت کو پورا نہیں کر دیتا۔ اس کیلئے ایک ضابطہ ایک باترتیب اور مکمل ضابطہ کی ضرورت ہے۔ جو زندگی کی ہر حالت اور ضرورت پر حاوی ہو۔ فطرت انسانی کا پورا مطالعہ اور ہماری خاصیتوں اور کمزوریوں کا پورا علم ہی ایک چیز ہے جو ہمیں اس قابل بنا سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی ترقی کے مناسب قوانین کا ایک ضابطہ مرتب کریں۔ ایسا ضابطہ اس منبع مخلوقات کی طرف سے ہی آنا چاہیئے۔ اور وہی ایسا مکمل ضابطہ بنا سکتا ہے۔ کیونکہ صرف وہی اس سے واقف ہے۔ کہ کونسی بات ہمارے لئے مفید ہے"

کونسلوں اور کانفرنسوں کے اندر ایسا ضابطہ تیار نہیں ہو سکتا +
قرآن کریم نسل انسانی کی رہنمائی کا دعویدار ہے۔ اگر آپ اسے عقل و خرد اور ایمان کی کسوٹی پر پرکھیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کی یہ کوشش رائیگان نہ جائیگی۔ اور آپ کو اس سے ایک ایسی شاہراہ ملجائیگی۔ جو نہ صرف اس زندگی بلکہ آئندہ زندگی میں بھی نجات کیطرف لیجانیوالی ہے۔ یہی شاہراہ امن اور صلح کی حقیقی شاہراہ ہے +
میں لڑائی اور جنگ کا حامی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں زندگی کے اصل حقائق سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ جنگیں ہمیشہ جارحانہ اور مدافعانہ دونوں ہی طریق سے ہوتی رہی ہیں۔ اور آیندہ بھی ایسی ہی ہونگی۔ کون ہے جو کسی قوم کے معاملہ کا حق بجانب ہونا جانچ سکے؟ قیصر جرمنی نے جس کے ورد زبان خدا کا نام تھا گذشتہ جنگ یورپ کی ابتدا ہی میں کہا تھا +
"یاد رکھو کہ جرمن قوم خدا کی برگزیدہ قوم ہے۔ مجھ پر جرمنوں کا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے خدا کی روح نازل ہوتی ہے۔ میں اس کا ہتھیار ہوں۔ اسکی تلوار اور اس کا خلیفہ ہوں ہلاکت ہے ان کیلئے جو اطاعت نہ کریں۔ موت ہے ان کیلئے جو بزدل اور کافر ہیں" +
جرمن قوم "خدا کی برگزیدہ قوم تھی"۔ یہودیوں کی طرح آج دربدر ہے۔ اور بہت بری حالت میں سے ہو کر گزر رہی ہے۔ اور وہ جس پر خدا کی روح نازل ہوئی تھی ایک سخت بزدل ثابت ہوا۔ اسکے خیالات اس کے ساتھ ہی چلے گئے۔ جس طرح سے مسیح کے خیالات اور نصب العین ان کے ساتھ ہی دفن ہو گئے +
دوسری طرف اسکے چند سال بعد مسٹر لائڈ جارج نے اپنی مانچسٹر کی مشہور و معروف تقریر میں علانیہ یہ کہا۔ کہ
"خدا نے ایک تلوار میرے ہاتھ میں دی ہے۔ اور جبتک اللہ تعالیٰ مجھے طاقت دیگا مسیحیوں کی حفاظت کیلئے میں اس کو استعمال کروں گا +
میں اپنے مضمون سے دور نکل گیا۔ جناب مسیح کی تعلیمات انفرادی حالات کیلئے ہیں اور یہ بالکل طبعی بات معلوم ہوتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے زمین پر ایک

پرائیویٹ فرد کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ اور میں کسی بےعزتی کی نیت سے نہیں کہتا
ان کی زندگی ایک غیر معتدل پرائیویٹ فرد کی زندگی تھی۔ وہ ایک محکوم قوم کے فرد
تھے جنکی ہر روز حکام کیطرف سے مذمت اور بےعزتی کیجاتی تھی۔ انہوں نے کبھی حکومت اور سلطنت کے
مسائل پر حاوی ہونے کی کوشش نہیں کی۔ اور اگر انھوں نے اپنے حالات زندگی کو جانتے ہوئے
کبھی سیاست کی کوشش بھی کی ہو۔ تو ہم ان کے اس قول کی قدر کرتے ہیں جسمیں انہوں نے قیصر
کی چیز قیصر کو دینے اور بدی کا مقابلہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے +

جناب مسیح کی تعلیم رُوحانی پہلو سے نامکمل نہیں۔ بلکہ انسانیت کے پہلو
سے وہ بالکل نامکمل ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی بالکل انفرادی زندگی ہی نہیں
انسان مدنی بالطبع واقعہ ہؤا ہے۔ اور اسکی زندگی کا ایک پہلو جماعتی زندگی
ہے۔ اس جماعتی زندگی کیلئے جناب مسیح نے قطعاً کوئی رہبری نہیں کی۔ اور
کوئی ہدایات نہیں دیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ موجودہ یورپ میں ایک ضلجان
نظر آتا ہے۔ اور مذہب کی بُری باتوں اور دُنیا کی اچھی باتوں میں ایک تصادم
اور اختلاط واقعہ ہوگیا ہے +

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی فرضی اصول اور نصب العین بنانے والے نہ تھے
آپ نے حقائق کو اپنے سامنے رکھا۔ اور ایک ایسا ضابطہ قوانین بہم پہنچایا جو ان
حقائق کے عین مطابق ہے۔ آپنے ایسے اصول اور قواعد ہمیں دیئے۔ جو اقتصادیات
سیاسیات بین الاقوامی تعلقات اور جنگ میں کام آسکتے ہیں۔ یہ قواعد اِدھر اُدھر
کی عام باتیں نہیں۔ نہ وہ صرف ضابطہ کی تکمیل کیلئے ہدایات ہیں۔ بلکہ عملی
اور تفصیلی قوانین ہیں۔ جو انسانی تجارب کو سامنے رکھکر بنائے گئے ہیں۔ اور وہ
ایک مکمل ترین ضابطہ حکومت کا کام دے سکتا ہے جو ایک ایسی سلطنت کے
اصولوں پر بنایا گیا ہو۔ جس پر محض خدا ہی کی حکومت ہو +

انتقامی باتوں اور جارحانہ کارروائیوں کی آلائش سے قطعاً پاک ہے
قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا

تاریکی اور ظلمت تھی وہیں خدا کی طرف سے روشنی آئی ۔ یہ ایمان جس کا میں نے اقرار کیا ہے۔ میرا اپنا بنایا ہوا نہیں ۔ قرآن کریم کے الفاظ میں آپ کو سناتا ہوں ۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۔ کہ وہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا ہم پر اور جو اتار گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور قبائل پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا ۔ اور جو دوسرے نبیوں کو دیا گیا ۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ۔ اور ہم اسی اخدا کے فرمانبردار ہیں ۔

میں اپنے مسیحی دوستوں سے اس آیت کے الفاظ میں جو شروع میں میں نے پڑھی تھی یہ التجا کرتا ہوں ۔ کہ وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ایک مشترک پلیٹ فارم پر آجائیں ۔ اور ویسے ہی وسیع القلب بن جائیں جیسے ہم ہیں ۔ ہم انکے نبی مسیح کو مانتے ہیں ۔ کیا وہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے ؟

میں پھر اس آیت کے الفاظ میں ان سے کہتا ہوں ۔ کہ "اگر وہ پھر جائیں" جیسا کہ اغلباً ان کا طرز عمل ہوگا ۔ "تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان (بالفاظ دیگر صلح کنندے) ہیں" ۔ وہی ہیں جو خسران میں رہینگے ۔ اور انہی کے لئے امن اور صلح کی کوئی راہ نہ ہوگی ۔ مسلمانوں سے میں کہتا ہوں ۔ کہ تم پھر دنیا پر حکمران اور غالب ہو جاؤ گے اگر تم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ کے ارشاد (اعقل و توکل) پر عمل کرو ۔ اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالے پر توکل کرنا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اسباب سے بھی کام لینا سیکھو ۔

اسلام کے ثمرات شیریں

مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ

اللہ تعالیٰ کے تمام انعامات اور افضال میں سے سب سے زیادہ قیمتی انعام اس کا یقینی کلام اور الہام ہے۔ جو وہ انسان پر نازل کرتا ہے۔ الہام الٰہی کے ذریعہ سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق ترقی کے بلند ترین مرتبہ پر جا پہنچتا ہے۔ وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ اور اسکی ہستی پر اس کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا ایک چشمدید چیز پر۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور رعب ودبدبہ اس کے دل پر متسلط ہو جاتا ہے۔ اور شک وشبہات کی تاریکی اس طرح کافور ہو جاتی ہے۔ جیسے سورج کے سامنے سے اندھیرا۔ زمین پر وہ اس طرح رہتا ہے۔ جیسے فرشتہ۔ صداقت اور راستبازی۔ گناہ سے نفرت۔ ایک خدا سے محبت۔ اسکی اطاعت وفرمانبرداری۔ خوف خدا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور دوستی کے رشتہ کو وفاداری کے ساتھ نبھانے میں یکتا اور بینظیر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ کلام الٰہی میں وعدہ دیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ہمیشہ نیکدل بندوں کے ساتھ ہوتا رہیگا۔ عقل انسانی بھی اسی بات کی متقاضی ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے الہام دنیا میں جاری رہے +

گناہ کا علاج

گناہ یا احکام الٰہی کی نافرمانی کا کوئی علاج سوائے اسکے نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے الہام کے ذریعہ سے اپنے جمال اور جلال کو دنیا پر ظاہر کرے۔ تجربہ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ دنیا میں دو ہی طاقتیں ہیں۔ جو انسان کو قوانین الٰہی کے توڑنے یا

نافرمانی سے باز رکھ سکتی ہیں۔ یا تو اس ہستی کی جس کے احکام سے تجاوز کیا گیا یا اسکی نافرمانی کی گئی ہے سچی محبت انسان کے دل میں ہو۔ اور یا اس کا پورا خوف ہو۔ ایک مہربان اور شفیق دوست کے ساتھ سچی دلی محبت بھی اپنے اندر اس قدر خوف رکھتی ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ دوستی کا رشتہ کسی صورت میں منقطع ہو جائے۔ اسلئے وہ انسان جس کا دل اللہ تعالیٰ کی سچی محبت یا اس کے پورے خوف سے بھرپور ہو۔ اور وہ جو ایسے انسان کو جانتا اور اس سے محبت رکھتا اور اس کے زیر دست اثر سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ دونوں گناہ کے طوق گراں سے آزاد ہیں۔ بعض لوگ مکروفریب سے یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ گناہ سے پاک ہیں۔ لیکن وہ صرف خدا اور بندوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ گناہ سے نجات ناممکن ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اسقدر کامل یقین انسان کو نہ ہو۔ کہ اس کے خوف سے تمام سفلی خواہشات پر موت وارد ہو جائے۔ یہ اسوقت تک نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ کی سچی محبت اور سچا خوف خدا دل کے اوپر پورے طور پر مسلط نہ ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ کی شان جمالی و جلالی کا اس پر پرتو نہ پڑے۔ لیکن دل محبت و خوف کی ہر دو کیفیات سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی شان جلالی و جمالی کا اسے پورا اور کامل یقین نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا کامل یقین ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہی نجات کی اصل جڑ اور حقیقی ذریعہ ہے۔ یہ یقین کامل ہی ہے جو مصائب و مشکلات کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضی کے آگے انسان کو جھکاتا۔ اور محبت الٰہی کی آگ میں داخل ہونے کیلئے اسے ترغیب دیتا ہے۔ یقین کامل ہی ہے جو محبت کو پیدا کرتا اور انسان کو موت کے منہ میں داخل ہونے کیلئے تیار کرتا ہے۔ یقین کامل ہی کی وجہ سے انسان محبت الٰہی کی خاطر اپنے عیش و آرام کو ترک کرتا ہے۔ اپنی تعریف اور مدح سرائی سے لاپرواہ ہوتا ہے اور کسی سے خراج تحسین وصول کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا اور صرف ایک اللہ

کیلئے تمام دنیا کو اپنا دشمن بنالیتا ہے۔ وہ جگہ جسمیں خطرہ یقینی ہو۔ انسان اسمیں داخل ہونے سے ڈرتا ہے۔ اگرچہ وہ قابل اجازت بھی ہو۔ بُرے الفاظ منہ سے نکالنے سے وہ پرہیز کرتا ہے۔ اور اپنی زبان کو اس طرح روکتا ہے۔ کہ گویا کسی نے اس پر قفل لگا دیا ہے۔ لیکن یہ یقین کامل یا تو اللہ تعالیٰ کو بچشم خود دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یا اس ہی مکالمہ و مخاطبہ کے ذریعہ سے جو ایسے الفاظ میں ہو۔ جو یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے مُنہ سے نکلے ہوں۔ اور اس طاقت اور عظمت و شان اس کشش اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے جو اسکے شامل حال ہوتے ہیں۔ اس مکالمہ و مخاطبہ کا الٰہی سرچشمہ سے ہونا ثابت ہو جاتا ہے اس قسم کے الہام کے بغیر نہ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین آسکتا ہے۔ اور نہ اس کی صفات کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا الہام جو انبیائے سابق پر نازل ہوتا رہا۔ اور وہ معجزات جو ان سے صادر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر برہان قاطع کا کام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں نہ تو کسی انسان نے ان معجزات کو دیکھا اور نہ وہ الہام ہی آج نازل ہوتا ہے

یقین کامل کیونکر پیدا ہو

انسانی فطرت اور ضمیر کا یہ کھلا تقاضا ہے۔ کہ انسان کی رُوح شک و شبہات سے دُور بھاگتی اور ایک کھلے یقین اور کامل اعتقاد کے لئے شدید پیاس اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایسی حالت میں ضرور ہے۔ کہ اس قادر مطلق اور علیم و حکیم ہستی نے اس پیاس کو انسان کے اندر رکھا ہو۔ اور اس کو بجھانے اور یقین کامل کے ساتھ اسے مطمئن کرنے کا سامان بھی پیشتر سے پیدا کر رکھا ہو۔ لیکن وہ کونسے ذرایعہ ہیں۔ جن سے یہ یقین کامل پیدا ہو سکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں ہم علانیہ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ یقین کامل شریعت الٰہی کی جو شروع دُنیا سے رائج ہے۔ پوری متابعت سے حاصل ہوتا ہے۔ یا یُوں سمجھئے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جوش ہونا چاہئے جو

اس کے خوارق العادت کاموں کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ اس خیال کو دل میں لا کر اپنے آپ کو دھوکہ اور فریب میں نہ ڈالو۔ کہ ازمنۂ سابقہ میں جو الہام اللہ تعالےٰ نے دنیا پر نازل کیا وہی کافی ہے۔ اور کہ کسی تازہ الہام کی اب ضرورت نہیں۔ وہ لوگ دھوکہ خوردہ ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا الہام محض بائیبل تک ہی محدود ہے۔ اور کہ بائیبل کے بعد کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں۔ ان ناقابل وقعت بیانات کا جواب محض اس قدر ہے کہ وہ مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا الہام نازل ہوتا ہے۔ یہی ہے کہ انسان کے دل کے اندر یقین کامل پیدا کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ اپنا الہام انسانوں پر نازل کرتا ہے۔ تاکہ وہ اسکی ہستی اور اسکی صفات پر ایمان لائیں۔ اور ان راہوں کو معلوم کریں۔ جو اسے پسند ہیں۔ اور جن کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ تاکہ اس کی برکت سے اللہ تعالےٰ پر ان کا یقین کامل ہو جائے۔ وہ ہر ایک بُری اور ناپاک راہ سے پرہیز کریں۔ اور سچی اور صداقت کی راہوں پر چلیں۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ اور وہ وقت دُور ہوتا جاتا ہے۔ جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغمبر زمین پر موجود تھا۔ تو اس الہام الٰہی کا جو اس پر نازل ہوا تھا۔ اثر اور طاقت اور کشش رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے۔ اور وہ زمانہ گذشتہ کا ایک افسانہ بن جاتا ہے۔ اس مقصد و منشا کو وہ پورا نہیں کر سکتا۔ جس کے لئے وہ نازل ہوا تھا۔ اور انسانوں کے دل آخرکار اس یقین کامل سے خالی ہو جاتے ہیں۔ جو اسکے نزول کے وقت پیدا ہوا تھا۔ یہود کو دیکھو جنکے ہاتھوں میں انبیاء کی کتابیں ہیں۔ اور دلوں کے اندر دھوکا اور فریب ہے۔ کتنے عیسائی ہیں۔ جن کی ایک گال پر اگر طمانچہ مارا جائے۔ تو وہ دوسری بھی پھیر دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان کا کوٹ لے جائے ان کو اپنا چوغہ اتار دیتے ہیں۔ اور شہوت کی نظر سے دیکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ دوسروں کا احتساب نہیں کرتے

اور اپنے دلوں کے اندر کجروی دھوکا بازی اور طمع و حرص نہیں رکھتے ہیں؟

رُوحانی غذا ایسی ہی ضروری ہے جیسے جسمانی غذا

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہی کہ جس طرح ہر صبح کو تازہ خوراک کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔ ویسے ہی ایمان کو تازہ کرنے کے لئے تازہ الہام کی بھی ضرورت ہے۔ جس وقت ایمان کی روشنی یعنے یقین کامل کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو کلام الٰہی پر صرف نمائشی عمل ہوتا ہے۔ اور اس کا اثران کے قلوب تک نہیں پہنچتا۔ خدا کا کلام ان سے پرے پرے رہتا ہے۔ وہ ان سے چھوتا تک نہیں۔ اور اس لئے اس سے کوئی عمدہ نتیجہ اور اثر پیدا نہیں ہو سکتا اسلئے اللہ تعالیٰ کے کلام کو ان سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ لوگوں کے ہاتھ میں صرف مردہ ہڈیاں رہجاتی ہیں۔ اور اسکی اصل رُوح آسمان کی طرف پرواز کر جاتی ہے پھر ایک مقدس طبیعی اثر رکھنے والا انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا کا کلام اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کلام کی طاقت اور اثر سے اسے یقین کامل عطا ہوتا ہے۔ وہ اس علم کو جو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔ پھر دوبارہ زمین پر لے آتا ہے۔ یہ ایک الٰہی قانون ہے۔ جس کے مطابق نئے الہام الٰہی سے انسانی قلوب میں یقین کامل کو تازہ کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو اس قانون کی متابعت کرتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کیا ہے انکے قلوب مسخ ہو جاتے ہیں۔ انکے درمیان ایک بھی ایسا انسان باقی نہیں رہتا جو نئے الہام الٰہی کا مورد بننے کے قابل ہو۔ ایسی کتاب ایک گھرے اور مٹیالے پانی کی طرح ہی جسمیں گندگی اور کیچڑ ملا ہوا ہو۔ ایسا قانون اپنے پیرووں کے لئے قطعاً مفید نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے نشانات گذشتہ زمانہ کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ آسمان کا تازہ پانی یعنے تازہ الہام الٰہی ان پر جاری نہیں ہوتا۔ یہ اس امر کے نشانات ہیں۔ کہ ایسے لوگونکو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اسلئے ایک مردہ مذہب کا یہ معیار ہے۔ کہ تازہ الہام الٰہی

کی روشنی میں وہ نامکمل ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو ایسے مُردہ مذہب کی پیروی کرتے ہیں وہ ایسے الفاظ پر اعتبار جماتے ہیں۔ جن کی تصدیق تازہ الہام الٰہی یا نئے آسمانی نشانات سے نہیں ہوتی۔ اسلئے ان کے دل مردہ ہیں۔ اور یقین کامل کی روشنی جو گناہ اور شریعت کی خلاف ورزی سے روک دیتی ہے۔ اسکے نزدیک بھی نہیں آتی۔ قریباً تمام مذاہب نے جیسے کہ ان کی تعلیم ہے۔ الہام الٰہی کے دروازہ کو بند کردیا ہے۔ لیکن اسلام نے اسے سب کے لئے کھولا ہے اور یہی ایک دروازہ الٰہی حسن و جمال کے مشاہدہ کا حقیقی رستہ ہے +

حساب آمد و خرچ کتاب ینابیع المسیحیت

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد پائی	رقم آمد آنہ	رقم آمد روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ پائی	رقم خرچ آنہ	رقم خرچ روپیہ
بقایا سابقہ مشتہرہ رسالہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۹۷		۶	۲	۲۴۷۸	محصول ڈاک		۰	۱۵	۵۹
					اجرت چھپائی انگریزی انڈکس		۰	۱۴	۳
					کاغذ انڈکس		۰	۱۴	۱۶
امداد از مسلم احباب ہندوستان	الف	۶	۱۰	۳۴۲	اجرت کتابت چٹھیاں جو نواب صاحب کو روانہ ہوئیں		۰	۴	۶
					ادائیگی دو کتاب برائے طبع ... نمبر ۶۶۲۱۹۹ ...		۳	۸	۴۳۵
					بقایا		۹	۷	۲۲۹۸
کل میزان		۰	۱۳	۲۸۲۰	کل میزان		۰	۱۳	۲۸۲۰

سکرٹری مشن

نقشہ الف

۱- جناب حاجی امیر بخش صاحب لدھیانہ ــ ۱۰۰ ــ ۰ ــ ۰
۲- ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات برائے مفت تعلیم انگریزی ــ ۱۰۰ ــ ۰ ــ ۰
۳- محمد اسلم خانصاحب مردان ــ ۹۰ ــ ۰ ــ ۰
۴- عبدالرشید خان صاحب پوشہ ــ ۱۰ ــ ۰ ــ ۰
۵ آمدہ معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب از روپیہ ائے رامپورت ــ ۱۳۹ ــ ۱۰ ــ ۶
۶ دستی فروخت کتب ــ ۳ ــ ۰ ــ ۰
کل میزان ــ ۳۴۲ ــ ۱۰ ــ ۶

سکرٹری مشن

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان			تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان		
امداد مشن	۱	۸	۳	۱۸۳۹	خرچ ووکنگ مشن	۳	۹	۱۴	۵۳۳
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۵	۳۳۳	خرچ رسالہ اسلامک ریویو	۴	-	۳	۳۷۲۰
میزان		۸	۸	۲۱۷۲	میزان		۹	۱	۴۲۵۴

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور مورخہ ۵ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان دفتر ووکنگ مشن ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء

نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد حسین صاحب نوتنی احاؤ	۰	۰	۵	جناب سید مقبول احمد صاحب الہ آباد	۰	۰	۵
" قاضی احمد خان صاحب پشاور	۰	۰	۲	" ایم تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵
" میاں محمد خان صاحب اکاڑہ	۰	۰	۲۰	" بابو فضل الدین صاحب	۰	۰	۵
" ایم۔ اے غنی صاحب امروکر	۰	۰	۵	" سید فردوس صاحب کیمبل پور	۰	۰	۵
" خلیفہ اللہ صاحب معرفت جناب فرزند علی صاحب	۰	۰	۱	" محمد امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵	" محمد اسحاق صاحب شاہ آباد دکن	۰	۰	۵۰
" ایم محمد فاروق صاحب گورداسپور	۰	۰	۱	" از اسٹاک پوسٹل آرڈر آفس مدراس	۰	۲	۴
" اہلیہ اسد اللہ صاحب	۰	۰	۱	چندہ ماہواری از احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ... سنہ ۱۹۲۳ء لاہور	۸	۹	۱۶۵۵
" خواجہ رحمان شکو صاحب کشمیر	۰	۰	۱۲	" قطب الدین صاحب ...	۰	۰	۱۰
" نواب محمد امین خان صاحب لاہور	۰	۰	۱۰	مجلہ محبوب خان صاحب "	۰	۰	۷
" جام ہالیپوتہ بھلدیاں	۰	۰	۲۰	" آدم صاحب لکھشور	۰	۰	۱
" حاجی ... دمان مری "	۰	۰	۷	" بابا صاحب ...	۰	۸	۲
" مہر فرصت صاحب بھلدیاں	۰	۰	۳	میزان	۸	۳	۱۸۳۹
" سلطان علی صاحب	۰	۰	۵				

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم رسالہ از عالیجناب میجر حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۰	۲۸۳
میزان آمد اسلامک ریویو	۰	۵	۳۳۳

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء مسلم مشن ہندوستان

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
کاغذ سفید ایک ریم ۸ روپے - کاغذ فلسکیپ لدار برائے رجسٹر ۱۲ - کاغذ کارڈ بورڈ ... ۶ - سٹیشنری ... - کاغذ نصف ریم ... - نوٹ پیپر ... فلسکیپ ... سیاہی ... اور ... ایک ریم کاغذ سفید برائے ایجنٹ وغیرہ ... لفافہ سادہ پانصد ... دوات سیاہی ... اعلیٰ سٹیشنری برائے خط و کتابت ... ٹکٹ ... میزان کل ... بل نمبر ...	۳	۴	۹۰
بل نمبر ۴۳ و ۴۶ عملہ مشن ہندوستان	۰	۸	۱۴۶
بل نمبر ۴۵ کرایہ دفتر ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء لغایت مئی سنہ ۱۹۲۴ء تین ماہ	۰	۰	۱۵
بل نمبر ۴۷ قیمت رسالہ اشاعت اسلام جو کہ معطی صاحبان کو روانہ کئے جاتے ہیں۔	۰	۰	۲۳۱
خرچ خوراک سفیر مشن بل نمبر ۵۴ - ۵۵ - ۵۶	۹	۲	۳۸
بل نمبر ۵ قیمت قرآن شریف (یہ قرآن کریم حضرت خواجہ صاحب نے ایک والیٔ ریاست ... کو تحفۃً پیش کیا۔ اسکی قیمت مد ترجمہ قرآن کریم انگریزی میں منتقل کی گئی۔)	۰	۰	۲۳
میزان	۹	۱۴	۵۳۳

ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام جو معطی صاحبان مشن کو روانہ کیا جاتا ہے - اسکی قیمت مد مشن سے مد اشاعت اسلام میں بموجب ریزولیوشن نمبر ۱۲۱ مورخہ ... مجلس منتظمہ ووکنگ مسلم مشن میں منتقل کی گئی - سکرٹری

نقشہ نمبر ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
محصول ڈاک ماہ ... خط بیرنگ ۲ ر - کاغذ سفید برائے رجسٹر خریداری ... کاغذ فلسکیپ برائے رجسٹر ... سٹیشنری ... دو ریم برائے رسید و ایک ریم فلسکیپ و پانصد لفافہ ... ایک ٹیوب پریس کی سیاہی ... ایک ٹین کاربن پیپر ... پانصد لفافہ و ایک ریم کاغذ سفید ... ایک ریم فلسکیپ برائے تحریک ... سیاہی پریس و ٹیوب ... بابت رجسٹر خریداری ...	۶	۸	۱۷۶
ایک عدد بوتل سیاہی سٹیفن ... ایک عدد سول لسٹ ...			
ایک عدد فیتہ پن برائے تحریک خریداران ۵ ر - ایک عدد کلاک نصف قیمت بل نمبر ۴۲ ...			
بل تنخواہ عملہ ریویو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۴ء بل نمبر ۴۴ و ۴۶	۰	۸	۴۵۱
کرایہ دفتر مارچ لغایت مئی سنہ ۱۹۲۴ء تین ماہ	۰	۰	۱۵
بل نمبر ۴۷ قیمت رسالہ اشاعت اسلام جو کہ معطی صاحبان کو ہر ماہ روانہ کئے جاتے ہیں۔	۰	۰	۴۶
بل بقیہ عبد المجید صاحب ایجنٹ بابت خوراک	۶	۲	۳۸
یہ رقم ترجمۃ القرآن کی زر فروخت سے وصول ہوئی ہے - لہٰذا یہ رقم خرچ ریویو ہندوستان سے ادا کی گئی	۰	۰	۳۰۰۰
میزان کل خرچ ریویو	۰	۳	۳۷۲۰

دفتر مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) میں تین ہزار کی رقم بابت زر فروخت انگریزی ترجمۃ القرآن ... انگلستان میں اسلامک ریویو کی مد میں ... ہوئی ہے اسلئے یہاں دفتر لاہور میں اسلامک ریویو کی مد میں یہ رقم خرچ میں ڈالی گئی ہے - اور یہ رقم قرآن کریم انگریزی کی مد میں مورخہ ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۴ء کو منتقل کی گئی ہے بموجب ریزولیوشن نمبر ... مورخہ ... مجلس منتظمہ ووکنگ کمیٹی۔

مطبوعات مسلم بک سوسائٹی

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

- اسلام اور علوم جدیدہ ۴ر
- رازِ حیات یا انجیلِ عمل عہ ۵ر
- سلکِ مروارید عہ ۸ر
- اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۱۴ر
- لمعات انوار محمدیہ ۶
- قرآن اور جنگ ۴ر

- یسوع کی اور آپ کی کامل انسانیت پر ایک نظر ۴ر
- توحید فی الاسلام عصہ ر
- براہین نیرہ معروف بہ زندہ و کامل الہام (قرآن کریم) ۱۲
- ذرات عالم کا مذہب ۸
- اسلام یعنی ہر دینی بنی نوع کا مذہب ۵
- اسرار سلیمانی ۶ر

- مسلم مشنری کے ولایتی لیکچر تین حصص ۳ر
- ضرورت الہام ۱۲ر
- اُمّ الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان (عربی) ۱۲ر
- مطالعۂ اسلام ۱۲ر
- لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم ۳ر
- سیرت نبی ۴ر

- صحیفۂ آصفیہ ۲ر
- مکالمات ملکیہ ۱۳ر
- اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی (آنحضرت صلعم) ۸
- خطبات غربیہ مکمل چھ کاسٹ ۱۲ر
- تفسیر سورۂ فاتحہ ۴ر
- دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ ۷ر

تصاویر نو مسلمانان انگلستان ۳ درجن مجلد قیمت...... عہ ۸ر

مطبوعات دیگر

- تاریخ اسلام مصنفہ سید امیر علی صاحب ۳ر
- تاریخ اسلام مصنفہ منشی غلام محمد قصیح ۳ر
- سرمۂ چشم آریہ ...... عہ ۳ر
- تصنیفات احمدیہ جلد اول ولایتی کاغذ مجلد ۳ر — بجلد عہ ۸ر
- " " دلیسی کاغذ بجلد ۳ر ۱ر — مجلد عہ ۸ر
- " " جلد دوم عہ ۸ر — مجلد ۳ر
- " " جلد چہارم عہ ۸ر — مجلد ۳ر

- ملفوظات احمدیہ ۔ عہ ۱۲ر
- اسلامی اصول کی فلاسفی ۱۲ر — مجلد ۳ر
- توضیح مرام ۵ر
- فتح اسلام ۵ر
- ازالہ اوہام عما ر — مجلد عہ ۸ر
- شحنہ حق ۸ر
- ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۸ر
- الوصیت ۲ر

- غلامی ۴ر
- دُرِ ثمین اردو بجلد ۶ر مجلد ۹ر
- فارسی ۶ر مجلد ۱۰ر مکمل ۱۱ر — مجلد عہ ر
- جمع قرآن ۱۳ر — مجلد ۳ر
- سیرۃ خیر البشر بجلد عما — مجلد عما
- مقام حدیث عہ — مجلد ۱۰ر
- النبوۃ فی الاسلام عما ۸ر — مجلد عما ۹ر
- مسیح موعود عہ ۸ر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

التماس ضروری:- خط و کتابت کے وقت حیث خریداری کا نمبر ضرور لکھنا چاہیئے - مینجر

شائقین اسلامی لٹریچر کیلئے مژدہ جانفزا

ضروری اعلان

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد واحد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے - جن سے اسلام کی حمایت حفاظت و اشاعت ہو - اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو - اور غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہو حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں - ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکورہ گذشتہ دس سال سے کام کر رہی ہیں - تقریباً ہرماہ ایک کتاب شائع کرتی ہے - جس کی طباعت و اشاعت زر کثیر چاہتی ہے - یہ سلسلہ طبع کتب مسلسل جاری رہ سکتا ہے - اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمالیں - اور ہرماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے - اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرالیں. تاکہ انکی خدمت اقدس میں شائع شدہ کتاب پوچھے بغیر ہی ہرماہ وی - پی کردیجایا کرے - کتاب ہرماہ جو بھی شائع ہوگی اسکی قیمت ۳ سے لیکر ۸ کے اندر اندر ہوگی - مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کرینگے - کہ وہ ہرماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے - سوسائٹی مذکور کی اکثر کتب ایسی ہیں جنکا کل کا کل منافع خالصتہ اشاعت اسلام مسلم مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتا ہے - اسلئے ہماری استدعا ہے - کہ اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے احباب ازراہ کرم مستقل خریداری کتب کی قبول فرماکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں + اور مستقل خریداری کتب کے لیے اسم گرامی ہمیشہ کیلئے رجسٹر فرمالیں - تاکہ ہرماہ اسلامی کتب کا ان کی لائبریری میں اضافہ ہوتا رہے - آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں جن کا مفصل اشتہار علیحدہ ارسال خدمت ہو سکتا ہے -

۱- ینابیع المسیحیت - قیمت ۱۲/ ۲- مقصد مذہب ۳/ (۳) لمعات انوار محمدیہ ۶/ (۴) راز حیات ۵/ (۵) مکالمات ملیہ ۱۳/ (۶) ضرورت الہام ۱۲/ (۷) سلک مروارید ۱۲/ (۸) ام الالسنہ ۱۲/ (۹) اسوہ حسنہ ۸/

آج کل "روحانیات فی الاسلام" اور "حیات بعد الموت" زیر طبع ہے - و نیز سوسائٹی مذکورہ کے پاس خصوصیت سے حضرت خواجہ **کمال الدین** صاحب مبلغ اسلام کی تصنیفات کا ذخیرہ کثیر ہے - مندرجہ بالا کتب بھی حضرت ممدوح کی ہی تصنیفات ہیں -

ضروری نوٹ: سوسائٹی کے مستقل خریداران کتب کو پچیس فیصدی کمیشن ملا کرے گی +

درخواستیں بنام مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں بابو عبدالرشید کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی مینجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

۴۸۲
۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواست اشتہار و خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ [illegible] عزیز منزل - لاہور ممالک غیر کیلئے [illegible]

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ
اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ
اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ



Maulvi Mohd. Yakub Khan



Al Haj Khwaja Kamal ud Din — Al Haj Lord Headley (El Farooq) — Al Haj Mufti Abdul Muhyi

God made the East, God made the West;
Behold! they blend at His behest.

BASHIR PICKARD.

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۰) بابت ماہ صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۴ء نمبر (۹)

نالۂ صلیب

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی انگریزی نظم کو ہمارے ایک کرمفرما نے ہماری استدعا پر منظوم فرمایا ہے۔ یہ انگریزی نظم The Cry from the cross حضرت خواجہ صاحب موصوف نے سنہ ۱۹۱۸ء میں اسلامک ریویو کیلئے لکھی۔ مترجم

مجھے جو کہتے ہو "اچھا" ہے ایک سہو و خطا
کہ "اچھا" اللہ اکبر ہے ارفع و اعلےٰ
مجھے خدا نہ پکارو کہ تم سے یہ سنکر
صلیبِ شرم پہ روتا ہوں یا خدا کہ کر
یہ میرے نالے یہ آنسو یہ میرا سوز و گداز
کہ جن میں تیری مدد کیلئے ہیں ہاتھ دراز
بتا رہے ہیں نہیں اسمیں شک ذرا کوئی
مجھے بنایا ہے تونے تو ہے "خدا" تو ہی
عقیدۂ "خون" کا گرجاؤں میں جو ہے اکثر
پرانا ایک فسانہ ہے بے سر و بے پر
کسی کا بار کوئی کیسے غیر پر رکھے
کسی کے فعل کا پھل کیسے دوسرا چکھے
تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ ہمارا خدا
"بدل" بغیر نہیں رحم اور کرم کرتا
ہزاروں نعمتیں لیکن جو روز لیتے ہو
بتاؤ پھر خدا کیا خدا کو دیتے ہو
بشر جو تم سا بشر ہے اُسے خدا کہنا
ہے گویا بحرِ حماقت میں سر بسر بہنا
کہ اس سے راہ ترقی ہے کُلہم مسدود
ہے رائیگاں جو کوشش تو سعی ہے بے سود
سمجھ سکے خود کو بشر میں ہوں کامیاب اگر
تو مرا بزمِ مسرت میں کون ہے ہمسر
خدا سمجھتے ہو مجھ کو بہت ملول ہوں میں
مثل تمہاری بشر ہوں مگر رسول ہوں میں
رہِ نجات! پیمبر ہوں میں دکھاتا ہوں
خدا کا حکم ہے کیا آپ کو بتاتا ہوں
رہِ صلیب سے میں آسماں پہ آیا ہوں
پیام پاکِ خدا میں زمیں پہ لایا ہوں

نہ چھوڑو آگ کے شعلوں میں دامنِ ایماں
کہ تم کو جلوۂ ایزد دکھائی دے اے جاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء

شذرات

تشریح تصویر اس رسالہ کے شروع میں جو تصویر لگائی گئی ہے۔ اس کے اوپر کے حصہ میں جناب مولوی محمد یعقوب خان بی اے۔ بی ٹی کی تصویر ہے جنہوں نے گذشتہ دو سال انگلستان میں رہکر مشن ووکنگ کی اسلامی خدمات بحیثیت امام و مبلغ سرانجام دیں۔ اور تصویر کا نچلا حصہ اس حقیقت نفس الامری کا اظہار بزبان حال اس طرح پر کر رہا ہے کہ کسی قلم نے کیا کرنا ہے۔ ایک برٹش نواب (جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ) دو مشرقی آدمیوں (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان) و جناب مفتی عبد المحی صاحب) کے شانہ بشانہ احرام پہنے کھڑے ہیں۔ جو ایک ایسا لباس ہے جسکو حج کے دنوں میں ادنےٰ و اعلےٰ۔ شاہ و گدا۔ خادم و مخدوم سب یکساں طور پر پہنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محترم گھر کے اندر یہ سب مختلف درجات و مراتب کے انسان برابر ہیں۔ اور کوئی فرق نہیں نہیں۔ نہ کوئی امتیاز وہاں رہ سکتا ہے۔ دنیا کے چاروں اطراف سے لاکھوں انسان مکہ معظمہ کے مقدس شہر میں آکر جمع ہوتے اور مغربی خیالات کو عملاً غلط ثابت کرتے ہیں۔ جناب آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ جنہیں عرب اور دوسرے ممالک میں گذشتہ سال سفر کرنے کا اتفاق ہوا اخوت اسلامی کا گہرا اثر لیکر واپس لندن پہنچے۔ انکے نزدیک اسلامی اخوت کا خیال اور نصب العین اب ایک زندہ حقیقت ہے۔ چونکہ یہ فوٹو گذشتہ سال دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں وقت پر نہ پہنچی۔ اسلئے اس رسالہ کو اس سے زینت دی جاتی ہے +

ہز ہائنس نواب صاحب بہاولپور کینجد متیں ہم دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے انہیں اس عمر تک پہنچایا کہ اپنی ریاست کی عنان حکومت کو (جو انکی صغر سنی میں کونسل آف ریجنسی کے سپرد تھی) خود اپنے ہاتھ میں لیں +

ہز ہائنس نے اپنی رعایا کی بہبودی میں ہمیشہ پوری دلچسپی لی ہے۔ اور آپ کی گدی نشینی کو سب نے مسرت و ابتہاج کی نظروں سے دیکھا ہے۔ نہر ستلج کی نئی شاخ جو حضور نواب صاحب کے ابتدائی ایام میں شروع کی گئی تھی تکمیل ہونے پر بیس لاکھ ایکڑ کا زائد رقبہ آپ کی سلطنت میں کاشت کیا جائیگا۔ اور اس طرح ایک بہت بڑی آبادی کا اضافہ ہوگا۔ جو قریباً پانچ لاکھ تک پہنچ جائیگی یہ آبادی قوانی طور پر سرکار والا حضور نواب صاحب کے حلقہ اطاعت سے باہر ہوگی۔ اور اسلئے نئے حکمران کے لئے ایک نازک مسئلہ اس سے پیدا ہو جائیگا +

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں۔ کہ وہ نوابصاحب کو اپنی تازہ ذمہ واریوں کی برداشت کے قابل بنائے۔ اور ان سے جو مشکلات پیدا ہونگی۔ ان پر غالب آنے کی توفیق دے۔ اور جناب نواب صاحب اور ریاست بہاولپور پر اللہ تعالےٰ کے ہزار ہزار افضال و برکات نازل ہوں +

مسئلہ برار و سرکار والا نظام حیدرآباد (دکن) صوبہ برار جو ایک مدت سے حضور نظام (حیدرآباد دکن) کی سلطنت سے علیحدہ ہو کر حکومت انگریزی کے تحت میں چلا گیا ہوا ہے۔ آجکل عامۃ الناس کی نظروں کا مرجع بن رہا ہے۔ حضور نظام نے اس صوبہ پہ اپنے جائز حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی ہے کہ وہ اس صوبہ کو اسکے جائز وارث یعنے ہز اگزالٹیڈ ہائنس کے زیر نگین کر دے +

حضور نظام کے اس مطالبہ کے ساتھ مسلمانوں کو دلی ہمدردی ہے۔ اور ہر طرف سے وہ اسکی تائید میں آوازیں بلند کر رہے ہیں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ حضور نظام ایک مسلمان

حکمران ہیں۔ اور صوبہ برار کے زیر تسلط ہونے سے ایک مسلمان ریاست کی حدود سلطنت وسیع ہو جاتی تھی۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ برار ہمیشہ سے حیدر آباد ہی کے ساتھ ملحق رہا ہی اور جن وجوہ سے اسکو علیحدہ کیا گیا۔ وہ ایسی نہیں کہ حضور نظام کے حق کو زائل کر سکیں۔ یہ صوبہ جس کی آبادی تیس لاکھ نفوس پر مشتمل ہو۔ اپنے اندر کشش کے بہت سے سامان رکھتا ہے۔ اور ان حالات کا جو اسکے حکومت انگریزی کی حدود میں شامل ہونے کا موجب ہوئے جسقدر ذکر کم کیا جائے بہتر ہے ✦

اب جبکہ وائسرائے ہند کے توسط سے حضور نظام نے اس صوبہ پر اپنا حق ظاہر کرکے اس کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس معاملہ کی عام طور پر اشاعت کی جائے۔ تاکہ انگریزی پبلک اور برطانوی پارلیمنٹ ان تمام واقعات سے پورے طور پر واقف ہو جائیں جو اس سے پیشتر گذر چکے ہیں۔ اور یہ بھی ان کو معلوم ہو جائے کہ از روئے حق و انصاف اس وقت کیا کچھ ہونا چاہیے ✦

صوبہ برار کا تصفیہ کرنے میں لارڈ کرزن نے جو کام کیا۔ اسکو شاید فریقین غلط فہمی کی نظروں سے دیکھیں۔ اور بدظنی سے کام لیں۔ تاہم ایک بے تعلق انسان کے نزدیک یہ طریق عمل اس مشیخت و تحکم کو ظاہر کرتا ہے۔ جس میں حق شناسی زیادہ احتیاط پر مبنی نہیں ہوتی۔ جو یورپین ڈپلومیسی میں عادتاً اختیار کی جاتی ہی۔ تاہم ایک ایسے حکمران کے ساتھ جس کی ریاست نے سلطنت برطانیہ کی متواتر اور وفادار خدمات سرانجام دی ہیں۔ ایسا طریق عمل بیجا اور بے محل نظر آتا ہے۔

صداقت اور ایمان - یہ ممکن ہی کہ ایک چیز کے متعلق ہمیں پورا پورا یقین ہو اور پھر بھی وہ غلط ہو۔ انسان سے غلطی ہو جانا ممکن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ ایک غلطی کے معلوم کرنے میں تمام نسل انسانی کو صدیاں گذر جائیں۔ جب ایک تاریخی غلطی شروع

ہوجاتی ہے۔ تو اسکو درست کرنا بہت ہی مشکل کام ہوتا ہے۔ بیشمار صدیوں تک مسیحی حضرات یہ یقین کرتے رہے۔ کہ زمین متحرک نہیں۔ کیونکہ خدا نے زمین کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ متحرک ہے۔ حالانکہ صداقت یہ ہے۔ جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا کہ زمین دراصل متحرک ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اسکو غیر متحرک ہی مانتے ہیں۔ جب ایک عقیدہ انسانی قلب کے اندر راسخ ہو جائے۔ تو یہ بہت ہی مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہوتا ہے۔ کہ اسکے خلاف کسی بات کو صحیح سمجھ کر اس پر ایمان لایا جائے +

لیکن وہ شخص بڑا ہی بزدل ہے جو بوسیدہ خیالات اور غلط عقائد پر جا رہے۔ ان کو یہ ڈر رہتا ہے۔ کہ ان فرضی اور وہمی باتوں کو چھوڑ دینے سے وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ وہ دلیر انسان جو ایسے توہمات سے اپنے دل کو خالی کر دیتا ہے اپنی نظروں کے سامنے ایک بالکل نیا اور غیر محدود میدان دیکھتا ہے۔ یہ خیال کہ لوگ اسے کیا کہینگے ایسے شخص کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا۔ اور غلامی کا وہ طریق جو سوچ بچار نہ رکھنے والے لوگوں نے خود اپنے لئے بنا رکھا ہے۔ اسکے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ایسے لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ صداقت کو ہمیشہ چند ہی لوگ مانتے ہیں۔ اور زیادہ لوگوں کا اجماع باطل اور جھوٹ پر ہوتا ہے۔ کثیر لوگ صداقت کے ہر پہلو میں مخالف رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک صداقت ایک بدمزہ اور ناگوار چیز ہے +

پہاڑی وعظ اور سیاست ۔ یہی وہ وجوہات ہیں جن کے باعث آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسیح کے پہاڑی وعظ کو دنیا میں صلح و امن کے قیام کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مسٹر پیچ نے جو برطانیہ کے ہوائی جہازات اور اسکے متعلقہ امور کے انصرام کیلئے وزارت کے عہدہ پر متمکن ہیں۔ حال ہی میں ہوس آف کامنز میں تقریر کرتے ہوئے اسبات کا ذکر کیا کہ جنگ کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا کوئی عمدہ ڈپلومیسی نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کو ہمیں خوف لاحق ہو۔ قدیم زمانہ کے اس فوجی محاورہ کو کہ خدا پر بھروسہ رکھو لیکن اپنے پوڈر کو خشک رہنے دو۔ مسٹر لیبچ نے اپنے ایمان اور اعتقاد سے خارج بتایا۔ اور بمب وغیرہ آلات حرب کے بجائے ان مواعیظ حسنہ کی طرف توجہ دلائی جو جنگ کے خلاف جناب مسیح نے کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا +

دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ ایک ریفارمر نے ان اصولوں کو دنیا میں پیش کیا۔ جو قومی حفاظت کے مسئلہ کو حل کرنیوالے ہیں۔ سخت بدقسمتی کی بات ہے کہ کسی نے اسپارہ میں اسکے خیالات کو تسلیم نہ کیا۔ اور وہ خیالات اسکے ساتھ ہی دفن ہو گئے۔ میں اسپارہ میں بعض تازہ انکشافات کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جو عہدنامہ جدید کے دشمنوں کی آنکھیں کھول دیں۔ کلیسیا غالباً اسپارہ میں ہمیں ممنون احسان کریگا۔ اور اس سارے معاملہ کو حزب العمال کی حکومت کے مدبرین کے سپرد نہ رہنے دیگا۔ میرا یقین ہے کہ اس امر کے لئے ایک نئی انجیل کی ضرورت ہے" +

مسٹر لیبچ نے حزب العمال کی حکومت کے اس رویہ پر جو اسلحہ کو چھوڑ دینے کے مسئلہ کے متعلق اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ جس رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ہم اتفاق نہیں کر سکتے۔ یہ بہت ہی بدقسمتی کی بات ہے۔ کہ ایک ہی وقت میں دو مختلف حیثیتیں اختیار کرنے کی کوشش انہوں نے کی ہے۔ جناب مسیح کے اصولوں کو جیسا کہ خود انہوں نے صحیح طور پر بیان کیا کبھی تسلیم نہیں کیا گیا اور وہ ان کے ساتھ ہی دفن ہو گئے۔ لیکن کلیسیا جسکا دل خود مرجھایا ہوا ہے سپارہ میں مسٹر لیبچ کیلئے باعث امتنان نہیں ہو سکتا۔ ریر اید میرل سیوٹر نے نکتہ کی بات کہی۔ کہ اگر اس سلطنت میں پہاڑی وعظوں وغیرہ سے ہماری حفاظت کی جائیگی۔ تو خدا ہی ہمارا حافظ و ناصر ہو +

مسٹر لیبچ کا سبق۔ اس کے چند دن بعد مسٹر لیبچ کا ہوس آف کامنز میں ہوائی افواج کے تخمینہ جات کے متعلق تحریک کرنے اور اس کے اخراجات میں پچیس لاکھ پونڈ

کے اضافہ کو حق بجانب ثابت کرنے کا ناگوار کام پیش آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی گذشتہ تقریر کے بعد کوئی شخص ان کو سمجھتا تارہا ہے۔ کیونکہ مسیحی اصولوں پر ایمان رکھنے کے باوجود انھوں نے اپنے آپ کو ایک "عجیب پوزیشن" میں پایا۔ لارڈ ڈیبلی نے ان کو صلح کا ایک فرشتہ قرار دیا۔ جس کی جیب میں انجیر کے درخت کی شاخ ہے۔ اور تلوار اسکے ہاتھ میں ہے۔ یہ مثال عین موقع و محل کے مطابق تھی۔ اور مسٹر چیچ نے جہاں ایک طرف پہاڑی وعظ کو ضروری ضروری ترمیم کے ساتھ سنایا ہے وہیں یہ بھی اعلان کیا۔ کہ حزب العمال کی حکومت نے کبھی اسبات کی حمایت نہیں۔ کہ برطانیہ عظمیٰ اسلحہ کو چھوڑ دے۔ قطع نظر اسبات کے کہ دوسرے ممالک اسبارہ میں کیا رویہ اختیار کرتے ہیں غالباً یہ اضافہ جو ہوائی افواج کے اخراجات میں کیا جائیگا اور حکومت کا یہ فیصلہ بھی کہ پانچ نئے کروزا اور دو تباہ کن جہازات بنائے جائیں پہاڑی وعظ کی اسی ترمیم شدہ تعلیم پر مبنی ہوگا جس کا سبق مسٹر چیچ نے پڑھایا ہے +

کلیسیا اور جنگ ۔ مگران مباحث کا ایک حیرت انگیز اثر یہ ہے۔ کہ بزدل حکومتوں کو ڈر اور خوف اسبات کی طرف لئے جاتا ہے۔ کہ وہ حفاظت کے بہانے سے اپنے آپ کو مسلح رکھیں۔ اگر وعظ اور اصولوں کے ذریعہ سے جنگ کو روکا جاسکتا تو مسیحی تہذیب زوال پذیر نہ ہوتی۔ لیکن کیا مسیحیت کبھی آرماگیڈن کے معیار پر پورے اُترے۔ تاریخ کے تمام صفحات کو اُلٹ کر دیکھو مسیحیت کے تمام معتقدات اور تعلیمات کو ردی کی طرح پھینک دیا گیا۔ اسکے اصولوں پر لعنت کی گئی۔ ان کو زیر عمل لانے سے احتراز کیا گیا۔ اور ہمیشہ انکو بری طرح سے پرے پھینکا گیا۔ گذشتہ جنگ یورپ کے دوران میں کلیسیاؤں نے کس شاندار مقصد کو حاصل کیا یا اسکے لئے تگ ودو کی؟ سر ڈوگلاس ہیگ نے (جو ارل ہیگ کے نام سے معروف ہیں) مارچ ۱۹۱۸ء میں خوب جم کر لڑائی کی۔ اور مسیحی کلیسیاؤں نے تمام دنیا کو پس پشت ڈالکر اللہ تعالیٰ سے بڑے الحاح وزاری کے ساتھ

انکے لئے دعائیں مانگیں۔ اس غرض سے نہیں کہ صلح ہو جائے۔ اور امن دنیا میں قائم ہو۔ بلکہ فتح حاصل کرنے کیلئے انہوں نے دعائیں کیں۔ کیا کسی ایک مسیحی فرقہ نے بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی؟ کیا کسی ایک نے بھی اس مشکل کو حل کرنے اور افہام و تفہیم کی کوشش کی؟ ان سب نے جیسا کہ ہمیشہ سے ان کا طریق عمل ہے اپنی طاقتوں اور سلطنتوں کو جمع کر لیا۔ اور ان کے وزرا نے اپنی اس تباہ کن تعلیم کو دوہرایا۔ کہ جنگ در اصل اللہ تعالیٰ کی دنیا پر ایک قہری نظر ہے۔ جو اس نے اہل دنیا کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ڈالی ہے۔ فوجی عدالتیں انہوں نے قائم کیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو ملتے ہوئے بیچارہ لوگوں کو میدان جنگ میں بھیج بھیج کر اپنے دلوں کیلئے تسکین اور مسرت کا موجب ہوئے۔ منبروں پر چڑھ چڑھ کر قربانی اور ایثار کے لئے واویلا اور شور مچایا۔ اور کمانڈر انچیف سے اپنی حسن کارکردگی کے لئے خراج تحسین وصول کیا۔ یورپ میں مسیح کے شاگردوں نے نہایت آسانی کے ساتھ مسیح کی تمام تعلیم کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور ڈر اور خوف کی حکومت سے وہ سیاسی طور پر پورا اتحاد رکھتے اور اسکو مانتے ہیں۔ موجودہ نام نہاد عیسائیت اپنی اصل شکل صورت کی ایک بگڑی ہوئی تصویر ہے۔ اور سلطنت اور کلیسیا بہت بری طرح سے ایکدوسرے کے حصہ دار ہوئے ہیں۔ اب وقت ہے۔ کہ مسیحیت اپنے منافقانہ طریق عمل کو چھوڑ دے۔ اسکے پادری اور مندوبین کو جن کی تمام زندگی ظلمت اور تاریکیوں میں چھپی ہوئی۔ اور اپنے ارد گرد کے مجلسی دائرہ میں محدود ہے (اور جن کی زندگی کا نقطۂ نظر "خدا خدا" کرتے ہوئے قیصر کی طرح جو اس وقت جب شکست نظروں کے سامنے تھی۔ اپنے ملک سے نکل بھاگا باطل اصولوں کے اندر (باہر ہوا ہے) زمین پر صلح و امن قائم کرنے کے لئے دنیا کی رہنمائی کرنی چاہیئے۔ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ صرف اس طرح کہ وہ دجالیت (مخالف مسیح بنا) چھوڑ دیں۔ اور باطل اصولوں اور معتقدات کو ترک کر دیں +

نن کنفرمسٹ کانگرس۔ نن کنفرمسٹ یعنے آزاد کلیسیا کو (جو کلیسیائے انگلستان سے

غیر ملتوی ہوا کانگریس میں سر آلیور لاج۔ مسٹر لائڈ جارج اور مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جیسے قابل ترین انسانوں کی تقریروں میں سامعین کی بہت زیادہ کثرت تھی کانگریس کی اس کارروائی سے ایک خاص جوش اور سنسنی پیدا ہو گئی۔ لیکن کلیساؤں کے ممبر جو کانگریس کی رُوح رواں تھے۔ یہ بات کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ کہ یہ معزز ترین حضرات کیوں وہاں انہیں مخاطب کرنے کے لئے آئے۔ سر آلیور لاج عیسائی نہیں۔ مسٹر ڈیوڈ لائڈ جارج ممکن ہے کس قسم کے عیسائی ہوں لیکن اغلباً انہیں خود بھی معلوم نہیں کہ وہ کس قسم کے مسیحی ہیں۔ حال ہی میں ہوس آف کامنز میں بحث کرتے ہوئے مسٹر لائڈ جارج نے کہا۔ کہ لیبر پارٹی عہدنامہ ورسیلز پر نظر ثانی کرانا چاہتی ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک وہ پہاڑی وعظ اور مسٹر ولسن کے چودہ اصولوں کے خلاف ہے۔ پیشتر اس کے کہ وزیر اعظم اپنی جگہ کو خالی کریں۔ انہیں بہت سے ایسے کام سرانجام دینے پڑینگے۔ جو ان دونوں کے مطابق نہیں" +

یہ مایوسانہ عیب چینی اور مسیحیت کے ناقابل عمل اصولوں کی تردید بلکہ ان کی زبانی عزت و تکریم سے بھی انکار مسٹر لائڈ جارج کی خصوصیت ہے۔ موقع و محل کے مطابق اپنے مطلب کے اظہار کے لئے خاص الفاظ سے کام لینا انہیں آتا ہے۔ اور ان کی زبان سے فصاحت و بلاغت کا ایک دریا بہتا ہے۔ اگر زبانی الفاظ کے ساتھ ملکوں پر حکمرانی ہو سکتی۔ تو مسٹر لائڈ جارج کل دنیا کے حکمران ہوتے +

نیکی اور پالیٹکس۔ جدید وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جیسے مذہبی معتقدات ہمیشہ شک و شبہات کے پردے میں ملتبس رہتے ہیں (مگر بظاہر انکے سیاسی عروج کے ساتھ مسیح کی سپرٹ ان کے اندر حد درجہ تک پیدا ہو گئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج کی فصاحت و بلاغت کا سایہ ان پر بھی

پڑ گیا ہو۔ آج کل کے دنوں میں جبکہ امن اور سلامتی کے مسئلہ کو سب سے اول رکھا جاتا ہے۔ مسٹر میکڈانلڈ نے فرقی مباحث کی نسبت اجتماعی سوالات پر بحث کرنا زیادہ بہتر سمجھا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جو برائیاں عام طور پر پھیل رہی ہیں دولت اور عیش و عشرت کی طرف لوگوں کا جو عام رجوع ہو۔ مذہب کو جو اتوار کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہو۔ اور تمام ہفتہ بھر اسکی طرف سے غفلت اور اغماض برتا جاتا ہے۔ اور مذہبی اور اجتماعی اصولوں سے جو اسقدر کثیر التعداد اشخاص قطعی طور پر لاپرواہیں۔ ان تمام باتوں پر مسٹر میکڈانلڈ کی سخت گوئی اور لعن طعن کے مواعیظ۔ سکاٹلینڈ کے اتوار کی تعریف جو ان کی حب الوطنی کا تقاضا ہے۔ کلیساؤں سے انکی اپیل کر اپنے توازن کو قائم کریں۔ حاضرین کانگریس کی دلچسپی اور ترو تازگی کا موجب تھے +

ان تینوں حضرات کو کانگریس کے اغراض و مقاصد کے ساتھ آیا اتفاق ہے یا نہیں۔ اس وقت اس پر بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بظاہر انھوں نے مجلس کی مذہبی لحاظ کی پرواہ ہی نہیں کی۔ وہ محض اپنے خیالات کی اشاعت۔ اور عامہ رائے رکھنے والے ایک خاص فریق کو متاثر کرنے اور اپنے حق میں ووٹ لینے والے کے لئے وہاں پہنچے تھے۔ انکو پلیٹ فارم کی زیب و زینت سمجھ کر بلایا گیا۔ اور جو کچھ بھی خیرات اپنے الفاظ سے انھوں نے کی۔ وہ سب اپنی ذات اور نفس کیلئے تھی۔ اس طرح سے کلیسا والوں کو خیال ہے۔ کہ وہ سیاسی آدمیوں سے کام لے رہے ہیں۔ اور سیاسی لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ہم کلیساؤں سے کام لے رہے ہیں۔ تو ہم کا خیال ہے۔ کہ وہ دھوکا بازی کو روک سکتا ہے۔ اور دھوکا و فریب کا خیال ہے۔ کہ توہم سے وہ کام نکال سکتا ہے +

واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔ اللہ یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون ۞

جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ اور جب اپنے سرداروں کے پاس علیحدہ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ سوا اس کے نہیں کہ ہم مسلمانوں سے استہزاء کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو استہزاء کی سزا دے گا۔ اور ان کی سرکشی میں کھینچیگا۔ اور وہ بھٹکتے پھرینگے +

ایک نومسلم خاتون کی وفات ۔ یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ ایک انگریز نومسلمہ خاتون جو حمیدہ کے اسلامی نام سے موسوم تھیں ۔ اور جو ہور سے ایک نوجوان مسٹر حمید کی زوجیت میں داخل تھیں ۔ ایک دو سال کا بچہ اپنے پیچھے چھوڑ کر واصل بحق ہوگئیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

اس نیک خاتون نے اپنی پاکیزہ زندگی میں جو نیک کام کئے ۔ وہ تعداد میں اس قدر زیادہ اور فائدہ کے لحاظ سے اتنے دوررس ہیں ۔ کہ ان کا یہاں بیان کرنا محال ہے ۔ وہ لوگ جو اس نیک خاتون کے حالات سے واقف ہیں ۔ وہ اس کے سادہ اور پرجوش ایمان کی شہادت دینگے مرحومہ کے خاوند رشتہ داروں ۔ دوستوں اور واقفوں کے دلوں پر اس نقصان کا گہرا اثر ہے اپنی زندگی بھر جس طرح وہ سب کو عزیز تھیں ۔ مرنے کے بعد بھی اپنی خود فراموشی اور ایثار اپنی غیر متزلزل مہربانیوں اور غیر محدود فیاضی کی وجہ سے سب کو ہمیشہ کیلئے یاد رہینگی ۔ یہ ہے راستبازوں کی روحیں اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں +

دُعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے
اور اسکے پسماندگان کو صبر جمیل
عطا فرمائے +



مُراسلات

بنام

مدیر اسلامک ریویو ووکنگ انگلستان

مُراسلہ نمبر (۱)

جناب عالی! اسلام کا ایک سرگرم طالب علم ہونے کی حیثیت میں میں ذیل کی چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ تاکہ آپ سے کچھ مفید مشورہ لے سکوں +

قرآن کریم کی دلربائی و خوبی اس کے حقائق و دقائق کچھ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ایک مطالعہ کنندہ سے خراج تحسین حاصل کیئے بغیر نہیں رہ سکتیں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآن کریم دیگر صحف سماوی کے مقابل مترجموں کے ہاتھوں حاشیہ آرائی و زوائد سے محفوظ رہا ہے۔ مشرق قریب و بعید کے جمیع مسلمان اس صحف پاک کے معانی و معارف سے واقفت اور دل سے اسکی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ ایمان ہے کہ یہ کلام۔ کلام ربانی ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے متعلق بڑا بھاری دعویٰ یہ ہے۔ کہ نہ تو زمانہ قدیم میں ہی کوئی ایسا شخص گذرا ہے۔ اور نہ ہی زمانہ حال میں کوئی ایسا ہے۔ جو کوئی ایسی عربی عبارت لکھ سکے۔ جو قرآن کریم کی دلربائی۔ فلسفہ سادگی سے لگا کھا سکتی ہو +

باوجودیکہ قرآن کریم ایک ضخیم کتاب ہے لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے حافظ قرآن ہیں۔ جو چھوٹی سے چھوٹی کتاب کو بھی ازبر یاد نہیں کر سکتے کیونکہ وہ انکو اس قدر اپیل نہیں کرتی۔ جسقدر کہ قرآن کریم کرتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے جبکہ وہ ایک دفعہ قرآن کریم کا مطالعہ شروع کر دیتا ہے۔ اسکو اس کا ترک کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ صحف مطہرہ دلربائی کی کان معارف کا مخزن از حد دلچسپ اور دل کو ابھارنے والا کلام پاک ہے۔ اور اسکے اندر

حق و صداقت کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ اسلام کی مختلف خصائص میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اسکے اساسی اصول سیدھے سادے ہیں اور ان میں کسی قسم کا اینچ پیچ نہیں +

مسلمانوں کا روادارانہ رویہ بھی قابلِ ستائش ہے۔ وہ دیگر مذاہب اور اُنکے انبیاء علیہم السلام کی عزت و مکرمت کرتے ہیں۔ میں نے بعض مسلمانوں کی روزانہ زندگیوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور تمدنی و معاشرتی معاملات میں انہیں انسانیت کا بہترین نمونہ پایا ہے۔ انکے رسم و رواج۔ عادات و اطوار گو دیگر مذاہب کے پیروں سے بالکل مختلف ہیں۔ لیکن وہ سب کے سب ہی خدا کے پاک سے ڈرنیوالے لوگ ہیں +

بدقسمتی سے مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے عموماً اسلئے دیکھا جاتا ہے۔ کہ ان میں کوئی بھی نیکی نہیں۔ اور خصوصیت سے ان کا طبقہ نسوان سے اچھا سلوک نہیں۔ لیکن جہاں تک میں نے دیکھا یا سُنا ہے۔ میرے نزدیک ایک حقیقی مسلم سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا شخص اپنی عورت کی پوری پوری خبر گیری و نگرانی کرنے کے قابل نہیں۔ عورتوں کے معاملہ میں شرائع اسلامی ذرا کثیری واقع ہوئی ہیں جو مکمل۔ عدیم النظیر و جامع قوانین قرآن کریم میں مندرج ہیں میں ان کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہی کسی زمانہ میں صرف وہ قوانین تھے جن کی عرب اتباع کیا کرتے تھے۔ اور انہی قوانین کی بدولت وہ ایک نہایت ہی کمزور قوم کی حالت سے ترقی کرکے ایک زبردست و قوی قوم بنگئے۔ اور انہوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں +

میں اسلام کے سب سے اول اور نہایت اہم و اساسی اصول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو مانتا ہوں۔ اور اس پر دل سے میرا ایمان ہے۔ میرا یہ ایمان نہیں کہ جناب مسیح ابن اللہ تھے۔ بلکہ میرا یہ اعتقاد ہے کہ بحیثیتِ رسالت انکو وہی رُتبہ حاصل ہے۔ جو حضرت محمد صلعم یعنی رسول اللہ کو حاصل ہے۔ اور جو رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

ضمیر ہم کو حاصل تھا +

امید قوی ہے۔ کہ مندرجہ بالا چند سطور میری طرف سے مذہب اسلام کی تمہید تو تشکل کہلا سکتی ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں دل سے مسلمان ہوں۔ لیکن مشکل امر جو مجھے نظر آتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ میری طرف سے قبولیت اسلام کا اعلان کس طرح سے ہو +

جس بات کے مشورہ کے لئے میں مشوش ہوں۔ وہ مسئلہ قبولیت اسلام ہے میں مشرف باسلام ہونے کا دل سے متمنی ہوں۔ اور مجھے مسرت ہوگی۔ اگر آپ بابنے فرصت کے اوقات میں ان معاملات پر روشنی ڈالکر میری عزت افزائی فرمائینگے۔

میں ہوں آپ کا مخلص بھائی

جے۔ ایچ۔ ڈی

مکتوب نمبر ۲

بخدمت جناب مدیر صاحب اسلامک ریویو

پیارے جناب۔ السلام علیکم

میں نے اسلامک ریویو میں آپ کا خطبۂ عید الفطر بڑے شوق سے پڑھا جسمیں آپ نے مسیحی احباب کو کلمۃ سواء بیننا و بینکم (یعنی جو تمہارے اور ہمارے درمیان امر مشترک ہے) کیلئے مدعو کیا ہے۔ میں حضرت محمد (صلعم) کے ربانی مشن کا دل سے معترف ہوں۔ اور اسے میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ آپ نے تمام دنیا کی اور اپنے وقت کے لوگوں کی بڑی بھاری خدمت سرانجام دی ہیے قرآن کریم (ترجمہ راڈول) میں آپ کی مہتم بالشان۔ ارفع و اعلٰے پایہ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے۔ جو کہ واقعی قابل ستائش ہیں۔ اور میں دل سے آپ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔ میں عیسائی ہی ہوں۔ اور عیسائی ہی رہونگا چند سطور عریضہ ہذا کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔ جو ایک عیسائی پادری کے قلم کی ہیں! اور جسمیں انہوں نے حضرت نبی کریم (صلعم) کی از حد تعریف کی ہے +

آپ کا مخلص دوست الیف۔ ہنری۔ الڈ ہوس

مکتوب نمبر ۳

جناب پادری صاحب کا خط

۷ ریکٹری - اولڈ ٹون - آئرلینڈ -

مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۴ء

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو

جناب من !

میں نے امام کے خطبہ "مذہب و آشتی" کو بہت ہی شوق سے مطالعہ کیا ہے - مجھے اس سے کلیتہً اتفاق کرنے میں تردد ہے - لیکن خطبہ میں چونکا دینے والی بات جو مجھے نظر آئی وہ یہ ہے - کہ رواداری کو ہم نے اسلام اور مسلمانوں سے ہی سیکھنا ہے - مروجہ عیسائیت ناکام ہو چکی ہے - جبتک ہم جناب مسیح کی اصلی تعلیمات کی پیروی نہ کرینگے - زمین پر امن و آشتی قائم نہیں ہو سکتی - آپ کے زریں صفحات ریویو کے ذریعے میں مسلمانوں سے درخواست کروں گا - کہ وہ شعائر اسلام پر عمل پیرا ہوں - کیونکہ یہ تحریر کرتے ہوئے مجھے افسوس ہوتا ہے - کہ ان کا ایک کثیر حصہ اسلام کی بجائے مغربی عیسائیت کا دلدادہ ہو رہا ہے - عریضہ ہذا کے ساتھ میں اپنا کارڈ منسلک کرتا ہوں +

آپ کا مخلص

ایک عیسائی

نسلِ انسانی کا ہبوط

(۱) کیا اِنسان گنہگار پیدا ہوتا ہے یا بیگناہ

اِسلام اور دیگر مذاہب

ازقلم حضرت مولٰینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اُردو

فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا ۰ لا تبدیل لخلق اللّٰہ ۰ ذالک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون ۰ ترجمہ۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو۔ جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ مضبوط دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے +

اسلام کے عظیم الشان پیغاموں میں سے ایک پیغام انسان کی پیدائشی معصومیت کو قائم کرنا تھا۔ مگر جب وہ پیغام سُنایا جو آیت مندرجہ عنوان میں صفائی سے موجود ہے۔ کہ خدا نے تمام انسانوں کو ایک صحیح حالت پر پیدا کیا ہے۔ اور اسی پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیئے۔ تو اس کے آخر پر یہ لفظ بھی بڑھا دئے۔ کہ اکثر لوگ اس اصول کو نہیں جانتے جسقدر عظیم الشان حقیقت کا اظہار پہلے حصہ آیت میں کیا ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فطرت اسلام ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ ہر ایک انسان کا بچہ اسی فطرت کی حالت پر یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی قدر بڑی حقیقت کا اظہار آخری الفاظ میں فرمایا۔ کہ دنیا کے اکثر لوگ اس بات سے بیخبر ہیں۔ یعنی وہ انسان کی پیدائشی معصومیت کو نہیں مانتے +

اصول مذاہب عالم پر آج ہم غور کرتے ہیں۔ تو الفاظ قرآنی کی عظمت کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔ عرب کے اُمی کو کون بتا سکتا تھا۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اسبارہ میں غلطی پر ہیں۔ ہاں یہ اس خدا کے لفظ تھے جو ظاہر و غائب کو جانتا ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر تناسخ اور کفارہ کے ماننے والے مذاہب عالم میں اکثریت کا حکم رکھتے ہیں۔ اور یہ دونوں مانتے ہیں۔ کہ انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ بُدھ مذہب اور ہندو مذہب کے نزدیک پیدا ہونا ہی گنہگاری کی وجہ ہے۔ عیسائی مذہب نے آدم کو گنہگار ٹھیرا کر اس گناہ کو بطور ورثہ ساری نسل انسانی میں داخل کر دیا۔ اور یوں یہ تینوں مذہب جو دنیا کی دو تہائی آبادی کے مذہب ہیں۔ انسان کو پیدائش سے گنہگار ٹھیراتے ہیں۔ اس کے خلاف اسلام کا پیغام یہ ہے۔ کہ ہر انسان کا بچہ صحیح اسلامی حالت پر جو بےگناہی کی حالت ہے۔ پیدا ہوتا ہے۔ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون +

عیسائیت نے اس اصول کو کہ انسان کا ہر بچہ گنہگار وارث جہنم پیدا ہوتا ہے اپنے اصول میں داخل کر لیا۔ حضرت عیسےٰ کو ابن اللہ ٹھیرایا۔ ان کی صلیب کی موت اور ملعون ہونے کو اساس دین ٹھیرایا۔ کیوں؟ تا کہ وہ اس فرضی پیدائشی گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ ہاں اور دوسرے گناہوں کا بھی جواب اسی کا نتیجہ ہیں اور اپنے عقائد کی کتابوں کو ایسے الفاظ سے مزین کیا ہے۔ کہ ہم پیدائش سے غضب کے فرزند۔ شیطان کے غلام۔ اور ہر قسم کے دنیوی و اخروی عذاب کے مستحق ہیں۔ ایسے الفاظ پر ایک انسان کانپ اُٹھتا ہے کہ وہ خدا جو رحم اور محبت ہے۔ وہ انسان کو پیدائش میں ہی شیطان کا غلام اور عذاب کا مستحق اور غضب کا فرزند ٹھیراتا ہے۔ کہاں قرآن کریم کی پاک تعلیم کہ سب انسانوں کو رحم کے لئے پیدا کیا اور کہاں عیسائیت کا یہ خطرناک گھنونا عقیدہ کہ سب انسانوں کو غضب کے لئے پیدا کیا کہاں انسان کا وہ مرتبہ جو قرآن نے بتایا۔ کہ فرشتے بھی اس کے فرمانبردار ہیں۔ اور کہاں یہ

خطرناک ذلیل حالت کہ وہ شیطان کا غلام ہے +

کیا اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کبھی غالب آسکتی ہے۔ انسان کی فطرت موجودہ کے ہوتے ہوئے کبھی نہیں۔ ہاں انسان کی فطرت مسخ ہوجائے۔ تو شائد اس کا دل اور دماغ کبھی اس خیال کو بھی قبول کرلے۔ کہ جو انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا کے غضب کے نیچے پیدا ہوتا ہے۔ اور شیطان کا غلام بنکر پیدا ہوتا ہے۔ اور جو بچہ بغیر بپتسمہ پانے کے مرتا ہے وہ سیدھا جہنم میں جاتا ہے۔ مگر قرآن ہی ہمیں یہ تسلی دیتا ہے۔ کہ یہ فطرت کبھی مسخ نہیں ہوسکتی۔ لا تبدیل لخلق اللہ اسلئے ظاہر ہے۔ کہ اس مقابلہ میں جو اس وقت مذہب کے لئے دُنیا میں ہورہا ہے۔ آخری کامیابی اسی اصول کیلئے ہوسکتی ہے جسے فطرت قبول کرتی ہے۔ جسے عقل انسانی دھکا نہیں دیتی کہ انسان از رُوئے پیدائش معصوم ہے +

جب عیسائی صاحبان سے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ انسان کو ورثہ میں گناہ ملنے کی اسکی فطرت کے گنہگار ہونے کی تعلیم کس کتاب میں ہے کس نبی نے دی۔ تو ہمیں کوئی حوالہ نہ توریت یا پُرانے عہدنامہ کا دیا جاتا ہے نہ انجیل کا۔ ہاں پولس کے خطوط کا ایک حوالہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بات تو صاف ہے کہ اگر آدم کا گناہ نسل انسانی میں سرایت کر گیا تھا۔ اور سب انسان گنہگار پیدا ہوئے تھے تو جہاں بائبل میں آدم کا ذکر ہے۔ یعنی کتاب پیدائش کے شروع میں وہیں یہ ذکر ہونا چاہیئے تھا۔ کہ آدم گنہگار ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر انسان کا بچہ جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی گنہگار ہوگا۔ اگر یہاں چُوک ہوگئی تھی۔ تو حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے عظیم الشان شارع اس اصول کو زندہ کرتے۔ اور بتا دیتے ہر ایک انسان کا بچہ گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ اور کفارہ پر ایمان لانے سے پہلے مرجائے تو سیدھا جہنم میں جاتا ہے

مگر وہاں بھی اس تعلیم کا نام و نشان تک نہیں۔ بالآخر ہماری نظریں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف اٹھتی ہیں۔ کہ اگر ان کے زمانہ تک یہ اصول بائیبل قائم نہ کرسکی تھی۔ تو اب جو "ابن اللہ" خود اسی موروثی گناہ کا علاج کرنے آئے تھے۔ تو انہوں نے ضرور اس بات کو صاف کیا ہوگا۔ لیکن چاروں انجیلوں میں حضرت مسیح کی زبان سے ایک حرف تک نہیں نکلتا۔ کہ موروثی گناہ بھی دُنیا میں کوئی بلا ہے۔ اور آدم کے گناہ سے ساری نسل انسانی گنہگار ہوچکی ہے

عقلی رنگ میں دیکھا جائے۔ تو یہ بات ایسی بیہودہ نظر آتی ہے۔ کہ ایک لمحہ کیلئے کسی صحیح عقل انسانی میں نہیں آسکتی۔ کیا آدم پیدا ہوا تھا گنہگار یا بیگناہ۔ اگر بیگناہ پیدا ہوا تھا تو جو قانون اس پر حاوی ہے۔ وہی اس کی نسل پر حاوی ہونا چاہیئے۔ یعنی ہر ایک ابن آدم بھی آدم کی طرح بیگناہ پیدا ہو۔ اور بعد میں شیطان کے بہکانے سے وہ گناہ کرے یا نہ کرے یہ امر دیگر ہے۔ اور اگر آدم کو خدا نے گنہگار پیدا کیا تھا۔ تو پھر یہ شیطان کے بہکانے کا قصہ فضول ہے۔ جب خدا نے شروع سے ہی انسان کو گنہگار پیدا کیا تھا۔ تو پھر آزمائش کیسی۔ پھر اس سے یہ توقع رکھنا ہی غلط تھا۔ کہ وہ شیطان کے بہکانے میں نہ آئے وہ اپنی فطرت کے تقاضا کے مطابق گناہ کریگا۔ اور آج بھی اگر نسل انسانی سب گنہگار پیدا ہوتی ہے۔ تو اس سے بیگناہ رہنے کا مطالبہ غلط ہے۔ دیکھنے کا مطالبہ اسی سے کیا جاسکتا ہے۔ جو ماں کے پیٹ سے آنکھیں لیکر آتا ہے جو اندھا پیدا ہوتا ہے۔ اس سے دیکھنے کا مطالبہ کوئی احمق ہی کریگا۔ پس جو پیدائش سے گنہگار ہے۔ اس سے بیگناہ رہنے کا مطالبہ خلاف قانون قدرت ہے۔

عیسائی صاحبان کو جب پولوس کے بنائے ہوئے اصول کی کوئی شہادت اپنی مقدس کتب میں نہیں ملتی۔ تو قرآن شریف کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور چونکہ

مذہبی امور میں غور و فکر کی عادت نہیں۔ اسلئے ایک بات کو لے دوڑتے ہیں کہ دیکھو قرآن شریف اس بات کو مانتا ہے۔ حالانکہ سوال تو یہ تھا کہ تم اپنے انبیا کی تعلیم میں دکھاؤ کہ کسی نبی نے یہ تعلیم دی ہو۔ کہ انسان موروثی گنہگار رہے۔ اور آدم کا گناہ ساری نسل انسانی میں سرایت کر گیا۔ مگر اصل مطالبہ سے عاجز آ کر تنکوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ کہیں قرآن شریف میں ہبوط نسل انسانی کا ذکر دیکھ لیا۔ بس فوراً لے بھاگے کہ دیکھو قرآن شریف آدم کے گناہ کا نسل انسانی کے ورثہ میں جانا مانتا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف نے بائبل کی بھی اصلاح کی ہے۔ اور آدم کا گناہ بھی نہیں مانا۔ چہ جائیکہ اس گناہ کے نسل انسانی میں سرایت کر جانے کو مانتا ✦ (باقی آئندہ)

ویدک سورگ کی حقیقت

از مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت

سوامی دیانند بانیٔ آریہ سماج نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں منشی اندرمن یا کسی اور آریہ مہاشہ سے چودھواں سملاس (باب) لکھوا کر اضافہ کیا ہے اسی وقت سے آریہ لیکچرار اور لیکھک (مصنف) آئے دن اسی ریکارڈ کو نئی نئی سروں میں الاپتے رہتے ہیں۔ قلت تدبر کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم پر جو اعتراضات ستیارتھ پرکاش میں کئے گئے ہیں۔ انمیں سے ایک بڑا اہم اعتراض جنت یا نعماء جنت پر کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب خواہ کسی کی لکھی ہوئی ہو۔ مگر چونکہ یہ عام طور پر سوامی دیانند جی کی طرف ہی منسوب کی جاتی ہے اس لئے ہمارا روئے سخن بھی انہی کی طرف ہوگا ✦

۱۔ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵۷۸، ۵۹۰، ۶۰۸، ۶۱۱ و ۶۲۱، ۶۲۲ و ۶۲۶ میں نعماء جنت پر ✦

سوامی جی کے اعتراضات کا خلاصہ +

(الف) مسلمانوں کے بہشت میں دُنیا کی چیزیں ہیں +

(ب) مسلمانوں کا بہشت گوکلئے گوسائیوں کے گولوک اور مندر کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ جہاں کہ عورتوں کی تعظیم اور تکریم بہت ہے آدمیوں کی نہیں

(ج) خدا نے بہشت میں بیبیوں کو ہمیشہ کے لئے رکھا ہے نہ کہ مردونکو +

(د) بھلا یہ بہشت ہے یا طوائف خانہ +

(ہ) مسلمانوں کا بہشت چونکہ ہمیشہ کیلئے ہے یہ بے انصافی ہے۔ اعمال تو محدود اور ان کا ثمرہ لامحدود +

(و) مسلمانوں کے بہشت میں شراب کی ندیاں بہتی ہیں۔ باغ ہیں۔ نہریں ہیں۔ مکان ہیں۔ میوے ہیں۔ حوریں ہیں غلمان ہیں +

سوامی جی کے ان اعتراضات کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ ایک ایسا شخص کہ جو اپنے آپ کو محقق قرار دیتا ہے۔ اسلامی عقائد اور ارشادات قرآن سے اس درجہ بے بہرہ ہے۔ سارے قرآن کریم میں کسی ایک موقعہ پر بھی ہمیں یہ لکھا ہوُا نظر نہیں آتا۔ کہ نعماء جنت اس دنیا کی چیزیں ہیں۔ یا اس دُنیا کی اشیاء سے کامل مشابہت رکھنے والی کوئی چیزیں ہیں۔ بلکہ جا بجا اس امر کی تردید کی گئی ہے۔ کہ نعماء جنت کو اس دُنیا کی مادی چیزیں نہ سمجھو۔ مادی چیزوں میں کون و فساد کا ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ مگر رُوحانیات کی سرزمین نقص اور زوال سے قطعاً پاک ہے۔ پس جبکہ وہاں کی ہر ایک چیز کو دائمی اور ہر ایک نعمت کو غیر منقطع قرار دیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ ظاہر ہے کہ جنت کی نعماء اس دُنیا کی نعماء سے علیحدہ کوئی حقیقت رکھتی ہیں۔ وہاں ازواج ہیں۔ مگر اس دنیا کی ازواج کی طرح کی نہیں۔ بلکہ وہ ازواج مطہرہ ہیں کسی قسم کا گندہ خیال ان کیطرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ وہاں نہریں ہیں۔ مگر اس دنیا کے مادی پانی کی نہیں۔ بلکہ من ماءٍ غیر اٰسن وہ کوئی ایسا پانی ہے جسمیں کبھی بھی بُو کو دخل نہیں ہوسکتا۔ وہاں دودھ ہے

مگر لم یتغیر طعمہ - اس کا ذائقہ بدل نہیں سکتا - غرضیکہ وہاں کی ہر ایک چیز اس دنیا کی چیز سے نرالی ہے - کیونکہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون - جنت کی ہر ایک چیز مثالی رنگ میں بیان کی گئی ہے - اور حق تو یہ ہے - کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون - کوئی شخص نہیں جانتا کہ لوگوں کے نیک عملوں کے بدلہ میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پردہ غیب میں رکھی گئی ہے - اور اسی لئے واقف رموز حقیقی کی لسان حیات سے یہ فرمایا گیا - لا یشبہ شئی مما فی الجنۃ ما فی الدنیا الا فی الاسماء جنت کی چیزیں دنیا کی چیزوں سے سوائے نام کے اور کوئی مشابہت نہیں رکھتیں - قال اللہ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (بخاری) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - کہ میں نے اپنے صالح بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے - جسکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا - اور نہ کسی بشر کے دل پر وہ گزرا - اگر یہی دنیا کی مادی چیزیں اور نعماء ہوتیں تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی - کہ وہ ان حواس ظاہری سے محسوس نہیں ہوسکتیں - ان چیزوں کی حقیقت ان ظاہری حواس سے مخفی رکھی گئی ہے - قرآن کریم میں ان آیات کے موجود ہوتے ہوئے یہ کسقدر بے ایمانی ہے - کہ ان صاف اور صریح احکامات پر پردہ ڈالکر اور متکلم کے خلاف منشاء کلام کا مطلب نکال کر اعتراضات کئے جاتے ہیں - میرا مقصد چونکہ اس جگہ قرآن کریم پر کئے ہوئے اعتراضات کا جواب دینا نہیں - بلکہ ناظرین کو آج اس ویدک سورگ کی سیر کرانا ہے - کہ جسکو ہمارے آریہ دوستوں نے اپنے مقدس صحیفوں کی چار دیواری میں چھپا رکھا ہے - لیکن اس سے پیشتر کہ آپ اس سورگ میں داخل ہوں اسبات کو یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ویدوں نے جس سورگ کو انسان کے اعمال حسنہ کا نتیجہ قرار دیا ہے - وہ کوئی رُوحانی کیفیت نہیں بلکہ اسمیں اس دنیا کے گھی دودھ - دہی - شہد ہی نہیں بلکہ شراب کے لبالب تالاب ہوں گے - پیپل کے درخت کی ٹہنیوں میں دیوتا جھولے جھولتے ہونگے -

انڈے کی شکل کے کنول کے پھول کھلتے ہونگے۔ کام دیوتا (شہوت کا فرشتہ) سورگ باشیوں (بہشتی لوگوں) کے اندر پورے زور کے ساتھ کام کرتا ہوگا خوبصورت استریاں اپسراؤں (عورتوں) کے جھنڈ گرد و پیش منڈلاتے ہونگے۔ گانے بجانیوالے خوبصورت لمبے لمبے بالوں والے گندھرو لونڈے لالہ لوگونکے خرمن امن وسکون میں تموج و ہیجان کے طوفان پیدا کرتے ہونگے ... ۵۰۰ اپسرا ایک ایک مہاتما کے گرد جھرمٹ ڈالے ہوئے ہونگی جن میں ایک سو ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے ہوئے ایکسو خوشبودار منجن۔ ایک سو زعفران اور کپور کا سفوف ایک سو بیش قیمت خوبصورت پوشاک اور ایکسو اپنے ہاتھوں میں پھل اور ایک سو مختلف قسم کے سونے کے جڑاؤ زیورات لئے ہوئے آتی ہے۔ اور سورگ باشی لالہ کو اسکے ساتھ سنگار کرتی ہے۔ مگر اسی پر یہ پرلطف صحبت ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ سب سے نازک وقت وہ ہوتا ہے۔ کہ جب ہزاروں ہزار اپسرا ایکدوسرے سے بڑھ کر حسن وجمال کی دیویاں "مم بھرتا بھویدڑا اِتی" (میرا خاوند ہو جیئے میرا خاوند ہو جیئے) کا ترانہ گاتی ہوئی ہمآغوش ہونے کی کوشش کریگی۔ سورگ لوک میں تین قسم کی لذتیں ہوں گی۔ کہ جن کو ویدوں کی اصطلاح میں انندا۔ مُدا اور پرمدا کہا جاتا ہے۔ اور اُپنشدوں کی اصطلاح میں اُپچکشن۔ کریڑن اور رمائرڑہ کہا جاتا ہے۔ آخری لفظ کا تعلق استریوں کی لذت کے ساتھ ہے۔ درمیانی کا اپنے آشناؤں کے ساتھ اور پہلے کا غیر آشنا یا اجنبیوں کے ساتھ پہلے میں لوگونکے ساتھ صرف ہنسنا ہوگا۔ دوسرے میں لوگونکے ساتھ کریڑا یعنی (کھیلنا) اور تیسرے میں استریوں کے ساتھ اعلےٰ درجہ کا رمن اور لطف اور انکے ساتھ عیش و نشاط ہوگا۔ یہ استریاں یا عورتیں بھی تین قسم کی ہونگی۔ خوبصورت رتھوں والیاں آ باجوں والیاں (راماہ سرتھاہ ستوریاہ) راماہ صرف رمن (عیش صحبت) کے لئے ہونگی۔ سرتھاہ رتھ والیاں ستوریاہ باجوں والی اور گاتے بجاتے والیاں کہ جن کو ویدکی اصطلاح میں گندھرو کنیاہ کہا جاتا ہے۔ نہی ورشا لمبھیا منشیہ ایسی عورتوں کو لوگ اس دنیا میں نہیں پاسکتے، جو لوگ انکے ساتھ بھوگ کرینگے۔ وہ انتہا درجے کی لذت کی وجہ سے

اس شخص کو جو نزدیک ہی کھڑا ہوا ہو گا بلکہ اپنے جسم کو بھی یاد نہیں کر سکینگے۔ اور جس طرح سارتھی ورتھ چلانیوالا رتھ کے چلانے میں مشغول ہوتا ہے۔ کہ اسکی توجہ ادھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح وہ اس آنند بھوگ و ملذات سے متمتع میں مشغول ہو گا +

پس اے سورگ لوک کی سیر کرنے والے اگر تو مسلم ہے۔ تو اپنی آنکھ کو نیچی رکھ کہ تجھے قرآن کریم میں یہی حکم ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم کہ جہاں ایسی سنگار کی ہوئی خوبصورت عورتیں ہوں۔ ان دین و ایمان اور عقل و ہوش کی لیجانیوالی ہستیوں کو آنکھ اُٹھا کر بھی مت دیکھ جہاں گانے بجانیوالی لڑکیوں کے ترانے بلند ہوتے۔ وہاں سے اعراض کر منہ موڑ کر چل دے۔ اسلئے کہ مومن کی شان میں وھم عن اللغو معرضون آیا ہے۔ اور جہاں تجھے راماہ عیش صحبت کے قابل عورتیں ملیں تو ان فواحشات سے پرہیز کر۔ یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ اپنے فروج کی حفاظت کرو۔ کہ یہ ایک پاکیزگی کی راہ ہے۔ اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ اللہ کو اسکی سب خبر ہے +

اور اگر تو ویدک دھرم کا پیرو ہے۔ تجھے ہر طرح اختیار ہے پر اسقدر کہنے کا حق ہمکو بھی حاصل ہے۔ کہ دیکھ سوچ سمجھ اور غور کر۔ اگر تجھے حقیقی جنت اپنی روحانی استعدادوں اور قابلیتوں کے بیج سے پیدا شدہ اور اعمال حسنہ کی نہروں سے نشوونما پائے ہوئے اور ہمیشہ سرسبز رہنے والے اور ہر وقت پھل دینے والے جنت کی ضرورت ہے۔ تو وہ صرف اسلام قرآن اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا جنت ہے۔ کہ جو ایک مومن کو اسی دنیا سے ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں وہ اور بھی صفائی کے ساتھ ظاہر ہو گا + منقول از پیغام صلح

نوٹ

یہ چند سطور اس بسیط مضمون کے تمہیدی الفاظ ہیں کہ جو عنقریب ٹریکٹ کی شکل میں بمعہ دیگر نئے شواہد اور دوسرے مستند حوالوں کے ساتھ شائع کیا جائیگا۔ مضمون قلمبند ہو چکا ہے صرف کتابت اور طباعت باقی ہے +

بیلیئل کیس

سرورِ عالم کے متعلق پادریوں کی بدزبانی اور آپ کے احسان کا صلہ

اس نام سے مسلمانان نیروبی نے وہ کل روئداد چھاپی ہے جو مشرقی افریقہ میں سالگذشتہ پادری شاکی بدزبانی کی وجہ سے واقعات پیش آئے۔ نیروبی کے پادری شا نے جو کچھ الفاظ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے تھے۔ اوران پر جو شور مشرقی افریقہ میں برپا ہوا تھا۔ اس سے ہندوستان کے مسلمان ناواقف نہ ہونگے۔ پادری شا سیاسی پادری ہیں۔ اور غالباً اکثر پادری صاحبان تبلیغ مذہب زیادہ تر سیاسیات ملکی کو مدنظر رکھ کر کر رہے ہیں۔ غرض زیادہ تر یہ ہے کہ یورپ کو جو طاقت حاصل ہو چکی ہے۔ جس سے اس نے ایشیائی اقوام کو سیاسی غلامی میں لیا ہوا ہے۔ اسمیں عیسائیت کی ترویج سے اضافہ ہوتا ہے اور یورپ کا یہ اقتدار ہمیشہ کیلئے قائم رہے۔ عموماً پادری صاحبان اس راز کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کا کلام بھی سچا ثابت ہو کر رہتا ہے۔ ولکن اللہ اعثرنا علیھم ان کے مخفی ارادوں پر بھی آخر کار دنیا کو اطلاع ہو ہی گئی۔ ہاں پادری شا نے کچھ بے احتیاطی سے کام لے کر ان ارادوں کا خوب اظہار کیا ہے +

مشرقی افریقہ میں کچھ مدت سے یورپین اور ہندوستانیوں کے مساوات

حقوق کا سوال چھڑا ہوا تھا پادری شا نے اسی بحث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر حملہ کیا۔ اور اسکے بعد اخبار ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ کو اس مضمون کے چھاپنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ لکھے :-

اس سے وہ بات یاد میں تازہ رکھی جو بھلا دی جاتی ہے کہ ہندوستان کا سوال (یعنے ہندوستانیوں کے حقوق کا سوال) لازماً ایک مذہبی سوال ہے۔ اور میں ان الفاظ کی نہایت زور سے تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ نہایت درست ہیں جو آپ کے خیال میں وہ یعنی جان بندیا موجودہ نازک حالات کے متعلق لکھتا یعنی یہ الفاظ کہ آپ لوگ خدا اور بادشاہ دونوں کی حمایت کیلئے یکساں کھڑے ہیں۔ ایک کافر قوم کو برابر کے حقوق دینا محض ناممکن ہے۔ اور ایسی تجویز کرنا مذہب پر حملہ ہے" +

پھر مسٹر آر میبی گورانڈر سکرٹری اوف سٹیٹ کو خط لکھتے ہوئے یہی پادریصاحب لکھتے ہیں :-

"برطانی اور عیسائی ضرور یہاں حکومت کرینگے۔ اور کوئی کوشش مساوات کے قائم کرنے کی جہاں مساوات نہیں ضرور ناکام ہوگی۔ جب تک کہ ہندوستان اور جب تک کہ افریقہ مسیح پر ایمان نہیں لاتے۔ اس وقت تک برابر کے سیاسی حقوق کے متعلق کوئی گفتگو کرنا فضول ہے +

یہ ہے اصل حقیقت اور یہ ہے پادری صاحبان کی دنیا کو عیسائی بنانے کی غرض اور یہ گویا عیسائی یورپ کا پیغام غیر عیسائی اقوام کو ہے۔ کہ ہم نے تمہیں اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ اور اس حکومت کے جوئے سے تم آزاد نہیں ہو سکتے۔ کہ عیسائیت کو قبول نہ کرو +

پادری شا نے سکرٹری آف سٹیٹ کو جو چٹھی لکھی تھی اسمیں پولوس کا یہ فقرہ نقل کر کے کہ تم بے ایمانوں کے ساتھ نالائق جوئے میں مت جتتے جاؤ۔ مسیح کا بلیئل سے کیا اشتراک ہے" بیلیئل (Mammon) کے بعد خطوط و ہدائی میں آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا یعنی آپ کو بلیبل قرار دیا۔ اب یہ ایک مشہور لفظ ہے۔ جو شیطان کے ہم معنی ہے۔ اور جب مسلمانوں نے پادری شا پر مقدمہ چلانے کیلئے مشرقی افریقہ کی گورنمنٹ سے اجازت مانگی تو گورنر نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور پادری شا سے ایک چٹھی منگا کر وہاں کے مسلمان لیڈروں کو بھجوا دی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ اس کا ارادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرنے کا نہ تھا۔ اور کہ وہ آنحضرت کو بُرا آدمی نہیں سمجھتا اور اسکے ساتھ ہی اسی پادری کی ایک چٹھی اخبار میں چھپی جسمیں اس نے لفظ بلیبل کی تشریح کی۔ اور کہا کہ لفظ بلیبل کوئی تحقیر کا لفظ نہیں۔ اور اس سے مراد فقط غیر عیسائی ہے۔ اور یہ لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ہر ایک مسلمان کے متعلق بولا جا سکتا ہے۔

جس قوم میں بڑے بڑے پیشواؤں تک نے پاک کاموں کے نیچے ناپاک افعال کا ارتکاب کیا ہو۔ وہ ایک ناپاک لفظ استعمال کر کے یہ کہہ دیں کہ یہ انھوں نے دوسرے کے اکرام کے لئے استعمال کیا ہے۔ تو کوئی بعید بات نہیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جو معنے خود پادری شا نے لفظ بلیبل کے دیئے ہیں۔ وہ بھی یہی بتاتے ہیں کہ یہ لفظ ناپاک لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پادری شا نے اس لفظ کے معنے دیئے ہیں [illegible] اور پھر مراد اس کی لی ہے مسیح کو نہ ماننے والا۔ اس قوم کی جرأت پر بھی تعجب ہے۔ کہ شریعت کو تو آپ لعنت قرار دیں۔ اور شریعت کے قانون سے آزاد اپنے آپ کو ٹھیرائیں۔ کیونکہ مسیح گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اور ([illegible] ان لوگوں کو قرار دیں جو شریعت کو مانتے اور شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی لکھا ہے۔ کہ میں تو سب مسلمانوں کو اور خود انکے نبی کو اسلئے بلیبل قرار دیتا ہوں کہ وہ مسیح کا جوا نہیں اُٹھاتے۔ اور اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مسلمان چونکہ مسیح کی مخالفت پر فخر کرتے ہیں۔ تو اور انکو اور کونسا نام دیا جائے۔ ہم نہیں جانتے کہ کونسا مسلمان ہے جو مسیح کا مخالف ہے مسلمان تو سب کے سب حضرت مسیح پر ایمان لاتے

ہیں۔ اور مسیح کو ہی نہیں۔ ان کی والدہ کو بھی راستباز مانتے ہیں۔ ان کی پاک کتاب میں مسیح کو تمام ان الزامات سے پاک ٹھیراکر جو یہودی ان پر لگاتے تھے ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا اور ابھی پادری صاحبان کے نزدیک مسلمان مسیح کے مخالف ہیں +

پادری خنا خود بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس لفظ بیلیئل کے کوئی بُرے معنے بھی ہیں۔ کیونکہ جو عذر پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ ایک لفظ ایک معنے سے بالکل معمولی لفظ ہوتا ہے۔ اور دوسرے معنے میں بُرا اور رنجیدہ ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ لفظ بیلیئل ہمیشہ ہی ناپاک معنے میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ اور خود بائیبل کے لغت نویس اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ یہ لفظ پاک نوشتوں میں ایسے لوگوں کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے جو نہایت درجہ کے گرے ہوئے بدکار اور کمینے ہوں جو نہ خدا کا لحاظ کریں نہ انسان کا۔ اور یہ بھی مانا ہے۔ کہ یہ لفظ شیطان کیلئے دوسرا نام ہوگیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ اس موقعہ پر جہاں پولوس نے یہ لفظ قرنطیوں کیلئے استعمال کیا ہے۔ تو بوجہ ان کی بدکاریوں اور عیاشیوں کے کیا ہے۔ اور بہرحال اس سے مراد بھی ایسا شخص ہی ہے جو نہ خدا کے قانون کی پروا کرے نہ انسان کے قانون کی +

یہ ہے وہ صلہ جو آج اس روشنی کے زمانہ میں اس قوم کے سربرآوردوں کی طرف سے مسلمانوں کے پیغمبر کو مل رہا ہے جس نے عیسائیت پر اس قدر احسان کیا تھا۔ کہ ہر ایک اپنے پیرو کے لئے یہ ضروری قرار دیا۔ کہ مسیح کے نیک راستباز پیغمبر ہونے پر ایمان لائے۔ اس محسن کے لئے اس قوم نے ہمیشہ سے ناپاک سے ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور جھوٹے واقعات کو آپ کیطرف منسوب کر کے بدنام کیا ہے۔ کیا مسیح پر ایمان لانے کا یہی نتیجہ ہے۔ کہ محسن کشی کی خوبی سب سے پہلے ایک انسان کے اندر آجائے۔ اور کیا یہی گنہاہوں کا کفارہ ہے۔ کہ اس پاک انسان کو جس نے عیسائیت کے ساتھ احسان ہی احسان کیا تھا اس طرح کے ناپاک الفاظ سے یاد کیا جائے مسلمان تو برداشت کرلیں گے۔ اور برداشت کرتے رہے ہیں۔ مگر

وہ پادریوں کے ان منافقانہ اخلاق سے بھی بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ کہ اُوپر سے تو ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر ان کے باطن بالکل سیاہ ہو رہے ہیں۔ اور مقدس ترین انسان کے لئے ناپاک ترین الفاظ کے استعمال کو آجتک نہیں چھوڑا۔ کیا ان کی تہذیب بھی ان کو یہی بتاتی ہے۔ کہ جو تم پر احسان کرے۔ تم اسکے ساتھ بدی کیا کرو۔ کہاں اُستاد کی وہ تعلیم کہ دشمن سے محبت کرو۔ اور کہاں شاگردوں کا یہ طرز عمل کہ اپنے محسن سے اسقدر بغض اور عداوت سینوں میں رکھتے ہیں۔ کہ ناپاک الفاظ کے استعمال کے سوائے اس کا نام بھی نہیں لے سکتے۔ کیا سچ فرمایا ہے۔ قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر +

ویدوں کی سکھلائی ہوئی مذہبی رواداری

آریہ سماجیوں کا دعوےٰ ہے کہ ویدک دھرم مذہبی رواداری کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ ان کے مہرشی سوامی دیانندجی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے تیسرے باب میں لکھتے ہیں۔ کہ

جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بعزتی کرتا ہے اس وید کی برائی کرنیوالے منکر کو ذات۔ جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہئیے باب ۳ دفعہ ۱۱

تعجب ہے کہ ایسے صاف و صریح حکم کے ہوتے ہوئے آریہ سماجی حضرات یہ راگ الاپتے چلے جاتے ہیں۔ کہ ویدک دھرم مذہبی رواداری کا حامی ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت آریہ سماج کا راج ہندوستان میں قائم ہو جائے تو پھر مسلمانوں۔ برہمو سماجیوں۔ دیو سماجیوں اور عیسائیوں وغیرہ کا ہندوستان میں رہنا نہایت مشکل ہو جائے سچ ہے ؎

گربۂ مسکیں اگر پر داشتے تخم گنجشک از جہاں بر داشتے

آریہ گزٹ کا ایک دقیانوسی اعتراض

آریہ گزٹ اپنی ۱۴ - اگست کی اشاعت میں اعتراض کرتا ہے - کہ
"قرآن شریف میں درج ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں - جاؤ انکے پاس جس رستے تمہاری مرضی ہو" +
اس اعتراض کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ آریہ گزٹ نے اپنے پیر و مرشد سوامی دیانند جی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے محض کہیں سے سن سنا کر قرآن شریف پر اعتراض جڑ دیا ہے - ورنہ قرآن شریف کی اصل آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے - جس کے معنے "جس رستے" کئے جائیں - قرآن شریف کی اصل آیت یہ ہے .. نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ - بقرہ ع - ترجمہ - تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں پس جب چاہو اپنی کھیتی میں آؤ - اس سے پہلی آیت میں حائضہ عورتوں کا ذکر کر کے یہ بتلایا ہے - کہ حالت حیض میں عورت کے پاس جانا مضر صحت ہے ! اور آیت زیر بحث میں یہ کہہ کر کہ عورت تمہارے لئے بمنزلہ ایک کھیتی کے ہے - اس طرف توجہ دلائی ہے - کہ مرد و عورت کے تعلقات کا حقیقی مقصود نسل انسانی کا بڑھانا ہے - جس طرح کھیتی میں بیج ایسے مناسب حالات میں ڈالا جاتا ہے - کہ وہ نشو و نما پا سکے - ایسے ہی مرد و عورت کے تعلقات مناسب حالات و اوقات میں ہونے چاہئیں - چونکہ حالتِ حیض میں اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا - اسلئے یہ کہکر کہ عورت بمنزلہ کھیتی کے ہے - یہ توجہ دلائی کہ ایسی حالت میں عورت کے پاس جانا عبث ہے +

ایسی پُر حکمت آیت پر یہ اعتراض کرنا کہ "جاؤ ان کے پاس جس رستے تمہاری مرضی ہو" ایسے ہی دماغ کا کام ہے جسکے اندر نیوگ کی تعلیم گھر کر چکی ہو +

اس قسم کا فاسد عقیدہ کہ جاؤ انکے پاس جس رستے تمہاری مرضی ہو قرآن کریم

جیسی پر حکمت کتاب کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اس نے صاف طور پر کہدیا ہے۔ کہ فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ پھر جب وہ غسل کرلیں تو ان کے پاس آؤ جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے"۔

ہاں اگر آریہ گزٹ کو اس پر اعتراض ہو کہ قرآن شریف نے عورت کو کھیتی قرار دیکر اسکی ہتک کی ہے تو اس کے متعلق ہم اسکے سامنے اسی کے پیرو مرشد سوامی دیانند جی کا قول پیش کرتے ہیں +

ز مرشد شنو گر ز من نشنوی

سوامی جی مہاراج اپنی مشہور کتاب سنسکار ودھی کے باب گربھا دھان سنسکار میں لکھتے ہیں کہ

"حمل کا استقرار یعنی منی کا رحم میں قائم کرنا اس طریق سے ہوتا ہے۔ جیسے بیج اور کھیت کے اعلےٰ ہونے سے اناج وغیرہ اشیاء بھی عمدہ ہوتی ہے ویسی ہی اعلےٰ طاقتور عورت و مرد کی اولاد بھی اعلےٰ ہوتی ہے" +

دُعا

روزمرہ کے کاروبار، بیماری اور علاج میں دُعا کا فائدہ

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا)

(بسلسلہ صفحہ ۴۳۲ اشاعت اسلام جلد ۱۰ نمبر ۷)

کہا جاتا ہے۔ کہ عبادت کیلئے ایکدن مقرر کرنے کی وجہ سے نظام کلیسیا میں مدد ملی ہے۔ لیکن یہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ طریق لوگوں کے روزمرہ کے کاروبار کیلئے مفید ثابت نہیں ہوا۔ اسلئے لوگوں کو عبادت کیلئے صرف ایکدن علیحدہ رکھنے اور باقی تمام ایام ہفتہ میں دنیاوی کاروبار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ جس کی وجہ سے روح کی حفاظت و ترقیت بمقابلہ جسم کے بہت کم ضروری خیال کی گئی ہے۔ حالانکہ دنیا کے لین دین میں صفائی قلب از بس ضروری ہے۔ اس صفائی کے حصول کیلئے دعا ہی ایک زبردست آلہ ہے

دعائیں اور مقرر کردہ نمازیں باجماعت اور بلا جماعت ہمارا روزانہ کا معمول ہونی چاہئیں۔ تاکہ ان کی حالت پاک و صاف رہے۔ جس شخص کے اندر خدا کا خوف ہے۔ وہ کسی دوسرے سے نہیں ڈرتا۔ اگر انسان خدائے علیم کے ساتھ ہر روز کئی بار حاضر ہونے کیلئے اپنے آپ کو قابل بناتا ہے۔ تو وہ ہر ایک کام بغیر خوف و خطر کر سکتا ہے۔ ذیل کی دُعا جو ہمارے روزمرہ کے کام کو ہلکا کرنے کیلئے ہمیں بتلائی گئی ہے کیسی ہی مفید و عجیب ہے +

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ج وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمکو (اُسکے وبال میں) نہ پکڑ۔ اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جس طرح ان پر تو نے (اُنکے گناہوں کی پاداش میں احکام سخت کا) بار ڈالا تھا ویسا بار ہم پر نہ ڈال۔ اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس (کے اُٹھانے) کی ہمکو طاقت نہیں ہم سے نہ اُٹھوا۔ اور ہمارے قصوروں سے درگزر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا (حامی) مددگار ہے۔ تو ان لوگوں کے مقابلے میں جو کافر ہیں ہماری مدد کر +

تمام لوگ خدا کے حضور اھدنا الصراط المستقیم کہہ سکتے ہیں۔ یعنے اے خدا ہر ایک کام میں دنیاوی ہو یا دینی ہمیں سیدھی راہ دکھلا +

پس ہمارے روزانہ کام کی ابتداء نماز سے ہونی چاہئے۔ اور اس کا اثر ہماری روزمرہ کی زندگی پر ہونا چاہئے۔ دُعا کی قدر و قیمت بہت بڑھ سکتی ہے۔ اگر ہم اپنے روزانہ کام کو نماز سے جدا نہ سمجھیں۔ تفریح اور عبادت کا وقت الگ الگ رکھنا صحیح معلوم نہیں دیتا یعنے ایک ہی دن آرام اور تفریح ہو۔ بہتر تو

یہ ہے کہ کام اور عبادت کا جوڑ ہو تا کہ ہماری عبادت سے کام میں برکت پیدا ہو۔ ہمیں ہر وقت اذان کی تعمیل کے لئے تیار رہنا چاہئیے۔ ہمیں اپنا آرام اور اپنے دُنیاوی کام کو رُوح کی ضروریات مُہیا کرنے کیلئے قربان کر دینا چاہئیے۔ یہ سچ ہے۔ کہ جب تک ہم اس دُنیا میں ہیں ہمیں اپنے کام میں غفلت نہ کرنی چاہئیے۔ لیکن رُوح کی طرف سے بھی ہمیں غافل نہ رہنا چاہئیے۔ اگر خُوراک پیدا کرنے کیلئے جس سے جسم کو قائم رکھا جائے۔ کام کی ضرورت ہے تو عبادت بھی رُوح کی غذا کے لئے ویسی ہی لازمی ہے۔ لہذا عبادت اور کام ہمارے روزانہ شغل ہونے چاہئیں دُعا و نماز ہمارے کام میں برکت ڈالتی اور ہمارے دل و زندگی کو پاک بناتی ہے۔ اور ہمیں ہمارے قول و فعل اور خیالات کو غلطی و لغزش سے بچاتی ہے +

اگر کسی شخص کا اللہ تعالٰے سے جو رحیم و رحمٰن ہے سچا تعلق ہو تو اسکی دُعا سے بیماری دُور ہو سکتی ہے۔ بہت سے طبیبوں کا تجربہ ہے۔ کہ بیمار کی قوت ارادی اور رُوح کی اندرُونی بیماری رفع کرنے میں بہت کچھ حصہ لیتی ہیں۔ سچی دُعا جس سے کہ ربّ الرّحیم کیطرف رُجوع کیا جائے قوت ارادی کے مضبوط کرنے کا ایک آلہ ہے۔ اور اس سے رُوح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ جسقدر انسان کا اعتقاد دُعا پر مضبوط ہو گا۔ اُتنا ہی زیادہ اس کا اثر رُوح پر اور اسکے ذریعہ جسم پر ہو گا۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ جن کے جسم بالکل صحیح و درست نظر آتے ہیں کبھی خوشی یا غم کی خبر اچانک سُننے سے فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بعض وقت خوش کن خبر طبیعت کو اسقدر اُبھارتی ہے۔ کہ کوئی طاقت بخشنے والی دوائی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔ لیکن دُعا خوشی کے پیغام کا کام دے سکتی ہے۔ اس سے مایُوس آدمی کی ڈھارس بندھتی ہے۔ اور اس کا صحت پر اثر ہوتا ہے۔ مختلف امراض کے علاج کے لئے اوّل اوّل تجربہ ہی سے انسان کو بوٹیوں کا علم ملا ہے۔ لیکن تجربہ سے یہ بھی دریافت ہُوا ہے۔

کہ عبادت سے اُن لوگوں کی طبیعت میں راحت و تازگی پیدا ہوتی ہے جو مذہبی رنگ میں رنگین ہیں عبادت کے ذریعہ انسان نہ صرف بیماریوں ہی کو رفع کر سکتے ہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں اس سے حاصل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ انسان کا سچا تعلق خدا سے ہو۔ اور خدا خود انسان کو بذریعہ الہام بتا دیتا ہے کہ کس طرح وہ عبادت کے ذریعہ اس سے مل سکتا ہے۔ اسی لئے خدا کی طرف سے انبیاء کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ عبادت کی طرز بتلائیں لیکن اس ہماری مادی دُنیا میں یہ توقع کرنا کہ صرف عبادت ہی سے ٹوٹی ہُوئی ٹانگ جڑ سکتی ہے۔ دُرست معلوم نہیں ہوتا۔ انسان کو خدا نے علم و عقل دی ہے۔ تاکہ وہ جسمانی بیماریوں کے علاج کیلئے ادویہ دریافت کرے۔ اور اسے اپنی خداداد عقل و علم سے ضرور کام لینا چاہئے۔ خدا نے تو ہر ایک بیماری کا علاج رکھا ہے۔ لیکن انسان کمزور ہے۔ اس کا علم بھی نا مکمل و ناقص ہے۔ اسلئے خدا تعالےٰ کی مدد حاصل کرنے کیلئے دعا کی ضرورت ہے۔ تاکہ علم مکمل ہو۔ اور بیماریوں کی تشخیص میں رہنمائی کرے۔ اور ادویہ کا درست استعمال بتلائے +

باقی دارد

اہلِ تناسخ کے استدلال

اور اُن پر تنقید

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ انگلستان

کائنات کی ہر ایک چیز اپنے کمال تک پہنچنے کیلئے ساعی ہے۔ اس کا قدم آگے کو ہے پیچھے کو نہیں۔ ربوبیت کی یہی شان ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالےٰ کو رب العالمین مانتا ہے۔ وہ کس طرح کسی ایسے عقیدے کا قائل ہو سکتا ہے جو اشیاء عالم کے مضمرہ جوہر کے متعلق رجعت قہقری کی تعلیم کرے۔ اور یہ سمجھے کہ چیزیں آگے نہیں بلکہ پیچھے کو آجاتی ہیں۔ جیسے کہ مسئلہ تناسخ تعلیم کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جو سلالہ طین ہے۔ جس نے جمادات نباتات وغیرہ سے صعود کیا ہے۔ وہ اپنے اس دور ہستی کو پورا کر کے پھر واپس آجاتا ہے۔ اُسے آواگون کے چکر سے نجات نہیں ہوتی۔ وہ اس دور زندگی میں کچھ ترقی کر لیتا ہے۔ لیکن جب اس کی یہ ہستی ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسی دنیا میں واپس آجاتا ہے۔ الغرض اسکی ترقی یہیں تک محدود ہے۔ یہ قیاس ہر ذرہ کائنات کی روش کے خلاف ہے۔ ہر ایک چیز کا قدم تو آگے کو ہے۔ لیکن انسان جیسی اشرف المخلوقات ہستی پر یہ قاعدۂ ترقی حاوی نہیں۔ یہ امر صحیح ہے۔ کہ انسان میں جو لاتعداد جوہر مخفی ہیں وہ سب کے سب اسی ارضی ہستی میں ظاہر نہیں ہوتے۔ ہر ایک شخص مہندس۔ شاعر۔ حکیم فلسفی۔ مُدبر۔ مصور صناع وغیرہ وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک شخص اخلاق فاضلہ اور رُوحانیات کا مالک نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ سب کی سب باتیں ہر ایک کی جوہر فطرت میں موجود ہیں۔ اور فطرت اُن کا نشوونما چاہتی ہے۔ لہذا

ان قوائے ودیعت کردہ کی بلوغت اور ان کا ظہور لازماً دو باتیں چاہتا ہے
یا تو انسان کی راہ ترقی میں ارضی ہستی کے بعد ایک اور عالم یا سلسلہ عالمین ہو
جنمیں موت کے بعد انسان داخل ہوکر اپنی استعداد ونکو کمال تک پہنچا وے
یا مرنے کے بعد اگر وہ یہاں سے نامکمل حالت میں جاسے۔ تو پھر اسی
دنیا میں واپس آکر اُن کمالات کو حاصل کرے جو بر وقت موت اسے حاصل
نہیں ہوئے۔ اہل تناسخ نے امر دوم کو اختیار کیا ہے لیکن اسلام نے
ان دو امور میں سے پہلی بات کو تعلیم کیا۔ قرآن کریم نے ہمیں تعلیم دی
کہ انسان کے اندر لاتعداد قوتیں ہیں جن کا ظہور بتدریج مختلف
منازل یا عالموں میں ہوتا ہے۔ وہ اس عالم ارضی میں بہت سی منزلیں طے
کرکے آیا ہے۔ مختلف قالبوں میں سے گزر کر اس نے یہ موجودہ انسانی
ہیئت اختیار کی ہے۔ ان منازل ترقی میں سے جب کبھی وہ کسی منزل
میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس سے غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اس منزل
میں آنیوالی منزل کی ترقیات حاصل کرنے کی استعداد اپنے میں پیدا کرے
مثلاً اس کی منازل ترقی میں سے ایک منزل عالم رحم ہے۔ اس عالم
میں وہ بشکل نطفہ داخل ہوتا ہے۔ وہاں وہ گوشت۔ پوست
ہڈیاں مختلف اعضا و جوارح اور پھر ابتدائی شکل میں قوتِ
مُدرکہ کو حاصل کرلیتا ہے۔ عالم رحم میں چند دن گزارنے کی غرض یہی
ہوتی ہے کہ جن ترقیات کو اُس نے اس ارضی زندگی میں حاصل کرنا ہے۔ انکے
ظہور کے ضروری سازوسامان وہ عالم رحم میں حاصل کرلے۔ نطفے کے
شکل میں استعداداً توسب کچھ موجود ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ وہ کمالات بھی
مُضمر ہوتے ہیں جو اسے عالم بعد الموت میں حاصل کرنے ہیں لیکن
اُس قطرۂ پانی میں اِس زمین پر کی وابستہ ترقی کے ظہور کی استعداد اسی وقت
پیدا ہوتی ہے۔ جب اس نطفہ میں سے گوشت۔ پوست۔ مدرکہ وغیرہ باہر نکل آتے

ہیں۔ یہاں کے کمالات اپنے ظہور کے لئے ایک خاص جسم مدرکہ کو چاہتے ہیں۔ انہیں کے حصول کے لئے وہ رحمی عالم میں جاتا ہے۔ یہ دنیا بھی دراصل ایک رحم کبیر ہے۔ انسان ماں کے پیٹ سے نکلکر مادر دنیا کے رحم میں آجاتا ہے۔ رحم مادر میں بالخصوص جو نئی بات وہ حاصل کرتا ہے۔ وہ اسی کا مدرکہ یا نفس ناطقہ ہے۔ جسمیں ابتدائے کل حیوانی جذبات موجود ہوتے ہیں۔ اِس دنیا میں آکر ان جذباتِ ردیّہ کو اُس نے عمدہ اخلاق اور رُوحانیات میں متشکل کرنا ہوتا ہے۔ انہیں باتوں کے حصول پر اس پر ان ترقیات کا دروازہ کھلجاتا ہے۔ جسے اسلامی اصطلاح میں بہشت کہا گیا ہے +

اِنسان رحم دنیا میں صرف جسمانی ترقی کرنے نہیں آتا۔ یہ ترقی تو وہ عالم شباب تک پہنچنے پر حاصل کرلیتا ہے۔ کیونکہ اسکے بعد اس کی جسمانی ترقی ختم ہوجاتی ہے۔ اگر اس دنیا میں آنے کی غرض صرف جسمانی ترقی ہوتی تو ضرور تھا۔ کہ ہر بچہ جوان ہوکر مرجاتا۔ کیونکہ ہر ایک چیز اپنی مقررہ ترقی پاکر فنا ہوجاتی ہے۔ انسان تو مدرکۂ انسانی میں وہ استعدادیں پیدا کرنے آیا ہے۔ اور اُس ساز و سامان کو لینے آیا ہے۔ جو عالم بعد الموت میں اسکی آیندہ ترقیات کے لئے ضروری ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ انسان اپنے سفر ترقی میں جس منزل میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں وہ آنیوالی منزل میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری اسباب کو مُہیّا کرتا ہے ایک منزل کی انتہا ترقی آنیوالی منزل کی ابتدا ہوتی ہے۔ جس طرح لاتعداد منازل طے کرکے ہم نے اس دنیا کا جامہ پہنا۔ اسی طرح موت کے بعد جس سے مُراد دراصل ایک منزل سے دوسری منزل کو انتقال کرنا ہے۔ ہمارے آگے لاتعداد منازل ہیں +

ہر منزل میں ترقی کے سات مدارج ہی ہوتے ہیں۔ قرآنی سات جنتیں بھی ترقی

کی بہلت منازل میں لیکن قرآن انسان کی بعد الموت ترقیات کو ان سات جنتوں تک محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے بعد بھی ترقیات کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس مضمون پر حسب ضرورت میں آگے چل کر کچھ لکھوں گا۔ یہاں مجھے صرف یہ لکھنا ہے۔ کہ جس طرح لاتعداد قالبوں میں سے گزرتے ہوئے ہم نے انسانی شکل اختیار کی۔ اسی طرح آگے بھی لاتعداد منزلوں میں سے ہمیں گزرنا ہے۔ لیکن ایک منزل کا دور ختم کرنے پر ہم پھر طے کردہ منزل کی طرف واپس نہیں آجاتے۔ بلکہ آگے ہی آگے جاتے ہیں۔ انہی سابقہ عالموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی نے یہ کہا ہے

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ۔ نہ صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

جناب کرشن نے اگر ارجن کو یہ کہا۔ کہ میں اپنے پچھلے جنموں سے واقف ہوں۔ تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بار بار اس دنیا میں پیدا ہوئے بلکہ اس صاحب عرفان نے اُن مختلف جنموں کا ذکر کیا جنہیں سے انہوں نے زمینی عالم سے پہلے کے صدہا عالموں میں سے گزر کیا۔ ایتھر کے ذرات جسے آج کائنات کی ابتدائی شکل تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک خاص ہیولے میں جمع ہو کر تعداد منازل طے کرنیکے بعد آخر کار انسان بن جاتے ہیں۔ ایتھر کے ذرات انسانی ہستی تک پہنچنے میں لکھو کھا برس لے لیتے ہیں۔ کبھی وہ نبیولا کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ کبھی وہ برقی ذرات بن جاتے ہیں۔ کبھی ان کا نام اٹم ہو جاتا ہے۔ کبھی عنصر ان کے بعد صدہا منظم اور غیر منظم صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ عالم منظم میں جوہر حیات پیدا ہوتا ہے۔ جو آخر کار عالم حیوانات میں خاتمہ اے دماغ پیدا کر کے انسان کے وجود کی تکمیل کرتا ہے۔ الغرض ایتھر کے ذرات مختلف عالموں میں جنم لیتے ہوئے آخر کار انسان ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ قالب ہیں۔ جن کی تعداد ایک مسلم صوفی نوسو ستر گن رہا ہے یہی وہ گذشتہ جنم ہیں جن کی طرف عارف باللہ کرشن اشارہ کر رہا ہے۔ انہیں

جنموں اور قالبوں کو قرآن کریم نے لفظ عالم سے تعبیر کیا۔ اور اسلئے کتاب حمید کو خدا کی صفت رب العالمین سے شروع کیا۔ اور اسی ایک جملہ میں ضرورتِ قرآن کا بھی ذکر کر دیا۔ یعنی جس طرح ہمارے رب نے ہر عالم میں انسان کی ترقی اور نشو ونما کے اسباب ہر عالم کے حسب حال پیدا کئے وہی رب العلمین انسان کو اس عالم میں لاکر اسی ایک ایسی ترقی آئندہ کیلئے طیار کرنا چاہتا ہے جس کا تعلق قطعاً ذہنیات اور ادراک سے ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ادراک و ذہن کی ربوبیت کے لئے وہ کوئی ایسی چیز پیدا کرے جسکا ذہن اور ادراک سے تعلق ہو یعنی ہدایات۔ یعنی اس ذات پاک کا رب ہونا ہی اسبات کا مقتضی ہے۔ کہ جس طرح عالم جسمانیت کی پرورش اس نے جسمانی چیزوں سے کی۔ اسی طرح اب ذہنی اور ادراکی ترقی کے لئے وہ ہمیں ایسی ہی ہدایات دے۔ اسلئے قرآن کا نام ھدیً یعنے ہدایت رکھا گیا۔

تکمیل نقص کیلئے اس دنیا میں واپس آنے کی ضرورت نہیں

یہ سچ ہے۔ کہ سارے کے سارے انسان اس دنیا میں آکر اس دنیا کی وابستہ ترقی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یا بالفاظ دیگر اس ساز و سامان کو اس دنیا سے لے کر نہیں جاتے۔ جو ان کی آیندہ ترقی کے لئے ضروری ہے یا جس توشہ کے لئے وہ یہاں آئے تھے بالفاظ دیگر اکثر ہم میں سے اس دنیا سے ناقص جاتے ہیں۔ اب یا تو ان نقصوں کی تکمیل کسی ذریعہ سے آیندہ عالم میں ہو جائے۔ جیسے کہ اسلام تعلیم کرتا ہے۔ اور اسی ذریعہ کا نام قرآنی اصطلاح جہنم رکھا گیا ہے۔ یا ان نقصوں کے دفعیہ کیلئے انسان یہاں پھر آئے۔ جیسے اہل تناسخ عقیدہ رکھتے ہیں اور اس امر کو تھیاسوفسٹ تناسخ کے ثبوت میں بطور دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس دنیا کی ترقیات اس دنیا کی بعض چیزوں سے

وابستہ ہیں - اور وہ چیزیں اسی عالم میں میسر آسکتی ہیں - تو پھر وہ ترقیات عالم بعد الموت میں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں - اس سے لازم آتا ہے کہ ان چیزوں سے متمتع ہونے کیلئے پھر انسان یہیں واپس آئے - بات تو صاف ہے - لیکن جن مسلمات پر یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے - وہ صحیح نہیں اگر تو اس دنیا کے اسباب کے علاوہ آنیوالی دنیا میں دفع نقص کے کوئی اور اسباب نہ ہوں تو ضروری ہے - کہ ناقص انسان مرنیکے بعد پھر واپس یہیں آئے - اور اگر آنے والی دنیا میں کوئی ایسے بھی نئے اسباب ہوں جو اس دنیا کے اسباب سے تو مختلف ہوں لیکن اس دنیا کے نقصوں کے دفعیہ کے لئے یہاں کے اسباب سے کہیں زیادہ موثر اور مفید ہوں - تو پھر اس دنیا میں آنے کی کیا ضرورت ہے - اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ آنیوالی دنیا میں دفعیۂ نقص کے اسباب موجود ہیں - یا یہ کہ اس دنیا کے نقصوں کے دفعیہ کیلئے ہمیں لازماً اسی دُنیا میں واپس آنا ہے - مجھے ایک ہی راستہ سمجھ آتا ہے - وہ یہ ہے - کہ اس دنیا مشہودات میں بھی ترقی کا دور چل رہا ہے - اور اس دنیا میں مختلف عالم بھی موجود ہیں - جن میں سے اشیاء عالم یکے بعد دیگرے گزرتی ہوئی نظر آتی ہیں - اور ایک منزل میں سے نکلکر دوسری منزل میں بغرض نشو و نما چلی جاتی ہیں - اب دیکھنا یہ ہے - کہ اگر کوئی چیز ایک منزل سے دوسری منزل کو ناقص حالت میں چلی جاتی ہے تو کیا وہ چیز تکمیل نقص کے لئے چھوڑے ہوئے منزل کو واپس آجاتی ہے یا نئے عالم میں کسی اور طریق پر اسکے نقص درست کئے جاتے ہیں +

ایک درخت کا بیج کئی مختلف منازل میں سے گزر کر پھل بنتا ہے، اُسکے نئے درخت کا تنہ بطور ایک رحم مادر کے ...... ہے - پھلوں کی ایک غرض یہ بھی ہے - کہ وہ انسان کی خوراک یا دوا بنیں - درخت سیب کے تنہ میں سے

نکلے ہوئے یہ تسبیم کے سیب۔ اچھے۔ بُرے۔ پختہ۔ کچے بازار میں آکر خوراک انسانی بن جاتے ہیں۔کیا کسی ناقص دانہ سیب کو پھر نخل سیب کے تنہ میں اسلئے داخل کیا جاتا ہے کہ وہ ناقص ہے۔ اور خوراک انسانی کے قابل نہیں یا ایسے سیب کو باورچیخانہ میں بھیج کر آگ کے ذریعہ پختگی کی حالت تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ جن سیب کے دانوں کو درخت کے تنے نے پختہ کر دیا۔ وہ تو پکائے نہیں جاتے۔ پختگی کیلئے جس حرارت کی انہیں ضرورت تھی وہ درخت پر بیٹھے ہوئے انہوں نے حاصل کرلی۔ لیکن جو دانے حرارت مطلوبہ کو حاصل نہ کر سکے۔ اور درخت سے کچے ہی اُتر آئے۔ اُنہیں ہمارے آتشدان وہ حرارت دیدیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کچے پھلوں کے پختہ ہونے کے لئے انہیں درخت کے تنہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ تو اہل تناسخ کا مذکورہ بالا نظریہ صحیح ہے۔ لیکن اگر یہ نقص عالم درخت کے بعد باورچیخانہ کے عالم میں یا کسی اور طریق پر رفع ہو سکتے ہیں تو بالبداہت یہ قیاس غلط ہے۔ بلکہ بعض پھل تو اپنی بہترین خوبیاں اس صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ کچا پن کی حالت میں درختوں سے اُتارے جاکر پال کے ذریعہ پختگی حاصل کریں۔ انگور۔ سیب ناشپاتی۔ آم وغیرہ کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ وہ بچے ہیں جو کم عمری ہی میں فوت ہوکر دوسری دنیا کو چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل تناسخ کی طرف سے یہ بھی اعتراض ہوتا ہے۔ کہ جو بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں وہ کیوں یہاں آئے؟ اس بات کی تشریح تو میں آگے چل کر کروں گا۔ لیکن یہاں اسی قدر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ اگر پال کا انگور یا آم درخت پر کے پکے ہوئے آم اور انگور سے ذائقہ اور خواص میں کہیں بہتر ہوتا ہے۔ تو جو بچے پیدا ہوتے

موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ وہ آیندہ دُنیا میں ہم سے بدرجہا بہتر ترقی کے اہل ہو سکتے ہیں +

اب کائنات کی اور چیزوں کو چھوڑ کر میں انسان کی پیدائش پر آجاتا ہوں ۔ یہی مختلف قسم کی خوراکیں جو ہمارے دستر خوان پر آجاتی ہیں ۔ معدے ۔ جگر ۔ دل کی منازل سے ہوتی ہوئی ہمارے جسم میں ایک عمدہ خون صالح بن جاتی ہیں ۔ اسی خون صالح میں سے نطفہ پیدا ہوتا ہے ۔ جو عورت کے رحم میں ایک خاص پرورش کے بعد انسانی بچہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے ۔ اب سوال یہ ہے ۔ کہ آیا یہ اشیاء خوردنی ان مختلف عالموں میں غیر پختہ حالت میں جاسکتی ہیں یا نہیں ۔ اور اگر یہ اشیاء ایک عالم کی متعلقہ پختگی حاصل کرنے کے بغیر آیندہ عالم میں جاتی ہیں ۔ تو ان کا نقص اسی آیندہ عالم ہی میں دفع کیا جاتا ہے یا دفع نقص کے لئے وہ گذرے ہوئے عالم میں واپس آتی ہیں ۔ یہ تو ضروری ہے ۔ کہ معدے میں جو چیز جائے وہ پختہ حالت میں ہی جائے ۔ لیکن کچی خوراکیں بھی ہم کھا جاتے ہیں ۔ جو معدے کی تکلیف کا باعث ہوتی ہیں ۔ درد معدہ یا کوئی اور تکلیف اسہال کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ کہ خوراک ناقص حالت میں باورچیخانہ کے عالم سے نکلکر عالم معدہ میں پہنچی ہے ۔ لیکن ان نقصوں کو مختلف ادویات سے ہی دفع کردیا جاتا ہے ۔ اس کا یہ تو علاج نہیں کہ ہم ہر وقت قے کریں اور قے شدہ چیز کو درست کرکے پھر معدہ میں ڈالیں بعض وقت خوراک کی کچیگی ناقابل محسوس ہوتی ہے ۔ اور ہم اسی اصلاح کی پرواہ نہیں کرتے ۔ اسکے باعث اچھا قیلوس کیموس نہیں بنتا ۔ اسی سے امراض جگر پیدا ہوتے ہیں لیکن جگر کی اصلاح کی جو ادویات اطبا نے تجویز کی ہیں ۔ ان سے قیلوس کیموس صحیح حالت میں آجاتا ہے اس منزل کے بعد وہی اشیائے خوردنی خون کا قالب

اختیار کر لیتی ہیں جس کا پھیپھڑے اور دل سے تعلق ہوتا ہے۔ بعض کا خون صالح نہیں ہوتا کمزور ہوتا ہے۔ اس کا باعث بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ اشیاء خوردنی مطلوبہ حالت میں عالم خون تک نہیں پہنچے۔ لیکن خون ناقص کو اصلاح کیلئے جگر کے عالم میں واپس نہیں بھیجا جاتا۔ بلکہ دل اور پھیپھڑوں میں ہی خون ناقص کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ ہاں اسکی اصلاح کے لئے فولاد کے بعض مرکبات معدے کے ذریعہ عالم خون میں بھیجدئے جاتے ہیں جس سے خون اصلاح پا لیتا ہے۔ اسی طرح نطفہ کی کمزوری کی اصلاح کیلئے نطفہ کو پھر عالم خون میں واپس نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ثعلب مصری۔ موصلی۔ بہمنین شقاقل وغیرہ سے نطفہ کو حالت صحت میں لایا جاتا ہے۔ اور اگر ناقص حالت میں ہی نطفہ اپنی آخری منزل یعنے رحم میں چلا جائے تو وہاں کے نقص بھی ان ادویات سے دور ہوتے ہیں۔ جن کا براہ راست تعلق رحم سے ہوتا ہے۔ بعض کی اصلاح عالم رحم میں بھی نہیں ہوتی۔ بچے نقص لے کر رحم مادر سے باہر آتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بچے بھی دیکھے گئے ہیں جن کے بعض سوراخ بند ہوتے ہیں۔ مثلاً فضلے کے اخراج کا راستہ مسدود ہوتا ہوتا ہے۔ سرجن کا چاقو اس نقص کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اگر تو اطباء کے تجربے اور مشاہدے نے بچوں کی پیدائش پر ان کے بعض نقصوں کا علاج یہی تجویز کیا ہوا ہے۔ کہ یہ بچے رحم مادر میں واپس جائیں تو اہل تناسخ کا یہ نظریہ بالکل قابل عزت ہے۔ اور اگر صحیح اور مرعی طریق یہی ہے۔ کہ جس حالت میں بچے اس عالم میں آئیں ان کے نقصوں کا دفعیہ یہیں کیا جائے تو پھر جن نقصوں کو لے کر ہم اس عالم یا رحم دنیا سے نکلتے ہوئے آگے جائیں گے۔ ان کا دفعیہ بھی وہیں ہو جائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ کسی گزشتہ عالم کے نقصوں کا دفعیہ جب اسکے بعد کے عالم میں ہوتا ہے۔ تو وہ بہت ساری تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔

علاج کے لئے ادویات تلخ وغیر مرغوب ہی دی جاتی ہیں۔ سرجن کی نشتر اور جراحی عمل کوئی خوشگوار چیزیں نہیں۔ بلکہ بہت ہی تکلیف افزا ہیں لیکن نقص کے دور کرنے کیلئے ان تکالیف کو سہنا ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عذاب دوزخ بھی بہت تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن یہ عذاب اصلاح نقص کے لئے ضروری ہے +

(باقی آیندہ)

ناظرین رسالہ سے ضروری التماس

مضامین کی خوبی وظاہری شان ناظرین کرام کے سامنے ہے رسالہ کے ظاہری حسن کو بڑھانے میں ہمیں مزید اخراجات کا متحمل ہونا پڑا ہے۔ یعنی کاغذ اندرون رسالہ و بیرونی سرورق سابقہ سے بہت اعلےٰ استعمال کیا گیا ہے۔ ان مزید اخراجات کی تلافی اس صورت میں ہوسکتی ہے۔ اگر ناظرین رسالہ میں سے ہر ایک معزز خریدار رسالہ کم از کم ایک جدید خریدار پیدا کر کے مینجر رسالہ کے پاس بھیج دے۔ اسکے علاوہ اگر کاغذ فنڈ میں ہمارے ناظرین کرام میں سے کچھ احباب زر اعانت ارسال فرمائیں تو رسالہ اسی اعلےٰ کاغذ پر شائع ہوتا رہیگا + لیکن اگر ان ہر دو پیش کردہ صورت امداد میں سے کسی ایک پر بھی ہمارے ناظرین عظام نے توجہ مبذول نہ فرمائی۔ تو ہمیں مجبوراً کم قیمت کاغذ پر ہی سابقہ کی طرح رسالہ کو شائع کرنا پڑیگا۔ ناظرین کرام نے گذشتہ رسالہ میں یورپین اخبارات کی تعداد اشاعت ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ اسکے بالمقابل ہمارے اس رسالہ کی اشاعت کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ اسلئے

بہی خواہان مشن و رسالہ سے ہماری استدعا ہے۔ کہ ایک ایک جدید خریدار اپنے حلقہ اثر میں سے پیدا فرما کر ضرور ارسال فرمائیں۔ تاکہ رسالہ ہذا زیر باری سے بچ جاوے +

خادم
مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور

اسلام کی صداقت کا اظہار

مہاتما گاندھی جی کے قلم سے

مہاتما جی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں ذیل کا اعلان شائع کیا ہے:۔

اسلام اپنے اوج و اقبال کے زمانہ میں تعصب اور تنگدل نہیں تھا۔ ساری دنیا اسکی عزت کرتی تھی۔ جب یورپ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تو مشرق کے افق پر ایک روشن ستارہ طلوع ہوا۔ اور اسنے اس دنیا کو آرام اور روشنی سے آباد کر دیا۔ جو مصیبتوں سے تباہ اور گناہوں سے تاریک ہو رہی تھی +

اسلام سچا مذہب ہے

ہندوؤں کو چاہئیے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں۔ انہیں بھی اسلام کے ساتھ ایسی ہی محبت پیدا ہو جائیگی جیسی کہ مجھے پیدا ہو گئی ہے۔ اگر یہاں (ہندوستان میں) اسلام کی حقیقی حالت پلٹ گئی ہے۔ تو ہمیں تسلیم کرنا چاہئیے کہ اس انقلاب میں ہندوؤں کا کچھ حصہ ہے۔ اگر ہندو اپنی حالت درست کر لیں یعنی (اسلام کی مخالفت بھی چھوڑ دیں) تو مجھے یقین ہے کہ اسلام ایسے مناظر پیش کرے گا۔ جو اسکی قدیم فراخ دلی کی روایات کے نمایاں نشان ہونگے +

کے۔ ایم۔ گاندھی

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

دفتر ووکنگ مسلم مشن درہندوستان

تفصیل آمد	نمبر کھاتہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر کھاتہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۲	۲۳۳	خرچ مشن	۳	۰	۸	۱۴۶
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۱۳	۳۶۰	خرچ اسلامک ریویو	۴	۰	۴	۴۷۳
میزان	مشن و ریویو	۰	۱۵	۵۹۳	میزان	مشن و ریویو	۰	۱۲	۶۱۹

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور

نقشہ تفصیل آمد مشن درہندوستان دفتر ووکنگ مسلم مشن بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب منشی نواب الدین صاحب کشمیر	۰	۰	۶	امداد مشن جناب عبدالمعبود صاحب جیت پور	۰	۰	۱
" " سلطان علی صاحب پھلنڈاں سندھ	۰	۰	۵	" " محمد سلیمان خان صاحب مردان	۰	۰	۵۰
" " معرفت " مختلف احباب "	۰	۰	۵	" جناب مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" معرفت جناب فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳	" " محمد شریف صاحب کشمیر	۰	۰	۳
" " کپتان محمد نصیر صاحب بنگلور	۰	۰	۱۵	" " فضل الدین صاحب جیت پور	۰	۰	۵
" " خود " "	۰	۰	۵	" " رحیم بیگ صاحب امراوتی	۰	۰	۳
" جناب عبدالرحیم صاحب میسور	۰	۰	۱۲	" " محمد محمود صاحب دہلی	۰	۰	۱
" " محمد ابراہیم صاحب صواتی	۰	۰	۲	" " قاضی عبدالصمد صاحب	۰	۰	۱
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵	" " سید ذوالفقار احمد صاحب رہتک	۰	۰	۱
" " مسٹر انور علی صاحب نگر گنڈا	۰	۰	۳	" " منشی تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵
" " مرزا غلام حسین صاحب فورٹ سنڈیمن	۰	۰	۳	" " فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳
" " محمد رقیب صاحب "	۰	۰	۳	" " شیخ عبدالغنی صاحب تحصیل بھمبر	۰	۰	۱
" " شیخ یاور حسین صاحب "	۰	۰	۱	" " شیخ محمد یوسف صاحب قلات	۰	۰	۱
" " محمد یٰسین صاحب "	۰	۰	۱	" " محمد اشفاق صاحب کشمیر	۰	۰	۱۰

روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان
روپیہ ۵	آنہ ۰	پائی ۰	امداد مشن جناب ایم۔ اے غنی صاحب بہاولپور	۱	۰	۰	امداد مشن جناب منشی محمد حسین صاحب کاکوری لکھنو
۱۲	۰	۰	" جناب ایم۔ اے غلام علی صاحب بشیرشاہ	۱۷	۸	۰	" جناب صاحبزادہ عبدالوحید خانصاحب اجمیر
۱	۰	۰	" " محمد امام صاحب ٹمکور میسور	۳	۰	۰	" " سید عظمت اللہ صاحب آدونی
۲	۰	۰	" " صنیعتہ اللہ صاحب کوٹارا جیوتانہ	۱	۰	۰	" " چودھری حشمت خانصاحب متاکر
۱	۰	۰	" " فاطمہ بی بی لاہور	۱	۰	۰	" " ظفر علی خانصاحب بھیرہ
۲	۰	۰	" " عبدالمعبود صاحب جیت پور	۱	۰	۰	" " ٹی کے غلام محمد صاحب پیٹ گبی
۴	۲	۰	" " از پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	۱	۰	۰	" " شیخ محمد یوسف صاحب قلات
			" " عبدالحافظ صاحب بھاؤنگر	۱	۸	۰	" " آر سید سرمست حسین صاحب ٹمکور
۱	۰	۰	کاٹھیاوار	۲۰	۰	۰	" " میاں محمد خانصاحب اکاڑہ
۲۳۳	۲	۰	میزان کل	۱	۰	۰	" " فرایت اللہ صاحب بہاولپور

تفصیل نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپے
مفت تقسیم حضور حاجی میجر محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال	۰	۰	۵۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۳	۳۱۰
میزان		۱۳	۳۶۰

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ مشن بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء	۰	۸	۱۴۶
میزان		۸	۱۴۶

نقشہ نمبر ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۴ء	۰	۸	۴۵۱
یہ رقوم مشن و اشاعت اسلام کی تھیں جو کہ غلطی سے جمع ہوئیں۔ مبلغ ۔/۲۱ روپے غلام علیشاہ صاحب کے مشن میں منتقل کرائے اور ۔/۱۲ اشاعت اسلام کو بحساب چودھری غلام قدوس و عبدالعزیز صاحب جمع کرائے گئے۔	۰	۱۲	۲۱
میزان	۰	۴	۴۷۳

مطبوعات مسلم بک سوسائٹی

مصنفۂ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اسلام اور علوم جدیدہ ۴ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۴ر	مسلم مشنری کے دو لائق لیکچر تین حصص ۳ر	صحیفۂ آصفیہ ۲ر
راز حیات یا انجیل عمل ۵ر	توحید فی الاسلام ۶ر	ضرورت الہام ۱۲ر	مکالمات ملکیہ ۱۳ر
سلک مروارید ۶ر	براہین نیرہ معروف بہ زندہ و کامل الہام (قرآن) ۱۲ر	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان (عربی) ۱۲ر	اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی (آنحضرت صلعم) ۸ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۱۴ر	ذرات عالم کا مذہب ۸ر	مطالعۂ اسلام ۱۲ر	خطبات عزیزیہ کیسل کے چھ کاسٹ ۱۲ر
لمعات انوار محمدیہ ۶ر	اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب ۵ر	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم ۳ر	تفسیر سورۂ فاتحہ
قرآن اور جنگ ۴ر	اسرار سلیمانی ۶ر	سیرت نبی ۴ر	دنیا کے مشہور شہداء سے ثلاثہ ۷ر

مطبوعات دیگر

تاریخ اسلام مصنفہ سید امیر علی صاحب	ستے ر	ملفوظات احمدیہ ۱۲ر	۸ر	غلامی ...	۱۴ر
تاریخ اسلام مصنفہ منشی غلام قادر فصیح	سے ر	اسلامی اصول کی فلاسفی ۱۲ر	مجلد ۲ر	در ثمین اردو بیجلد ۶ر مجلد ۹ر فارسی ۶ر مجلد ۱۰ر مکمل ۱۱ر	مجلد ۲ر
سرمہ چشم آریہ ...	۴ر	توضیح مرام ...	۵ر		
تصنیفات احمدیہ جلد اول ولائتی کاغذ بیجلد ۸ر	مجلد ۳ر	فتح اسلام ...	۵ر	جمع قرآن ۱۴ر	مجلد ۲ر
		ازالہ اوہام ۸ر	مجلد ۸ر	سیرۃ خیر البشر بیجلد ۸ر	مجلد ۱۰ر
دیسی کاغذ بیجلد ۱۴ر	مجلد ۸ر	شحنۂ حق ...	۸ر	مقام حدیث ۳ر	مجلد ۹ر
جلد دوم ۸ر	مجلد ۳ر	ایک عیسائی کے تین سوال کا جواب	۸ر	النبوۃ فی الاسلام ۸ر	مجلد ۸ر
جلد چہارم ۸ر	مجلد ۴ر	الوصیت ...	۲ر	مسیح موعود ...	۸ر

تصاویر نومسلمانان انگلستان ۳ درجن مجلد قیمت دو روپے آٹھ آنے (۸/۲)

مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

التماس ضروری :- خط و کتابت کے وقت چِٹ خریداری کا نمبر ضرور لکھنا چاہیئے ۔ مینیجر

نہایت قیمتی اسلامی لٹریچر کیلئے مژدہ جانفزا

ضروری اعلان

مُسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے ۔ سوسائٹی مذکور کا مقصد واحد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے ۔ جن سے اسلام کی حمایت ۔ حفاظت و اشاعت ہو ۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو ۔ اور غیر مُسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں ۔ حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں ۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گذشتہ دس سال سے کام کر رہی ہے تقریباً ہر ماہ ایک کتاب شائع کرتی ہے جس کی طباعت و اشاعت زر کثیر چاہتی ہے سلسلۂ طباعت کتب مسلسل جاری رہ سکتا ہے ۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمالیں ۔ اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے ۔ اس کی ایک کاپی کیلئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرالیں ۔ تاکہ ان کی خدمت اقدس میں شائع شدہ کتاب پوچھے بغیر ہی ہر ماہ وی ۔ پی کر دیجایا کرے ۔ کتاب ہر ماہ جو بھی شائع ہو گی ۔ اسکی قیمت ۳ روپے کے اندر اندر ہو گی مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کرینگے ۔ کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکیں ۔ سوسائٹی مذکور کی اکثر کتب ایسی ہیں جن کا کل کا کل منافع خالصتہً اشاعت اسلام مسلم مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتا ہے ۔ اسلئے ہماری استدعا ہے کہ اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے احباب ازراہ کرم مستقل خریداری کتب کی قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں ۔ اور مستقل خریداری کتب کے لئے اسم گرامی ہمیشہ کیلئے رجسٹر فرمالیں ۔ تاکہ ہر ماہ اسلامی کتب کا ان کی لائبریری میں اضافہ ہوتا رہے ۔ آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں جن کا مفصل اشتہار علیحدہ ارسال خدمت ہو سکتا ہے ؃

(۱) ینابیع المسیحیت ۔ قیمت عہ (۲) مقصد مذہب ۳ ر (۳) لمعات انوار محمدیہ ۶ ر (۴) راز حیات عہ (۵) مکالمات الٰہیہ ۱۳ ر (۶) ضرورت الہام ۲ ر (۷) مسلک مرداریہ عہ (۸) اُم الالسنہ ۱۲ ر (۹) اُسوہ حسنہ ۸ ر ؃

آجکل ”روحانیات نے الاسلام“ اور ”حیات بعد الموت“ زیر طبع ہے ۔ و نیز سوسائٹی مذکورہ کے پاس خصوصیت سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی تصنیفات کا ذخیرہ کثیر ہے ۔ مندرجہ بالا کتب بھی حضرت ممدوح کی ہی تصنیفات ہیں ؃

ضروری نوٹ :- سوسائٹی کے مستقل خریداران کتب کو پچیس فیصدی کمیشن ملا کرے گی ؃

درخواستیں بنام مینیجر مُسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون دروازہ لاہور میں بااہتمام بابو عبدالرشید کے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر ادارہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

اپریل
نمبر ۸ ۹۰

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ — عزیز منزل - لاہور — ممالک غیر کیلئے ہ ۶

مطبوعات مسلم بک سوسائٹی ۔ عزیز منزل ۔ لاہور

لمعات انوار محمدیہ ۱۹ (۲۰)

مجلد ۱۰/ ۔ بلا جلد ۶/

حضرت نبی کریم صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ ۔ حسن معاشرت کا فوٹو ۔ علمی ۔ ادبی ۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ ۔ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع ۔ جس میں زبردست مشرقی و مغربی اہل قلم نے مضامین لکھے ہیں +

قرآن اور جنگ ۲۰

قیمت ۴/

مصنفہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب مبلغ جرمن مشن

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم ہی وہ شاندار صحیفہ ہے کہ جسمیں نہ صرف حالات جنگ کے مناسب حال تعلیم ہے بلکہ اسمیں ہر ایک وقتی ضرورت کا علاج موجود ہے +

اسلام ۲۱

قیمت ۵/

یعنی

ہمدردیٔ بنی نوع انسان کا مذہب

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی

تفصیل مضامین :۔ امن کا مذہب ۔ اسلام کی امتیازی خصوصیات ۔ اسلام ایک تاریخی مذہب ہے ۔ اسلام کے بنیادی اصول ۔ اسلام میں خدا کا تصور ۔ الہام الٰہی ۔ حیات ثانیہ ۔ کیفیت بعد از موت ۔ فرشتوں پر ایمان ۔ ایمان کا اصل اصول ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ حقوق العباد ۔ اخوت اسلامی ۔ سخاوت +

لنڈن میں ۲۲

۳/

جلسۂ مولود النبی صلعم

اس کتاب میں اس جلسہ کی روئداد ہے ۔ جو سیل ہوٹل میں ۱۹۱۷ء میں آنحضرت صلعم کی مقدس تقریب ولادت پر ہوا ۔ اسمیں فاضل نومسلم مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" پر ہے ۔ جو قابل رشک ہے +

تفسیر سورۂ فاتحہ ۲۳

۴/

مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی

سورۂ فاتحہ کی نہایت ہی دلچسپ تفسیر ۔ ہر ایک مسلم کے پاس اس کی ایک جلد ہونی از بس ضروری ہے +

تصاویر نومسلمانان یورپ ۲۴

فی درجن ۱/ ۔ چار درجن مجلد ۳/

اسمیں نومسلم اخوان و خواتین کی تصویریں ہیں بعض بڑے بڑے فضلاء و اہل قلم کی تصاویر ہیں پھر ایڈیٹروں ۔ نوابوں ۔ امراء اور پروفیسروں کی تصاویر ہیں ۔ جو پور ربن شہرت کے مالک ہیں لفٹنٹ و اعلیٰ خاندانوں کی تصاویر ہیں ۔ اور ان مجاہدین اسلام کی بھی تصاویر ہیں جو اشاعت اسلام کیلئے انگلستان گئے +

تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ انگلستان ۲۵

آج تک جسقدر نماز عیدین مسجد ووکنگ انگلستان میں ہوئی ہیں ۔ ان سب کی تصاویر موجود ہیں ۔ ان نومسلموں کے مجمعے کو حالت نماز میں دیکھ کر ایک سرور پیدا ہوتا ہے +

قیمت فی درجن ۔ ۔ ۔ ۱۰/

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ ۲۶

مصنفہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر

تفصیل مضامین

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط ۔ مسیح ۔ حسین ۔ دنیا پر شہادت کا اثر قیمت ۷/

سیرت نبوی ۲۷

آنحضرت صلعم کی زندگی کا مختصر سا خاکہ ۔ آپ کے اخلاق فاضلہ کی سچی تصویر +

قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۵/

المشتہر ۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

۲۸ روحانیات فی الاسلام ۱۲/ زندگی بعد الموت ۲/ مصنفہ حضرت خواجہ صاحب ... زیر طبع ہیں۔



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۰) بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۴ء نمبر (۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء

شذرات

ایم محمد توفیق کلنجر ایم محمد توفیق کلنجر جن کی تصویر اشاعت ہذا کی زینت کا موجب ہے ۔ ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۷۰ء کو مقام ہاڈونی میں پیدا ہوئے تھے ۔ جو اس وقت ہنگری (آسٹریا) کی حکومت میں تھا ۔ مگر اب رومانیا میں شامل ہے ۔ وہ ایک اعلےٰ اور مشہور خاندان کی اولاد ہیں ۔ جو چارسو سال سے میدان جنگ میں جوہر شجاعت دکھانے کیلئے مشہور ہیں ۔ انہوں نے جمنیزیم واقعہ طاؤس میں تعلیم حاصل کی ۔ اور بعد ازاں ماہریش وبیسکرشن کے ملٹری کالج میں تعلیم پائی ۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں ڈچ کونیل آرمی (ہالینڈ کے بیرونی مقبوضات کی فوج) میں شامل ہو گئے سنہ ۱۹۰۷ء میں اپنے مطالعہ کو وسیع کرنے کیلئے یورپ واپس آئے ۔ اور زیوریچ میں جنرل ویلی کے زیر تربیت رہنے کا فخر حاصل ہوا ۔ اس کے بعد وائنا ۔ برلن ۔ باسل ۔ برسلز ۔ پیرس اور لندن کی پولیس کے صدر مقامات میں علم جرائم کا مطالعہ کیا ۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں پریسیڈنٹ کاسٹرو نے انہیں فوج کا جرنیل بنا دیا ۔ اور وینزویلا کی تمام افواج کی انہوں نے تنظیم کی ۔ اس کے بعد پھر ڈچ ایسٹ انڈیز (جزائر شرق الہند مقبوضہ ہالینڈ)

کو چلے گئے۔ اور وہاں چند سالوں تک ڈچ ملٹری پولیس (ہالینڈ کی فوجی پولیس) کے افسر رہے۔ اس دوسری مرتبہ مسلمانوں کے اندر رہنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اسلام کی دلکش تعلیمات اور سادگی نے ان کے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ انہوں نے کھلے طور پر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور کچھ عرصہ تک مسیحی مظالم کا تختۂ مشق بنے رہے۔ گذشتہ جنگ یورپ میں انہوں نے دردانیال۔ شام۔ عراق اور قاف میں ترکوں کی طرف سے لڑائی کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ اور بیش از بیش خدمات اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

آدم اور حوّا ایک مسیحی کی نظر میں:۔ جوہانز برگ (جنوبی افریقہ) کے اخبار رینڈ ڈیلی میل کی ایک تازہ اشاعت میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر ٹالبوٹ بشپ آف پریٹوریا نے آدم اور حوّا کے قصہ سے متعلق بعض زباں درازانہ ریمارک کئے" بظاہر اس کے اندر کوئی ایسی بات نہیں جو ناگوار سمجھی جائے۔ لیکن بشپ کے بیانات کو اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو اسبات کا جو ایک حد تک مخول کے رنگ میں بیان ہوئی ہے کچھ اصل مطلب بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ بشپ نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ "جنتِ عدن کا قصہ لکھنے والا معلوم نہیں کون ہے" یہ طرزِ تقریر مذاقیہ رنگ کے لیکچر کا بہترین طریق ہے۔ لیکن مقرر نے آگے چلکر عہد حاضرہ کی اس سے زیادہ پختہ صداقتوں کو آشکارا کیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ قصہ بائیبل کے اندر کوئی عجیب شے نہیں۔ یہ عہد سلف کی کہانیاں ہیں۔ کبھی کوئی آدم دنیا میں نہیں ہوا نہ کوئی حوّا پیدا ہوئی ہے۔ یہ سامی اقوام کی کہانیاں ہیں۔ ان کہانیوں کے بیان کرنے والے بڑی بڑی پہیلیاں اور فرضی اور تعجب انگیز حکایات وضع کرنے کے عادی تھے۔ ابتدائے نسل انسانی میں لوگوں کے پاس غور و فکر کے لئے کافی وقت ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے آپ سے ہی یہ سوال کرتے اور اسکے

جواب بناتے تھے۔ کہ "جوڑے دنیا میں کیوں ہیں"؟ "قدرت اسقدر دل لگی کو کیوں پسند کرتی ہے؟" وغیرہ وغیرہ +

دنیا کے ناقابل حل معاملات کو جوشیلے اور دلپسند طریق سے بیان کرنا ایک عمدہ بات ہے۔ اس سے زیادہ آسانی کے ساتھ ہم اس قسم کے معاملات کو حل نہیں کر سکتے۔ ہاں ہم ان سے بہت زیادہ واقف ہوجاتے اور بلا سوچے سمجھے انکے پاس سے گذر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان لوگوں کی جن کو مسٹر گلیڈسٹون "عوام کالانعام" کہکر پکارتے تھے عقل و خرد حالت جمود میں رہتی ہے۔ اس نقص کو دُور کرنا چاہئے۔ لیکن جب تک ہمارے پاس ایسے سستے ذرائع اشاعت ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم سستے داموں لکھ سکتے اور غور وفکر سے کام لے سکتے ہیں۔ اس وقت تک عامہ جذبات کو بہت آسانی سے مائل کیا جاسکتا ہے اور اراکین کلیسیا اگر انہیں یہ خواہش ہے۔ کہ حاضرین کی ایک معقول تعداد ان کے ہاں آئے۔ اغلباً اسی طریق پر عمل پیرا ہونگے۔ لیکن یہ امر کہ بشپ آف پریٹوریا کی بھی خواہش تھی۔ اور کہ اس نے آدم اور حوا کے قصہ کے متعلق بعض آزادانہ ریمارک کیئے۔ بجائے خود اپنے اندر کچھ معنے رکھتا ہے، وہ پہلے آدمی نہیں جنہوں نے اس قسم کی دل لگی کی باتوں میں اپنے آپ کو مشغول کیا ہے۔ اس قسم کی باتیں کلیسیائے انگلستان کے پادریوں کا عام دستورالعمل کچھ سالوں سے ہورہا ہے۔ لیکن یہ وہ امور ہیں جن سے مسیحی مذہب کے بنیادی اصول یعنے کفارہ کا انکار ہوجاتا ہے۔ اس صورت حالات سے آخر کار روا فضیلت حاصل ہوجانے کے بعد ایک متلاشی صداقت یہ سوال کرتا ہے۔ کہ "اگر کفارہ کا کوئی ثبوت تاریخی طور پر نہیں ملتا! ورنہ وہ کچھ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تو اسکی جگہ کوئی امر دریافت ہونا چاہئے۔ جو اس سے زیادہ منطقیانہ یا بالفاظ دیگر معقول ہو۔ اور جو خداوند کے بیٹے کے زمین پر آنے اور صلیب پر فوت ہونے اور انسان کے نجات پانے کا اصل موجب

ہو۔ وہ کونسی چیز ہے۔ جو اسبارہ میں دریافت ہوئی ہے"۔ اس کا جواب اسی نقطۂ نگاہ سے نفی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ یہ وہ مشکلات ہیں جن کو کلیسیا کے بڑے بڑے دل لگی باز بشپ اور چھوٹے درجہ کے اراکین (ڈین یا کینن) حل کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن یہ امر عیاں ہے۔ کہ اس قسم کے اعلانات کئی سالوں سے ہو رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی کلیسیائے انگلستان کے ہزار ہا ایسے جوشیلے عیسائی ہیں۔ جو اسکی قطعی پروا نہیں رکھتے۔ اور متضاد و متفرق عناصر کا مجموعہ اور تمام مسیحی جماعتوں سے بڑھ کر غیر منضبط حالت میں ہے۔ بالفاظ دیگر مذہبیات کے میدان کی وہ ایک عمدہ شکارگاہ بنی ہوئی ہے۔ کہ اسکے چھپ چھپ کر جنگ کرنے والوں کے توہمات اس قابل نہیں کہ بیرونی دنیا ان کو زیادہ اہمیت دے۔ اور صدق و اخلاص پر انہیں مبنی سمجھے مسلمانوں کو ایسے بیانات جیسے بشپ آف پریٹوریا نے کئے ہیں مسیحیت کے اندر کسی خطرناک تشکک و افتراق پر مبنی نہیں خیال کرنے چاہئیں۔ اگر مسیحیت تمہارے مذہب کی دشمن ہے۔ تو اسکو ہرگز کمزور دشمن خیال مت کرو۔ اور اس کا ایسا اندازہ نہ لگاؤ۔ جو اسکی حیثیت سے کم ہو۔ لیکن اگر وہ دشمن نہیں۔ اور اُسے ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ تو ہمارے ہمدردانہ جذبات ان لوگوں کے لئے مشتعل ہونے چاہئیں۔ جن کے رہنماؤں نے انکے ساتھ غیر وفادارانہ سلوک کیا ہے اور انہیں اسلام کے اندر لانے کی کوشش کرنی چاہئے ٭

مسیحیت ہندوستان میں:۔ ریورنڈ ڈبلیو ای ایس ہالینڈ نے جو جنوبی ہند کے کوٹایام کالج کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔ مانچسٹر کے ٹریڈ ہال میں چرچ مشنری سوسائٹی کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ بائیس برس تک ہندوستانی طلباء کے اندر کام کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری مسیحیت

ہندوستانیوں کے لئے موزوں نہیں"۔ مقرر نے اسکی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ "مغربی یورپ کے مسیحیوں کی زندگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستانی اس فیصلہ پر آ جاتے ہیں۔ کہ ان کیلئے بہتر ہے کہ وہ اپنے ہی مذہب پر پختہ اور مستحکم رہیں"۔

یہ ایک فیصلہ کن بیان ہے۔ جو پرلے درجہ کے غور و فکر اور پختہ خیالی پر مبنی ہے۔ یہ سمجھنا بڑا ہی مشکل امر ہے کہ ایک زبردست مشنری کیوں اسقدر صفائی کے ساتھ ہتھیار ڈال دے۔ اسکی ایک معقول وجہ جو سمجھ آتی ہے۔ کہ وہ اس حقیقت نفس الامری سے بذات خود واقف ہو چکا ہے۔ کہ اہل مغرب کا طرز زندگی اس انجیل کے قطعاً خلاف ہے۔ جس کی تعلیم دینا انہوں نے اپنا فرض منصبی بنا رکھا ہے۔

بہت سے اصحاب دانش و بینش اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ جہانتک مذہبی معاملات کا تعلق ہے۔ اصول اور عمل کے اندر بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ لیکن دیگر مذاہب کے بہت ہی تھوڑے پیرو ایسے ہونگے جو اس مایوس کن خیال کے قائل ہوں۔ اور یہ امر قابل تعجب ہے۔ کہ مسیحیت پر یہ زد اگر مشنری اصحاب کی اس آزادانہ رائے کو ظاہر کرتی ہے۔ جو وہ اپنے اور اپنی کوششوں کے متعلق رکھتے ہیں۔ تو مشنری سپرٹ کیوں ابھی تک اسی پرانے جارحانہ رنگ میں موجود ہے۔

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر تفصیل	قسم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر تفصیل	قسم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	بمد ۱	۰	۹	۱۰۳۳	خرچ مشن	بمد ۳	۶	۱۰	۲۱۵
قیمت رسالہ ریویو	بمد ۲	۰	۳	۱۶۵۴	خرچ اسلامک ریویو	بمد ۴	۳	۰	۲۳۴۸
میزان		۰	۱۱	۲۶۸۷	میزان		۹	۱۰	۲۵۶۳

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمدنی مشن در ہندوستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب عبد الوسیع صاحب ٹمکور	۰	۰	۱	امداد مشن جناب محمد صفدر علی صاحب امرکو	۰	۰	۳
" قاضی محمد غوث صاحب ٹمکور	۰	۰	۱	" حکیم اجمل خان صاحب مسیح الملک دہلی	۰	۰	۵
" ایم دو محمد صاحب ملتان	۰	۰	۸	" سید احمد شاہ صاحب چارسدہ	۰	۰	۱
" ولی الرحمن صاحب اجمیر	۰	۰	۸	" بابو فضل کریم صاحب آبازئی پشاور	۰	۰	۳
" غلام جیلانی صاحب بہرائچ	۰	۰	۵	" سید مقبول احمد صاحب مظفر نگر	۰	۱۴	۴
" قاضی عبد الصمد صاحب دہلی	۰	۰	۱	" مسعود الظفر صاحب بریلی	۰	۰	۱۰
" محمد سلطان علی صاحب پشاور	۰	۰	۴	" عبد العظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۲	۳
" خانصاحب ظفریاب خانصاحب گجرات	-	۰	۱	" عبد الحافظ صاحب بہاؤنگر	۰	۰	۱
" فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۲۰	" عبد القیوم صاحب کراچی	۰	۰	۲
" صاحبزادہ مسعود الظفر صاحب بریلی	۰	۰	۵	" محمد عبد الجبار صاحب	۰	۰	۴
" نواب نعمت یار جنگ بہادر صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۵	معلوم الاسم	۰	۰	۲
" میاں محمد خان صاحب اکارہ	۰	۰	۲۰	" عبد الحافظ صاحب باعکنلہ بہاؤنگر	۰	۰	۴
" ایم - تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵	" عبد الصمد صاحب دہلی	۰	۰	۵
" سید صغیر حسن صاحب	۰	۰	۲	" اسد اللہ صاحب گورداسپور	۰	۰	۲
" سید ذوالفقار احمد صاحب روہتک	۰	۰	۱	" محمد فاروق صاحب	۰	۰	۲
" بابو فضل الدین صاحب جیت پور	۰	۰	۵	" بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۱
" احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۱۵	" چوہدری حمت خان صاحب موضع ٹبہ گال	۰	۰	۱
" ایم سلطان علی صاحب بھیڈماں	۰	۰	۵	" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۱
" از مختلف احباب معرفت سلطان علی صاحب پھلیدیاں	۰	۰	۵	" عبد الکریم صاحب ٹملو میسو	۰	۰	۵
				" عبد العزیز صاحب بحرین	۰	۸	۳
				" محمد امیر حسن صاحب کاکوری	۰	-	۱
" رحیم بیگ صاحب امراوتی	۰	۰	۳	" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۱۰
" ایم - نور علی صاحب امراوکہ	۰	۰	۵	ماہواری چندہ از احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ذخیرہ ابتداء سنہ ۱۹۲۳ء تک کل وصول ہوگیا	۰	۰	۸۲۰
" عنایت اللہ صاحب امراوکہ معرفت جناب ایم - نور غنی صاحب	۰	۰	۱/	محمد یوسف بلوچستان	۰	۰	۱
" محمود صاحب	۰	۰	۱	میزان کل	۰	۸	۱۰۳۲

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو درہندوستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
٭واپسی پیشگی از مسلم بک سوسائٹی لاہور ...		۵	۸۲۴
از عالیجناب میجر منصور حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
قیمت رسالہ ...		۱۴	۷۷۹
میزان	۰	۳	۱۶۵۴

٭مسلم بک سوسائٹی لاہور کو لٹریچر لائبریری اسلامک ریویو نے جو پانچہزار روپے کی رقم طباعت کتب کیلئے دی ہوئی تھی اسمیں یہ رقم واپس ہوئی ہے۔ فقط سوسائٹی کے ذمہ اس پانچہزار میں سے اب ۷۔۶۔۱۷۵۰ روپیہ باقی ہے + سیکرٹری

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن درہندوستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ مشن بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء ...	۰	۸	۱۴۶
پتا ۹/ - تب و اسٹیمپ ۱۱۰/ - کاغذ نوٹ پیپر عہ/ - بوتل سیاہی نصف قیمت ۶/ لفافہ سادہ ۱۴/ - ٹکٹ ۹۶۳/۱۰	۰	۲	۶۹
میزان عملہ سائر ...	۰۰	۱۰	۲۱۵

نقشہ نمبر ۴ خرچ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ ریویو درہندوستان بابت جولائی سنہ ۱۹۲۴ء ...	۰	۸	۴۵۱
یہ رقم مشن کی ریویو میں جمع ہو گئی تھی مشن میں منتقل کی گئی ...	۰	۲	۳
طباعت کتاب اردو ینابیع المسیحیت تعداد دو ہزار - اس کتاب کی طباعت وغیرہ کا تمام خرچ مسلم بک سوسائٹی لاہور نے اس پانچہزار روپیہ کی رقم میں سے ادا کیا جو اسکو طباعت کتب لٹریچر لائبریری کیلئے دی گئی تھی	۰	۵	۸۲۴
مبلغ ۸۲۰ روپے کا قرآن کریم انگریزی ووکنگ انگلستان میں فروخت ہوا - یہ رقم انگلستان میں آمد اسلامک ریویو میں جمع ہو چکی ہے - اسلئے یہاں اسلامک ریویو کے خرچ میں ڈال کر ترجمۃ القرآن انگریزی کی مد میں یہ رقم منتقل کی گئی اسطرح ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء تک اسلامک ریویو و قرآن کریم کا آپس میں حساب پاک ہو گیا +	۰	۰	۸۲۰
خرچ سائر ٹکٹ ماہ ۵/ - چھپائی اطلاعی کارڈ ۵/ دستی پریس کیلئے ۲ عدد سنسل پیپر اور ایک ٹیوب سیاہی بلتے (بابت اجرت جلد بندی جسٹر خریداری ماہ ۱۳/ اسلامک ریویو آٹھ عدد جلد فی جلد ۱/ تب و اسٹیمپ ۱۱۰/ ریویو مستغرق ۱۱/ رسی ۸/ فیتا ۹/ تردو عدد رجسٹر پیپر ۲۲×۳۴ منشی بابت اجرت کام تجارتی نوادای قرعہ سیاہی لفافہ لیبل ۱/ تنخواہ مہترانی و ممبر بابت جولائی ۸/ مالی - ایک عدد ٹیوب بل اکبر ویلیکر لفافہ سادہ پانصد سنسل ایک درجن ...	۴	۱	۲۴۹
	۳	۰	۲۳۴۸

اہل تناسخ کے استدلال

اور اُن پر تنقید

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

بسلسلہ صفحہ ۴۳۷ جلد ۱۰ نمبر ۹

بچّوں کا پیدا ہوتے ہی مرجانا ضرورتِ تناسخ پر دلالت نہیں کرتا

یہاں میں اِس اعتراض کا کسی قدر وضاحت سے جواب دیتا ہوں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جو بچے پیدا ہوتے ہی یا صغیرسنی یا حالتِ شیرخواری میں فوت ہو جاتے ہیں۔ اُنکے یہاں آنے سے کیا فائدہ ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کی اس دُنیا میں آنے کی غرض پیدائشِ نفس ناطقہ اور اسکی بلوغت ہے۔ یُوں تو عالم نطفہ میں ہی انسان کی کُل کی کُل ترقّیات بالقوہ موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اس دنیا کی ترقی کا ظہور گوشت پوست وادراک کو چاہتا ہے۔ ان چیزوں کے حصُول کے لئے نطفہ رحم مادر میں جاتا ہے۔ جسم کی تکمیل پر اسمیں ایک چیز نئی پیدا ہوتی ہے جسے مُدرکہ کہتے ہیں۔ قرآن نے اُسے "خلق الاخر" کہا ہے۔ اس مُدرکہ کے ظہور کے بغیر آیندہ کی ترقی ناممکن ہے۔

یہ جو حیوانات اور نباتات کے جسموں میں ایک قسم کی تنظیم واقع ہوتی ہے یعنی وہ ہمیشہ ایک ہی شکل پر واقع ہوتی ہے۔ یہ دراصل اس جوہر حیات کا نتیجہ ہے جو سب سے پہلے عالمِ نباتات میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جہاں نباتات ایک ہی مقام پر کھڑے رہکر اپنی ضروریات کو اپنی ماحول سے حاصل کر لیتے ہیں وہاں حیوانات میں ایک اور چیز ہے۔ جو انہیں ان کی احتیاجوں کے دفعیہ

کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے آتی ہیں۔ حیوانوں میں بھوک پیاس اور بعض دیگر خواہشات کا احساس اس قدر تیز کر دیا گیا ہے۔ کہ ان شہوتوں کے مشتعل ہونے پر وہ ایک جگہ ٹھیر نہیں سکتے۔ اور ان کے دفعیہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ ان اشتہاؤں کا احساس ہی ان کی گوناگوں حرکات کا موجب ہوتا ہے۔ ان اشتہاؤں کے احساس اور انکے دفعیہ کی ضرورت کے احساس کا نام عربی زبان نے مدرکہ تجویز کیا ہے۔ جسے ہم اس بحث میں مُدرکہ حیوانی سے تعبیر کرینگے۔ مُدرکہ دراصل کُل کا کُل حیوانی جذبات کے مجموعہ کا نام ہے۔ انسان میں بھی یہ مُدرکہ ہے۔ اسکی حرکات و سکنات کا موجب بھی یہی مُدرکۂ حیوانی ہے۔ لیکن مُدرکۂ حیوانی اور مُدرکۂ انسانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حیوانی مُدرکہ جس رنگ میں واقع ہؤا ہمیں کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ لیکن انسانی مُدرکہ تہذیب و تعدیل میں آسکتا ہے مثلاً۔ حیوان کے جذبات مشتعل ہونے پر صبر و سکون کو نہیں جانتے وہ بلا تمیز و لحاظ حقیقت ہر ایک چیز پر مُنہ مارتے ہیں جو انکے سامنے آئے۔ اور جس سے انکے مشتعل شدہ جذبات تسکین پائیں بالمقابل انسانی جذبات مشتعل ہونے پر بدلگام نہیں ہوجاتے۔ ایک مہذب انسان صبر و استقامت سے ان پر قبضہ پاسکتا ہے۔ مُدرکہ انسانی میں خدا تعالیٰ نے یہ اہلیت رکھی ہے۔ کہ اس کے کل کے کل جذبات فاسدہ تہذیب پاکر معمولی اخلاق یا اخلاق فاضلہ اور رُوحانیت بن سکیں انسانی اور حیوانی مُدرکات میں ایک اور فرق بھی ہے۔ جہاں حیوانات میں ایک نہ ایک جذبہ کسی حیوان میں نہایت تیز ہوتا ہے۔ اور اسمیں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ وہاں انسان میں کل حیوانی جذبات تو موجود ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اعتدال پر آسکتے ہیں۔ مثلاً گائے میں حلم۔ اُونٹ میں کینہ۔ چیتے میں مکاری۔ شیر میں تہوّر۔ مُرغ میں شجاعت۔ سُؤر میں دیّوثی۔ بےغیرتی۔ شہوت اور گندہ خوری۔ بچھڑے میں منکسر المزاجی بلی میں صفائی۔ گدھے میں بُردباری۔ ان حیوانوں میں یہ جذبات بصورتِ اتم

الگ الگ ہوتے ہیں۔ بعض میں بعض جذبات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا لیکن انسان میں یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔ جو گھٹ بڑھ سکتی ہیں۔ اور اعتدال بھی پا لیتی ہیں۔ یہی دراصل انسانی حیوانی مُدرکہ کے اجزا ہیں حیوانوں میں الگ الگ ایک آدھ جذبہ تو بحد کمال ہوتا ہے۔ جو آنًا فانًا ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن باقی جذبات بہت کم ہوتے ہیں۔ اور ان کا اظہار بھی سخت ضرورت پر ہی ہوتا ہے۔ اور بعض جذبات بالکل معدوم ہوتے ہیں لیکن انسان میں یہ سب جذبات ایک ہی استعداد کے ہوتے ہیں۔ وہ گھٹ بڑھ سکتے ہیں کوئی جذبہ انتہائی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے لیکن دوسرا مقابل کا جذبہ بھی قطعاً معدوم نہیں ہو جاتا۔ انسان کامل وہی ہوتا ہے جس میں یہ کل کے کل جذبات تعدیل و تہذیب میں آکر حسب ضرورت ظاہر ہوں۔ ان کی تعدیل کا نام ہی اخلاق اور روحانیت ہے۔ بعض انسانوں میں بھی بعض جذبات بے اعتدالیوں سے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو حد کسی خاص حیوان سے مختص ہوتی ہے۔ مثلاً غصہ میں ایسے لوگ شتر کینہ ہو جاتے ہیں۔ یا اپنی بے غیرتی اور گندہ خوری میں اپنے اندر سؤر کی عادات پیدا کر لیتے ہیں۔ یا اسی طرح ان میں کوئی اور جذبہ اتنا تیز ہوتا ہے۔ کہ اس سے ملتا جلتا رنگ کسی حیوان میں ہی پایا جاتا ہے۔ ایسے اشخاص گو بظاہر انسانی جامے میں ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ حیوان بشکل انسان ہوتے ہیں مثلاً جو غصہ کو دبانا نہیں جانتا یا جس کا غصہ مہینوں تک ٹھنڈا نہیں ہوتا وہ دراصل شتر ہے جو انسانی جامہ میں پھر رہا ہے۔ یہ جو بعض صوفی کہتے ہیں۔ کہ انہیں کشفی نگاہ میں بعض انسان مختلف جانوروں کی صورت اختیار کئے نظر آتے ہیں اسکی حقیقت یہی ہے۔ کہ جس حیوان کا مدرکہ خاصہ کسی انسان میں پیدا ہو گیا۔ اور اعتدال پر نہ رہ سکا۔ وہ اہل کشف کو اسی حیوان کی شکل میں نظر آجاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ کہ انسان جس قسم کے

مدرکہ کو لیکر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اس کا حشر بھی اسی مدرکہ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حشر کے دن بعض انسان سؤر بعض کتے بعض کسی اور حیوان کا مدرکہ لئے اٹھیں گے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ فی الحقیقت مرنے کے بعد وہی جانور بن جائیں گے۔ بلکہ اس عالم میں جن اشیاء سے جسم نے تیار ہونا ہے اس کے اندر اس حیوان کا مدرکہ ہوگا۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں جب اس دنیا میں بھی بعض انسانوں کے اندر بعض حیوانات کا مدرکہ غالب ہوتا ہے تو آیندہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہی حقیقت ہندوستان کے کسی بزرگ رشی پر کھلی ہوگی جس کی اصلیت سے ناآشنائی نے اہل تناسخ کی کتابوں میں یہ لکھا دیا کہ بعض انسان دوسرے جنم میں بعض حیوانات کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ہمنے تو اسی دنیا میں ایسے انسان دیکھے ہیں۔ جن کے تقمص نفس میں تین چار جانور نظر آتے ہیں۔ مثلاً بلی کی طرح اگر وہ نہایت صفائی پسند ہیں تو سؤر کی طرح بلا نوش شہوت ران اور بےغیرت بھی ہوتے ہیں ایسا ہی کتے کی طرح جو چیز ان کے قبضے میں آجائے اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ اب کیا یہ مختلف جانور ایک شکل انسانی میں جمع نہیں ہوگئے یہی حالت عالم اُخروی کی ہو۔ ایسے لوگ جن جذبات کو لے کر جسم اختیار کرینگے۔ ان کا مدرکہ تو بیشک اسی حیوان کا ہوگا۔ جس سے یہ جذبات تعلق رکھتے ہیں لیکن شکل انکی انسانوں کی ہی ہوگی +

حیوانی اور انسانی جسم کی کیمیاوی تحلیل اور تفریدنے ثابت کردیا ہے۔ کہ انسانوں اور حیوانوں کے جسم کے اجزا درصل ایک ہی ہوتے ہیں لیکن یہی اجزا مختلف مقداروں میں ترکیب پاکر مختلف حیوان پیدا کردیتے ہیں۔ ان جانوروں کی مختلف شکلیں ان کے مختلف اطوار ان کے مختلف اعضاء انہی اجزا کے مختلف مقداروں میں ترکیب پانے کا نتیجہ ہوتا ہے، سؤر کے جسم کے اعضا۔ ایسا ہی کتے مرغی اور انسان کے جسم کے اجزا تو ایک ہی

ہیں لیکن بعض میں بعض اجزا کم ہوتے ہیں۔ بعض میں وہی اجزا زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی کمی بیشی نے ہی مختلف گوشت پوست مختلف شکلیں مختلف جذبات مختلف وضعیں اور اخلاق پیدا کردی ہیں۔ انسان میں یہ سب کے سب اجزا ایک خاص تناسب میں موجود ہوتے ہیں۔ انہیں مناسب اجزا سے اس کا جسم ایک خاص وضع میں پیدا ہوا ہے۔ اور اسی خاص وضع جسم نے انسان میں جذبات کی خاص کیفیتیں پیدا کردی ہیں۔ اب اگر مختلف حیوانات کے جذبات انہی اجزا کے مختلف مقدار و ترکیب کا نتیجہ ہے جن سے ان کا گوشت پوست پیدا ہوکر ان میں مختلف مدرکات پیدا کردیتا ہے۔ تو جس جانور کا ہم گوشت کھائینگے۔ ہمارے جسم میں اسی جانور کی اجزا کی زیادتی ہو جائیگی۔ اب اگر اس زیادتی کا نتیجہ ہی اس حیوان کا مدرکہ خاصہ ہوتا ہے تو یہ عجب نہیں کہ اُس جانور کے اخلاق اسکے گوشت کھانے پر کسی انسان میں پیدا ہو جائیں۔ اگر اُونٹ کا گوشت رات دن کھانے والے خطرناک غصیلے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے۔ تو سُؤر کا گوشت کھانیوالے کیوں بیحیا اور دیوث نہ ہوں۔ اسلئے ربانی شریعت نے بعض جانوروں کے گوشت قطعاً بند کردیئے اور بعض جانوروں کے گوشت احتیاط سے کھانے کی ہدایت فرمائی۔ اور ساتھ ہی بقولات وغیرہ پر بھی زور دیا جس سے گوشت کے نقص اصلاح پالیں نفس انسانی دراصل ایک چڑیا خانہ ہے۔ اس میں سب کے سب جانور موجود ہیں۔ صحیح المزاج یا مہذب انسان تو چڑیا گھر کے ایک داروغہ کی طرح ہوتا ہے۔ جو سب جانوروں کو محفوظ اور محدود کرکے جس جانور سے چاہے اس کے وقت پر خدمت لے لیتا ہے وہ ان خدمات کے محل اور موقع کو جانتا ہے لیکن ایک غیر مہذب انسان کسی نہ کسی جذبات کا شکار ہوکر خود چڑیا خانہ کا کوئی جانور بن جاتا ہے +

الغرض مُدرکۂ حیوانی اور مُدرکہ انسانی میں فرق اسی قدر ہے۔ کہ مُدرکۂ

حیوانی تہذیب و تعدیل نہیں پاسکتا۔ لیکن مُدرکۂ انسانی تہذیب و تعدیل پاسکتا ہے۔ اس مُدرکہ کا ظہور رحم مادر میں قرار حمل سے چار ماہ کے بعد ہی ہوجاتا ہے۔ جس وقت کوئی بچہ رحم مادر سے نکلتا ہے۔ وہ اسی مُدرکہ کو لیکر نکلتا ہے۔ اب اسمیں ترقی کی استعداد پیدا ہوچکتی ہے۔ اسی عالم دنیا میں اسی مُدرکۂ انسانی نے تعدیل و تہذیب پاکر اپنے آپ کو اس قابل بنالینا ہے۔ کہ موت کے بعد وہ عالم بالا میں اور ترقی کر سکے۔ اگر کوئی بچّہ پیدا ہوتے ہی مرجائے تو اسمیں ترقی کرنے کی استعداد تو پیدا ہوچکی ہے۔ وہ اسی چیز کو یہاں سے لے کر چلا ہے۔ کہ جسکے بغیر عالم بعد الموت میں ترقی ناممکن تھی اور وہ چیز اسی عالم رحم میں سے گزر کر یہاں آنے پر ہی حاصل ہوتی تھی اب خواہ وہ یہاں آکر ایک دن کیلئے بھی نہ جیئے۔ مقصد اصل کو ہی ابتدائی شکل میں اسنے حاصل کرلیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کے مدرکہ نے تہذیب و تعدیل نہیں پائی۔ لیکن بہت سے دوسرے انسان کی طرح اس کا مدرکہ کسی حیوان کا مدرکہ بھی نہیں بنا۔ نہ اسمیں افراط تفریط آئی۔ مُدرکۂ انسانی مرنے کے بعد تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک تو وہ ہے۔ جسکے جذبات تہذیب و تعدیل پاچکے ہیں۔ دوسرے وہ جنہیں افراط تفریط کا رنگ پیدا ہوگیا۔ اور وہ اپنی موت پر حیوان بشکل انسان ہے۔ تیسرے وہ جنمیں نہ ترقی ہوئی نہ تنزل چھوٹی عمر میں مرا ہوا بچہ اگر تعدیل شدہ حالت میں اپنے جذبات نہیں لیگیا تو افراط و تفریط کی حالت سے بھی بچا رہا۔ اسلئے ایک ایسے عالم میں جہاں افراط و تفریط کی تحریکات ہونگی۔ اس کا بہت جلدی جادۂ اعتدال پر آجانا اُن مُدرکات انسانی سے آسان تر ہے۔ جو افراط و تفریط کا شکار ہوگئے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم اس دنیا میں آتے ہیں تو ہمیں ایک سفید چادر دی جاتی ہے۔ جس پر یہاں ہمیں صرف پنسل کے کچھ نقش کردینے ہیں۔ اور تصویر کا ایک خاکہ سا طیار کرنا ہے۔ جس پر رنگ و

روغن حیات بعد الموت میں چڑھایا جائیگا۔ اور تصویر کی کامل شکل وہاں ہی پیدا ہوتی ہے۔ بہت تھوڑے انسان ہیں جن کی چادر پر صحیح پنسلی نقش ڈالے گئے ہوں۔ کثرت سے جو چادریں یہاں سے جاتی ہیں۔ ان کی ہیئت یہاں کے غلط نقش و نگار سے بالکل بگڑی ہوتی ہے۔ انہیں یہاں اس قدر گندہ اور چرک کر دیا جاتا ہے کہ نہ صرف نقشِ اول ہی بگڑا ہوتا ہے۔ بلکہ اسکی گندہ حالت اس قابل ہی نہیں کہ اس پر نقشِ نو پیدا ہو سکیں۔ یا ان پر وہاں کا رنگ و روغن چڑھ سکے۔ اس چادر کو دھویا ہی جائیگا۔ اور چادر کو پھر اس حالت میں لایا جائیگا۔ کہ اس پر پنسلی نشان تک بھی نہ ہو۔ اس پر پنسل کے نشان دوبارہ دیکر اس پر رنگ و روغن چڑھایا جائیگا۔ اب وہ بچہ جو سفید چادر کو ہی لیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ وہ بدرجہا بہتر ان انسانوں سے ہے۔ جو چادر کو چرک شدہ حالتیں لیگئے ہیں۔ دوزخ دراصل وہی سوڈا یا تیزاب۔ یا دھوبی کی بھٹی یا دھوبی کے ہاتھ سے کپڑے کا کسی پتھر پر مارا جانا یا نچوڑ کے پیچ میں آنا یا استری کے تلے جلنا یہ مختلف کیفیات عذاب ہیں۔ جن کے ذریعہ انسانی مدرکہ کی چادر نے از سر نو پاکیزہ ہونا ہے۔ ان مصائب کے بعد جب ایک گنہگار کی چادر نے اسی حالت کو پھر اختیار کرنا ہے۔ جو اسی بچے کی چادر کی ہے۔ جو پیدا ہوتے ہی مر گیا۔ تو پھر کیوں کہا جاتا ہے۔ کہ اس بچے کا پیدا ہونا بیکار گیا۔

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

حیات بعد الموت کی ترقیات کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک یہ کہ مدرکہ انسانی وہ جسم اختیار کرے۔ جو نیچر نے اسی زمین پر اسکے لئے

وضع کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مُدرکہ بذریعۂ موت اس جسم سے الگ کیا جائے
یہ دونوں حالتیں اس نتیجے پر وارد ہو جاتی ہیں۔ جو پیدا ہوتے ہی یا
رحم میں ہی یا دنیا میں آکر وہ چار گھنٹے یا دن یا ماہ یا سال جی کر
مرجاتا ہے۔ ایک بڑا مقصد جس کے لئے انسان دنیا میں آتا ہے
یعنی مُدرکۂ انسانی کو پیدا کرنا وہ بچہ بھی حاصل کرلیتا ہے +

ترقی رُوح کے لئے ضروری نہیں کہ انسان پھر یہاں آئے

اسمیں شک نہیں کہ ربانی اقتصاد نے مُدرکۂ انسانی کی تہذیب و تعدیل کیلئے اس دنیا کو مقرر کیا۔ اس دنیا کی چیزیں اور اسی دنیا کا ماحول انسان کے اخلاق و آداب پر ایک گہرا اثر ڈال دیتا ہے۔ بہت سی باتیں اس کے تجربے اور مشاہدے میں آتی ہیں۔ اس علم و تجربے سے اس کے اخلاق اچھے یا بُرے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ نفس یا مُدرکہ کی مقررہ تہذیب و تعدیل جو اس دُنیا میں ہوتی ہے۔ اسکے لئے اسی دُنیا کا ہونا ہی ضروری ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ انسان جو لمبی عمر پاتے ہیں اور ضعیف ہو جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اسی حالت ارذل پر پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں کُل کا کُل حاصل کردہ علم و تجربہ ضائع ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم اسکی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا ہے +

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا (سورہ نحل آیت ۷۰) (اللہ تعالے نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری قبض رُوح کریگا۔ اور بعض تم میں ایسے بھی ہیں۔ کہ وہ ایسی ارذل عمر پر پہنچ جاتے ہیں کہ جو کچھ بھی انہوں نے علم حاصل کیا ہوتا ہے۔ وہ سب کا سب چلا جاتا ہے) اسی حالت میں سینکڑوں آدمی نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے

کوئی لمبا چوڑا علم و تجربہ بھی حاصل نہیں کیا ہوتا۔ انہیں حمیدہ اخلاق بھی پیدا نہیں ہوئے ہوتے۔ اب مدرکہ النساق بھی موجود ہے۔ وہ اسی دنیا میں جس میں کمی علم یا نقص روح کے دفعیہ کے لئے واپس آنا تجویز کیا جاتا ہے۔ جب اس دنیا میں ہوتے ہوئے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ حاصل کردہ علم بھی گنوا بیٹھتے ہیں تو اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوگیا کہ روح کی ترقی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ یہی دنیا ہو +

عورت

اس کی مغلوبیت مظلومیت اور آزادی

(بسلسلہ صفحہ ۳۱۹ جلد ۱۰ نمبر ۷)

(خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ کے قلم سے)

مسیحیت اور اسلام میں عورت کی حالت

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ اور صدق دکھانیوالے مرد اور صدق دکھانیوالی عورتیں۔ اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور فروتنی کرنیوالے مرد اور فروتنی کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں۔ اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنیوالی عورتیں انکے لئے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کیا ہے (قرآن سورہ احزاب آیت ۳)

الجنۃ تحت اقدام امہاتکم (الحدیث) جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری کے ساتھ سیکھنا چاہئے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا۔ کہ عورت سکھائے۔ یا مرد پر حکم چلائے۔ بلکہ چپ چاپ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ اس کے بعد حوّا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی + ۱ تیمتھیس ۲: ۱۱-۱۴

عورت کے مسئلہ کے متعلق ایک تازہ خیال جو کھلے طور پر ایک جدید خیال ہے اس وقت کل دنیا میں پھیل رہا ہے اور آہستہ آہستہ پرانے نقطۂ نگاہ کو جو اس قدر عرصہ دراز سے لوگوں نے قائم کر رکھا تھا۔ زائل کرنے کے درپے ہے۔ اس تبدیلی کے لئے کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی۔ نہ کوئی خاص تجاویز اس کے لئے ہوئیں۔ بلکہ یہ محض اس علم کا نتیجہ ہے۔ جو اس وقت دنیا میں عام طور پر پھیل رہا ہے۔ اور کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔ ہمارے ان مقالات کا مقصد اس موجودہ نقطۂ نگاہ کو پوری صفائی کے ساتھ ٹھیک اور مشرح طور پر واضح کرنا۔ اور پوری سچائی اور دیانتداری کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتا اور یہ بتاتا ہے۔ کہ اس نقطۂ نگاہ کے اسباب و وجوہات کیا ہیں۔ اور اس کے نتائج کو جس حد تک ان کی لوہ لگائی جاسکتی ہے پیش کرتا ہے۔ اس اجمال کی میں تشریح کر دینا چاہتا ہوں۔ اس وقت دنیا کے سامنے عورت کے مسئلہ سے بڑھ کر غالباً کوئی مسئلہ زیادہ دلچسپی اور مباحث حاضرہ میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ مسئلہ کیا ہے؟ کیا یہ وہی بات ہے۔ جو کچھ صدیوں تک مسیحی اقوام کے ایمانیات میں داخل رہی ہے؟ یا یہ اس سے کوئی مختلف چیز ہے؟ ایک دیانتدار اور آزاد شخص جو اس بارہ میں پوری قابلیت رکھتا ہے۔ ایک ایسا طالب علم جو حقیقت حال کو معلوم کرنے کے لئے

گہری تفتیش و تحقیق سے کام لیتا ہے۔ اور پھر کسی خاص قوم یا ملک کے فائدہ کیلئے نہیں نہ ہی کسی خاص مذہبی عقیدہ کی تائید کے لئے بلکہ محض صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ اپنی زبان کو کھولتا ہے۔ عورت کے بارہ میں کیا کہہ سکتا ہے۔ کیا اس کی رائے ہے۔ بارہ میں کہ عورت کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اس نے ہر وقت کس طرح ترقی کی۔ وہ کیسے حالات تھے۔ جن کے ماتحت اس نے شاہراہ ترقی کی طرف اپنے قدم کو بڑھایا۔ اسکی غلامی اور ماتحتی کے اسباب و وجوہات کیا تھے؟ وہ کون سی تغیرات ہیں۔ جو اس کے حالات پر وارد ہوئے۔ اس کا قابل اعتبار ہوتا۔ اسکی مختلف حیثیتیں۔ اسکی قدر و قیمت۔ انسان اور خدا کے ساتھ اس کا تعلق کیا کچھ کیفیت رکھتا ہے؟

آئندہ صفحات میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ ان تمام سوالات کا جواب حسب گنجائش صفائی کے ساتھ دیا جائے۔ اور کسی قسم کا اخفا اسمیں نہ رہنے دیا جائے۔ اس مضمون پر بہت غور اور تامل کے بعد میں نے قلم اٹھانے کی جرات کی ہے۔ کیونکہ صفائی کے ساتھ اور غیر طرفدارانہ طریق پر بحث کرنے کے لئے اس سے مشکل تر مضمون اور کوئی نہیں ہے۔ ساتھ میری یہ بھی کوشش ہے کہ کسی قسم کی ناگوار بات اسمیں نہ آئے نہ ہی کسی قوم کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے۔ کہ مختلف سنتنائی حالات اور نظام کی وجہ سے اور بالخصوص آب وہوا اور قومی تاثرات کے باعث مختلف اقوام کی پاکدامنی پر جو اثر پڑتا ہے۔ اور ان معاملات کی جو اس اخلاقیات کے شعبہ سے متعلق ہیں نزاکت اس مسئلہ کو بہت کچھ الجھا دیتی ہے۔ تاہم ایک مصنف کا فرض ہے۔ کہ وہ صداقت کو پیش کرے۔ اور یہ ایک بالکل ناممکن امر ہے کہ اخلاقیات کے شعبہ کی طرف جس نے بہت سی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ اور تعالیٰ اپنا بہت کچھ اثر بھی دکھایا ہے رُخ کئے بغیر مختلف زمانوں کے معمولی حالات کی صحیح تصویر کھینچی جائے۔ تاکہ مختلف مذاہب کے پیدا کردہ

اخلاق یا مختلف اقوام کے اخلاق رجحان کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے + دوسرے ممالک اور ازمنہ سابقہ کی برائیوں کو بیان کرنا اور ان پر نفرین بھیجنا بہت آسان اور پسندیدہ کام ہے لیکن میرا موجودہ کام اس سے زیادہ مشکل ہے +

ان مشکلات کا مجھے کبھی اندازہ نہ تھا یہی وجہ ہے کہ میری کمر ہمت لبا اوقات ٹوٹ ٹوٹ گئی ہے۔ ان لوگوں کو جو ہمارے خیالات سے اختلاف رکھتے ہیں قابل ملامت ٹھیرانا بہت آسان ہے لیکن ایسے معاملات کے متعلق جن پر آزادانہ بحث کرنا بہت سے ہمارے عزا واقربا کی رنجیدگی کا موجب ہو جاتا ہے۔ آواز بلند کرنا اور ان پر قلم اٹھانا نہ صرف ناخوشگوار اور ناقابل ستائش ہے۔ بلکہ ایک نہایت نازک کام بھی ہے۔ میں نہ تو پیروان مسیح کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی جوشیلے مسلمانوں کو جو اپنے آبا و اجداد کے خیالات پر یقین و ایمان رکھتے ہیں ہر ایک کو ان کا حق پہنچانا میرا اصل مقصد ہے۔ خواہ کوئی شیطان ہو یا فرشتہ روما کی مجردانہ زندگی بھی میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اور مسلمان نوابوں اور بادشاہوں کے حرم بھی قابل نفرت ہیں۔ ایسا ہی مغرب کا آزادانہ میل جول اور مشرق کا قید کر دینے والا پردہ ہر دو میری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی میں جائز نہیں قرار دے سکتا +

یہ متخالف و متضاد طریق جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ اور جن پر میں آگے چلکر بحث کرونگا۔ میرے کام کی مشکلات اور اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں + پیشتر اس کے کہ میں اصل مضمون کی طرف رخ کروں دو اور ضروری امور ہیں جنکو میں صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک جناب مسیح کی دو حیثیتیں ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ مسیح دو شخصیتوں کا نام ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہیں۔ جیسے قطبین کا حال ہے۔ ان میں سے ایک تو مسیح ناصری ہے۔ جو خدا کا ایک نبی اور انسان تھا۔ اور دوسری شخصیت بائبل کے فرضی مسیح کی ہے۔ میں آیندہ صفحات میں جب مسیح کا نام لونگا۔ وہ پہلا نہیں بلکہ بائبل کا مسیح ہے "وہ مسیح" نہیں بلکہ "یسوع" ہے۔ اگرچہ میں اس کے لئے مسیح کا لفظ ہی باربار استعمال

کرونگا۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے۔ کہ اس مضمون میں (عیسویت) (کرسچینٹی) کا لفظ مجھے زیادہ تر استعمال کرنا ہوگا۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا غلطی ہے کہ یہ لفظ ہمیشہ ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جناب مسیح کے مذہب کا نام بھی عیسویت ہے۔ پولوس کا مذہب بھی عیسویت ہے پھر پہلی صدی عیسوی اور قسطنطین کا مذہب بھی عیسویت ہے۔ ہلدبرانڈ۔ لوتھر۔ کالون کے مذاہب اور پھر ہمارے اس زمانہ کی مسیحیت بھی عیسویت ہی کے نام سے موسوم ہے مگر باوجود اس کے مختلف زمانوں اور مختلف اشخاص کی عیسویت بالکل مختلف شکل وصورت رکھتی ہے اسلئے جب کبھی میں کسی مسیحی مصنف کا حوالہ پیش کروں گا۔ تو وہ صرف اپنے ہی ملک اور زمانہ کی مسیحیت کے عقائد اور عمل کا ذمہ وار سمجھا جائیگا دوسرے ممالک اور زمانوں کی مسیحیت کے متعلق اس کے خیالات اس قدر اہمیت نہیں رکھتے تاہم مسیح کے حواریوں اور قرون اولے کے مسیحی آبا کے خیالات اور آراے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ کلیسیا کی بنیادیں انہوں نے ہی اپنے ہاتھ سے رکھی ہیں اور مسیحیت کی مسخ شدہ شکل وصورت کو ہم تک پہنچایا ہے +

اس زمانہ میں جب مسیحیت کا ستارہ افق عالم پر طلوع ہوا۔ عورت کو جیسا کہ میں اس سے پیشتر دکھا آیا ہوں۔ قدیم یونان اور رومی سلطنت میں بہت بڑی آزادی۔ بہت زیادہ طاقت اور خاصہ اثر حاصل تھا۔ روایات اس آزادی کے خلاف موجود تھیں۔ لیکن حالات کے اجتماع اور اعلےٰ درجہ کے سٹوئک[۱] فلسفہ کے رائج ہونے سے عورتیں قدیم قانونی پابندیوں سے آزاد ہوگئیں۔ ان کو مجلسی میل جول کی کامل آزادی حاصل تھی۔ عامہ گذرگاہوں میں وہ آزادی کے ساتھ چل پھر سکتی تھیں۔ لٹریچر اور فلسفہ کو وہ مطالعہ کرتی تھیں سیاسی تحریکات میں حصہ لیتی تھیں۔ عدالتوں میں اپنے مقدمات کی خود پیروی کرنے کی مجاز تھیں۔ اور صوبجات کی حکومتوں کے نظم ونسق اور کتابوں کی تصنیف میں اپنے خاوندوں کی امداد کرتی تھیں +

---

[۱] ایک خاص فلسفہ کا نام ہے جو فلاسفر زینو نے قدیم یونان میں تعلیم کیا تھا اور جسمیں جذبات سے آزادی اور ہر ایک قسم کے حالات اور رنج وراحت میں صابر وشاکر رہنے کی تلقین تھی +

ایک شخص خیال کر سکتا ہے۔ کہ مسیحیت نے عورت کی آزادی میں اور زیادہ اضافہ کیا ہوگا لیکن بدقسمتی کی بات ہے۔ کہ جناب مسیح شریعت اور نبیوں کو منسوخ کرنے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ انکو پورا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ انہی شرائع اور قوانین کی روشنی میں جن کی تنسیخ جناب مسیح کے اختیار سے باہر تھی ہمیں ان اسباب و وجوہ کو تلاش کرنا چاہیئے۔ جو مسیحیت کی فتوحات اور کامیابیوں کے باوجود عورت کو تمدنی اور سیاسی پہلوؤں میں علو مرتبت سے گرا کر قعر ذلت کیطرف لیجانے کا موجب ہوئیں +

قدیم بنی اسرائیل میں عورت کی جو کچھ حالت تھی۔ اسکو جاننے کے لئے اس زمانہ کے تمدنی حالات کو معلوم کرنا چاہیئے منجملہ اور باتوں کے خاندانی زندگی اس وقت خاص اہمیت رکھتی تھی۔ اور اس کا اثر دن بدن بڑھتا جاتا تھا عبرانیوں کے اندر شعب اور قبائل کو صرف ایک کنبہ یا خاندان کی وسعت کا نتیجہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اسلئے ایک کنبہ یا خاندان کو خاص اہمیت دیجاتی تھی۔ اسی ذریعہ سے صحیح اور غلط باتوں میں فرق کیا جاتا تھا۔ قوانین اس سے بنتے اور عبادت الٰہی کو اس ذریعہ سے قائم رکھا گیا۔ عامہ دلچسپی کے کل امور ایک حد تک خاندانی معاملات تھے۔ خاندان کے بڑے آدمی جن کو سردار سمجھا جاتا تھا انکو سرانجام دیتے تھے +

خاندان کے اخلاق عورت کی حالت اور حیثیت سے بنتے تھے اس بارہ میں صرف اس طریق گفتگو کا ذکر کر دینا ہی کافی ہے۔ جو عورت اور مرد میں رائج تھا۔ خاوند کو اس وقت بعل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور بیوی کو بیولا۔ بالفاظ دیگر مرد کو مالک سمجھا جاتا تھا اور عورت کو مملوکہ۔ جتنا بھی ہم پیچھے چلے جائیں کم از کم اس وقت تک جہانتک کہ تاریخ ہمیں لیجاتی ہے۔ یہ رسم ہمیں موجود نظر آتی ہے۔ رابرٹس سمتھ نے مختلف رواجات اور شادیوں کی جو تقسیم کی ہے۔ اس کے مطابق شادی کا یہ طریق اور اس قسم کے خاندان کو بعل میرج (بعل کا طریق ازدواج) کہا جاتا ہے۔ ایک شادی شدہ عورت کامل طور پر

اپنے خاوند کے قبضہ و تصرف میں ہوتی تھی - اور خاوند کو اس پر ایسے ہی اختیارات حاصل تھے - جیسے اپنی مملوکہ جائداد پر - یہ حقوق اور اختیارات اُسے خرید سے اُسے حاصل ہوتے تھے - قدیم عبرانی لوگ منگنی کے وقت مہر کی جو رقم پیش کرتے تھے - وہ صرف عورت کی قیمت خرید ہوتی تھی - جو اس کے سابقہ مالک یعنے والد یا سرپرست کو دی جاتی تھی - اس قیمت خرید کے ادا ہونے پر شادی قانونا جائز ہو جاتی تھی - اور دلہن پر تمام اختیارات اس کے خریدار کو ملجاتے تھے - مثال کے طور پر ایک منگنی شدہ کنواری کی (یعنے وہ جسکو اس کے آئندہ خاوند نے خرید لیا ہوا ہے) عصمت پر اگر داغ آ جاتا تو اس کا تاوان جو ادا کیا جاتا تھا - وہ اسی شرح کے مطابق ہوتا تھا - جو ایک شادی شدہ عورت کے لئے مقرر[1] ہے - بالفاظ دیگر اس کا قطعاً کوئی لحاظ نہ تھا کہ شادی آیا ہوئی ہے یا نہیں - دونوں حالتوں میں انکو ایک پرائیویٹ جائداد سمجھ کر اس کے حقوق پر تصرف یکساں اہمیت رکھتا تھا - اس کو ایسا سمجھا جاتا تھا - کہ گویا کسی کی مملوکہ جائداد کو نقصان پہنچایا گیا ہے - ایک کنواری عورت کی عزت بیوہ یا مُطلّقہ سے بہت بڑھ کر ہوتی تھی - اس شخص کو جو کسی کنواری کی عصمت پر داغ لگانے کا موجب ہوتا تھا - اس کے والد کو وہ رقم تاوان ادا کرنی پڑتی تھی - جو وہ بصورت دیگر اس عورت کی شادی کے وقت وصول کرنے کا مجاز تھا[2] ایک منگنی شدہ عورت پر اگر ایک مرتبہ حرف آ جائے - تو پھر اس کا خاوند اسے اپنے گھر لے جاسکتا اور جس وقت چاہتا شادی کی رسم کو ادا کرسکتا تھا - اس بارہ میں لڑکی کی رضامندی کی کوئی ضرورت نہ تھی - نہ ہی شریعت میں کہیں اس ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے +

شروع شروع میں جیسا کہ رابرٹسن سمتھ نے بتایا ہے - یہ دلیل میرج عورتوں کو پکڑ لانے سے ہوتی تھی - بیرونجات میں لوٹ مار کرکے بیویاں حاصل کیجاتی تھیں یا انہیں بطور اسیران جنگ حاصل کیا جاتا تھا - ایسی عورتیں بیشک اپنے خاوندوں کی جائداد اور اپنے آقاؤں کی غلام ہوتی تھیں - اسی طرح سے ہمیں بتایا گیا ہے - کہ

---

[1] استثنا ۲۲ : ۲۳ [2] خروج ۲۲ : ۱۷ +

بن یمین کے قبیلہ کے ان لوگوں کو جو تب ہی سے بچ رہے بیویاں میسّر آئیں۔
اگرچہ شادی کے وقت عورت اپنے خاوند کے قبضہ و تصرف میں چلی جاتی تھی تاہم دوسرے پہلوؤں میں اسکی پوزیشن ویسی کی ویسی ہی رہتی تھی۔ ایک غیر شادی شدہ عورت اپنے والدین کے گھر میں انکی حفاظت میں ہوتی تھی اور اپنے والدین یا سرپرست کی مملوکہ جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اس کا سرپرست اُسے اپنی بیوی بنا سکتا یا اپنے سے اسکو بیاہ سکتا تھا۔ اور اس صورت میں کوئی مہر اسے ادا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ایسا ہی دو باپ اپنی بیٹیوں کا تبادلہ اس غرض سے کر سکتے تھے کہ انہیں وہ اپنے بیٹوں کی بیویاں بنائیں[۱]۔

باوجودیکہ عورتوں کو اس طرح سے ایک قیمتی املاک سمجھا جاتا تھا۔ ابتدائً اسکا کوئی خیال نہ ہوتا تھا۔ کہ اس سے کوئی کام کاج وغیرہ لیا جائے۔ قدیم اسرائیلی لوگ انہیں آئندہ نسلوں کی مائیں سمجھتے تھے۔ جس کا یہ کام تھا۔ کہ وہ اُن کے لئے سب سے زیادہ قیمتی چیز یعنے بیٹے پیدا کریں۔ قدیم اسرائیلیوں میں ہر شخص اسبات کا خواہشمند تھا۔ کہ اسکے ہاں بہت سی اولاد ہو۔ راخل کے بارہ میں بتایا گیا ہے۔ کہ اسکی بیوی کی دلی التجا جو اس نے یعقوب کے آگے پیش کی یہ تھی۔ کہ "مجھے بچے عنایت کیجئے ورنہ میں مرجاؤں گی[۲]"۔ کسی لڑکی کو رخصت کرتے وقت والدین کی دعا یہی ہوتی تھی۔ کہ "خدا تمہیں ہزارہا بچوں کی ماں بنائے[۳]"۔ جیسے ربکاہ کے بارہ میں ہوا۔ بے اولاد ہونا بہت بڑی بدقسمتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا قہر سمجھا جاتا تھا[۴]۔ کیونکہ جب تک کوئی عورت بیٹے کی ماں نہیں ہو جاتی تھی۔ اسے گھر کے پورے اختیارات نہیں ملتے تھے[۵]۔ اولاد میں سے بھی صرف لڑکوں ہی کی خواہش ہوتی۔ کیونکہ انہی کے ذریعہ سے خاندان آگے چل سکتا تھا۔ لڑکیوں کو شادی کے بعد دوسری جگہ جانا ہوتا تھا۔ اور اسلئے صرف لڑکے ہی خاندان کی عبادت کا کام سرانجام دے سکتے۔ اور اپنے والدین کے وارث ہو سکتے تھے۔ ازدواجی تعلقات کا یکسر خاتمہ تین مواقع پر بالخصوص خاص اہمیت کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔ چونکہ خاوند کو بیوی کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے اسکے اختیارات

۱؎ قاضیوں ۲۱: ۱۰-۱۷۔ ۲؎ پیدائش ۳۰: ۱۔ ۳؎ پیدائش ۲۴: ۶۰۔ ۴؎ ۱ سموئیل ۱: ۵۔ ۵؎ پیدائش ۱۶: ۴ - ۳۰: ۱۔ ۱ سموئیل ۱: ۶-۷۔

کو محدود کرنا طبعاً محال تھا۔ وہ اپنے ذرائع اور وسعت کے مطابق جس قدر چاہے بیویاں خرید کر اپنے قبضہ و تصرف میں لا سکتا۔ اور انہیں گھر میں رکھ سکتا تھا۔ وہ شادی کے علاوہ دوسری عورتوں کو بھی بیویوں کے طور پر رکھ سکتا۔ اور اگر جی چاہے تو اپنی لونڈیوں سے بھی تعلقات زناشوئی قائم کر سکتا تھا۔ ایک لونڈی اکثر اوقات اپنے مالک کی آشنا ہوتی تھی۔ لیکن اس کا مالک یکلخت اس سے ایسے تعلقات قائم کرنے کا مجاز نہ تھا۔ جب کہ اسکے گھر میں آنے کے بعد وہ اپنے سر کو نہ منڈا دے۔ اور اپنے ناخنوں کو نہ کٹوا دے اور پورے ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کا ماتم نہ کرے +

ایسا ہی طلاق کا حق بھی مرد ہی کو ہوتا تھا۔ یہ ہمیشہ اس کے اختیار میں تھا۔ کہ وہ عورت پر اپنے حق ملکیت سے دست بردار ہو جائے۔ اور اپنی بیوی کو اس کے گھر واپس بھیجدے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ ہی اس کا والد یا سرپرست مہر کی رقم واپس بھیجنے کے لئے تیار ہو۔ اس کے برخلاف بیوی کو اپنے خاوند سے علیحدگی حاصل کرنے یا جبراً طلاق لینے کا کوئی اختیار نہ تھا جہاں تک ورثہ کا تعلق ہے۔ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ کوئی بھی عورت ورثہ نہ لے سکتی تھی۔ جب کوئی مرد فوت ہو جاتا۔ تو اس کے گھر کی عورتیں اسکے ورثاء کے قبضہ میں اسیطرح سے چلی جاتی تھیں جیسے باقی جائداد +

کسی مشکوک جرم کے متعلق جو یقین کے درجہ تک نہ پہنچ سکے یا وہ نہایت خطرناک ہو عموماً خدا تعالےٰ سے براہِ راست فیصلہ حاصل کرنے کا طریق اختیار کیا جاتا تھا۔ یہ رسم زیادہ عرصہ نہیں ہوا انگلستان میں بھی رائج تھی۔ اور "شک کی آزمائش" اس کا نام تھا۔ اس آزمائش کا طریق یہ تھا۔ کہ گرم پتھروں کے اُوپر مجرم کو چلایا جاتا تھا۔ یا اسکے بازو دونکو پگھلے ہوئے سیسہ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اور ان دونوں قسم کے طریقوں میں یہ اعتقاد پنہاں تھا۔ کہ معصوم کو اللہ تعالیٰ ان کے ضرر سے بچا لیگا۔ اور مجرم ہونے کی حالت

میں وہ نہ بچ سکیگا۔ آزمائش کا یہ طریق عام طور پر اس وقت استعمال کیا جاتا تھا جب کسی شخص کو اپنی بیوی پر کوئی شبہ ہو۔ لیکن وہ معمولی قانونی کارروائی میں یا تو گواہوں کے پیش کرنے یا جرم کو ثابت کرنے کے نا قابل تھا۔ آزمائش کا ایک اور طریق جو عام طور پر اس وقت استعمال ہوتا تھا۔ جب کسی عورت کی عصمت کے متعلق شک ہو۔ یہ تھا کہ ضرررسان ادویات اسے پلائی جاتی تھیں۔ ایک خاص طور پر تیار شدہ دوائی پلائی جاتی تھی۔ اور خیال یہ کیا جاتا تھا۔ کہ اگر وہ عورت معصوم ہے۔ تو دوائی اسے کوئی ضرر نہ پہنچا سکیگی اور اگر وہ مجرمہ ہے۔ تو اس دوائی سے اسکی رانوں اور پیٹ میں تکلیف ہوگی۔ کیونکہ انہی دونوں اعضا کے ذریعہ وہ گناہ کی مرتکب ہوئی ہے۔ اس دوائی کے اندر مقدس پانی ملا ہوا ہوتا تھا۔ یعنے وہ پانی جسکو نہانے کے برتن میں کھڑے ہو کر مقدس بنایا جاتا تھا۔ اور اسکے اندر ہیکل کی خاک ملائی جاتی تھی۔ اور ایک کاغذ کے اوپر لعنت کے الفاظ لکھ کر اس کے اندر اسے دھویا جاتا تھا ؁

سب سے آخر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ عورتیں عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لینے کے بالکل نا قابل تھیں۔ اس حد درجہ کے قعر مذلت اور حالت تنزل میں عورتوں کو دھکیل دیا گیا۔ جناب مسیح نے اس مصیبت زدہ بدقسمت صنف کے فائدہ اور اسکو اس حالت سے نکالنے کیلئے کیا کام کیا۔ مجھے ضرورت نہیں۔ کہ میں جناب مسیح کے ان ارشادات یا لعنتوں یا معجزات پر بحث کروں جو اسبارہ میں ان سے صادر ہوتے ہیں (کیونکہ یہی ایک کام ہے جو انھوں نے کیا) علاوہ ازیں عہد نامہ جدید کی موجودہ تنقید کی روشنی میں جناب مسیح کے کام کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا بڑا ہی بہادری کا کام ہے۔ اسقدر بات یقینی ہے۔ کہ اناجیل کے مسیح نے اسبارہ میں یا کسی اور اجتماعی مسئلہ کے متعلق ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا۔ جو کھلی ہدایت پر مشتمل ہو[1]۔ تہ ہی

[1] ایک ہی قانون جو جناب مسیح نے وضع کیا ہے طلاق کے متعلق ہے۔ اور وہ بدترین نتائج جو اس سے پیدا ہوئے آئندہ بیان کئے جائیں گے ؁

یہودیوں کے اس سلوک کے خلاف جو عورتوں کے ساتھ انہوں نے روا رکھا کوئی صدائے احتجاج بلند کی +

لیکن اس امر پر بحث کرنا میرے اصل مقصد کے خلاف معلوم ہو گا۔ یہ بھی مسیحی بزرگوں کی تعلیم کا صدقہ ہے کہ یورپ میں عورت کی ترقی کا رستہ بند ہو گیا۔ اور وہ تعلیم پولوس کے بیانات او پرانے عہد نامہ پر مبنی ہے پولوس کے بیشمار بیانات اور خیالات جو عورت کے متعلق اس نے ظاہر کئے ہیں سب پر روشن ہیں۔ کلیسیاؤں میں اُسے اپنے سر کو ننگا نہ کرنے کا حکم ہے ہے۔ اور بات سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کہ وہ کوئی سوال وہاں کرے۔ جیسے اس کا خاوند وہاں سوال کر سکتا ہے۔ اُسے اپنے خاوند کی رعیت قرار دیا گیا ہے۔ مرد کو عورت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ عورت کو مرد کے لئے پیدا کیا گیا ہے[1] وہ مرد کو سکھانے کی مجاز نہیں۔ کیونکہ وہ دنیا کے لئے تباہی کا موجب ہوئی ہے۔ اگر اس کی نجات ہو سکتی ہے۔ تو صرف بچے پیدا کرنے سے۔ اس سے زیادہ ہم آگے چلکر بیان کرینگے۔ جہانتک بائبل کی تعلیمات کا تعلق ہے۔ اس کے اصل رجحان کے متعلق غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہر جگہ عورت کو مرد سے کم حیثیت میں رکھا گیا ہے۔ پیدائش عالم کی جو کہانی بائبل میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں اس کا مرد کی پسلی سے پیدا ہونا بتایا گیا ہے۔ اس کی پیدائش مرد کے تنزل کا موجب ہوئی۔ کیونکہ وہ بدی کا مخرج تھی تمام بائبل کے اندر اس کو کم حیثیت اور ماتحت بتایا گیا ہے۔ موسےٰ کے دس احکام میں اسے اپنے خاوند کے املاک اور جائداد میں شامل کیا گیا ہے +

اپنے ہمسایہ کے گھر کی خواہش نہ کر۔ نہ اپنے ہمسایہ کی بیوی کی خواہش کر نہ اسکے نوکر کی۔ نہ اسکی نوکرانی کی۔ نہ اس کے بیل کی نہ اسکے گدھے کی۔ اور نہ اس کی کسی اور چیز کی +

رومی قانون میں عورت کے متعلق یہ خیال تھا۔ کہ وہ مرد کی تحریک اور اغوا کے بغیر مجرا رستہ اختیار نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے خلاف کلیسیائی اور مسیحی

[1] ۱۔ کرنتھیوں ۱۱: ۹ +

ملکی قوانین اس اعتقاد کے ماتحت وضع کئے جاتے تھے۔ اور اب تک کئے جاتے ہیں۔ کہ عورت ہی دراصل بُرے رستہ کی تحریک کرنیوالی ہے۔ مرد جیسا کہ بائبل میں بتایا گیا ہے۔ اسکی خواہشات اور ارادوں کا شکار ہوتا ہے۔ مسز ای کیڈی سٹینٹن نے ان واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ کہ مذہبی اور ملکی قانون کلیسیا اور سلطنت۔ پادری اور مقننین۔ تمام سیاسی فریق اور مذہبی فرقے یکساں طور پر یہ تلقین کرتے ہیں۔ کہ عورت کو مرد کے بعد پیدا کیا گیا۔ مرد میں سے پیدا کیا گیا اور مرد کیلئے پیدا کیا گیا۔ اسے مرد کی رعایا کے طور پر ایک ماتحت ہستی بنایا گیا[1]

عہد نامہ جدید میں تمام پرانی تعلیمات کی جو سختی اور غلط خیالات پر مبنی ہیں۔ تصدیق کی گئی ہے۔ عہد نامہ عتیق کو کلیسیائی قوانین میں بحال رکھا گیا ہے جس سے عورت کے ساتھ وہ سختی جو عبرانیوں کی طرف سے روا رکھی جاتی تھی لازمی طور پر برقرار رہی۔ اس کے خلاف کوئی بات نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ مسیحیت کوئی بڑا علمی اور دماغی مذہب نہ تھا۔ اجتماعی مسائل کی اس نے قطعً کوئی پرواہ نہیں کی۔ نہ ان کے لئے کچھ کیا۔ اس طرح ہی جیسا کہ قدیم اسرائیلیوں میں قائم تھا مسیحیت کے اندر بھی کچھ عرصہ تک عہد نامہ عتیق کو بنائے دین ٹھیرایا گیا۔ اور جو کچھ عہد نامۂ عتیق کے اندر ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عورت مذہبی رسوم میں حصہ لینے کی مجاز نہیں۔ مرد اپنی عورت کا ویسا ہی مالک ہے۔ جیسے دیگر جائداد و املاک اسکی ملکیت ہے۔ تعدد ازدواج کی اسے اجازت ہے۔ اور لونڈیوں کے ساتھ ناجائز تعلقات جائز ہیں۔ وہاں اس قسم کے افسانے ہمارے پڑھنے میں آتے ہیں جنہیں گائیڈین کے ستر لڑکوں۔ داؤد کی بیشمار بیویوں اور سلیمان کی بہت سی حرموں کا تذکرہ ہے عورتیں خریدنے کی شہادت بھی یعقوب اور ... کے افسانہ اور روتھ کی کتاب سے ہمیں ملتی ہے۔ طلاق ایک نہایت آسان کام ہے۔ اور صرف یکطرفہ صرف خاوند کی مرضی پر موقوف ہے۔ اسبارہ میں بائبل کا ارشاد حسب ذیل ہے:۔

---

[1] ملاحظہ ہو مسز ای سٹینٹن کی کتاب The women Bible

جب کوئی شخص کسی عورت کو اپنی بیوی بنا لے - اور اتفاقاً وہ اسکی نظروں میں محبوب نہو کیونکہ اس عورت کے اندر اسے کوئی ناپاکی نظر آئی ہو - تو اسے چاہیئے کہ طلاق کا کاغذ لکھ کر اس عورت کے ہاتھ میں دیدے - اور اسے گھر سے باہر نکالدے +

بائیبل کی اس عورت کے متعلق پیٹر و چیو کا یہ بیان لائق تعجب نہیں کہ

" میں اس چیز کا مالک ہونگا - جو میری اپنی ہو - وہ عورت میرا مال و اسباب ہے، میرا املاک ہے - وہ میرا گھر ہو - وہ میرے گھر کی چیزوں میں سے ہے - میری کھیتی کی جگہ ہے - میرا گدام ہو - میرا گھوڑا ہے - میرا بیل ہے - میرا گدھا ہے - اور میری ہر ایک چیز ہے " +

بچہ کو پاک کرنے کی رسم جو گناہ کفارے سے متعلق ہے - ایک وحشیانہ طریق عمل ہے لیکن بائیبل ایک عجیب وغریب پاکیزگی کا ذکر کرتے ہوئے یہ ہدایت کرتی ہے - کہ لڑکی کی پیدائش کے بعد اس کی ماں کے پاک ہونے میں اس سے دُگنا وقت لگتا ہے - جو لڑکے کی پیدائش کے بعد درکار ہے عام طور پر عہد نامہ عتیق میں عورت کے متعلق بہت ہی ادنیٰ خیال مدنظر رکھا گیا ہے - جو اس سے نہایت کم درجہ کا ہے - جو یونانی اور لاطینی لٹریچر میں پایا جاتا ہے - اور جوں جوں از منۂ جہالت و کفر کے اعلےٰ خیالات بائیبل کے اثرات کے سامنے مٹتے گئے - توں توں عورت کی مجلسی حیثیت کم ہوتی گئی عہد نامہ جدید کے اندر عورت کے متعلق جو خیال ظاہر کیا گیا ہے - وہ پرانے عہد نامہ سے بڑھ کر نہیں - بلکہ بعض پہلوؤں میں اس سے کم درجہ کا اور تنزل کی طرف لیجانیوالا ہے - تجرد کے مسئلہ پر میں آگے چلکر بحث کرونگا فی الحال اسی قدر بتا دینا کافی ہے - کہ یہ وہ نقطۂ نگاہ ہے جو عہد نامہ جدید میں قائم کیا گیا ہے - جناب مسیح مجرد تھے - پولوس کے نزدیک بھی تجرد ایک اعلیٰ درجہ کی حالت ہے - اسمیں شک نہیں کہ بہت تھوڑے معلم ایسے ہیں جنہوں نے شادی کے متعلق پولوس سے زیادہ کم درجہ کا اور اس سے زیادہ بدتر خیال قائم کیا ہو - بالکل شادی نہ کرنا ایک بہتر بات ہے لیکن اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ جہنم کی آگ میں جلنے کے بجائے

لہ ۵ احبار ۱۲: ۲ و ۵ +

شادی کرلی جائے"۔ شادی فطرت انسانی کی کمزوری کو مدنظر رکھکر ایک رعایت دیگئی ہے شادی کے متعلق اس سی تربہ کر اعلٰے درجہ کے خیال کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس کا اجتماعی اثر نظر آتا ہے۔ ایک ایسے شخص کو عہد نامہ جدید کو کسی سابقہ خیال کے بغیر مطالعہ کرے۔ یہ دیکھ کر از حد حیرت ہوتی ہے کہ اس کے اندر خاندان اور خاندانی زندگی کے نقشہ کے متعلق کوئی تعلیم موجود نہیں ہیں آگے چلکر بتاؤں گا۔ کہ اس کے کیا کچھ بداثرات مغربی تہذیب پر وارد ہوئے +

جناب مسیح کے منتخب حواریوں میں عورت کوئی نہ تھی۔ کنعان کی عورت کو جوان سے ملتجی تھی۔ کہ اسکی بیٹی کو اچھا کر دیا جائے۔ یہ جواب انہوں نے دیا۔ یہ مناسب نہیں کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جائے"۔ اپنی ماں کو جس لہجہ میں انہوں نے خطاب کیا۔ اور یہ لفظ کہے کہ عورت! مجھے تجھ سے کیا کام"؟ وہ ایک عیاں بات ہے۔ اور انکے خیالات پر اس سے خوب روشنی پڑتی ہے۔ دوبارہ جی اُٹھنے کے بعد مریم مگدلینی کو جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ وہ اس پُرانے وحشیانہ خیال کے عین مطابق تھا۔ جس میں عورت کو ناپاک بتایا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ لفظ کہے "عورت! تو مجھے نہ چھو" یہ سچ ہے۔ کہ تھوما نے ان کے زخموں پر ہاتھ رکھا۔ لیکن تھوما آخر کار مرد ہی تھا۔ عورت نہ تھی + باقی آیندہ

خلافت اور اتحادِ اسلام

ازقلم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے ۔ ایل ایل بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو

مجلس انگورہ کے فیصلہ نے تمام دنیائے اسلام کو محوِ حیرت کر دیا ہے ۔ اور مسلمانوں میں ہر جگہ عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً عجیب قسم کا جوش برپا ہے ۔ دُنیا کے مقتدر مسلمانوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کو بہترین مقام مُیسّر ہے ۔ تا کہ وہ اس عُقدہ کو حل کر سکیں +

ہندوستان کے مسلمانوں کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہے ۔ اور پانچ سال سے اس پر غور کر رہے ہیں ۔ اور اہل عرب اور دیگر اسلامی ممالک کی طرح جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے طرح طرح کی دقتیں اور پیچیدگیاں اس معاملہ میں حائل کر رہے ہیں ۔ انہیں کوئی ذاتی مقصد مد نظر نہیں ہے +پس ہندوستان کے مسلمان مستحق ہیں ۔ کہ اسلامی دُنیا میں ان کی رائے کو سب پر ترجیح دی جائے لیکن انہیں اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے اور شر پذیر تقریروں سے اجتناب لازم ہے ۔ ورنہ مزید مصیبتوں کا سامنا ہو گا ۔ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے ۔ اور ہمیں نہایت متانت سے اس پر قرآن حمید اور رسول پاک کے فرمان کے بموجب غور کرنا ہے +

سب سے مقدم امر جس کا خیال ہر ایک کے دل میں ضروری ہے یہ ہے کہ اس بحث میں اتحاد اور اخوت اسلام کو گزند نہ پہنچے ۔ خلافت کی بڑی بھاری خدمت جو اسلام کے لئے لابد ہے ۔ یہ ہے ۔ کہ رشتۂ اخوت اور اتحاد کو مستحکم کرے ۔ خلافت کی حمایت میں ہم جوش میں آکر اگر اتحاد اور اخوت اسلام کے گلے پر چھری پھیر دیں تو ہم اس مدعا سے رُوگردانی کرینگے جس کے لئے بنیاد خلافت رکھی گئی تھی +

کل تک ہم ترکوں کو دنیاوی معاملات اسلام میں شہسواران روزگار
کہ رہے تھے۔ آج ان کو مرتد یا دشمنان اسلام کہنا خلافت سے عداوت
نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر مجلس انگورہ کے فیصلہ کے یہ معنے لئے
جائیں۔ کہ انہوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تو ترکوں کے برخلاف
زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مقاصد اسلام کے لئے اسے
مفید باور نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ اسلام کے رشتے بہت وسیع ہیں۔ اور
ان کی بنیادیں خلافت سے زیادہ عمیق ہیں۔ میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے
کہ میں خلافت کی ضرورت کو صدمہ پہنچاؤں۔ بلکہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا کے
اتحاد کی بنیاد اگر ہے تو وہ اصول اسلام ہے جس نے مسلمانوں کو یکجان بنا دیا
ہے۔ مبالغہ توسیع کی طرف ہو یا تخصیص کی طرف ہر حالت میں نادرست ہے
اگر ہم خلافت کو اسلام کی روح رواں کہیں تو اسکے یہ معنے ہونگے۔ کہ شیعہ
مسلمان ہم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور انکے ساتھ کئی اور فرقے بھی یہ بھی
ہوگا۔ بلکہ ہمیں ترکوں سے بحیثیت قوم بھی قطع تعلق کرنا ہوگا۔ اور
عرب تو علیحدہ ہو ہی چکے ہیں۔ جب تک اسلام کے اصولوں میں اتحاد ہے
تب تک ہمیں اختلاف آراء کو بردباری سے برداشت کرنا اپنا فرض سمجھنا
چاہئے۔ ترکوں کو صرف اسلئے کہ انہوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا ہے دشمنان
اسلام سمجھنا ایک ایسی عظیم غلطی ہے جس سے بنیاد اتحاد اسلام کا تہ و بالا ہو جانا کچھ دور نہیں ہے۔
میں اس مختصر بیان میں مسئلہ خلافت پر بحث کرنا نہیں چاہتا
انشاء اللہ میں بہت جلد ایک رسالہ شائع کرنیوالا ہوں جسمیں اس پر ہر پہلو سے
بحث کی ہے۔ یہاں صرف چند امور میں جتائے دیتا ہوں +
خلافت کے معنے رسول پاک کی جانشینی ہے اور تاریخ اسلام سے
واضح ہوتا ہے۔ کہ ہمیشہ وہ بادشاہ خلیفہ سمجھا گیا ہے۔ جو جزیرہ نما عرب پر حکمران
رہا ہے جسکی قلمرو میں مکہ اور مدینہ مقدس شہر آباد ہیں۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ترکوں کے

قبضہ سے عرب نکل گیا تو شریف کی بیوفائی اور اہل یورپ کی کارستانی سے خلافت بھی ترکوں کے ہاتھ سے جاتی رہی ہیں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ شاہ حجاز کی دغا بازی اور بیوفائی کے بعد ترک خلافت کے نام سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور آئندہ اسکے استعمال کے مستحق نہیں رہے۔ خلافت اُن کا میراث ہے۔ اور اگر وہ صبر سے کام لیتے تو حق حقدار کو ضرور پہنچ جاتا۔ بہر حال جو کچھ ہوا ہے اس سے خلافت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ ترکوں نے ایک ایسے لفظ استعمال کا چھوڑ دیا ہے۔ جو موجودہ حالات اور صورت میں اُن کے لئے سمجھنے تھا میں اُن کے فعل کو پسند نہیں کرتا۔ بہتر تھا کہ وہ صبر سے انتظار کرتے اور اس وقت تک خاموش رہتے جب خدا پھر انہیں وہ شئے دیدیتا جسکے وہ وارث ہیں۔ اور پھر دُنیا میں اُن کی پہلی شان وشوکت سرسبز ہو جاتی۔ پھر بھی جو کچھ کہ انھوں نے کیا ہے۔ باوجود اس کے وہ اسلام کے بہترین دوست اور حامی ہیں +

اب یہ دُنیائے اسلام کا فرض ہے کہ متانت اور صبر اور انصاف سے فیصلہ کرے۔ پھر خلافت کا انعقاد کیسے کیا جائے۔ مایوسی کا ہرگز کوئی مقام نہیں۔ اس سے بھی زیادہ بلائیں خلافت پر نازل ہو چکی ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ پھر مزید اور نئے جاہ و جلال کے ساتھ رُونما ہو جاتی رہی ہے۔ لیکن شاہِ حجاز کا یہ فعل کہ اُس نے خُود بخود اپنے آپ کو خلیفہ قرار دے لیا ہے۔ حالانکہ وہ خلافت کا مستحق نہیں ہے ہر نظر سے قابل حقارت ہے +

مکالمات ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں اور بحثیں جو انگلستان۔ فرانس اور دیگر مقامات پر مختلف لشپوں پادریوں اور عیسائی مذہب کے بڑے بڑے علماء سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے کیں انہیں جمع کی گئی ہیں۔ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت ۱۲

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
روح کی حقیقت پر

(کے ایس خواجہ خان صاحب کے قلم سے)

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی ۔ ترجمہ ۔ اور جب میں نے اسکا یعنی آدم کا تسویہ کیا ۔ اور اپنی روح اسمیں پھونکی (قرآن کریم)

جسم انسانی کا تسویہ

وہ عمل جو روح میں اعلےٰ درجہ کی صفائی اور اعتدال پیدا کرتا ہے تسویہ کہلاتا ہے ۔ آدم کی روح کیلئے جو جسم بنایا گیا ۔ وہ گیلی مٹی کا تھا ۔ آدم کی اولاد کا جسم زندگی کے اس کیڑے سے بنا جو انسان کے اندر ہے ۔ دنیا میں سو ٹھوس چیزیں ہیں جیسے کیچڑ اور پتھر وغیرہ یا سیال چیزیں جیسے پانی وغیرہ ۔ یہ کہ ان میں سے کسی ایک چیز سے یا ان کے مرکبات سے بنتی ہے آگ کا کیچڑ پر کوئی اثر نہیں ۔ جب تک اسکی شکل تبدیل نہ ہو جائے ۔ اور قدرتی طریق سے باقاعدہ طور پر وہ نباتات نہ بن جائے ۔ پھر وہ انسان کا خون بن کر اسکے رگ وریشہ میں سرایت کر جاتا ہے ۔ ایک خاص قدرتی طریق سے اس کا عطر نکالا جاتا ۔ اور وہ انسان کے اندر نطفہ بنتا ہے ۔ یہ نطفہ آئندہ بننے والی ماں کے رحم میں جا کر مزید شکلیں تبدیل کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ روح کی جائے رہائش بننے کے قابل ہو جاتا ہے یہ طریق عمل بالکل ایسا ہی ہے ۔ جیسے ایک لیمپ کی بتی کو تیل میں ڈبو لیا جائے ۔ تو وہ آگ کو پکڑنے کے قابل ہو جاتی ہے ۔ غرض جب نطفہ کمال کو پہنچ جاتا ہے ۔ اور اسکے مزاج کا تسویہ ہو جاتا ہے ۔ تو وہ اسبات کا مستحق

ہوتا ہے۔ کہ رُوح اس پر اپنا قبضہ اور تصرف جمائے تب وہ رحیم و کریم خدا جو سب کا رازق ہے۔ اور ہر چیز کو اس کا حق عطا کرتا ہے اِس نطفہ کے بنے ہوئے جسم کو وہ رُوح عطا کرتا ہے۔ جسکو وہ سنبھالنے کے قابل ہے۔ اسلئے تسویہ سے وہ طریق عمل مراد ہے۔ جو نطفہ پر وارد ہوتا ہے اور جس سے وہ رُوح کو اپنے اندر لینے کے قابل ہو جاتا ہے +

نفخ رُوح

تسویہ کے بعد دوسرا مرحلہ نفخ رُوح کا ہے۔ نفخ وہ ذریعہ ہے جس سے اِنسانی جسم کی یہ بتی جو ماں کے پیٹ میں بنتی ہے۔ رُوح کے شعلہ سے جل اٹھتی ہے۔ ایک جلتی ہوئی لکڑی کو جب پھونک ماری جائے تو اس سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اسلئے شعلہ کو پیدا کرنیوالی چیز پھونک ہے۔ اللہ تعالے کے متعلق اسکو بطور سبب بیان کرنا غیر موزون ہے۔ اسلئے یہاں نتیجہ اور اثر کو سبب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے غضبناک ہُوا اور ان سے انتقام لیا۔ لیکن غُصّہ ایک ایسا جذبہ ہے۔ جو غُصّہ ور انسان کے مزاج پر اثر کرتا ہے یہانتک کہ وہ غُصّہ سے دُکھ اور تکلیف محسُوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ اسلئے اِس آیت میں غُصّہ سے مُراد وہ نتیجہ ہے۔ جو اس سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ شخص جس پر اللہ تعالے کے غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی ہے۔ صفحہ ہستی سے اس کو نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ اسلئے غُصّہ نے نتیجہ کو بطور سبب قرار دیا گیا۔ اسی طرح سے وہ ذریعہ جس سے نفخ رُوح ہوتا ہے اُسے خود نفخ کے نام سے تعبیر کیا۔ ورنہ حقیقی طور پر نفخ کوئی نہیں ہُوا +

بتی اور شعلہ یعنے جسم اور رُوح دو صفات کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں

پہلی صفت اُن کی قوت فاعل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اُن کے اندر ایک ایسی مزاج اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے جسم کے اندر رُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہستی جو اسکی فاعل ہے۔ وہ رب العلمین ہے۔ جو لوگوں کو اپنی جناب سے وہ کچھ عطا کرتا ہے۔ جسکے وہ حقیقی طور پر مستحق ہیں۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نیست سے ہست کرتا ہے۔ جو اسکے اہل ہیں پھر اسکی ایک اور صفت ہے۔ جو قدرت کے نام سے موسوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مثال اس قسم کی ہے۔ جیسے سُورج۔ جو ان اشیاء کو روشن کرتا ہے۔ جن کے اندر یہ استعداد ہوتی ہے۔ کہ جب ان کے اور سورج کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ تو وہ چیز اس سے روشن ہو جاتی ہے اسلئے روشنی کے حصول کی صُورت یہ ہے۔ کہ خود وہ چیز اس قدر شفاف ہو۔ کہ روشنی اسمیں سے منعکس ہو جائے۔ بطور مثال یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک شیشہ پر میلا پن آگیا ہے۔ ایسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ کوئی چہرے اسکے سامنے ہوں۔ لیکن ان کا انعکاس اسمیں نہ پڑے لیکن جس وقت ایک صاف کرنیوالا اس شیشہ کو صاف کرتا ہے۔ تو جوں جوں اس کی سیاہی دُور ہوتی ہے۔ وہی چہرے اسمیں منعکس ہونے لگتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا وہ درحقیقت شیشہ کے اندر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح نطفہ جب ماں کے رحم میں بڑھتا اور امتزاج اور تکمیل کے لحاظ سے اس کا نسو یہ ہو جاتا ہے۔ تو روح بھی اپنے خالق کی طرف سے اسمیں ظاہر ہوتی ہے۔ خالق کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے اس چہرہ میں تبدیلی یا اختلاف نہیں ہوتا۔ جو شیشہ میں اس کے صاف ہونے کے معاً بعد منعکس ہوا۔ یہ کہنا کہ رُوح اسی وقت پیدا ہوئی۔ اور پہلے موجود نہ تھی۔ ایک غلطی ہے۔ ایک شیشہ میں کسی چہرہ کا عدم انعکاس اسبابت کی دلیل نہیں۔ کہ شیشہ کے روشن ہونے سے پہلے وہ چہرہ موجود ہی نہ تھا۔

اس عظیم الشان رحمت آلہی کا خیال کیجئے۔ پانی کی مثال جب وہ کسی برتن سے ہاتھ کے اوپر گرتا ہے۔ اور اسکے اجزا اس برتن سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ رحمت آلہی کے اظہار کے لئے مناسب اور شایاں نہیں۔ رحمت آلہی کا مقابلہ سورج سے ہوسکتا ہے۔ جو ایک گھر کی دیواروں کو روشن کردیتا ہے۔ سورج کی روشنی سے وہ چیزیں ظاہر ہوجاتی ہیں جو اسکی کرنوں کی زد میں ہوں اگرچہ اگر دیوار پر سورج کی روشنی منعکس نہیں ہوسکتی۔ رحمت آلہی کی مثال ایسی ہے جیسی کہ شیشہ کے اندر چہرہ منعکس ہوتا ہے۔ وہ چہرہ انسان سے جدا ہوکر شیشہ کے اندر نہیں چلا جاتا۔ انسان کا چہرہ شیشہ کے اندر کے چہرہ کی موجودگی کا باعث ہے۔ کیونکہ شیشہ ان کا انعکاس اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں۔ کہ ایک سے چہرہ جدا ہوکر دوسرے سے جاملے۔ وہ چیزیں جو ہست ہونے کے قابل ہیں۔ ان کی ہستی کا اصل موجب رحمت آلہی ہے+

روح کیا ہے؟

روح کیا ہے؟ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کیا گیا کہ وہ ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دیں۔ جو اسکو سمجھنے کی قابلیت اور استعداد نہیں رکھتے۔ روح کوئی مادی چیز نہیں جسکو جسم کے اندر ڈالا گیا ہو۔ جیسے پانی کو برتن کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ یہ عرض نہیں جو انسان کے دل اور دماغ میں موجود ہو۔ جیسے کسی سیاہ چیز میں سیاہی اور عالم کے اندر علم پایا جاتا ہے۔ روح فے الحقیقت جوہر ہے۔ جو اپنے آپ کو اور اپنے خالق کو پہچانتا ہے۔ اور اسباب اور ان کے نتائج کو معلوم کرتا ہے+

علم عرض ہے۔ اگر روح بھی ہوتی۔ تو ایک عرض چیز پر دوسری عرض شے کا ہونا ممکنات میں سے ہے۔ مگر فلسفیوں کی نگاہ میں یہ ایک ناممکن امر ہے۔

روح کے جوہر ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے۔ جو شے جوہر ہو۔ اسکے اندر صرف ایک ہی صفت پائی جاتی ہے۔ جو کسی چیز کی ایک ہی جہت ہوتی ہے۔ لیکن روح کے اندر دو صفات پائی جاتی ہیں۔ وہ جہاں اپنے آپ سے واقف ہے۔ وہیں اپنے خالق و مالک کو بھی جانتا ہے وہ کوئی جسم نہیں۔ کیونکہ جسم تقسیم ہو سکتا ہے۔ اگر روح بھی تقسیم یا توڑ پھوڑ کے قابل ہوتی۔ تو اس کے ایک حصہ میں علم اور دوسرے میں جہالت پائی جاتی۔ ایسی حالت میں علم اور جہالت کی دو متضاد صفات یکلخت اس کے اندر موجود ہوتیں۔ حالانکہ ایک ہی چیز کا ایک ہی وقت میں علم ہونا اور پھر اس سے جاہل ہونا ایک ناممکن امر ہے + اسلئے روح ایک ہی عنصر ہے۔ جس کے کوئی اجزا یا حصے نہیں۔ اور نہ وہ تقسیم ہو سکتی ہے۔ "جزو" یا "حصہ" کے الفاظ روح کے لئے ناموزوں ہیں۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے بالمقابل کوئی کامل چیز ہے۔ اور کامل ہونا روح کے اندر نہیں پایا جاتا۔ ہاں جس مفہوم میں ایک کے عدد کو دس کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے اسے ایک حصہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان تمام حصص کا جب دس کے عدد میں پائے جاتے ہیں۔ ذکر کیا جائیگا۔ تو اس وقت ایک کا عدد دس حصوں میں سے ایک حصہ سمجھا جائیگا۔ تمام کائنات کو لے لیجئے یا ان چیزوں کو لیجئے جو انسان کی ہستی کا موجب ہیں۔ انہی میں سے ایک ان کی روح ہوگی +

روح نہ انسانی جسم کے اندر ہے اور نہ باہر۔ نہ وہ اس سے جدا ہے اور نہ اسکے ساتھ ملی ہوئی۔ یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ روح نہ تو جسمانی چیز ہے اور نہ محیط۔ پس جب ان میں سے کوئی بھی بات نہیں۔ تو اسکے اتصال یا علیحدگی کا سوال اس سے ایسا ہی غیر متعلق ہے۔ جیسے جمادات کے متعلق علم

اور جہالت کا سوال ہے۔ جمادات میں سے کوئی چیز نہ علم رکھتی ہو نہ جاہل ہے۔ کیونکہ جہالت اور علم کے لئے زندگی درکار ہے۔ اور جب ایک جمادی چیز کے اندر زندگی کا انکار کیا جاتا ہے۔ تو جس چیز کے لئے زندگی کا ہونا ضروری ہے۔ اسکے جمادات کے اندر ہونے کا خود بخود انکار ہو جائے گا +

رُوح جگہ اور جسم کی تمام قیود سے آزاد ہے۔ اور کسی خاص جہت سے بھی اُس کا تعلق نہیں ایسی صفات جسم کے لئے بیکار ہوتی ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ روح نہ تو جسم ہے۔ اور نہ کسی جسم کا عرض۔ تو ایک جسمانی چیز کی تمام صفات سے اسکو آزاد سمجھا جائیگا + (باقی دارد)

محمد مارما ڈیوک پکتھال کا لیکچر

بمبئی میں

حضرات! آج ہم ایک نہایت مہتم بالشان مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں یعنے انسان کی حیثیت سے اپنی نجات کے لئے۔ آپ صاحبان نے کبھی غور کیا ہے۔ کہ فی الحقیقت مسلمان کون ہوتا ہے۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ مسلمان وہ ہوتا ہے۔ جو اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انّ محمداً رسول اللہ پڑھتا ہو؟ لفظ اشہد (یعنے میں شہادت دیتا ہوں) کو بغور ملاحظہ کرو۔ اس کا منشاء محض یہ نہیں کہ کس کس وقت آپ کلمۂ شریف کا ورد کریں۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اپنی تمام زندگی اور اپنی موت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کی شہادت دیں۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ انفرادی اور مجموعی حیثیت سے اپنے اعمال میں اسلام کا روشن نمونہ دنیا کے رُوبرو پیش کرے۔ ورنہ ہم اس صداقت کے جو ہمیں دی گئی

ہے۔ شاہدان صادق نہیں ہونگے۔ صداقت ہمیں اس واسطے نہیں دی گئی تھی کہ وہ اسے چھاتی سے لگا کر اپنے پاس احتیاط سے محفوظ رکھیں۔ بلکہ اس واسطے کہ اسے تمام بنی نوع انسان تک پہنچائیں۔ یہ عظیم الشان صداقت کہ اللہ تعالےٰ تمام نوع انسان کا ایک ہی ہے۔ اور خدا اس دنیا اور آخرت ہردو کا شہنشاہ ہے۔ اور تمام بنی نوع انسان مخلوق ہے۔ اور اسی کی رعایا ہے۔ یہی ایک بنیادی اصول ہے۔ جس پر دنیا میں عالمگیر انسانی اخوت کی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ یہی بنی نوع انسان کی ترقی اور فلاح کا راستہ ہے۔

ہم اس آخری پیغام کے شاہد ہیں کس قسم کے شاہد؟ اس کے جواب کے لئے آپ اس شہر پر ایک نظر دوڑائیں جس میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو منہ سے تو نور اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن رات دن شراب خوری۔ جوابازی۔ سود خواری۔ مردم آزاری اور دیگر بدیوں میں مبتلا ہیں۔ اور ستم یہ ہے۔ کہ جو لوگ قانون الٰہی کو اس طرح پاؤں میں روندتے ہیں۔ کس دیدہ دلیری سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ یہی غلطی تھی جو یہود و نصاریٰ کو لگی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ اول المسلمین کو اللہ تعالےٰ نے خود ارشاد فرمادیا تھا کہ میرا عہد تمہاری اولاد میں سے بدکاروں کے ساتھ نہیں ہے۔

مگر میں صرف ایسے بدکاروں کو مخاطب نہیں کرنا چاہتا۔ میرے سامنے ہزارہا ایسے مسلمان بھی ہیں جو چاہتے ہیں۔ کہ قانون الٰہی کی فرمانبرداری کریں مگر نہ وہ قرآن جانتے ہیں۔ نہ اقوال نبی کریمؐ سے واقف ہیں۔ یہ عجیب شاہد ہیں۔ ہندوستان میں ایسے بھی معلم ہیں جو قرآن کے عربی الفاظ بلا معنے پڑھانے پر فخر کرتے ہیں۔ العجب! ہماری ناکامی کی وجہ ایک ہی ہے یعنی معارف قرآنی سے جہالت۔ ہم نے قرآنی موتی پھینک دیئے ہیں۔ اور انکی جگہ کھوٹی چیزنے رکھی ہے۔ ہم میں بہت سے ایسے ہیں۔ جو توہم کے رنگ

میں قرآن کریم کی عزت بھی کرتے ہیں۔ لیکن عمل ہماری اپنی حسب خواہشات یا او نئے تعلیمات پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو اسلام صرف قرآن کریم اور نبی کریم کے نمونہ پر مشتمل ہے۔ اس پر اپنی نظر رکھو خدا بلا توسل غیرے ہر ایک کو مل سکتا ہے۔ قرآن ہر ایک مرد و عورت کو وہ راستہ دکھاتا ہے۔ جو خدا تک لیجاتا ہے۔ قرآن ہی دنیا کا نور ہے ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم اس نور کو پھیلائیں *

یورپ کا خلافِ اسلام پروپگنڈا

(۱)

(حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے قلم سے)

مشنری تحریک

یورپ کا خلافِ اسلام پروپیگنڈا دو قسم پر ہے۔ ایک وہ جس کا اکثر لوگوں کو علم ہے یعنی مشنری تحریک۔ یہ علے الاعلان اسلام کے خلاف ہے تمام اسلامی ممالک کے اندر اس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں کتابیں اور ہزاروں کی تعداد میں آدمی نکلتے ہیں۔ اور اسلام کو علے الاعلان برا کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانا اور آہستہ آہستہ اسلام کا نام دنیا سے مٹانا یہ انکی کھلی کھلی غرض ہے۔ ہسپتالوں اور سکولوں۔ کالجوں کے قائم کرنے کی بھی یہی غرض ہے گو بظاہر یہ عام کے کام ہیں۔ مگر عیسائی مشنری ان کو بھی تبلیغ مذہب کا آلہ بنا رہے ہیں۔ ان ہسپتالوں کے ذریعہ سے بعض اوقات ناواقف عورتیں اور سکولوں۔ کالجوں کے ذریعہ سے حاجتمند یا ناواقف طلباء ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مگر عیسائی مشنری تحریک کا اثر زیادہ تر ان اسلامی ممالک میں ہے۔ جہاں مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے تعلیم کی کمی کی وجہ سے عموماً وہ اپنے مذہب سے بیخبر ہیں۔ اور جو کچھ پادری صاحبان اسلام کے

متعلق غلط بیانیاں کرتے ہیں۔ اُن پر اثر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایسے ممالک میں جیسے جاوا کی بعض اور جزائر جیسے ٹرینڈاڈ و فلپائن وغیرہ اسلام کو پادریصاحبان کے ہاتھ سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور بعض مقامات پر ہزارہا فرزندانِ اسلام خدائے واحد کی عبادت کو چھوڑ کر پرستارانِ صلیب ہو چکے ہیں۔ ان ممالک میں تھوڑی سی بیداری پیدا کر دینا اور اسلام کی صحیح تعلیم سے انکو آگاہ کر دینا کافی ہے۔

مذہب کو سیاست کا غلام بنایا گیا ہے۔

یورپ میں سیاست اور مذہب ایکدوسرے کی اعانت کیلئے ہیں کبھی سیاسی خیالات کے اظہار کے نیچے مذہبی خیالات کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور کبھی مذہب کے نام کے نیچے سیاسی اغراض پوری ہوتی ہیں۔ سیاسی خیالات کا آج مُہذب ممالک میں اس قدر غلبہ ہے۔ کہ اگر غور کیا جائے تو مذہب کو بھی سیاسیات کا غلام بنالیا گیا ہے۔ اور خالص مذہبی کام میں بھی سیاسی غرض مدّنظر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مشنری تحریک بھی بہت کچھ سیاسی اغراض کیلئے ہے۔ ہر ایک پادری کو خدا کی بادشاہت کی اس قدر فکر نہیں ہوتی جس قدر اپنی قوم کی بادشاہت کی فکر ہوتی ہے۔ جرمن پادری جرمنی کے ملکی اغراض کے معاون ہیں۔ تو انگریز پادری انگریزی ملکی اغراض کو پورا کر رہے ہیں۔ اور فرانسیسی پادری فرانسیسی اغراض کو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مذہب کی تبلیغ کرنے کے باوجود ایکدوسرے پر بدظن بھی رہتے ہیں۔ اور خود جو کچھ کرتے ہیں جانتے ہیں کہ دوسرے بھی وہی کر رہے ہیں مشرقی افریقہ کے پادری تشانے نہایت صفائی سے یہ بات کہدی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے لوگونکو پولیٹیکل حقوق میں یورپ کے ساتھ مساوات کا نام نہ لینا چاہیئے جب تک کہ وہ مسیح کی غلامی اختیار نہیں کرتے۔ تو گویا جہاں بظاہر صرف تبلیغ مذہب ہے، اسکی غرض بھی ملکی اغراض کو پورا کرنا ہے۔

یورپ کی سیاست میں مذہب کا رنگ

لیکن اس کے بالمقابل اگر یورپ کی سیاسی چالونکو دیکھا جائے تو اسکے نیچے بھی

مذہبی اغراض پوشیدہ ہیں۔ ان سب چالوں میں اسلام کی قوت کو توڑنا مدنظر ہے۔ تاکہ اسلام کمزور ہو اور عیسائیت غالب آئے۔ ایک طرف اگر اسلام کی ملکی شوکت کے جاتے رہنے پر پادریوں نے خوشی منائی ہے۔ اور یہ اُمید ظاہر کی ہے۔ کہ اب مسلمان ملکی طور پر مغلوب ہو کر عیسائیت کے اثر کے نیچے آکر عیسائی ہو جائیں گے۔ تو دوسری طرف انگلستان جیسے ملک کے وزراء جسے کبھی فریب خوردہ مسلمان بھی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کہہ لیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے مسیحیت کے لئے اپنے خیالات کو دبا نہیں سکتے۔ اگر ایسکوئتھ سالونیکا کی فتح پر علی الاعلان خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ کہ باب مسیحیت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تو جنگ عظیم کے اختتام پر لائڈ جارج ساری دنیا کو سُناتا ہے۔ کہ امن صرف عیسائیت کے پھیلنے سے قائم ہو سکتا ہے۔ گویا یورپ کو متنبہ کرتا ہے۔ کہ اپنی اس فتح سے فائدہ اُٹھا کر عیسائیت کی تبلیغ پر زور دیا جائے۔ گو بالآخر یہی نظر آتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی مذہب کو سیاست کا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ عیسائیت کی ترویج سے یورپ کا اقتدار قائم ہوتا ہے۔

یورپ کا سیاسی اسلامی لٹریچر

علاوہ وزراء اور مدبرینِ ملکی کے یورپ کے تاریخ نویس اور مصنف بھی مذہبی یا قومی تاریخوں کے نام کے نیچے سیاسی اغراض کو پورا کر رہے ہیں اور یہی وہ دوسری قسم کا خلاف اسلام پروپیگنڈا ہے۔ جو اس مضمون کا اصل مقصد ہے۔ یورپ میں ایک گروہ مستشرقین کا پیدا ہو گیا ہے۔ جو بعض اوقات تو واقعی تاریخ اسلامی سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات ادھر اُدھر کی چند کتابوں سے کچھ خیالات لے کر ایک نیا نظریہ بنا کر پبلک کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اور غرض ان کی اسلام کے خلاف کچھ زہر پھیلانا

ہوتا ہے۔ اس قسم کے لٹریچر سے یورپ بھرا پڑا ہے۔ اور ہر سال ہر ملک میں دو تین نئی کتابیں اس قسم کی نکل آتی ہیں۔ جن کی غرض اسلام کو ایک بدنما رنگ میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ بعض اُن میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ بن کر ایک آدھ اچھی بات لکھ دیتے ہیں۔ تو بیسیوں زہر آلود خیالات کو بھی انصاف اور تحقیقات کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلے اپنے دل میں ایک خیال قائم کر لیتے ہیں اور پھر ادھر اُدھر سے جو کوئی کمزور سے کمزور بات بھی اس خیال کی مؤید ملجاتی ہے اُسے خوب سجا کر اپنے خیال کی تقویت میں ایک عمارت بنا کھڑی کرتے ہیں۔ اس میں ان کی غرض یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ یہ نیا نظریہ پبلک کو اپنی طرف کھینچ لے۔ اور اُن کی کتاب کی فروخت زیادہ ہو۔ اکثر حصہ اس لٹریچر کا جو آج یورپ میں اسلام کے متعلق تیار ہو رہا ہے اسی قسم کا ہے۔ ہاں بعض واقعی نیک نیت بھی ہیں۔ مگر اُن کی تعداد بہت قلیل ہے اور ان کے خیالات کو یورپ کے سیاسی تاریخی طبقے میں دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصل میں یورپ کا مذہب ہو۔ یا یورپ کی تحقیقات ہو یا یورپ کی تاریخ نویسی ہو۔ اس سب میں اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو کچھ سیاسی اغراض ہوتی ہیں۔ اور اسلام کے خلاف یورپ کی سب سے بڑی سیاسی غرض صرف اس کو بدنما رنگ میں پیش کرنا ہے +

مشنری تحریک اور سیاسی لٹریچر کا مقابلہ

گو یورپ کی مشنری تحریک اسلام کیلئے بظاہر زیادہ خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جہانتک میں سمجھتا ہوں۔ بالآخر اس سے اسقدر نقصان مسلمانونکو نہیں پہنچ سکتا۔ جس قدر نقصان یورپ کے سیاسی لٹریچر سے پہنچ رہا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ مشنری تحریک کی بدولت ہزارہا فرزندان اسلام اسلام سے نکل گئے اس تحریک سے مسلمانوں کو فائدہ بھی پہنچا ہے۔ کیونکہ جہاں

انہیں دشمن اُن کے مذہب پر کُھلا حملہ کرتا ہُوا نظر آتا ہے۔ خواہ انکی قوت مدافعت کتنی بھی کمزور کیوں نہ ہوگئی ہو۔ پھر بھی اس مقابلہ میں وہ قوت جوش مارتی ہے۔ اور اگر کچھ دیر تک مقابلہ جاری رکھا جائے تو وہ قوت زور پکڑتی ہے۔ اور بالآخر مخالف قوت کو دبا لینے کے قابل ہوجاتی ہے۔ اسلام تو اصل میں ایک ایسا مشنری مذہب ہے کہ اسکے برابر دنیا میں کوئی مشنری مذہب نہیں۔ کیونکہ گو عیسائیت میں نظام تبلیغ اعلےٰ درجہ کا اور زیادہ مکمل ہے۔ اور روپیہ انکے پاس بہت ہے۔ مگر اسکے بالمقابل اسلام نے ہر ایک مسلمان کو اپنے مذہب کا مبلغ بھی بنایا ہے۔ اور قرآن کریم نے صاف طور پر مسلمانوں کو بتا دیا ہے۔ کہ وہی انسان خسران سے بچ سکتا ہے۔ جو اس حق کو جو اس نے پالیا ہے دوسروں کو پہنچائے۔ اور ابتدائی مسلمان ایسے ہی تھے کہ انمیں ہر تاجر اور ہر زمیندار اور ہر پیشہ ور اپنے مذہب کا مبلغ بھی تھا۔ اور اسلام جسقدر آج تک دُنیا میں پھیلا ہے۔ اسی اپنی اندرونی طاقت کی وجہ سے پھیلا ہے۔ ورنہ کوئی تبلیغی نظام اس کے اندر کبھی کسی اعلےٰ پیمانہ پر نہیں ہؤا۔ پس ایک طرف اگر ہمیں اپنے ان بھائیوں کی وجہ سے جو غلطی سے اسلام کے پاک اصُول توحید اور وحدت نسل انسانی کو چھوڑکر تثلیث کفارہ اور قومی و نسلی امتیازات کی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ افسوس ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی ہم اس سے بھی انکار نہیں کرسکتے کہ مسلمان جو اپنے فرض تبلیغ اسلام کو بالکل بھول گئے تھے۔ مشنری تحریک نے انہیں بیدار کردیا ہے۔ اور ان کے اس فرض کا احساس ان کے اندر پیدا کردیا ہے۔ اس کی ایک اور مثال بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کہ جو مسلمان طالبعلم مشن کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ ان کے اندر عموماً دوسروں کی نسبت زیادہ اسلامی جوش پایا جاتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ جس طرح ہندوستان میں ابتدائی کامیابیوں کے بعد جو عیسائی مشنریوں کو اسلام کے خلاف حاصل ہوئیں۔ اسلام نے

مسیحیت کی طرف نکلنے والوں کی رَو رُک گئی ہے۔ اور اب بہت سے عیسائی خواہ وہ اسلام سے گئے ہوں یا دوسرے مذاہب سے اسلام کی طرف آ رہے ہیں اسیطرح اس مشنری تحریک سے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی آہستہ آہستہ یہی رنگ پیدا ہو جائیگا۔ اور وقت آجائیگا۔ کہ اسلام سے نکلنے کی بجائے اسلام میں لوگ داخل ہونے لگیں +

لیکن یورپ کا تاریخی سیاسی لٹریچر میرے نزدیک مشنری تحریک سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ایکطرف تو یہ لٹریچر یورپ کے دلوں کو زہر آلود کرتا جا رہا ہے اور کچھ رو جو صحیح اسلامی حالات کے معلوم کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی وہ دبتی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف ان تاریخ نویسوں اور مستشرقین کے اثر کے نیچے مسلمان بھی بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ نئی علمی بیداری ہیں جو پیدا ہوئی ہے اُنکی تمام توجہ نئے فلسفہ اور سائنس کی طرف ہے۔ اور شب و روز یورپین مصنفوں کی تحریریں پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اور اپنے مذہب اور اپنی تاریخ سے عموماً یہ لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ اسلئے جب ایک طرف وہ یورپ کی علمی تحقیقات کے اثر کے نیچے ہوتے ہیں تو دوسری طرف یہ بھی خیال کر لیتے ہیں۔ کہ یورپ سے جو کچھ نکلتا ہے۔ وہ صحیح تحقیقات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور اسبات کو بھلا دیتے ہیں۔ کہ قومی اور مذہبی خیالات کے رنگ نے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسی رنگدار عینک لگا دی ہے۔ کہ وہ کسی چیز کو اپنی صحیح حالت پر نہیں دیکھ سکتے۔ اور پھر بہتیرے ایسے بھی ہیں کہ وہ اسلام کو بدنما کر کے دکھانا ہی اپنی زندگی کی غرض سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یورپ کا سیاسی اسلامی لٹریچر نہ صرف یورپ کے دلوں کو ہی اسلام کے خلاف کرتا جا رہا ہے بلکہ خود نا معلوم طور پر مسلمانوں کے دلوں پر بھی ایک زہر یلا اثر پھیلاتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کا ازالہ مسلمانوں کا اولین فرض ہے +

(باقی آیندہ)

کل من علیہا فان

عالیجناب نواب محمد نصر اللہ خان صاحب کی

وفات حسرت آیات

ابھی چند ہی ماہ ہوئے ہیں۔ کہ ناظرین کرام رسالہ اشاعت اسلام بابت مئی سنہ ۱۹۲۴ء میں علیا حضرت ہر ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال خلد اللہ ملکہا کے منجھلے صاحبزادے جنرل عبید اللہ خاں مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات کی خبر سن چکے ہیں۔ ان کو رحلت کئے ہوئے ابھی چند ہی ماہ گذرے ہونگے۔ کہ ہر ہائنس بیگم صاحبہ کو اس کبر سنی میں ایک اور صدمۂ جانکاہ پہنچا ہے۔ یعنی یہ کہ عالیجناب نواب محمد نصر اللہ خان صاحب وارث ریاست بھی اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں اور ایک تازہ داغ مفارقت دائمی اپنی والدہ ماجدہ کو دے گئے ہیں۔ عالیجاہ نواب محمد نصر اللہ خان مرحوم و مغفور علیا حضرت بیگم صاحبہ ادام اللہ ملکہا کے فرزند اکبر تھے۔ اور سلطنت بھوپال کے وارث تھے۔ مرحوم کی عمر ۵۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ بہت سی خوبیوں و اخلاق کے مالک تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت سادہ واقع ہوئی تھی۔ اور سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ ریاست کی اصلاح و بہبودی میں آپ ہمیشہ گہری دلچسپی لیتے اور مکرمہ محترمہ والدہ ماجدہ کا امور سلطنت میں اکثر ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپ حکومت ہند میں بھی قابل عزت اور ہر دلعزیز شہزادے تھے۔ آج سے چار سال پیشتر آپ کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عنایت ہوا تھا۔ حضور بیگم صاحبہ کیلئے اس کبر سنی میں یہ صدمہ عظیم واقعی ناقابل برداشت ہے۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ کے ساتھ اس جانکاہ صدمہ میں ہم کو دلی ہمدردی و رنج و ملال ہے۔ اس قحط الرجال زمانہ میں ایسے قیمتی بزرگوں کا ہم سے جدا ہو جانا واقعی قابل رنج ہے۔ اور ایک قومی نقصان ہے۔ لیکن

سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ خداوند تعالےٰ کی درگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور علیا حضرت بیگم صاحبہ اور دیگر شاہی متعلقین کو اس صدمہ کے برداشت کرنے کیلئے صبر و استقامت عطا فرمائے۔ اور چھوٹے صاحبزادہ کی عمر میں اللہ تعالےٰ برکت ڈالے۔ کیونکہ وہی اب غمخوردہ معظمہ والدہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہیں +

فریاد اہل اسلام

دردا کہ حسن صورت فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثر عارفاں نماند
مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجاست
صد درد و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند
کوریم از کمال تغافل بچشم ما
آں روئے خوب وگیسوئے عنبر فشاں نماند
بینم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلا است
کس را غم اشاعت فرقاں نجاں نماند
یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں حبیس
ایں یوسفے کہ ہیچکسش کارواں نماند
جانم کباب شد زغم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند
دوش اند کے مرا نجیا سے شکیب بود
امشب بپرس حال کہ تاب و تواں نماند
اے سید الورے مددے وقت نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند
صد بار رقصہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
در رنج و درد مے گزرانیم روزگار
یارب ترحمیکہ دگر مہرباں نماند
یارب چہ بہر من غم فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے رازداں نماند
دیدم کہ زاہداں رہ فرقاں گذاشتند
ناچار در دلم اثر مہر شاں نماند
اے خواجہ تیغ روز بود لطف زندگی
کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند
امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت
عذرے دگر ترا بجناب یگاں نماند
مگذار وردِ مثنوی و شغل غزل و شعر
ایں خود چہ چیز ہست اگر قدر آں نماند
در خادماں نشینی و صد نازمے کنی
آنرا کہ سید است کس از خادماں نماند
خلق از برائے شوکت دنیا چہا گنند
دردا کہ مہر کعبہ چو مہر بتاں نماند
اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

منقول از درثمین

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اُمّ الالسنہ

عہ/ معروف بہ

منبع و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں [illegible] اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباواجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲/ ار

مطالعہ اسلام

مجلد عہ/ بلا جلد ۱۲/

اس کتاب میں امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمہ طیبہ۔ حج۔ روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے +

خطبات عربیہ

مجلد عہ/ بلا جلد ۱۲/ ار

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اپنے قیام لندن میں تا آخر باشندگان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ مکمل سٹ مجلد عہ/

مقصد مذہب

عہ/ ۱۲/

یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی۔ اور بہت سے مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے +

مذہب محبت

۱۲/ ۷/ ر

اس میں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح۔ امن۔ آشتی محبت۔ پیار۔ اخوت۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے +

ینابیع المسیحیت

مجلد ۲/ بلا جلد عہ/

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے اسمیں دکھایا ہے۔ کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہ منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور سبق خیز ہیں۔ جن سے گردش [illegible] عیسائی بے خبر ہیں اور جنکے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے

اسلام اور علوم جدیدہ

۱/

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے۔ کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جو نہایت لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفہ قدرت اور اسکے مظاہر بالخصوص انسان کو مترجم کیا + قیمت ۴/ ر

ذرات عالم کا مذہب

۱/ قیمت

اسمیں مصنف نے دکھایا ہے کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں کیا امن کا رشتہ ہے [illegible] کی پیدائش اور اسکے فرائض مسئلہ ارتقائے انسانی کا خاتمہ پھر ایمان اپنی سبک ہے قیمت ۱/

یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر

ایک نظر قیمت [illegible]

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح کفارہ معجزات مسیح۔ بدعتی کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو [illegible] گئے ہیں۔ ان سب کی [illegible] سے ترجمہ [illegible]

المشتہر۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ لاہور

فہرست مصنفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

رازِ حیات یا انجیل عمل

مجلد عہ / بیجلد ۵ / ۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے۔ کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہی ہوتی ہے۔ زندگی۔ قوت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال۔ مرجع المعالی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے جس طرح کہ باغ کی تر و تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے +

توحید فی الاسلام

مجلد عہ / بلا جلد ۸ /

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے۔ یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے +

سلک مروارید

مجلد عہ / بلا جلد عہ / ۔

یہ ان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت پر ثابت کرنے کیلئے مختلف موضوع کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے +

ضرورت الہام

مجلد عہ / بلا جلد ۱۲ /

فی زمانہ تعلیمیافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی مذہب آیا ہے +

مکالمات ملیہ

مجلد عہ / بیجلد ۱۳ /

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں ہیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جن کو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید ہیں +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مجلد عہ / بلا جلد ۱۳ /

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور سب تمام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +

صلائے نصرت بہ اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں حضرت خواجہ صاحب نے واقعات حاضرہ۔ قرآنی آیات و احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی ہے

قیمت بلا جلد ۵ /

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب عالم کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی ہے + قیمت ۱۲ / مجلد عہ /

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی

قیمت ۸ / مجلد ۱۳ /

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے +

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہور میں بابو عبدالرشید کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی مہتمم رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

۱۳۸۱
۲

جلد ۶ نمبر ۸۰۹ — اپریل

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

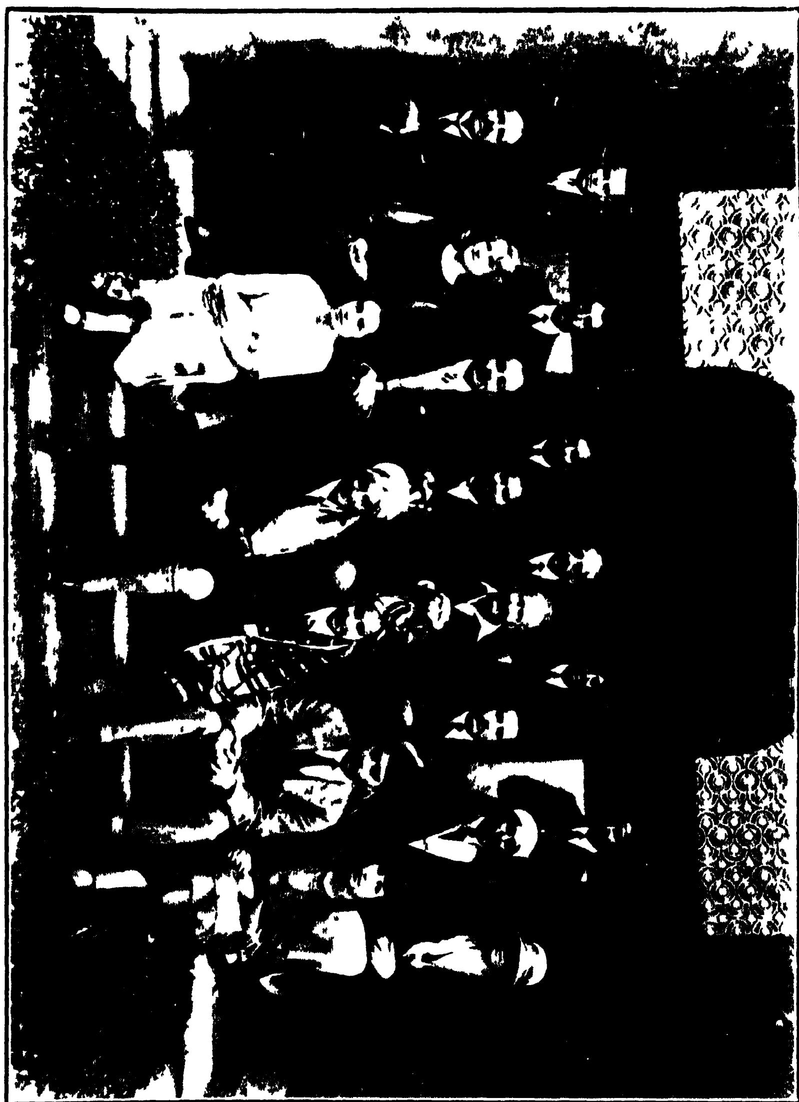
خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ — ممالک غیر کیلئے عہ

شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا
او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله
بكم اليسر ولا يريد بكم العسر و
لتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هدىكم
ولعلكم تشكرون ۝ واذا سالك عبادي عني
فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان
فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون ۝
احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم
هن لباس لكم وانتم لباس لهن علم الله
انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم
وعفا عنكم فالـٰن باشروهن وابتغوا ما كتب
الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر
ثم اتموا الصيام الى اليل ولا تباشروهن
وانتم عاكفون في المسجد تلك حدود الله



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۰)	بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۴ء	نمبر (۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک مسلم مجمع کی تصویر شائع کی جاتی ہے +

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اٹھارہ اور سعید روحیں ہماری اسلامی برادری میں شامل ہوئی ہیں۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان تازہ ڈاک میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ذیل کے انگریز مرد و خواتین نے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ذریعہ اسلام قبول کیا :-

نمبر شمار	اصل نام	اسلامی نام
(۱)	مسٹر لوئیس این وائیٹ	عزیزہ بیگم
(۲)	مس ویٹ	عائشہ بیگم
(۳)	ایچ ہیگڈ	حمید
(۴)	رچرڈ - ڈبلیو جارج	رشید
(۵)	مسز این	زینب
(۶)	مس ایلیتھر	فاطمہ
(۷)	مس الزبتھ	غلام سرور بیگم
(۸)	ماسٹر آسکر	محمد عبد اللہ

نمبر شمار	اصل نام	اسلامی نام
(۹)	ماسٹر ارنسٹ	محمد دین
(۱۰)	سٹاسفیلڈ برون	عبدالباری
(۱۱)	ایل۔ بی۔ ڈی۔ سولڈس	عبداللطیف
(۱۲)	مسٹر پال بائیکل ہیوک	عبدالحمید
(۱۳)	مس ڈولی فاکنبرج	فاطمہ
(۱۴)	مس ریڈیتھ لوہرٹ	حمیدہ
۱۵	مسٹر عمانوئیل اے فاپٹو ..	عبداللہ
(۱۶)	مسٹر ڈی۔ ای۔ وی ٹرنز	ابراہیم
(۱۷)	مس مارجری الیف مینگ ..	حسینہ بیگم
(۱۸)	جان مینفیلڈ سمتھ	جلال الدین

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اشاعت اسلام کی دسویں جلد ختم ہوتی ہے۔ جن احباب کا چندہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ ازراہ کرم اپنا سالانہ چندہ مبلغ للعہ پیشگی بذریعہ منی آڈر ۳۱ دسمبر ۱۹۲۴ء سے پہلے پہلے بنام مینیجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ لاہور ارسال فرمائیں۔ لیکن جن احباب کا چندہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۴ء تک دفتر ہذا میں نہ پہنچا۔ ان کی خدمت میں جنوری ۱۹۲۵ء کا نمبر وی۔ پی ارسال ہوگا +

امید ہے۔ کہ احباب کرام رسالہ کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر تعمیل ارشاد ممنون فرمائینگے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وی۔ پی طلب کرنے کی بجائے سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر اگر روانہ فرمائیں تو اسمیں طرفین کی سہولت ہوگی۔ کم ازکم ۲ کی بچت ہوگی۔ اور نیز منی آڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرما کر مشکور فرمائیں +

جن احباب نے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا ہے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ تمام بہی خواہان رسالہ سے ہماری فرداً فرداً خواہش ہے۔ کہ سال ۱۹۲۵ء کیلئے ایک ایک جدید خریدار اپنے حلقۂ اثر میں سے پیدا فرما کر ہمیں مطلع فرمائیں +

ہمارا جنوری ۱۹۲۵ء کا نمبر لندن کی مذہبی کانفرنس کی روئداد پر مشتمل ہوگا۔ جو گذشتہ ستمبر ۱۹۲۴ء کو لندن میں منعقد ہوئی۔ اور اس کے علاوہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

کے اس مضمون کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام ہوگا۔ جو صاحب موصوف کی طرف سے کانفرنس مذکور میں پڑھا گیا +

خدا کا احسان ہے کہ جن اسلامی باتوں کو اہل یورپ آج تک نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ آج انہی کو صدیوں کے تلخ تجربہ کے بعد عزت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں۔ جن سے دین فطرت کی صداقت پر مہر لگتی ہے۔ اور اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے +

پردہ جو مدتوں اہل یورپ کی نگاہ میں قابل نفرت رہا۔ آج قضاء قدر نے اس معاملہ میں ان کا نقطۂ نگاہ تبدیل کر دیا۔ اور یورپین نگاہیں بے پردگی کے بد نتائج کو محسوس کرنے لگی ہیں۔ اور اسلامی پردہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ لندن کے ایک وسیع الاشاعت اخبار ڈیلی مرر کا نامہ نگار یوں رقمطراز ہے کہ:-

"اسلام کم از کم اپنی عورتوں کا وقار قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور انہیں بازاروں میں نیم برہنہ پھرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ مسیحی ممالک کا طریق ہے۔ اسلامی حکومت میں کوئی بے وقر آوارہ گرد عورتیں نہیں" +

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل یورپ کا موجودہ تمدن آہستہ آہستہ لوگونکو اسلام کی طرف کھینچ لائیگا۔ جُوں جُوں اس تمدن کی قباحتیں اُنکی نظر میں آتی جاوینگی۔ اسلامی مسائل کی حقیقت و صداقت ان پر واضح ہوتی جائیگی +

حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام جسکے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء بروز ہفتہ سٹواٹ رسٹارنٹ۔ اولڈ بونڈ سٹریٹ لندن ڈبلیو نمبر ۲ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا جسمیں ڈیڑھ اور دو صد کے لگ مسلمانان لندن شامل تھے۔ اور اس پر رونق تقریب کی کامیابی کا سہرا سوسائٹی مذکورہ کے سر پر ہے۔ جس نے تمام گذشتہ سال سرگرمی و تندہی سے کام کرکے لوگوں میں گہری دلچسپی پیدا کردی۔ جناب لارڈ صاحب موصوف اور مسٹر لوگرو اس سوسائٹی کے سکرٹری نے مذہبی حلقہ میں ایک حیرت انگیز بیداری پیدا کردی ہے۔ جس سے امید ہے۔ کہ انگلستان کے ذی اثر مذہبی طبقہ میں سوسائٹی مذکورہ مستحکم طور پر اپنا قدم جمالیگی۔ اس تقریب کی روئیداد گو مختصر لیکن نہایت ہی موثر ہے۔ مسجد دوکنگ کے مفتی جناب عبد المجی صاحب عرب نے چند قرآنی آیات تلاوت کیں۔ اور اس کے بعد جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم نے دُعا کی جو آیندہ نمبر میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اس کے بعد جناب حافظ غلام سرور صاحب نے نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں لیکچر دیا۔ جو سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سُنا۔ جو انشاء اللہ کسی آیندہ کی اشاعت میں پیش کیا جاویگا۔ گو اس سال اس سعید تقریب پر اس قدر مجمع نہ تھا۔ جسقدر کہ گذشتہ سال تھا۔ اور جسکی بہت سی وجوہات ہیں۔ جسمیں سے ایک موسم کی ناخوشگواری تھی۔ لیکن پھر بھی یہ اجتماع حاضرین میں سے ان غیر مسلمین کے دل پر اسلام کی سچی اخوت (کہ جسمیں رنگ۔ قوم و ملت کی کوئی بھی تمیز نہیں) دلنشین کرنے میں

گذشتہ تمام تقریبوں سے زیادہ کامیاب رہا +

کانفرنس مذاہب انگلستان میں

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر

مارننگ پوسٹ کی رائے

ویمبلے کی نمائش کے سلسلہ میں جو عظیم الشان مذہبی کانفرنس انگلستان میں گذشتہ ستمبر کے آخری عشرہ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک لیکچر اسلام کے بنیادی اصولوں پر پڑھا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب چونکہ بذات خود کانفرنس میں موجود نہ تھے۔ اسلئے آپ کی طرف سے مسٹر یوسف علی سابق آئی۔ سی۔ ایس نے اس لیکچر کو پڑھ کر سنایا۔ اس لیکچر پر انگلستان کے مشہور اخبار "مارننگ پوسٹ" نے جو رائے ظاہر کی ہے۔ وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

اسلامی تھیوری

اس پرچہ میں مذہب کے متعلق اسلامی تھیوری کو بیان کیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا کہ قرآن کریم نے قلب انسانی کی تمام الجھنوں کو دور کر دیا ہے۔ اور ایک ایسا ضابطہ بتا دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونا گویا فطرت انسانی کو کام میں لانا ہے۔ عبادت کے چند طریقوں کو مانتے ہوئے اس حقیقت نفس الامری پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کا جاہ و جلال انسان کے روحانی عروج سے ظاہر ہوتا ہے +

اس پرچہ کے اندر ضابطہ کی نیکی اور عملی نیکی میں فرق کیا گیا۔ ایمان باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کو مذہب کی ضروری شرائط میں سے قرار دیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا کہ انسان اس دنیا میں ایک پاکیزہ اور شفاف فطرت اور لامحدود استعداد لے کر آیا ہے۔ وہ اس زمین پر خلیفۃ اللہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہی اس کا نصب العین ہے۔ قرآن کریم انسان کو حیوانیت سے

اُٹھا کر رُوحانیت کی بلند منازل پر فائز المرام کرنے کیلئے آیا ہے +

اسلام کا کام شروع سے آخر تک یہی ہے۔ کہ انسان کو اُوپر اُٹھایا جائے وہ ہر کام پر اقتدار رکھتا اور ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان یہ ہیں :-

(۱) کلمہ شہادت یعنے توحید الٰہی اور رسالت نبوی پر ایمان
(۲) نماز
(۳) روزہ
(۴) زکوٰۃ
(۵) حج

مذہب اسلام کی پیروی سے عفت۔ دیانتداری۔ حلیمی۔ نرمی۔ معافی۔ نیکی۔ بہادری۔ سچائی۔ صبر۔ ہمدردی اور مہربانی جیسی اخلاقی صفات پیدا ہوتی ہیں +

اسلام نے عورت و مرد کی مساوات سے اول الذکر کی حیثیت کو بلند کر دیا ہے وہ فرماتا ہے۔ کہ عورتوں کا تعلق مردوں سے ایسا ہی ہے۔ جیسے دو توام بھائی۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز ایک نیک عورت ہے۔ خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ کیونکہ وہ تمہاری بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیاں ہیں۔ صنف نسوان کے حقوق بہت مقدس حقوق ہیں۔ قرآن نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اخلاقی اور رُوحانی ترقی کے اعتبار سے عورت اور مرد یکساں استعدادوں کے مالک ہیں۔ اور یکساں نتائج کے مستحق۔ خانگی اخلاق کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کہ کامل ترین مسلمان وہ ہے جو اپنے خاندان میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرتا ہے۔ وہ چیز جسکو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا طلاق ہے۔ ایک مسلمان کے لئے واجب نہیں کہ اپنی بیوی کو مارے۔ اگر وہ اسکی کسی بُری خصلت سے ناراض ہے۔ تو اسکی اچھی خصلت کا خیال کر کے خوش ہونا چاہئے +

اشاعت اسلام۔ آخری فقرات میں عورتوں کے متعلق جسقدر احکام نقل کئے گئے ہیں وہ دراصل آنحضرت صلعم کے ارشادات ہیں۔ قرآن کریم کی طرف "مارننگ پوسٹ" نے غلطی سے منسوب کئے ہیں اگرچہ قرآن کریم کے برخلاف نہیں بلکہ قرآن ہی کے احکام کی تشریح و توضیح ہے +

گوشوارہ آمد خرچ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر فہرست	رقم آمد ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر فہرست	رقم خرچ ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۸	۳۲۴	خرچ مشن	۳	x	x	x
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۸	۴۸۳	خرچ اسلامک ریویو	۴	x	x	x
میزان		۰	۰	۸۰۸					

x نوٹ۔ تنخواہ عملہ و اخراجات سائر بابت اکتوبر ۱۹۲۴ء اگلے ماہ نومبر ۱۹۲۴ء کے گوشوارہ میں دکھائے جائینگے چونکہ بجٹ پاس نہیں ہوا۔ اسلئے یہ قوم خزانہ مشن سے برآمد نہیں ہو سکیں۔ سکرٹری

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن۔ جناب ابو منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵	امداد مشن جناب ابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
" " کالا خان صاحب رسالدار	۰	۰	۲	" " میاں محمد خان صاحب اکاڑہ	۰	۰	۲۰
" " سید فردوس شاہ صاحب کیمل پور	۰	۰	۲	" " حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" " سید صغیر حسن صاحب نینی تال	۰	۰	۴	" " امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
" جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱	" جناب حافظ علی صاحب شاہ نور	۰	۰	۲۰۰
" جناب نواب فصاحت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۵	" جناب حاجی مراد علی صاحب ہبلی پولو	۰	۰	۴۴ ۲
" " معلوم الاسم	۰	۰	۱	" اسد اللہ خان صاحب راجمندری	۰	۰	۲
" " عباد اللہ خان صاحب بڑابر	۰	۰	۱۲	" جناب ڈاکٹر شیخ محمد یوسف قلات	۰	۰	۱
" " فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	۰	۳	" " ایس فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۱۰
" " ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	" " ایم تاج الدین صاحب کالی کرچی	-	-	۵
" " شیخ ہدایت اللہ صاحب پشاور	۰	۰	۷	کل میزان	۰	۸	۳۲۴
" " قاضی احمد جان صاحب پشاور	۰	۰	۷				
" " فضل الدین صاحب جیت پور	۰	۰	۵				
" " عبدالمعبود صاحب	۰	۰	۱				
" " سید سرست حسین صاحب میسور	۰	۰	۱				

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب سید مقبول احمد صاحب آباد برائے تقسیم رسالہ	۰	۰	۵
" ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ "	۰	۰	۱۰
قیمت اسلامک ریویو	۰	۸	۴۶۸
	۰	۸	۴۸۳

+ ان کے کل عدد روپے وصول ہوئے اٹھارہ روپے غلطی سے اس ماہ لگ گئے۔ آیندہ ماہ کے حساب میں شامل میزان ہونگے
سکرٹری

اسلام کی خوبیاں

مسلم ایسوسی ایشن کینڈ کے زیر اہتمام مسٹر ایم سبرا مینیا آئر ایف ٹی ایس نے مورخہ یکم جون ۱۹۴۰ء کو ایسوسی ایشن ہال میں "اسلام کی خوبیوں" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ دوران لیکچر میں اپنے بیان کی تائید میں آپ نے بہت سے حوالجات قرآن مجید سے دئیے +

مسٹر سعید اے ماری کر بیرسٹر ایٹ لاء زینت افزائے کرسئی صدر تھے آپ نے لیکچرار موصوف کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ کو مختلف مذاہب پر عبور ہے۔ اور آپ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ایک فرد ہیں جس کا مقصد دنیا میں ایک عالمگیر اخوت کا قائم کرنا ہے" +

اس کے بعد لیکچرار ممدوح الصدر نے اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی کہ مذاہب عالم میں اسلام کس مقام پر کھڑا ہے۔ اس امر پر کما حقہٗ غور نہیں کیا گیا مقام تاسف ہے۔ کہ اکثر لوگوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ اور اس وجہ سے وہ اس امر کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ اسلام حکمت الٰہیہ کا سرچشمہ ہے حضرت محمد (صلعم) ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مذہب محض ایک ہی ہے۔ اور وہ "اسلام ہے" لیکن اسلام کے معنے آپ کے نزدیک محض یہی تھے۔ کہ احکام و رضائے الٰہی کے سامنے اپنے سر کو جھکا دینا یا کلیتہً اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا" اور آپ ان تمام مقدسین کو جو آپ سے پہلے دنیا میں آئے اسلام کے پیرو کار مانتے تھے "خدا کی رضا کے سامنے سر جھکا دینا" ہر ایک متبع مذہب کے لئے ایک فرض تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم نے انہی وسیع معنوں میں لفظ "اسلام" استعمال فرمایا ہے۔ ان معنوں میں ہر ایک سچا مذہب اسلام ہے۔ اور ہر ایک ایسا شخص جو آستانۂ الٰہی پر اپنے آپ کو گرا دیتا

وہ حقیقی معنوں میں اسلام کا منبع ہے۔ انبیاء میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ایک مہتم بالشان امر میں اسلام دوسرے مذاہب سے فرق خصوصی رکھتا ہے۔ اسکے بانی حضرت نبی کریمؐ اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جسکو تاریخی زمانہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی پر تاریکی کے پردہ کا ایک شائبہ بھی نہیں۔ حالانکہ دوسرے بڑے بڑے مصلحین عالم کے حالاتِ زندگی پر ایک گہرا پردہ تاریکی کا پڑا ہوا ہے۔ خدا کا یہ پیغمبر ۵۷۰ء میں مکہ کے قبیلۂ قریش میں تولد ہوا۔ باپ کا سایہ پیدا ہونے سے پیشتر ہی اُٹھ چکا تھا۔ والدہ بھی ایام بچپن میں ہی داغ مفارقت دے گئی۔ آپ نے ایک ایسے ملک اور ایسی سرزمین میں ایام زندگی بسر کیئے جس کی تاریخ اور حالات سے ہر کس و ناکس واقف ہے۔

لیکچرار نے بیان کیا۔ کہ اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے حضرت نبی کریمؐ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ جس سے معلوم ہوسکیگا۔ کہ آپ کس قدر بے تکلف۔ سادہ۔ شجاع اور نجیب و شریف واقع ہوئے تھے جس زمانہ میں آپؐ پیدا ہوئے۔ اور جن حالات کے نیچے سے آپؐ کو گذرنا پڑا۔ وہ کچھ کم مشکلات سے پر نہیں تھے۔ اور جن لوگوں سے آپ کو واسطہ پڑا۔ وہ توہم و باطل پرستی کی تاریک گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے۔ پچیس سال کی عمر میں آپؐ کے قبیلہ کی ایک عورت خدیجہ نامی جو عمر میں آپؐ سے بہت بڑی تھی۔ اور جس کے لئے آپؐ تجارت کرتے تھے۔ آپؐ کے حسن اخلاق جز ورسی۔ آپؐ کی وفاداری۔ آپؐ کی پاک وصاف زندگی اور حسن معاملہ سے اس قدر متاثر ہوئی۔ کہ اس نے آپؐ سے شادی کر لی۔ دونوں اس خیر و خوبی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کہ تمام دنیا کیلئے بطور نظیر پیش کی جاسکتی ہے۔ آپؐ کے ہموطن بھی آپکو الامین کے خطاب سے پکارتے تھے۔ کیونکہ آپ کو کبھی وعدہ شکنی کا مرتکب نہیں پایا گیا تھا۔ اور کیونکہ آپؐ نہایت شرافت پسند واقع ہوئے تھے۔ اور ہمدردی اور خیر خواہیٔ مخلوق کے جذبات

آپ کے سینہ میں موجزن تھے حضور کی قبل از بعثت زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لائق مقرر نے بیان کیا۔ کہ یہ آپ پر بہت مصائب و آلام کا زمانہ تھا۔ یہ سخت رنج و غم سے پُر تھا۔ بالآخر یہی رنج و غم آپ کو صحرا کی طرف اور پہاڑوں کی کھوؤں میں کھینچ کر لیجاتا ہے۔ جہاں آپ تن تنہا ۱۵ سال کے ایک لمبے عرصہ تک خاموشی کے ساتھ غور و فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ خدائے واحد کے حضور دُعائیں کرتے ہیں۔ گویا آپ اس عظیم الشان کام کیلئے جو آپ کی ذات سے وابستہ تھا تیار ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ میں سخت سے سخت شکوک اور سوالات آپ کے دل سے اُٹھتے ہیں۔ اور بالآخر تاریکی چھٹتی ہے اور روشنی نمودار ہوتی ہے اور آپ کو یہ پیغام دیا جاتا ہے۔ کہ "اُٹھ۔ تُو خدا کا رسُول ہے"۔ فرشتہ کہتا ہے کہ پڑھو! آپ جواب دیتے ہیں۔ کہ میں کیا پڑھوں؟ فرشتہ خدا کی وحدانیت۔ ملائکہ کی حقیقت۔ خلق عالم اور خلقِ انسان کے متعلق ذکر کرتا ہے۔ اور جس کام کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا تھا۔ اور جس مقصد کی تکمیل آپ کے ذمے تھی۔ فرشتہ اس کی تلقین کرتا ہے۔ آپ فی الفور ایک گھبراہٹ کی حالت میں گھر واپس تشریف لاتے ہیں۔ اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ "آہ! میں کیا کروں گا؟ میں کون ہوں۔ اور میں کیا ہوں"؟ وفادار بیوی نہایت شفقت اور دلی اطمینان سے یُوں جواب دیتی ہے۔ کہ ہرگز نہیں! (تو ضائع نہیں ہوگا) کیونکہ تو سچا اور راستباز ہے۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لوگ تیرے چال و چلن سے واقف ہیں۔ خدا اپنے وفادار بندوں سے دھوکا نہیں کرتا۔ جو آواز آپ کو آئی ہے۔ اور جس امر کی طرف آپ کو بُلایا گیا ہے۔ آپ اس پر کاربند ہو جائیں۔ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانیوالی آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کے بشری دل کو وہ اطمینان دیا۔ جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی۔ کیونکہ آپ خائف تھے۔ کہ اسقدر عظیم الشان کام سے عُہدہ برآ ہوتا

سخت ذمہ داری کا کام ہے۔ اب آپؐ وہ پہلے محمدؐ نہیں تھے۔ بلکہ اب آپ خدا کے رسُول تھے۔ کہ عرب جیسے ملک کو جہاں کوئی قانون کے نام سے واقف بھی نہ تھا۔ ایک منظم سلطنت اور ایک بڑی طاقت بنادیا آپؐ کے متبعین نے علوم و فنون کی شمع سے تمام یورپ کو منور کردیا۔ اور اور وہ عظیم الشان سلطنتوں کے بانی مبانی ہُوئے۔ وہ آپ پر دل و جان سے ایسے مہربان تھے۔ کہ جس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ دُنیا میں مختلف اعتقادات اور مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ لیکن جس اخلاص گرمجوشی اور تعشق سے حضرت محمد صلعم کی تعلیم کردہ معتقدات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ کہیں دوسری جگہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا ایک مُسلم خواہ لوگ اسکو کس قدر استہزاء کا نشانہ بنائیں نماز میں دوزانو ہونا اپنے لئے باعث شرم خیال نہیں کرتا۔ قوی ایمان نے موت کے تمام خطرات کو اس کے دل سے محو کردیا تھا۔ افریقہ کے رہنے والے درویش توپوں کی باڑ کے سامنے بے تحاشا دوڑتے جاتے ہیں۔ اور ابھی دشمن پر وار کرنے نہیں پائے۔ کہ ان کی صفوں کی صفیں لقمۂ اجل بن جاتی ہیں۔ لیکن وہ موت سے ذرا نہیں ڈرتے۔ اور ایسی خوشی خوشی مرنا قبول کرتے ہیں۔ کہ جس طرح کوئی شخص اپنی شادی پر خوش ہوتا ہے۔ یہ سب اس تعشق اور محبّت کا نتیجہ تھا۔ جو انکو اپنے مذہب اسلام اور اپنے پیارے نبی صلعم سے تھی۔ جوں جوں آپؐ کے متبعین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ دشمنوں کی اذیت رسانیاں بھی ساتھ ساتھ بڑھتی گئیں۔ سخت سے سخت جسمانی تکالیف انکو دی گئیں اور ناقابل برداشت طریقوں سے انکو موت کا شکار بنایا گیا۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے۔ ان کے زندہ جسموں میں میخیں گاڑی گئیں۔ عرب جیسے ملک کی دُھوپ کی طرف اُنکے منہ کرکے

جلتی ریت پر اُن کو لٹایا گیا۔ اور ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ اُن سے کہا گیا۔ کہ محمدؐ اور اُس کے خدا کے خیال سے باز آجاؤ لیکن اُن کے ایمان کی قوت کا اُن کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ہرگز نہیں! ہمارا ایمان یہی ہے۔ اور یہی رہیگا۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے۔ یہ ظالم ایک شخص کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور پھر پوچھتے ہیں۔ کہ کیا وہ پسند نہیں کرتا کہ محمدؐ اُس کی بجائے یہاں ہو اور وہ گھر پر آرام سے بیٹھے"۔ وہ باایمان انسان جواب دیتا ہے۔ کہ "مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے گھر میں اپنی بیوی بچوں کے پاس ہوں۔ اور محمدؐ رسول اللہ کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔ محمدؐ (صلعم) ایک اُمّی انسان تھے۔ اور وہ اپنے آپ کو اُمّی رسول ہی پکارتے تھے۔ آپؐ کے پیروؤں اور تمام دُنیا کے لئے قرآن مجید ایک زندہ مُعجزہ ہے۔ جو آپؐ کے فرستادہ ربّ العالمین ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ وہ ایک بینظیر فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ آپؐ نے "سچائی" یا "راستبازی" کو ایک بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ آپؐ کا قول ہے۔ کہ کوئی شخص سچا یا راستباز نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے خیالات۔ قول اور فعل میں سچا نہ ہو۔ لیکچرار نے بعد ازاں بیان کیا کہ اسلام کے برخلاف یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ (۱) بربریت پسند ہے (۲) عورتوں کے حقوق واجبی کا احترام نہیں کرتا (۳) علوم و فنون اور علمی ترقیات کا مخالف ہے۔ لیکن ان الزامات کی تائید حضرت پیغمبر صاحب کی تعلیمات اور اُن خدمات سے جو اسلام نے تمام دنیا کی کیں نہیں ہوتی۔ ہاں اسلام کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ فی زمانہ وہ اعلےٰ علوم و فنون اور علمی سرگرمیوں کا علمبردار نہیں ہے لیکن یہ اسلام کی تعلیمات کا نتیجہ

نہیں ہے۔ بلکہ اسلامیوں کی غفلت شعاری اور سہل انگاری کا باعث ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام بھی بدنام ہوا۔ کیونکہ اسلام کے پیرووں میں سے اسلام کی حقیقی اور اصلی رُوح اُٹھ گئی تھی۔ یہ سچ ہے۔ کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے کہ "کفّار سے مقابلہ کرو"۔ لیکن آپ کے نزدیک لفظ "کافر" کے معنے اس شخص کے ہیں۔ جو راستبازی کے رستوں پر گامزن نہ ہو۔ ہاں اگر یہ حکم ہے۔ تو یہ حکم بھی موجود ہے۔ کہ کفّار سے مقابلہ کرو۔ جبکہ وہ تم پر حملہ کریں۔ یا تم کو فرائض مذہبی سے روکیں"۔ مسلمان فقیہوں کا یہ مُسلّمہ فیصلہ ہے۔ کہ جب ایک مُطلق اور ایک شرطی حکم ہو۔ تو مُطلق حکم بھی شرطی حکم کے تحت میں آئیگا۔ اور پیغمبر صاحب نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کہ اگر کفّار مسلمانوں کی اذیّت سے باز آجائیں۔ تو ان پر اُن کے گذشتہ اعمال کا کوئی مُواخذہ نہیں۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ اُدعوا الی سبیل ربّك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ وجادلھم بالتی ھی احسن الخ یعنے لوگوں کو خدا کے رستہ کی طرف دانائی اور نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ ایک احسن اور پسندیدہ طریقہ سے مجادلہ کرو۔ کیونکہ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور کون راہ راست پر گامزن ہیں"۔ دین میں جبر یا سختی روا نہیں۔ اگر وہ اسلام قبول کریں وہ یقیناً راہِ راست پر ہیں۔ اور اگر وہ اعراض کریں۔ تو بے شک تیرے ذمّہ (اے محمدؐ) محض اُن کو تبلیغ کر دینا ہے۔ علاوہ ازیں حسب ہدایت حضرت پیغمبر صاحب مناظرات میں بھی سختی اور شدّت نہیں ہونی چاہئے۔ الغرض قرآن مجید میں جبر کی کوئی تعلیم نہیں ؟

اسلام نے عورت کی کیا حیثیت بتائی ہے؟ اور اس کو کس سلوک کا

مستحق قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ایک نہایت عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام کی رُو سے عورت کی رُوح نہیں "۔ یہ اعتراض نفساً اور قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید نے مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں مغفرت اور اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ معاملات مذہب میں ان دونوں کی ایک ہی حیثیت قائم کی ہے۔ پھر دوسرا الزام اسلام کے خلاف یہ لگایا جاتا ہے۔ کہ اس نے کثرت الازدواجی کی اجازت دی ہے۔ ہاں یہ درست ہے۔ مگر اسلام جس قوم کو معراج ترقی پر پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کے اندر عفت کا نام بھی نہ تھا۔ ان حالات میں محض ایک شادی کا حکم دینا بے سُود تھا۔ اس کی اصلاح ایک تدریجی رنگ میں ہو سکتی تھی۔ زیرک اور دور اندیش پیغمبر صاحب نے کثرت ازدواجی کی اجازت تو دی لیکن اس پر خاص خاص پابندیاں عاید کر دیں۔ اور اسکو خاص خاص شرائط سے مشرُوط کر دیا۔ ہندوستان کے اندر نبی کریم کی یہ تعلیم اُنہی نتائج کی منتج ہو رہی ہے۔ یعنے کثرت ازدواجی بتدریج مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اس کا عملدرآمد غائب ہو رہا ہے +

تمام مہذب ممالک میں ایک ہی عورت اور ایک ہی مرد کے درمیان صحیح صحیح تعلقات ازدواجی قائم کرنے پر زور تو بہت دیا جاتا ہے لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بیشک ایک ہی نکاح کے اصول کو علمی طور پر صحیح سمجھنا چاہئے۔ لیکن جہاں ایک منکوحہ بیوی ہو۔ اور علاوہ ازیں کئی خفیہ ناجائز تعلقات ہوں۔ وہاں ایک نکاح پر عمل کہاں رہتا ہے۔

قطع نظر اس کے مسلم عورتیں از رُوئے قانون شریعت بہت عمدہ سلوک کی حقدار ہیں۔ شریعت ان کے مال و متاع کی بہت حفاظت کرتی ہے۔ مسلمان ممالک کے اندر عورتوں نے بطور حکمران اور مُدبر ہونے کے بہت کچھ کارنمایاں کئے ہیں +

اسلام کی علم دوستی کی کیفیت سُن لیجئے - اگرچہ خود پیغمبر صاحب پڑھے لکھے نہیں تھے - تاہم آپ نے علم کو ضروریات انسانی کی صف اولین میں جگہ دی ہے - آپ نے اپنے پیروؤں کو تحصیل علم کی تاکید فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے - کہ "طالبعلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ گراں بہا ہے"

یہ قول اس قابل ہے - کہ مسلمان لوگ اپنے قائم کردہ مدارس کے در و دیوار پر سنہری حروف میں لکھ کر لگا دیں - حضرت علیؓ نے جو حضرت پیغمبر صاحب کے پیارے داماد تھے - علم کی ایک نہایت پسندیدہ تعریف بیان کی ہے - فرماتے ہیں - کہ علم کی حقیقی رُوح دل کا روشن کرنا ہے صداقت اس کا بڑا مقصد ہے - الہام اس کا رہنما ہے - عقل اسکی تعلیم کرنے والی ہے خدا اس کا مُلہم ہے - اور انسان کے الفاظ اسکو زبان سے بولنے والے - یہ تھے وہ بلند خیالات علم کے متعلق جن سے ترکوں کی علم وحکمت اور موروں کے علوم وفنون فیضیاب ہوئے - اب اگر اسلام علمی رنگ میں رُوبہ ترقی نہ ہو اور مسلمان علمی فضیلت کے میدان میں دوسروں سے پیچھے ہوں تو خود مذہب اس کا ذمہ وار نہیں - بلکہ اس جمود کے کچھ اور ہی اسباب ہونگے یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب اور مصر اور بغداد کے کالجوں میں عیسائیوں کے اندر از سر نو علمی رُوح پھونک دی یہ مسلمانوں نے فلسفہ میں اَن تھک جد و جہد سے کام لیا - اور مور سلطنت کے قیام پر انہوں نے سائنس (علوم طبعیات) کو حد کمال تک پہنچایا - انہوں نے دارالعلوم اور یونیورسٹیاں قائم کیں - پوپ سلوسٹر ثانی اپنی جوانی کے دنوں میں کارڈووا یونیورسٹی میں ایک طالبعلم تھا - جہاں اس نے جیومیٹری اور الجبرا کے مبادیات کی تحصیل کی - موروں نے الجبرا کے اندر دوسرے درجہ کی مساوات پھر (Quadratic) اور پھر (Binomial Theorem) ایجاد کیا۔ علم مخروطات[1] میں انہوں نے (Sine) اور (Cosine) دریافت کئے۔ دوربین

[1] Trigonometry

ایجاد کی علم النجوم کو سیکھا۔ زمین کا حجم معلوم کیا۔ ایک نئے علم تعمیر کی بنیاد ڈالی ایک جدید علم موسیقی کی طرح رکھی۔ فلاحت و زراعت علمی رنگ میں لوگوں کو سکھائی۔ اور صناعوں اور کاریگروں کو معراج کمال کے انتہائی نکتہ پر پہنچا دیا۔ اسلام کی ان تمام حرکات سے محض یورپ ہی بہرہ اندوز نہیں ہوا۔ بلکہ مغلوں کے زمانہ میں ہندوستان نے بھی ایک شاندار علم تعمیر سیکھا۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمات سائنس کا زبان سے اظہار انسان کی زندگی اور آزادی کو معرض خطرہ میں ڈال دیتا تھا۔ موروں کو سپین سے بیدردی کے ساتھ نکال دینے سے اس جدوجہد کا خاتمہ ہوگیا۔ اور جو سپین کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔ ان ابتدائی صدیوں کے اندر اسلام میں ایسے ایسے باکمال حکماء اور فلاسفر پیدا ہوئے ہیں کہ مادرِ گیتی اُن کی نظیر سے عاجز تھی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے شاگردوں کی تعلیمات نے صوفیانہ غوامض و نکات کا دریا بہادیا۔ ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد کسی شخص کو حق حاصل نہیں۔ کہ وہ اسلام کے خلاف یہ الزام لگائے۔ کہ اس نے علوم و فنون کو آغوش حمایت میں نہیں لیا +

اخیر پر قابل لیکچرار نے بیان کیا۔ کہ میں نے حاضرین کے سامنے ان باتوں کا اعادہ کردیا ہے۔ جنہیں اُن میں سے اکثر مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہونگے لیکن میرا مقصد کچھ اور ہے۔ اور وہ تمام مسلمانوں۔ ہندوؤں۔ عیسائیوں اور بُدھ مذہب والوں کو ایک ہی سلک میں منسلک کرنا ہے۔ کیونکہ سیلون کبھی ایک قومی ملک نہیں کہلا سکتا جب تک کہ تمام ایکدوسرے کے خیالات حالات سے واقف نہ ہوں۔ پھر لیکچرار نے یہ نصیحت کی۔ کہ تمام لوگوں کو مذہبی مخالفت ترک کرکے بھائی بھائی بن جانا چاہئے۔ پھر آپ نے کہا۔ کہ مسلمان دوسروں کو گبر ہندو ملیچھ اور عیسائی کافر اور بُدھ مُلحد کہنا چھوڑ دیں۔ یہ وقت ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کے مذہب کی عزت کرنا اپنا شعار بنائیں۔ ایک مذہب

چھوڑ کر دوسرے مذہب کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر ایک مذہب آفتاب صداقت کی ایک شعاع ہے۔ اگر ہم یقینی طور پہ یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم سب نے ایک ہی گھر میں جانا ہے۔ جہاں سے ہم آئے ہیں۔ تو ہم اس سرزمین کے اندر جہاں ہم ایکدوسرے کے ساتھ پہلو بہ پہلو آباد ہیں قرار اور اطمینان سے زندگی بسر کر سکتے ہیں کسی شخص سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ کہ وہ ان امور یا اعتقادات کو چھوڑ دے جنکو وہ عزیز سمجھتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کو محض اپنا عقیدہ ہی عزیز نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اسکو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ اپنے ہمسایہ کا عقیدہ بھی اس کو ایسا ہی عزیز ہے۔ جیسا کہ اسکو خود اپنا ۔ اگر یہ سچ ہے کہ سب نے خدا کی طرف جانا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ سب کے سب سوائے خدائے ذوالجلال کے فنا ہو جانے والے ہیں۔ تو بجائے اسکے کہ ہم باہمدگر دست وگریبان رہیں ہمیں ایکدوسرے سے کچھ سیکھنا چاہئے۔ اور بجائے اسکے کہ ہم نفرت اور حقارت کو کام میں لائیں ہمیں ایکدوسرے سے محبت اور الفت کا سلوک کرنا چاہئے۔ خدا محض ایک ہی ہے۔ خواہ ہم اس کو کسی نام سے پکاریں۔ وہ ایک ہی رہیگا۔ ہم سب ایک ہی باپ کے بچے ہیں۔ اور کچھ ہی ہو۔ اس دار ناپائدار میں جبکہ ہم سب اپنے اصل گھر جانے کے لئے پا بہ رکاب بیٹھے ہیں ہمیں باہمی جنگ وجدل کا بازار گرم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ✚

آئی۔ ایم۔ یوسف

زندہ مذاہب کی کانفرنس

مذہب پر ایک فیصلہ کن بات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

کانفرنس مذاہب ہیں ملک کے تمام زندہ مذاہب کے نمائندوں سے استدعا کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے متعلق اظہار خیالات کریں۔ لیکن میرے نزدیک آجکل کی تحقیقات کی روشنی میں یہ تمام کارروائی بے سروپا اور بیقاعدہ ہے۔

کتب مقدسہ تقریباً تمام مذاہب اپنی اپنی آسمانی کتب سے روشنی لیتے ہیں۔ اور انہی کی تعلیمات سے اپنے معتقدات اخذ کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ان کو خدا کی طرف سے نازل شدہ مانتے ہیں۔ انہی کے آگے سر طاعت خم کرتے ہیں۔ لیکن زمانہ کی ہوا بدل چکی ہے علمی تحقیقات نے ان تمام کتب کو پایۂ ثقاہت سے گرا دیا ہے۔ صداقت کی کسوٹی پر وہ پوری نہیں اُتریں۔ ہمارا یہ بیان اس قدر مبنی بر صداقت اور صحیح ہے۔ کہ خود ان کتابوں کے ماننے والے بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے ہم بلاخوف تردید کہتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم اس کُلیہ اور اس عالمگیر فتوے سے مستثنٰے ہے۔ اور یہ استثنٰے محض اسی کتاب کے لئے مخصوص ہے۔ لوگوں کی تحریف اور زمانہ کی دستبرد کا جابرانہ ہاتھ اس پر نہیں پڑ سکا۔ اس کی اصلی پاکیزگی اب تک بعینہٖ قائم ہے۔ اور یہ بغیر ایک حرکت یا سکون کے تغیر کے بعینہٖ اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔ جس طرح بوقت نزول عربوں کے ہاتھ میں پہنچایا گیا تھا۔

اصول مذہب میں تباین کی

تقریباً ہر ایک مذہب اپنے تعلیمی اصول میں اختلاف رکھتا ہے

اگرچہ تمام مذاہب ایک ہی چشمہ سے سیراب ہونیکے مُدّعی ہیں۔ ہر یک شخص یہی دعوے کرتا ہے۔ کہ اس کے اصول مذہب منجانب اللہ ہیں۔ اور ایسا دعویٰ کرنے میں وہ حق بجانب بھی ہے۔ لیکن وہ اپنے معتقدات خصوصی کو ایک ایسی کتاب سے اخذ کرتا ہے۔ جو خود اسکے اپنے فیصلہ اور جوزمانہ حال کی تحقیقات کی رُو سے مشتبہ ثابت ہوئی ہے۔ تو پھر وہ معتقدات کیونکر پاک و صاف اور خطا سے بری تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ اور ایسی کتاب اپنے پیروؤں کے دلوں کے اندر کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔ اور اس کے بیان کردہ معتقدات کیا اثر پیدا کر سکتے ہیں۔ علم دلیل ایک فیصلہ کن اور صحیح فیصلہ کی طرف رہنمائی کرنیوالی چیز ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ دلیل کا مذہب میں کیا دخل؟ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر مذہب کسی ایسے شخص کی وساطت سے اسکو ملا ہے۔ جس پر اس کو ہر طرح کا یقین اور ایمان ہے تو بیشک انسان کو اختیار ہے۔ کہ اسکو بغیر کسی دلیل معقول کے بلاچوں وچرا تسلیم کرلے۔ لیکن اگر اس شخص کے معتقدات اور اصول ایک ایسی کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔ کہ جسکی اصلیت مُشتبہ اور جس کا بیان مشکوک ہو تو اس کے سامنے وہ کب سر تسلیم خم کر سکتا ہے؟ ہمارے عیسائی دوستوں کو لازم ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ پر بالخصوص زیادہ گہری توجہ مبذول فرمائیں۔ وہ بڑی خوشی سے ان باتوں پر ایمان رکھیں جو حضرت یسوع مسیح کے اقوال و افعال سے ثابت شدہ ہیں۔ لیکن اگر ان کی کتابیں مسلمہ طور پر لوگوں کے دماغ کا اختراع ہیں۔ اور کسی حالت میں انسانی آمیزش سے پاک نہیں ہے۔ تو پھر وہ کب قابل تسلیم یقین کی جا سکتی ہیں۔ واقعات الم نشرح ہیں۔ اور وہ صرف ایک ہی لازمی

نتیجہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ہر ایک عیسائی کو چاہئے۔ کہ وہ حضرت مسیح کی پیروی کرنے اور ان کی تعلیمات پر ایمان رکھے لیکن وہ کتابیں جنمیں یہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ اپنی صحت کے ثبوت سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ اور اسلئے جو کچھ نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔ وہ ناظرین کرام پر پوشیدہ نہیں +

سینٹ پال کا یسوع اور انجیلوں کا یسوع ہمیں کلام نہیں کہ یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ان میں بُعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ معہذا سینٹ پال جن امور میں اپنے اُستاد یسوع سے اختلاف رکھتا ہے۔ ان میں وہ سند نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ اور اسی اصول کی بنا پر ٹالستائی نے سینٹ پال کے پیش کردہ معتقدات کو ناقابل قبول گردانا ہے لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے۔ کہ سینٹ پال کی طرف منسوب شدہ لٹریچر خود مجروح اور اس کو پال موصوف کی طرف نسبت دینا خلاف واقعات ہے۔ اور اس کی حقیقت محض اس قدر ہے۔ کہ لوگوں کو نیکی کی طرف ترغیب و تحریص دلانے کے لئے وضع کرلیا گیا ہے۔ اور اسی غرض کے لئے تمام مقدسین سابقہ بھی اس پر کاربند رہے ہیں۔ تو پھر اس قسم کے لٹریچر پر کسی مذہبی عقیدہ کی بُنیاد کب رکھی جاسکتی ہے

دیگر غیر اسلامی مقدس کتب دوسری غیر اسلامی مقدس کتابوں کی بھی وہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جو عہد نامۂ جدید کی ہے۔ عہد نامۂ عتیق کی دوسری کتب مقدسہ قدیم پارسیوں کی ژند واستا۔ کنفیوشس کی کتب۔ بُدھ مذہب کی تین پٹاریاں یہ سب کی سب کتابیں مسلمہ طور پر مجروح اور پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہیں۔ اور نہایت عجب امر یہ ہے۔ کہ ان کتابوں کے ماننے والوں میں سے اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے۔ جو خود ان کتابوں کی نسبت

یہی رائے رکھتے ہیں۔ جو ہم نے بیان کی ہے۔ ان حالات کے ماتحت سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ لوگ کس دل و دماغ کے انسان ہیں۔ ایک طرف تو وہ ان کتابوں کے غیر صحیح ہونے کے خود مقر ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کیفیت ہے۔ کہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر انہی کتابوں کا پرچار کرتے ہیں ؎

موجودہ مذاہب میں سب سے زیادہ عجیب و غریب ہندو مت ہے یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ آج تک کوئی اسکی صحیح صحیح تعریف بھی بیان نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی ما بہ الامتیاز حدود ہی قائم کر سکا ہے۔ لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تو اسکے اندر فرقے اور ہر فرقے کے اندر فرقے موجود ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ ان میں سے کسی کے اندر کوئی امر مشترک نہیں پایا جاتا۔ اگر ایک خوبصورت استعارہ استعمال کیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندو مت ایک بحر بیکران ہے۔ جس کے چاروں طرف ہزارہا دریا نالے اور ندیاں ہیں۔ جو اس سے نکلکر تمام کی تمام الگ الگ اور مختلف سمتوں میں بہتی ہیں۔ غرضیکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی نسبت یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ع

یہ ہے وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

اس مذہب کے بیشمار مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ بھی متحد الخیال اور متحد العقیدہ اور متحد الاصول نظر نہیں آتا۔ اور بنیادی عقائد میں کسی فرقہ کے اندر کوئی امر مشترک نہیں پایا جاتا۔ خواہ ایک شخص خدا کی ہستی کا منکر ہو یا مقر۔ الہام الٰہی کا ماننے والا ہو یا نہ ماننے والا۔ خواہ ایک شخص گوسالہ پرست ہو یا اس کا گوشت کھانیوالا۔ خواہ ایک شخص ایسا صاحب اخلاق ہو۔ جیسا کہ ایک ویشنو ہندو۔ اور خواہ اسقدر اخلاقی پایہ سے گرا ہوا جیسا کہ ایک شکتک یا وام مارگی۔ خواہ ایک شخص

موحد ہو یا مشرک۔ خواہ تناسخ کا قائل ہو یا نہ ہو۔ الغرض کوئی کچھ مانے یا نہ مانے۔ اگر وہ ہندو الاصل ہے۔ تو اسکو دوسرے ہندو ہندو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ خواہ عقاید کی رُو سے ان میں بُعد المشرقین ہی کیوں نہ ہو +

ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ ایک سیاسی گروہ

ہندو مذہب نے تھوڑے عرصہ سے ایک نئی ہیئت اختیار کی ہے۔ اور ایک نیا پہلو بدلا ہے۔ اس فرقہ کا مبداء قدیم آرین لٹریچر نہیں بلکہ سیاسیات ہیں۔ اور اسکے ڈھانچہ میں قومیت کے کیل کانٹے ہیں۔ عیسائیوں مسلمانوں اور تمام ان مذاہب کے لوگوں سے متحد ہو کر جن کا جنم بھوم ہندوستان نہیں۔ ایک خیالی ہوم رُول کا حصول اس کے اصول اساسی میں سے ہے۔ پُرانے ہندو مذہب کے مختلف فرقے ایکدوسرے سے سخت مخالفت رکھتے ہیں۔ قدیم سناتن دھرمی اور جدید آریہ سماجی جو ہندو مذہب کے درمخصوص فرقے ہیں۔ ایکدوسرے کے سخت مخالف اور معاند ہیں۔ لیکن یہ سوراجی بزرگ اس قسم کے تمام تلخ تفرقوں کو نظر انداز کرتے ہیں اور وہ ان تمام اختلافات کو جو ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں بکقلم مٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بدھ مت اور جین مت ہندو مذہب کے فرقے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مسلمہ طور پر دو الگ الگ فرقے ہیں۔ کیا اپنے اور کیا بیگانے سب انکو الگ مذہب ہی مانتے ہیں۔ وہ اصول اساسی میں ہندو مت سے بالکل مختلف ہیں۔ ہاں ان دونوں مذہبوں اور ہندو دھرم میں اس قدر اشتراک ضرور ہے۔ کہ ان تینوں مذہبوں کی جنم بھومی خاک ہندوستان ہی ہے۔ لیکن اتحاد کے لئے محض اسی قدر اشتراک کو ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اپنی اغراض کی تکمیل

کیلئے یہ جدید فرقہ ایک ایسے مذہب کو اپنے آغوش شفقت میں لینے کیلئے طیار رہے +

یہ امر قابل غور ہے۔ کہ غیر مذاہب کے لوگونکو اپنے مذہب میں شامل کرنا یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس سے ہندو دھرم نا آشنا محض رہا ہے لیکن ہندو راج کے خواب دیکھنے والوں نے محض سیاسی ضروریات کی بناء پر نہ صرف اسکو جائز ہی خیال ہے۔ بلکہ عملی طور پر وہ اس پر کاربند بھی ہوگئے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ طرز عمل ان کی قدیم کتب مقدسہ اور بزرگان مذہب کے طریق کار کے بالکل مخالف اور متضاد ہے لیکن ان سوار اجیوں کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اور اس طرح سے انکی طاقت کو زیادہ مضبوط بنایا جائے اسلئے خواہ کچھ ہو اسکو وہ اپنے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ شدھی کے متعلق عجیب امر یہ ہے۔ کہ نئے داخل ہونیوالے کو اختیار ہے۔ کہ وہ جس عقیدہ کو چاہے قبول کرے لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ اس کا یہ عقیدہ ہندوستان کی حدود سے باہر کا نہ ہو۔ بلکہ اس کا جنم بھوم ہند ہی ہو مثلاً یہ سماج جو حال ہی میں معرض وجود میں آیا ہے۔ شدھی کے معاملہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ اب تک اس فرقہ کے لوگ دنیا جہان کے ہر ایک مذہب کو بُرا بھلا کہنے میں اپنی عزت اور فخر سمجھتے تھے۔ بلکہ ہندوؤں کے دوسرے فرقے بھی ان کی نکتہ چینی سے نہیں بچ سکتے تھے۔ وہ اپنے مذہبی لٹریچر میں جو سب وستم سے پر ہوتا تھا۔ اپنے ہندو بھائیوں اور غیر ہندوؤں سب پر یکساں طور پر حملہ کرتے تھے۔ وہ انبیاء اور ہادیان مذاہب پر الزام لگاتے اور ان کی سخت توہین کرتے تھے۔ وہ گوارا نہیں کرتے تھے . . . . . .

کہ ہندوستان کے کسی کونہ میں بھی کوئی غیر مذہب کا شخص نظر آئے۔ اور انکی

دلی خواہش یہی تھی۔ کہ ہندوستان کی سرزمین تمام بدیشی خس و خاشاک سے پاک و صاف ہو جائے۔ درحقیقت وہ شروع سے ہی مذہب کے بھیس میں ایک سیاسی گروہ تھا۔ لیکن ان کی یہ اصل حقیقت نفس الامری کی پردہ پوشی نہ کر سکی اور آخر کار ان کی موجودہ سرگرمیوں نے تمام واقعات اور حقیقت حال کو منکشف کر دیا۔ گذشتہ دو سال سے وہ غیر اقوام کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کے لئے معرکہ آرائیاں کر رہے ہیں۔ اس عمل کو وہ شدھی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے طریق کار کو ایک نیا لباس پہنایا ہے آج سے کچھ عرصہ پہلے وہ تمام فرقوں کو سخت حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن آج یہ کیفیت ہے۔ کہ ان کے گروہ میں داخل ہونیوالا خواہ کسی عقیدہ کا ماننے والا ہو۔ اور اس کے معتقدات کچھ ہی ہوں۔ وہ ان میں داخل ہوتے ہی ہندو مذہب کا ماننے والا کہلائیگا۔ سناتن دھرم جو ہندوؤں کا ایک نہایت قدیمی فرقہ ہے۔ اور جو آریہ سماج کا اس کے جنم دن سے سخت معاند رہا ہے وہ بھی آریوں کے ساتھ شدھی کی تحریک میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے طیار نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ سیاسی اغراض نے تمام تفرقوں کو مٹا دیا ہے۔ اور عداوت کو بدل بہ محبت کر دیا ہے۔ سناتنیوں کا وہ اصول کہ وہ غیر کو اپنے مذہب میں شامل نہیں کر سکتے اب یکقلم فراموش کر دیا گیا ہے جب کوئی آریہ سماجی سناتن دھرم کے فرقہ میں جانا چاہتے۔ تو مقدم الذکر فرقہ اسکو بڑی خوشی سے موخر الذکر فرقہ میں جانے کی اجازت دیدیتا ہے۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ سناتنی اصنام پرست ہیں۔ اور آریہ سماجی موحد ہونے کے مدعی ہیں۔ اور بت شکنی اور صنم افگنی کو اپنے لئے مائیہ ناز سمجھتے ہیں۔ اور یہی امر ان دونوں کی باہمی عداوت اور دشمنی کا موجب رہا ہے۔ لیکن آج حالات دگر گوں ہو چکے ہیں۔ مذہب کو سیاست کے بھینٹ پر قربان کر دیا گیا ہے۔ گو آج تک سماجیوں کی تمام کوشش بت افگنی

یہ صرف ہوتی رہی ہے۔ لیکن آج اگر کوئی سماجی کسی غیر ہندو کو ہندو بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسکو بڑی خوشی سے بت پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دیدیتا ہے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ ہندوؤں کی بارسوخ جماعت ملک کے اندر بت پرستوں کی ہے۔ اور یہ جماعت سیاسیات میں نہایت گہری دلچسپی لیتی ہے۔ لہذا اس تمام جد و جہد کی اصل غرض محض سیاسی مفاد یا بالفاظ دیگر ہندوؤں کی تعداد میں اضافہ کرنا اور اس طاقت کو سیاسی اغراض کا آلہ کار بنانا ہے +

ہندوستان میں اچھوت اقوام

ہندوستان میں بعض ادنےٰ درجہ کی اقوام بستی ہیں جن کو اچھوت کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ وہ اس ملک کے قدیم اور اصل باشندے ہیں۔ قدیم زمانہ میں موجودہ ہندوؤں نے انکو پہاڑی علاقوں میں دھکیل دیا تھا۔ اور ان بدبختوں میں سے جو لوگ میدانی علاقوں میں رہ گئے۔ وہ حملہ آوروں کے محکوم بن کر ان کی ادنےٰ درجہ کی خدمات پر لگ گئے۔ فاتحین نے ان کو پیس ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ ان سے اس قدر حقارت اور نفرت رکھتے تھے کہ ان سے محض چھو جانے سے ہی ایک معمولی ہندو بھرشٹ ہو جاتا تھا۔ اعلےٰ پایہ کے ہندو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ ان کے سایہ سے بھاگنا ضروری سمجھتا تھا۔ یہ امر بھی ایک سیاسی ضرورت پر مبنی تھا۔ مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہ تھا +

عیسائی مشن ہندوستان میں اور اچھوت اقوام

یہ ایک حقیقت ہے کہ باہر سے آنیوالے عیسائی مشن مشرق میں بالکل ناکامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ اور ان کی ناکامیابی ضروری بھی تھی۔ وہ انجیل جیسی کتاب کو جو ان کی اپنی نظروں میں ہی

پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہے دوسری اقوام کے اندر کیونکر مقبول بنا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی علی ہذا القیاس عیسائی مشنوں کو ناکامیابی ہی نصیب ہوئی ہے۔ لیکن یہاں ان کی تبلیغی جدوجہد کا رجحان اچھوت اقوام کی طرف ہی رہا ہے۔ اور جو تھوڑی سی کامیابی انکو حاصل ہوئی ہے۔ وہ انہی قوموں کے اندر ہوئی ہے۔ اور انہی کی دیکھا دیکھی ہندوؤں کے اس جدید گروہ نے اچھوت اقوام کو اپنے اندر شامل کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے ہیں۔ اور ان تمام کو وہ اپنے اندر یکلخت جذب کرنا چاہتے ہیں۔ کسی مذہبی غرض کی بناء پر نہیں بلکہ محض اپنی تعداد بڑھانے کے لئے +

شدھی کا عجیب و غریب طریقہ

آریہ سماجی فرقہ تبلیغ کے کام میں اپنے عیسائی ہمسروں سے گوئے سبقت لے گیا ہے۔ عیسائی مشنری جب میدان تبلیغ میں براجتے ہیں۔ تو علاوہ انجیل کے آلات موسیقی بھی اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ انکے گیت اور راگ رنگ سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ دہقانی لوگوں کو انجیل کی تبلیغ کی نسبت راگ رنگ زیادہ مرغوب ہے۔ مشنری کے ملائم الفاظ۔ اس کے دلفریب اطوار اور اچھوتوں کے ساتھ اس کا ہاتھ ملانا ان پر جادو کا اثر ڈالتا ہے۔ اصل حقیقت کا تو وہ گنوار لوگ ادراک ہی نہیں کر سکتے۔ عاقبت کا چنداں خیال ہی نہیں ہوتا۔ دنیا کے مفاد۔ مالی اور معاشرتی بہبودی کا لالچ اُن کو عیسائیت قبول کرنے پر مائل کر دیتا ہے۔ برعکس اس کے سماجیوں نے شدھی کا ایک زیادہ سہل اور سادہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہموطنوں کی خو و خصلت سے عیسائیوں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہندو گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ اور اچھوتوں کو ایک جگہ پر جمع

کر لیتے ہیں۔ پھر آریہ مبلغ ان سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے :-
دیکھو بھائیو! لوگوں کی نظروں میں تم کس قدر حقیر اور ذلیل ہو۔ تم
ہندوستانیوں کی برادری سے خارج سمجھے جاتے ہو۔ معاشرتی اور ملکی
مفاد سے تم محروم ہو۔ اور لوگوں کا کسی قسم کا میل جول تم سے نہیں
یہ وہ باتیں ہیں جن کو عیسائی لوگ محسوس نہیں کرتے۔ جس حقارت اور
نفرت سے ان اچھوتوں کو دیکھا جاتا ہے۔ وہ ان کو اُن کی مفلسی سے
زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ سماجی مبلغ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ کہ وہ
اس حقارت کو مٹا دیگا۔ اور ان کی یہ تکلیف رفع کر دیگا۔ ہندو لوگ
عموماً اکٹھے ملکر کھانا نہیں کھاتے۔ اتحاد فے الطعام کے قائل نہیں
ان کا مذہب انکو اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ اچھوت کی حاضری میں کھانا
بھی کھائیں۔ کیونکہ محض اچھوت کا سایہ بھی کھانے کو بھرشٹ کر دیگا
اچھوت کیلئے واقعی یہ بات بہت عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ وہ
دیکھتا ہے۔ کہ سماجی اس کو اپنے ساتھ ایک ہی مقام پر کھڑا ہونے کی دعوت
دیتا ہے۔ اور اس کو اپنا حُقّہ پینے کیلئے دیدیتا ہے۔ یہ ایک ایسی بیّن
تبدیلی وہ محسوس کرتا ہے۔ جس کا اچھوت کے دل و دماغ میں خیال بھی
نہیں آسکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ مالی امداد کا وعدہ بھی دیا جاتا
ہے۔ یہ ہے کیفیت شُدّھی کی۔ اور اس کے کارپرداز وہ لوگ ہوتے
ہیں۔ جو اپنے آپ کو مذہبی مُبلّغ کہتے ہیں +

اس قسم کے واقعات ان واقعات کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو کئی
صدیوں پیشتر ہندوستان کے جنوبی مشرق حصص میں معرض ظہور میں
آئے۔ عیسائیّت کے زمانہ وسطیٰ میں کچھ پرتگیز مشنری ہندوستان میں
آئے۔ اور جہاں آجکل احاطہ مدراس واقعہ ہے۔ وہ وہاں وارد ہوئے
قدیم ہندوؤں کا یہ خیال تھا کہ اگر کسی غیر ہندو کا چھوا ہوا پانی کسی ہندو پر

پڑجائے۔ تو اس کی ذات بھرشٹ ہوجاتی ہے۔ اور اس کے کفارہ میں اس کو بہت سا روپیہ اور تاوان دینا پڑتا ہے۔ نئے (انگریز) مشنری کو کسی نہ کسی طرح سے اس حقیقت کا علم ہوگیا۔ اور ایک موقعہ مناسب دیکھ کر جب کچھ غریب ہندو ایک دریا میں نہا رہے تھے۔ وہ بھی اس میں کود پڑا۔ اور ہندوؤں پر کچھ پانی کے چھینٹے پھینک دیئے۔ اس طرح سے وہ لوگ اپنے ہندو بھائیوں کی برادری سے خارج ہوگئے۔ اور چونکہ وہ غریب تھے۔ اور تاوان کے گرانقدر اخراجات کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ ان کو اس کے سوائے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا۔ کہ وہ مشنری کے مذہب میں داخل ہوجائیں۔ یہ پرانے زمانہ کی بات ہے۔ اور اس وقت کی جہالت اس قسم کی کارروائی کے لئے مفید و موزوں ہوسکتی تھی۔ اب ہم تہذیب و تمدن کے زمانہ میں ہیں۔ لیکن دنیا پرانی قسم کے لوگوں سے اب بھی خالی نہیں۔ اور تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے +

مذہب کا انحطاط جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔ کہ درحقیقت یہ مذہبی احساس نہیں جو ہندو مبلغین کو برخلاف ان کی کتب مقدسہ کے اشاعت مذہب کیلئے برانگیختہ کر رہا ہے۔ بلکہ اسکی وجوہ سیاسی ہیں۔ اور ایکدن وہ بھی آنیوالا ہے۔ جبکہ مذہبی احساس کا نام و نشان بھی مفقود ہوجائیگا مذہب کی جگہ مادیت لے لیگی۔ جو فی زمانہ لوگوں کے دلوں پر اسقدر مستولی نظر آتی ہے۔ ہندوستان آجکل انہی تجارب میں سے ہو کر گذر رہا ہے جنہیں سے مغرب گذشتہ چند صدیوں میں گذر چکا ہے۔ وہاں اشاعت مذہب کی نسبت منبر سیاسی اور قومی مسائل کے لئے زیادہ استعمال ہوتا رہا ہے۔ پریسٹ (پادری) بجائے لوگوں کے مذہبی ہادی ہونے کے

سیاسی عقدوں کے حل کرنے میں زیادہ منہمک اور مصروف نظر آتا تھا۔ گذشتہ صدی تک ہندو دھرم محض چند ایک رسوم کا نام تھا جسمیں بت پرستی لازمی تھی۔ اور ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ ان کی مذہبی لٹریچر کا زیادہ حصہ اسی قسم کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ اور وید میں جو ہنود کی اطلوی کتابیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان کی زبان مردہ ہونے کی وجہ سے وہ فہم انسانی سے باہر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے مطالب اور تفاسیر میں ایک نہیں بلکہ سینکڑوں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے کوئی دو فرستے بھی اب تک ویدوں کے ایک ترجمہ پر متفق اور متحد نہیں ہوئے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں ہندوؤں کی موجودہ سرگرمی اشاعت مذہب کے باب میں بعض اور ہی وجوہات پر مبنی ہے اور وہ مذہب جو پہلے ہی چند ایک ظاہری رسوم پر مشتمل تھا۔ اب سیاسی قومیت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اور اسکی دلی خواہش ہے کہ تمام غیر ہندو عناصر کو ملک سے باہر نکال پھینکے +

دنیا کا آیندہ مذہب۔ اسلام

(۱) قومی تباغض آج لوگونکو (۲) اسلام کے جھنڈے تلے آنے سے روک رہا ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ اسلام کی تعلیمات دنیا کے مذہب میں فتح نمایاں حاصل کر رہی ہیں۔ اور اس کے اصول کے سامنے سب گردنیں خم ہو رہی ہیں۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کے زمانہ میں خدائے بزرگ کی توحید دنیا سے مفقود ہو چکی تھی تمام دنیا بدترین قسم کے شرک میں مبتلا تھی۔ ہندوستان میں بھی اصنام پرستی کا دور دورہ تھا۔ لیکن آج یہ کیفیت ہے۔ کہ توحید ہر مذہب کیلئے بطور روح رواں کے سمجھی جاتی ہے۔ فی زمانہ نا پتھروں کے

آگے سر جھکانے والے ہندو بھی مورتی پوجا کی کئی توجیہیں بیان کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور و معروف لیڈر مہاتما گاندھی جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔ خدا کی توحید مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں۔ لیکن اگر دریائے نربدا کا ایک پتھر انکو خدا کی یاد دلا دیتا ہے۔ تو وہ اسکو پوجنے میں ہندو ہیں۔ مہاتما نے اپنے عقیدہ کی تشریح نہیں کی۔ انھوں نے ایک رنگ میں ہندو مذہب کی حقیقت بیان کر دی ہے۔ مذہب میں چند ایک اور ارتقائی مراحل طے ہونے دو۔ پھر دیکھ لینا کہ خالص اسلامی توحید ہی کی ہندو میں جھلک نظر آئیگی۔ اور ان کا مذہب اسلام ہی ہوگا۔ خواہ نام کچھ ہی ہو۔ آریہ سماج نے ابتدا میں توحید کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہی رکھی تھی۔ ہندوؤں کے ایک اور فرقے برہمو سماج نے اسلام سے ہی روشنی لی۔ اور اپنی تعلیمات کی بنیاد قرآن مجید پر رکھی مغرب میں بھی کچھ جلوہ گر ہو رہا ہے۔ یسوع کو اب خدا نہیں مانا جاتا۔ بلکہ خدا کی صفات کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ نیا عقیدہ گویا توحید اور تثلیث کے درمیان بطور برزخ کے ہے۔ یسوع کو اب الوہیت کی صفات سے معرا کر دیا گیا ہے۔ اب اقانیم ثلاثہ میں سے اسکو ایک اقنوم تسلیم نہیں کیا جاتا۔ وہ ہر پہلو اور ہر کیفیت میں انسان ہے۔ خدا نہیں ہے۔ ہاں اس کے اندر اخلاق الٰہی کے اظہار کی ایک بے نظیر طاقت پائی جاتی ہے۔ اور یہی امر انگلستان کی متعدد کانفرنسوں میں طے پایا ہے۔ یہ عقیدہ محض کلیسیائے مذکور کا ہی نہیں۔ بلکہ تمام دنیائے عیسائیت کے دماغ اب اسی نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اس حقیقت کی دریافت کا سہرا کلیسیا کے سر پر نہیں بلکہ یہ نتیجہ ہے اسلامی عقائد کی تتبع کا۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح اخلاق الٰہی کے مظہر تھے اسی طرح سے جس طرح کہ دوسرے انبیاء کو ہم مانتے ہیں۔ کہ اسلامی تعلیمات کے تتبع اور پیروی سے انسان اخلاق الٰہیہ سے بہرہ اندوز

ہوسکتا ہے۔ دنیا کے اندر مذہب کا منشاء مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اس پر چل کر انسان اپنے اندر اخلاق فاضلہ آلہیہ پیدا کر سکے۔ اسلام نے ہر ایک شخص کا منتہائے مقصد یہی امر قرار دیا ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید نے تخلقوا باخلاق اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے تمام ہدایات منضبط فرما دی ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کا ایک کلیسائی ابھی اس رائے کو تسلیم کرنے کیلئے طیار نہیں۔ وہ مریمؑ کے بیٹے کے علاوہ اور کسی کو اس مقام پر فائز نہیں سمجھتا۔ گو امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ ایسا کرنے لگ جائیگا۔ سردست اس کے لئے ایسا کرنا قبل از وقت ہے اور اتنی جلدی اس امر کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ تثلیثی عقیدہ کو خیر باد کہتے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ گذرنے نہیں پایا۔ یسوع کو تخت الوہیت سے تو نیچے گرا دیا گیا ہے لیکن موجودہ کلیسائی اس امر کو گوارا نہیں کر سکتا کہ بعض دوسروں کو بھی اس کے ہم پلہ قرار دیدے۔ خواہ وہ بعض دوسرے خدا کے برگزیدہ اور پیارے ہی کیوں نہ ہوں۔ الغرض یسوع اخلاق آلہیہ کا مظہر ہونے میں منفرد ہے۔ اور زمانہ حال کے بہترین شارح عیسویت یعنی ڈین کارلائل آنجہانی نے اس رائے کا اظہار کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہی رائے صائب ہے۔ تو پھر کوئی شخص یسوع کے مشن کو بنظر وقعت نہیں دیکھیگا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خود یسوع اس رائے کا حامی نہیں۔ وہ کھلے لفظوں میں دوسروں کو اپنی تقلید اور وہی کچھ کرنے کی دعوت دیتا ہے جو اُس نے خود کیا۔ وہ اپنے متبعین کو اپنے نقش قدم پر چلنے اور ہر رنگ میں اپنی پیروی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر مسیح کا ایک سچا پیرو اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کی تعلیمات اور اس کا مشن بنی نوع انسان کی آنکھ میں کچھ وقعت نہیں رکھ سکتا +

شخصیت۔ شرک کا بقیہ۔ انسان پرستی۔ عیسائی کلیسا کا یہ جدید

خیال انسان پرستی کا آخرین بقیہ ہے۔ یہ عقیدہ (انسان پرستی) انسانی ترقی کی راہ میں ایک بڑی روک ہے۔ اور دماغی اور ذہنی قوٰی کے ارتقا کا سخت مانع۔ قرآن مجید نے حضرت نبی کریم کے منہ میں یہ الفاظ ڈالکر کہ قل انما انا بشر مثلکم۔ اس اشکال کو ایک ہی بات میں رفع کر دیا۔ یہ قول خداوندی بنی نوع انسان کو اوج رفعت پر پہنچانے کے لئے ایک بینظیر زریں اصول ہے۔ ہم میں سے ایک شخص انسانی کمالات کے بلند ترین معراج پر کھڑے ہو کر جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلعم حقیقتاً تھے۔ دوسروں کو اپنی پیروی کرنے کی تلقین اور ان کمالات میں حصہ لینے کی تحریص دلاتا ہے۔ اس قسم کی تعلیم انسانوں کے درمیان مساوات قائم کرتی ہے۔ اور ہمارے اندر حصول کمالات کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو ہمکو اس بات پر آمادہ کرتی ہے۔ کہ ہم ترقی کے میدان میں بیش از بیش گامزن ہوں۔ یہی وہ تعلیم ہے۔ جو ہمکو انسان ہو کر دوسرے انسان کی غلامی سے بچاتی ہے۔ اور اگر اسلام کی سچی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ آزادی رائے کا مؤید ہے۔ تو وہ اسی اصول مساوات کی وجہ سے ہے۔ شخصیت پرستی یعنی ایک شخص کے اندر ان صفات کا ماننا جن سے دوسرے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ اور پھر اسکی اس قدر عزت و منزلت کرنا جو پرستش کی حد تک پہنچ جائے نسل انسانی کے لئے ایک لعنت ہے۔ اور جسقدر جلد ہم اس لعنت سے خالی ہو جسقدر نسل انسانی کی فلاح و بہبودی ہمیں مرکوز ہے +

اسلام میں شخصیت خاتم النبیین

اسلام کلیتہً ایک اصولی مذہب ہے۔ دوسروں کی صفات حسنہ کی عزت و منزلت کرنا اسلام بھی سکھاتا ہے لیکن اس کا منشاء انہی صفات کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانا ہے۔ اور نسل انسانی کو اخلاقی اور دماغی غلطی سے

بچانا ہے۔ گو بعض مسلمان ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے انسان پرستی کی لعنت سے اپنے آپ کو داغدار بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کی وجوہات ظاہر اور باہر ہیں۔ خدا کا وہ پیغام جو وقتاً فوقتاً پیغمبروں کی وساطت اور ذریعہ سے بنی نوع انسان تک پہنچتا رہا اپنی اصل شکل میں کبھی موجود اور قائم نہیں رہا۔ اسمیں تحریف واقع ہوتی رہی۔ اور اس طرح سے اسکی اصلیت گم ہوتی گئی۔ لیکن قرآن مجید نے اپنی اصلیت کو قائم رکھا۔ اور جس طرح کہ یہ پیغمبر علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اسی طرح اور بعینہ ہم تک پہنچا ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً تمام دوسرے انبیاء کے واقعات زندگی جو ان کی تعلیمات کے لئے بطور نمونہ اور اسوہ کے تھے۔ وہ اپنی اصل اور صحیح ہیئت میں ہم تک نہیں پہنچے۔ ہمیں ان واقعات کا بہت کم علم ہے۔ حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات زندگی جو قرآنی تعلیمات کی تشریح اور توضیح کے لئے ضروری تھے۔ ہم تک اصلی ہیئت میں من وعن پہنچے ہیں۔ یہ دو عظیم الشان مقاصد تھے۔ جن کی تکمیل کے لئے انبیاء دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فعل کسی لغو اور بے سود تکرار کا مقتضی نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بیشک حضرت محمد رسول اللہ ہی آخری نبی اور قرآن مجید ہی آخری ہدایت نامہ ہے۔ بایں ہمہ اسلام نے ایسے ایسے افراد پیدا کئے ہیں۔ جو انبیاء کے رنگ میں رنگین اور مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھے۔ اسلام میں کوئی ایک ایسا زمانہ نہیں گذرا جس کے اندر ایسے لوگ پیدا نہ ہوئے ہوں جو روحانیت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے تھے۔ تو حقیقتاً وہ نبی نہیں تھے اور انہوں نے کبھی نبوت حقیقیہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ نہ تو وہ احکام شریعت جدیدہ

لیکر مبعوث ہوئے۔ اور نہ ہی انہوں نے حصول روحانیت کیلئے کسی نئے ضابطہ کی طرح ڈالی۔ حالانکہ جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ اصل غرض نبوت کی یہی ہے۔ کہ صاحب نبوت شریعت جدیدہ لائے۔ یا احکام سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کرے۔ وہ سب کے سب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اور آپ کی تتبع کا دم بھرتے تھے۔ اور ان قواعد پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔ جو قرآن مجید میں حصول کمال روحانیت کیلئے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی ایک بڑی تعداد متبعین کی تھی۔ جو اب تک لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ تمام لوگ حضرت مسیح کی طرح اپنے متبعین میں سے ہر ایک کو ان برکات سے حصہ لینے کی دعوت دیتے تھے۔ جن سے وہ خود متمتع تھے۔ ان کا یہ قول تھا۔ کہ اسلام کی پیروی کر کے وہ بھی ان کمالات کو حاصل کر سکتے ہیں جو ان کو خود حاصل تھے۔ ان کے متبعین میں سے بعض نے ان کی اس نصیحت کو سنا۔ اس پر عمل کیا۔ اور بالآخر وہ ان برکات سے بہرہ ور ہوئے گو بعض اوقات ایسا بھی واقع ہوا ہے۔ کہ خود ان کی اولاد اس رستہ پر گامزن نہ ہوئی۔ جن پر وہ خود چلتے تھے۔ وہ روحانی ورثہ سے محروم رہ گئے۔ اور سوائے جسمانی طور پر ان کی اولاد ہونے کے اور کوئی خصوصیت ان کے اندر نہ رہی روحانی کمالات کے حصول میں بھی وہی قاعدہ جاری ہے جو دنیوی مال و متاع کے حصول میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی اولادیں جو بڑی بڑی جائدادیں پیدا کرتے ہیں عموماً عیش و عشرت اور کاہلی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاتی ہیں۔ جو کچھ ان کو اپنے آباو اجداد سے ملتا ہے۔ اسمیں وہ کچھ اضافہ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس مال و متاع کو جو ان کو ورثہ میں پہنچتا ہے ضائع کر دیتے ہیں ان بزرگان دین اور اولیائے کرام کی اولاد کی بھی ہو بہو یہی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے۔ خود تو وہ کسی ذاتی خوبی کے مالک نہیں ہوتے لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے زعم فاسد میں اپنے آپ کو روحانیت کے اس بلند مقام پر فائز سمجھتے ہیں۔

جن پر ان کے آباؤ اجداد فائز تھے۔ اور یہ امر ایسا ہے۔ جو از روئے قرآن مجید ناجائز اور ممنوع ہے۔ روحانیت کوئی نسبی اور ورثہ کی چیز نہیں۔ وہ ایک اکتسابی امر ہے لیکن بعض کا خیال ہے۔ کہ روحانیت بھی ورثہ میں پہنچتی ہے۔ یا تو ایسے لوگ خود غلطی خوردہ ہیں یا دوسروں کو غلطی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ عموماً دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ بعض پوشیدہ طاقتوں پر قادر ہیں۔ اور اپنی گفتگو میں اس امر کا انحصار بکثرت کرتے ہیں۔ گو الفاظ اور لب ولہجہ ایسا استعمال کیا جاتا ہے۔ جو ذومعنی اور بعض حالات میں مشتبہ اور مشکوک ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایسی طاقتوں کے مدعی ہوتے ہیں۔ جو کسی فیصلہ کن معیار پر پرکھی نہیں جا سکتیں منجملہ ان کے یہ بات ہے کہ خداوند تعالیٰ انکی دعاؤنکو سنتا ہے اور انکو جواب دیتا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے ان متبعین کو جو ان سے صفات مخصوصہ میں سرفراز اور ممتاز ہوتے ہیں حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ یہی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں ان صفات کے حاصل ہونے میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔ ناواقف لوگ عموماً پیر پرست واقع ہوتے ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ انکے پیر کے بیٹے میں وہ اوصاف موجود ہوں محض پیر کی اولاد سمجھ کر اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ پیر کا بیٹا بھی اس قسم کے اوصاف باپ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ جن کا خود اس نے کبھی ادعا نہ کیا ہو۔ اور نہ دوسروں کو کبھی وہ باتیں منسوب کرنے کی اجازت دی ہو۔ جہلاء کے کانوں کو یہ بات بہت مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ کہ دنیا کی نجات اس بزرگ کے ماننے پر منحصر ہے نہ کہ اصول دین کی سچی اور حقیقی فرمانبرداری پر۔

الغرض عقیدہ کو عمل پر ترجیح دیجاتی ہے۔ یہی حال عیسائیت کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ لوتھر جیسا قابل انسان بھی غلطی سے نہ بچ سکا۔ اسکے نزدیک اگر ایمان مکمل ہو تو عمل کی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ ایسا مانتے ہیں حق بجانب ہے

کیونکہ سینٹ مارک کی آخری آیات جو بالآخر الحاقی دریافت ہو چکی ہیں۔ اسی قسم کے نتیجہ کے منتج ہیں۔ ان آیات کا مفاد یہ ہے۔ کہ خواہ ایک شخص کے اعمال انبیاء جیسے ہوں لیکن اگر وہ مسیح پر ایمان نہیں لایا۔ وہ دائمی سزا کا مستوجب ہو گا۔ اس قسم کے عقائد انسان پرستی کا موجب ہوتے ہیں۔ بے شک حضرت مسیح کے خدا سے لائے ہوئے پیغام کا ماننا معنے رکھتا ہے لیکن محض انکی شخصیت پر ایمان لانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ مسلمان اولیاؤں کی اولاد کے بعض افراد بھی اسی رائے کے مؤید ہیں۔ لیکن اس سے اُن کو ذاتی مفاد مدنظر ہوتا ہے۔ مگر اس قسم کی انسان پرستی اب زیادہ عرصہ تک دنیا میں قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن مجید نے انسان پرستی کی کس طرح سے بیخکنی کی۔ انسان پرستی اسلام میں پنپ نہیں سکتی۔ کیونکہ اسکے اصول اساسی کی بنا ہی حُریت اور مساوات پر رکھی گئی ہے۔ اسلام میں جس طرح مذہب میں مساوات اور حُریت ہے۔ اسی طرح سیاسیات میں بھی حُریت اور مساوات کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسلام دُنیا میں انسان کے پیدا کردہ تمام امتیازات کو مٹانے آیا ہے۔ خاندان۔ ذات پات۔ رنگ و رُوپ۔ تموّل اور مفلسی کا یہاں کچھ امتیاز نہیں۔ اسلام نے تمام کیلئے یکساں طور پر ترقی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ہر ایک شخص اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جس پر دوسرے پہنچتے رہے ہیں۔ ہاں ہم کو حصول مقصد کے لئے ایک صحیح مسلک کی ضرور حاجت ہے۔ انبیاء اسی مسلک کو بتانے کیلئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ تعلیمات کے وہ اپنے نمونہ اور اُسوہ سے بھی ہم کو اس مسلک کی طرف رہنمائی کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو اسلئے مبعوث نہیں فرمایا۔ کہ لوگ ان کی پرستش کرنے لگجائیں یا اُن کے متبعین ان کو خدا بنالیں۔ یا خدائی صفات انکے اندر مانیں۔ ہم ان کی اطاعت اس لحاظ سے نہیں کرتے کہ وہ انسان

ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ خدا کی طرف سے پیغامبر ہیں ہم ان اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اُن کو بوساطت وحی بتائے جاتے ہیں۔ اسلئے ہم ان سب کی یکساں طور پر عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام کے تمام خدا کے منشاء و مشیت کو ظاہر کرنے والے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کا کلمہ یہی تعلیم ہم کو دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ یعنی سوائے ذات باری کے اور کوئی شخص یا کوئی چیز قابل پرستش نہیں۔ اور محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں۔ اسلام میں پرستش کے معنے یہ نہیں کہ انسان زبان سے کچھ پڑھ لے اور اسکے ساتھ کچھ حرکات کرلے۔ یہ تو محض علامات ہیں۔ اور یہ اس امر پر دال ہیں۔ کہ ہم احکام خداوندی کی اطاعت پر دل و جان سے مستعد ہیں ہم تو خدائے بزرگ کے پیغام پر سر جھکاتے ہیں۔ اور اس کے احکام پر سربسجود ہوتے ہیں۔ اور چونکہ وہ احکام ہم کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی وساطت سے ملے ہیں۔ اسلئے کلمۂ مبارکہ میں ہم ان کا نام داخل کرتے ہیں۔ حضرت محمد رسُول اللہ صلعم سے پیشتر بھی کئی نبی خدا کا پیغام لے کر دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ لیکن خدا کا کلام جو انبیاء سوابق کی معرفت نازل ہوتا رہا۔ وہ انسانی ہاتھوں کی آمیزش سے ناپاک اور ملوث ہوگیا اور اس وجہ سے اس قابل نہ رہا۔ کہ اسکی اطاعت کی جائے۔ اس لئے مسلمان کو خاص ایک پیغام کی اطاعت ضروری ہوگئی۔ اور یہ پیغام

قرآن مجید

ہے۔ جو مسلمانوں کا مدار ایمان ہے۔ قرآن مجید جہانکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ ساتھ ہی اسکی پیغمبرانہ حیثیت کی طرف اشارہ کردیتا ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں یہ امتیاز نہیں پایا جاتا۔ دوسرے کہتے ہیں۔ کہ "میری اطاعت کرو" لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ کہ (خدا کے) پیغام کی اطاعت کرو۔ اس طرح سے وہ تمام کے تمام

انسان پرستی کی لوگوں کو جرأت دلاتے ہیں۔ ہندو دھرم کے اکثر فرقے اور بدھ مت اور عیسائی مذہب تمام کھلے طور پر انسان پرستی کے چہرہ نما ہیں۔ اسلام تمام مشرکانہ خیالات کو جڑ سے اکھاڑتا ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا ہے جسمیں شرک کا ذرا بھی شائبہ نہیں۔ یہ اصول و آئین کا مذہب ہے۔ اور یہ اصول و آئین ہم کو خود اپنی سرشت کے بنانے میں مدد کرتے اور اسکو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے قابل بناتے ہیں۔ اور انہی خوبیوں کی بناء پر مذہب اسلام تمام مذاہب پر فوقیت لے جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

مغرب میں ایک نئی مذہبی تحریک

مذہب کلیسیا سے بیزار ہوکر مغرب کے اندر محض "جدید تحریک" ہی معرض وجود میں نہیں آئی۔ بلکہ بہت سے لوگ اس مذہب سے نکلکر کئی نئی مذہبی تحریکوں میں داخل ہو گئے ہیں جو حقیقتاً مذہبی تحریکات نہیں کہلاسکتیں۔ کیونکہ اُن تحریکوں کا ماخذ الہام الٰہی نہیں ہے وہ انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی انجمنیں ہیں۔ جن کو کلیسیا اپنی تعلیمات سے مطمئن نہیں کرسکا لیکن ایک دن وہ اسلام میں شامل ہو جائینگی۔ کیونکہ ان کے بہت سے اصول جن کی وہ تعلیم کرتے ہیں باستثنائے مسئلۂ تناسخ کے اسلام سے اخذ شدہ ہیں +

بالآخر اسلام سب ادیان پر غالب آئیگا

اگر کوئی مذہب کسی خاص جگہ یا کسی خاص شخصیت سے وابستہ ہو تو ایک نہ ایکدن لوگ اس سے بیزاری کا ضرور اظہار کریں گے۔ اور بالخصوص وہ لوگ جو دوسرے ممالک کے باشندے یا کسی غیر نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں ضرور اسکو ناقابل قبول سمجھیں گے۔ تقریباً تمام دوسرے مذاہب کے نام انکے ہادیوں کے نام پر یا ان مقاموں کے نام پر رکھے گئے ہیں جنمیں وہ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ امر قدرتی طور پر دوسرے لوگوں کو اُن مذاہب کے ۔ ۔ ۔ ۔

قبول کرنے میں ایک روک ہے لیکن اسلام اس سے مستثنے ہے۔ قرآن مجید اپنے متبعین کو "مسلم" کے الفاظ سے پکارتا ہے۔ جس کے معنے ہیں خدا کا فرمانبردار"۔ اگر خداوند تعالیٰ سب کے لئے مشترک طور پر معبود ہے تو کوئی شخص جو اس پر ایمان لائے "مسلم" کے نام سے شرمسار نہیں ہوسکتا یا اس سے وہ لوگوں کے نزدیک ملامت و نفرین کا آماجگاہ نہیں بن سکتا اگر یہ مذہب ایسے قوانین و آئین کا حامل ہے۔ جو نسل انسانی کو اس کے منتہائے مقصد کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ تو جب مستقبل قریب میں ہی لوگوں کو علم ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی جو گھنونی تصویر کھینچی گئی ہے وہ صحیح نہیں تو تمام دنیا حلقہ بگوش اسلام ہو جائیگی۔ قومی تباغض یا دوسری وجوہات اکثر لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کے جھنڈے کے نیچے آنے سے روک رہا ہے لیکن جو شخص ایک سچے اور صحیح مذہب کا حقیقی متلاشی ہے۔ وہ اسلام کے محاسن کی تعریف اور اس کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان محاسن کا مختصر سا خاکہ ہم ذیل کے الفاظ میں کھینچتے ہیں +

اسلام امن و صلح کا مذہب ہے،

لفظ اسلام کے لغوی معنے ہیں (۱) امن و صلح (۲) امن و صلح کے حاصل کرنے کا طریق (۳) فرمانبرداری یا اطاعت۔ کیونکہ دوسرے کی مرضی پر چلنا امن کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس کے معنے ہیں احکام و رضائے الٰہی کے سامنے کلیتہً سر جھکا دینا +

مذہب کا مقصد

اسلام نے اپنے متبعین کو ایک ایسا ضابطہ دیا ہے۔ جس سے انسان کے اندر کی اور اس کی فطرتی خوبیاں باہر نکل آتی ہیں۔ اور جو انسانوں کے درمیان صلح و آشتی کا موجب ہوتی ہیں +

پیغمبران اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلعم جنکو پیغمبر اسلام کہا جاتا ہے تمام نبیوں کے خاتم تھے مسلمان لوگ یعنے "اسلام کے پیروکار" دنیا کے تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم حضرت موسےٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ وغیرہ جو بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً خدائے بزرگ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے +

قرآن مجید مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید ہے مسلمان سب ابتدائی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام کتب مقدسہ خدا کیطرف سے ہیں لیکن وہ تمام انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں رہیں۔ قرآن مجید جو کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ تمام کتب سابقہ کا ہی اعادہ ہے +

معتقدات اسلام تعداد میں سات ہیں۔ ایمان باللہ ایمان بالملائکۃ۔ ایمان بالکتب۔ ایمان بالرسل۔ ایمان بالآخرہ۔ ایمان علےٰ قدر خیرہ وشرہ۔ اور ایمان علیٰ بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد زندگی۔ اسلامی تعلیمات کی رُو سے کوئی نئی زندگی نہیں۔ بلکہ اسی زندگی کا ایک تسلسل ہے جسمیں اس زندگی کی چھپی ہوئی حقیقتیں ظاہر ہو جائینگی۔ یہ زندگی ایک غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ وہ جو اس ترقی کے لئے اس دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو قابل بنائینگے۔ وہ بہشت میں داخل ہونگے۔ اور یہ بہشت ایک دوسرا نام ہے اس ترقی پذیر زندگی کا جو بعد موت حاصل ہوگی۔ اور وہ جو اس زندگی میں بُرے اعمال کے ساتھ اپنے قویٰ کو خراب کر دینگے وہ دوزخ میں داخل ہونگے۔ جس سے وہ زندگی مراد ہے جسمیں انسان الٰہی برکات کی قدروقیمت نہیں سمجھ سکتا۔ اور جسمیں دُکھ اور تکلیف پائی جاتی ہے۔ اور یہ حالت اسلئے رکھی گئی ہے۔ تاکہ انسان تمام کثافتوں اور آلائشوں سے صاف ہو جائے اور خدا تعالےٰ کے حضور میں بہشت کے اندر زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکے موت کے بعد کی زندگی اس دنیا کی رُوحانی کیفیت کا ایک نقشہ ہے +

تجھے عقیدہ یعنے قدر خیرہ وشرہ کے معنے سمجھنے میں بعض لوگوں نے
غلطی کھائی ہے۔ اور یہ سمجھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان کی قسمت میں ازل
سے جو لکھا گیا وہ اٹل ہے۔ لیکن ایک مسلم نہ تو تقدیر کا ان معنوں میں قائل ہے جنہیں دوسرے
اور نہ ہی وہ یہ مانتا ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ روز ازل سے لکھا جا چکا ہے۔ اور اب
مٹ نہیں سکتا۔ ہاں وہ تقدیر کا اس طرح سے قائل ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کی
ہر ایک پیدا کردہ چیز کا استعمال اس کے مناسب موقع اور محل پر انسان کیلئے
مفید ہے۔ اور اس کا غیر موقعہ اور غیر محل پر استعمال مضر اور بُرا ہے +

ارکان اسلام } یہ تعداد میں پانچ ہیں۔ توحید باریتعالیٰ
اور رسالت محمدیہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج +

صفات الٰہیہ } مسلمان ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ
اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی ہے۔ وہ قادر مطلق
ہے۔ وہ علیم و بصیر ہے۔ تمام عالموں کا وہ رب ہے۔ وہی ہادی اور ناصر ہے۔ وہ
از سرتا پا انصاف اور رحم ہے۔ کوئی شئے اس کی مثیل نہیں۔ اور کوئی اس کا شریک
نہیں۔ وہ ماں باپ سے پاک ہے۔ اور بیوی بچے کی اس کو حاجت نہیں
ہماری آنکھیں اس ذات نورانی کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ وہ آسمانوں
اور زمینوں کا نور ہے۔ وہ نہایت رحیم اور نہایت مہربان ہے۔ وہ اپنی
شان میں بےنظیر اور وہ ایک نہایت عظیم الشان ہستی ہے۔ وہ اپنے حسن میں نہایت
جمیل و حسین ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اس کی صفات ازلی
ابدی ہیں۔ وہی اول تھا اور وہی آخر +

ایمان اور عمل } ایمان بغیر عمل کے ایک بے حقیقت چیز
ہے۔ ایمان بذاتہ کافی نہیں جب تک کہ اسکے ساتھ عمل نہ ہو۔ ایک مسلمان
اس زندگی میں اور بعد الموت اپنے اعمال کا آپ ہی ذمہ وار ہونے پر ایمان رکھتا
ہے۔ ہر ایک شخص اپنا بوجھ آپ ہی اٹھائیگا۔ اور کوئی دوسرا اس کے گناہ کا

کفارہ نہیں ہو سکتا +

اسلام میں اخلاق حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنے اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ خدائی اخلاق اور خدائی صفات اسلامی اخلاق کے اصل اصول ہیں۔ اسلام میں تقویٰ کیا ہے؟ خدائی صفات کی پوری پوری مطابقت میں زندگی بسر کرنا۔ اسکے خلاف عمل کرنا گناہ ہے +

اسلام میں انسان کی حیثیت مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرۃً معصوم پیدا ہوا ہے وہ اپنی سرشت میں عجیب و غریب استعدادیں لے کر آیا ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کر سکتا ہے۔ اسکو ملائکہ پر بھی فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسکو عمیق قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے +

اسلام میں عورت کی حیثیت مرد اور عورت ایک ہی جوہر سے ہیں۔ انہیں یکساں طور پر روح ہے۔ اور ذہنی روحانی اور اخلاقی کمالات حاصل کرنے کی ان کے اندر استعدادیں مساوی طور پر رکھی گئی ہیں۔ اسلام کی رو سے مرد عورت دونو پر ایک سی ہی ذمہ واریاں عاید ہوتی ہیں۔ اور مرد کے عورت پر اگر حقوق ہیں۔ تو عورت کے بھی مرد پر ایسے ہی حقوق ہیں +

مساوات اور اسلامی اخوۃ اسلام خدا کی توحید اور نسل انسانی کی مساوات کا نام ہے حسب و نسب تمول اور خاندانی امتیازات محض اتفاقی چیزیں ہیں نیکی اور خدمت خلق اللہ حقیقی طور پر قابل قدر چیزیں ہیں۔ اسلام میں رنگ نسل اور قومیت کا کچھ امتیاز نہیں۔ تمام بنی نوع انسان ایک ہی کنبہ ہیں۔ اور اسلام سفید اور سیاہ کو ایک متحدہ برادری میں متحد کر دینے میں بے نظیر طور پر کامیاب ہوا ہے

ذاتی رائے کے اسلام ذاتی رائے کی حمایت میں ہے۔ اور اختلاف رائے کو بنظر استحسان دیکھتا ہے جو حسب ارشاد حضرت نبی کریم صلعم ایک برکت ہے +

علم کے تحصیل علم اسلام میں ایک فرض قرار دیگئی ہے۔ اور یہی علم ہی کی برکت ہے۔ کہ انسان ملائکہ پر فوقیت لے جا سکتا ہے +

کسب کے ہر ایک ایسا کسب جو انسان کو دیانتداری کے ساتھ روزی کمانے کے قابل بناتا ہے۔ قابل عزت ہے۔ بے ہنری ایک گناہ خیال کیا جاتا ہے +

خیرات و صدقات کے انسان کے تمام قوائے باطنی اور ظاہری خدا کی طرف سے بطور امانت کے اسکو اپنے ہمجنسوں کے فائدہ کے لئے دیئے گئے ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کیلئے زندگی بسر کرے۔ اور اسکی خیرات تمام لوگوں کو بغیر کسی تمیز کے پہنچنی چاہئے صدقات اسلام میں قرب الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اسلام میں صدقات و خیرات کو لازمی فرض ٹھیرایا گیا ہے۔ اور ہر ایک شخص جس کے پاس ایک خاص مقدار سے زیادہ مال ہو اس پر زکوٰۃ کا دینا فرض ہے۔ یہ ایک ٹیکس ہے۔ جو امراء سے لے کر غریبوں کو دیا جاتا ہے +

توحید فی الاسلام کے فاضل مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں نہایت مؤثر طریق سے بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے اسی سے اخلاق فاضلہ کی تیاری ہوتی ہے۔ علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ دنیوی دولت و ثروت و حکومت و شوکت! الغرض سب کچھ توحید کی خیر و برکت سے ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔ مجلل صرف ایک روپیہ پانچ آنے (۱؍۵)

المشتہر مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

طریق تبلیغ علیٰ ما فی القرآن

اسلام کی تبلیغ دوسروں کو کس طریقہ سے کی جاوے۔ اس سوال کا حل قرآن کی روشنی میں کرنا سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اسلام کے مبلغ کا فرض صرف تبلیغ حق ہے۔ تبدیل مذہب کے معاملہ میں اُسے زیادہ ردوکد کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ مذہبی تبدیلی کی تحریک خود انسان کے دل میں پیدا ہونی چاہئے۔ اور ترغیب یا اکراہ سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خود مسیح نے بھی یہی تعلیم دی " جو تمہاری بات نہ سُنے اور نہ قبول کرے۔ اُس سے رخصت ہو جاؤ (مرقس ۶: ۱۱) کاش کہ مسیح اس سے زیادہ صراحت کردیتے تاکہ آج کے دن دنیا ان مسیحی مبلغین کی ایمانی تجارت کے نتائج فاسد سے محفوظ ہوتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کی نالائقی کا اندازہ کرتے ہوئے اس مسئلہ پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ اور اس امر کو آنیوالے کے لئے اُٹھا رکھا (یوحنا ۱۳: ۳۵) چنانچہ جب قرآن نازل ہوا، تو طریق تبلیغ کا بہترین اصول ان الفاظ میں دیا گیا "اُدع الیٰ سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ وجادلھم بالتی ھی احسن" بلا لوگوں کو اپنے رب کی طرف، عقلمندی اور نصیحت کے ساتھ اور اُنکے ساتھ بہترین طریق پر مجادلہ کرنا چاہئے" (قرآن ۱۶: ۲۶) ان آیات میں تبلیغ کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ لوگوں کو خدا کی طرف حکمت اور ہوشیاری کے ساتھ بلاؤ۔ دوسرے یہ کہ انکو نصیحت کرو تیسرے یہ کہ اگر بحث و مباحثہ کا موقع آن پڑے تو احسن طریق پر مباحثہ کرو۔ پھر فرمایا۔ "ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی احسن (۲۹: ۴۶) اہل کتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ کرو۔ چنانچہ جب ایک مسلمان مسیحیت یہودیت

کے پیروؤں سے مباحثہ کرے تو اسے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور اگر وہ لوگ ہماری بات نہ سنیں تو ہمیں ناراض نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ متانت اور سلامتی سے کام لینا چاہئے۔ اور اگر وہ صاحبان دھیان نہ دیں تو پھر ہمارا کام یہ ہے کہ الٰھنا والٰھکم واحد ونحن لہ مسلمون ہمارا تمہارا خدا ایک ہے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں ۲۹۱ : ۴۶ درحقیقت یہ سچی اسلامی سپرٹ کا نقشہ ہے۔ ہم انہیں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم نے تبلیغ کا فرض پورا کر دیا۔ اور ہر چیز کو خدا کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ اور اسی کے فرمانبردار ہیں +

ان تمام آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمکو تبلیغ اسلام میں بیحد نرمی اور محبت سے کام لینا چاہئے۔ اور اسلام کی حقانیت بدلائل نیرۂ مبرہن کر لی چاہئے اور بد کلامی سے بالکل اجتناب کرنا چاہئے۔ اور ہر اس بات سے دور ہونا چاہئے جو کسی طرح بھی رنج دینے والی ہو۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ کہ جو لوگ سوائے خدا تعالےٰ کے دوسرے جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ تم انہیں بُرا مت کہو۔ اب کیا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے ہم اسلام کو بجبر منوانے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں؟ لیکن اسی مقدس کتاب پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ مذہب کو تلوار سے پھیلانے کا حکم دیتی ہے؟ یہ کس قدر ناقابل معافی الزام ہے! ہم بخوشی ڈاکٹر ڈرویپر اور مارگولیتھ اور دوسرے بدنام کنندگان اسلام کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ پورے قرآن میں سے کم از کم ایک ہی سورت نکال کر دکھا دیں جو تلوار سے مذہب پھیلانے کا حکم دیتی ہو۔ اور ہم ببانگ دہل کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ اُن قرآنی آیات سے جنہیں مسلمانوں کو ان کفار سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جو ان پر حملہ آور ہوئے تھے یہ نتیجہ غلط نکالتے ہیں وہ اپنی جہالت اور نالائقی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسلام دنیا میں اسطرح پھیلا جسطرح جنگل میں آگ۔ اور دنیا کے لوگوں نے بخوشی اپنے تمام عقاید کو ترک کر کے اسلام اختیار کیا۔ اب کوئی مؤرخ ہمیں دیانتداری سے بتاوے کہ کب

اور کس موقع پر جبکہ اسلام عرب سے باہر پھیلا تلوار اٹھائی گئی؟ ہم درحقیقت ان مسیحی مشنریوں کے بیجا اتہامات سے جو وہ اسلام پر لگاتے ہیں بیحد آزردہ ہیں۔ اسکے برخلاف اگر ہم یہ دعویٰ کریں۔ کہ عیسائی مذہب بزور شمشیر دُنیا میں پھیلا تو حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ہم دو منٹ کے اندر اندر مستند مغربی مصنفین کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے قول کی تائید کرینگے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ قدیم اقوام مثلاً بیگن سیکسن۔ اسکنڈے نیوٹن برٹین گال اور آئی بیرین اس طرح بزور شمشیر بپتسمہ کے لئے لائی گئیں، جس طرح قصاب بھیڑوں کو ذبح کی طرف ہنکاتا ہے +

ہاں، امتدادِ زمانہ بیشک ان واقعات پر پردہ ڈال دیتا ہے مگر تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کر سکتا۔ اور گذشتہ سو سال میں بہت کچھ انسان بھلائی جا چکی ہے۔ حامیانِ ریشنلزم اور آزاد خیال مسیحی جماعتوں نے ان لوگوں کی اس جنگی سپرٹ کو بنظر تحقیر دیکھا۔ اور ان لوگوں (یعنی مشنری) کے جانشینوں نے بجائے اپنے تئیں ملامت کرنے کے دوسرے بیگناہوں پر یہ الزام لگانا شروع کر دیا۔ مگر جھوٹ چھپ نہیں سکتا چنانچہ کچھ دن گزرے کہ کلیسیا نے ان لوگوں کے قتل عام پر جو اس کی نظر میں اشاعتِ عیسویت میں ہارج تھے، علانیہ خوشی کا اظہار کیا۔ اور گرجوں میں شکرانہ ادا کئے گئے۔ اسکے معنی یہ نکلے کہ مسیحی مبلغین نہیں چاہتے کہ اُن کے مخالفین روئے زمین پر رہ سکیں۔ جو حالات، پالس کے قتل کے متعلق اخبارات میں چھپے۔ اُن کو پڑھ کر زمانہ وسطیٰ کی حالت سامنے آجاتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کلیسیائی مسیحیت نے کس طرح یورپ میں فروغ پایا۔ اس واقعہ کی مختصر روئداد جو ۲۲ مارچ ۱۹۱۲ء میں ریوٹر کی طرف سے شائع ہوا۔ یُوں ہے کہ پالس اور اسکے تین سو ہمراہی رسیوں سے جکڑے گئے۔ اور پادری اسنے کھڑے ہو کر کہا" یا تو ہمارے فرقے

سے کے عیسائی ہو جاؤ ورنہ گولی مار دیجائیگی" بسواسے پالس کے سب نے اقرار کرلیا اس پر برافروختہ ہوکر سپاہیوں نے اس کا لباس پرزے پرزے کردیا۔ اور رائیفلوں سے اسقدر مارا کہ وہ مردہ ہوکر گر پڑا۔ اب غور کیجئے۔ جب یہ لوگ غیر فرقے کے مسیحیوں کے ساتھ اس قدر ظلم روا رکھتے ہیں۔ تو پھر غیر مذاہب کے ساتھ ان کا سلوک کسقدر وحشیانہ اور خونخوارانہ ہوگا۔ ہم اس دن کے منتظر ہیں جب لبرل مسیحیت کا دور دورہ یورپ میں ہوگا۔ اور ان وحشیانہ اور ناپاک حرکات کا قطعی طور پر استیصال ہو جاویگا +

رسالہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

۱۔ آیندہ رسالہ اشاعت اسلام جنوری سنہ ۱۹۲۵ء میں لندن کی مذہبی کانفرنس کی مفصل روئداد ہدیۂ ناظرین کرام ہوگی۔ جو گذشتہ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء کو لندن میں منعقد ہوئی اور جسمیں مختلف مذاہب عالم کے نمایندے شامل ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے مذہب کیطرف سے لیکچر پڑھے +

۲۔ اسی ماہ کے رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کے اس لیکچر کا اردو ترجمہ پیش ناظرین ہوگا۔ جو صاحب موصوف کی طرف سے لندن کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا ہے +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اُمّ الالسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اُردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اسمیں دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے باپ دادا عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۲ ر

مُطالعۂ اسلام
بلا جلد ۱۲ ر — مجلد ۱ ر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس کتاب میں امنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمہ طیبہ۔ حج۔ روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے

خطباتِ غریبہ
مجلد ۱ ر — بلا جلد ۱۲ ر

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے بعض احباب کی خواہش پر اُردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں مکمل سٹ

مقصدِ مذہب
قیمت ۳ ر

یہ وہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا تھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے +

مذہبِ محبت
قیمت ۷ ر

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح امن۔ آشتی۔ محبت۔ پیار۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے +

ذرّاتِ عالم کا مذہب
قیمت ۸ ر

اسمیں مُصنّف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زمین کی پیدائش اور اس کے فرائض مسئلہ ارتقاء انسانی۔ کفارہ پر ایمان اپنی بنک۔ قیمت ۸ ر

اسلام اور علومِ جدیدہ
قیمت ۴ ر

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفہ قدرت اور اسکے مظاہر کیطرف انسان کو متوجہ کیا۔ قیمت ۴ ر

ینابیع المسیحیت
بلا جلد ۲ ر — مجلد ۱۲ ر

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے اسمیں دکھایا ہے کہ جو حصص انجیل و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور دلچسپ ہیں جن سے سرگرداں عیسائی سمجھے ہیں اور جن کے پڑھنے سے وہ بے مسلمات پر ترجمہ کیلئے

یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت
ایک نظر — قیمت ۴ ر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح کفارہ معجزات مسیح پیدائش کی حقیقت غرضیکہ وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں ان سب کی پرامن طریقے سے تردید کی ہے +

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل ... لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

راز حیات یا انجیل عمل
بلاجلد ۸ر — مجلد عہ

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال ذہنی ہے۔ زندگی، قوت، دولت، حشمت، جاہ و جلال، مرفع الحال کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے جس طرح کہ باغ کی تر و تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے +

توحید فی الاسلام
بلاجلد ۸ر — مجلد عہ

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے۔ یہی علوم جدیدہ کی محرک۔ حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے +

سلک مروارید
بلاجلد ۱۲ر — مجلد ۱۴ر

یہ ان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ جس میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف مذاہب کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے

ضرورت الہام
مجلد ۱ر — قیمت ۱۰ر

فی زمانہ تعلیمیافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہام تا ہی مذہب آیا ہے +

مکالمات ملیہ
بلاجلد ۱۳ر — مجلد عہ

یعنی وہ گفتگو یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ انکے لئے مفید ہیں +

صلائے نصرت اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں حضرت خواجہ صاحب نے واقعات حاضرہ قرآنی آیات احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی ہے۔
قیمت بلاجلد ۴ر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
بلاجلد ۱۲ر — مجلد ۳ر

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +

براہین نیرہ حصہ اول
معروف بہ
زندہ و کامل الہام

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ ۱۲ر مجلد عہ

اسوۂ حسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل نبی
قیمت ۸ر — مجلد ۱۴ر

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے +

ملنے کا پتہ۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (نمبر ۱)

یہ پیپر ... لاہور میں منشی محمد ... کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا